رُشد و ہدایت کی آخری آسمانی کتاب، قرآن مجید کے علوم و اسرار جاننے اور
فہم و تدبر کے لئے آسان انداز میں

تفسیر
تَعلِیمُ القُرآن

شیخ الحدیث والتفسیر ابو صالح مُفتی محمد قاسِم قادری عطاری مدظلہ العالی

1

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

ابتدائی کلمات

ہر تعریف وثنا اس ربِ لم یزل کے لیے ہے جس نے خاتم الانبیاء، احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاکیزہ ترین دل پر اپنا مقدس کلام قرآن نازل فرمایا اور بے شمار درود وسلام ہوں حبیب خدا، شافع روزِ جزا صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جو اپنی امت کو قرآن، علمِ قرآن، فہمِ قرآن، اسرارِ قرآن، حکمت، طہارتِ نفس، تزکیۂ قلب، اصلاحِ ظاہر و باطن اور دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں دینے والے ہیں۔ قرآن مجید کی عظمت وشان بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی (طٰہٰ:04) ترجمہ: اس کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جس نے زمین اور اونچے آسمان بنائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی عظمت بیان فرمائی کہ یہ قرآن اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جس نے زمینوں اور بلند آسمانوں کو پیدا فرمایا اور جس نے اتنی عظیم مخلوق پیدا فرمائی وہ خالق کتنا عظیم ہوگا اور جب ایسی عظیم ذات نے قرآن مجید نازل فرمایا ہے تو یہ قرآن کتنا عظمت والا ہوگا۔ یہاں قرآن کریم کی عظمت بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ لوگ اس کے معانی اور حقائق میں غور و فکر کریں، انہیں سمجھیں اور احکامِ قرآن پر عمل کریں کیونکہ جس پیغام کو بھیجنے والا انتہائی عظیم ہو تو اس پیغام کو بہت اہمیت دی جاتی ہے اور پوری توجہ سے اسے سنا جاتا ہے اور بھرپور طریقے سے اس کی اطاعت کی جاتی ہے اور جب قرآن کریم کو نازل فرمانے والا سب سے بڑا عظیم ہے تو اس کی طرف سے بھیجے ہوئے قرآنِ عظیم کو سب سے زیادہ توجہ کے ساتھ سننا چاہئے اور اس میں انتہائی غور و فکر کرنا اور کامل طریقے سے اس کے دیئے گئے احکام پر عمل کرنا چاہئے۔ آج مسلمانوں کی ایک تعداد ایسی ہے جو اصل تلاوت ہی سے یا صحیح تلاوتِ قرآن کرنے سے ہی محروم ہے اور صحیح پڑھنے والوں کی بھی بڑی تعداد نہ قرآن مجید سمجھتی ہے اور نہ ہی اس کے احکام پر عمل کرتی ہے۔ ایسے مسلمانوں کی بہت کمی ہے جنہیں قرآن کے حلال و حرام کا علم اور محمدی اخلاق پر عمل ہو، آیاتِ الٰہی سن کر جن کے دل ڈر جاتے اور اعضا کانپ اٹھتے ہوں، جن کے دل و دماغ پر قرآن کے انوار چھائے ہوئے ہوں۔

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس تک قرآن مجید پہنچ گیا تو گویا اللہ تعالیٰ نے اس سے کلام کیا۔ جب وہ اس بات پر قادر ہو جائے تو قرآن مجید پڑھنے ہی کو اپنا عمل قرار نہ دے بلکہ اس طرح پڑھے جس طرح کوئی غلام اپنے

مالک کے لکھے ہوئے خط کو پڑھتا ہے تاکہ وہ اس میں غور وفکر کر کے اس کے مطابق عمل کرے۔ (احیاء علوم الدین، 1/378)

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ تلاوت قرآن کرے، خدا کے پیغام کو سمجھے، دل وجان سے اس پر ایمان رکھے اور ظاہر باطن سے اس پر عمل کرے۔

فہم قرآن کا ایک بہترین ذریعہ:

قرآن مجید کو سمجھنے کا ایک اہم ذریعہ علماءِ کرام کی لکھی ہوئی تفاسیر پڑھنا بھی ہے انہی میں سے ایک تفسیر آپ کے ہاتھوں میں موجود "تفسیر تعلیم القرآن" ہے جس کی 10 خوبیاں یہ ہیں:

(1) نہ بہت زیادہ طویل اور نہ ہی بہت زیادہ مختصر بلکہ متوسط اور جامع تفسیر ہے۔

(2) اس کی اردو عبارت آسان اور عام فہم ہے تاکہ کم پڑھے لکھے مسلمان بھی اس سے با آسانی استفادہ کر سکیں۔

(3) بکثرت مقامات پر ایک ایک آیت سے متعلق مکمل کلام ذکر گیا ہے البتہ جہاں مضمون دو یا اس سے زیادہ آیات پر مشتمل تھا وہاں ایک مضمون کی تمام آیات کی تفسیر ایک ساتھ ذکر کی گئی ہے۔

(4) اس میں علمی اور فنی باتوں، مشکل الفاظ اور دقیق جملوں سے گریز کیا گیا ہے۔

(5) ہر سورت کے شروع میں اس کا مختصر تعارف ذکر کیا گیا ہے۔

(6) آیات کی تفسیر میں ان کا مختصر اور جامع خلاصہ ذکر کیا گیا ہے۔

(7) آیت کے شانِ نزول کو ابتداء میں لکھا گیا کہ آیت کا پس منظر پڑھنے کے بعد تفسیر پڑھنا فہم قرآن میں مزید آسانی پیدا کرتا ہے۔

(8) "اہم بات" کے عنوان سے آیت اور تفسیر سے تعلق رکھنے والی ضروری باتوں کو جداگانہ مختصر اور جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے تاکہ اصل تفسیر اور ضروری باتوں میں امتیاز رہے۔

(9) موقع محل کی مناسبت سے دیگر عنوانات بھی شامل کئے گئے ہیں۔

(10) "درس" کے عنوان سے ہدایت ونصیحت پر مشتمل مختصر اور جامع دروس بھی شامل کیے گئے ہیں۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے اور اسے میری، میرے اہل خانہ، میرے خاندان، اساتذۂ کرام، شاگردوں، دوست احباب اور دیگر تمام متعلقین کی بے حساب مغفرت کا ذریعہ بنائے؛ آمین۔

مفتی محمد قاسم عطاری

تفسیر تعلیم القرآن

(جلد: 1)

از: شیخ الحدیث والتفسیر، ابو صالح **مفتی محمد قاسم** قادری عطاری مدظلہ العالی

ناشر

مکتبۃ المدینہ کراچی

مکتبۃ المدینہ
MAKTABA TUL MADINAH

المدینۃ العلمیۃ
(دعوتِ اسلامی)

ایاتها ۷ — سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۵ — رکوعها ۱

سورۂ فاتحہ مکیہ ہے اس میں سات آیتیں اور ایک رکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ﴿۱﴾

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہان والوں کا پالنے والا ہے ○

سورۂ فاتحہ کا تعارف یہ سورت مکہ مکرمہ، یا مدینہ منورہ، یا دونوں جگہ نازل ہوئی ہے۔ اس میں 1 رکوع اور 7 آیتیں ہیں۔ اس سے قرآن پاک کی تلاوت اور لکھنے کی ابتدا کی جاتی ہے اس لیے اسے "فاتحۃ الکتاب" یعنی کتاب کی ابتدا کرنے والی کہتے ہیں۔ فضائل: (1) سورۂ فاتحہ قرآنِ مجید کی سب سے عظمت والی سورت ہے۔ (بخاری، حدیث: 5006) (2) سورۂ فاتحہ وہ نور ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علاوہ اور کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔ (مسلم، حدیث: 806) (3) سورۂ فاتحہ بہترین دم ہے، بخاری اور ابو داؤد کی احادیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سانپ کے ڈسے اور جنون کی بیماری میں مبتلا شخص پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تو اسے زہر کے اثر اور جنون کے مرض سے شفا مل گئی۔ خلاصۂ مضامین: اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، عظمت و شان اور اوصاف کا بیان، اللہ تعالیٰ کے حقیقی معبود اور حقیقی مددگار ہونے کا ذکر اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعا مانگنے کی تعلیم ہے۔ مسئلہ: نماز میں "سورۂ فاتحہ" پڑھنا واجب ہے، امام اور تنہا نماز پڑھنے والا اپنی زبان سے "سورۂ فاتحہ" پڑھے گا جبکہ مقتدی امام کے پیچھے خاموش رہے گا اور جہری نماز میں اس کی قراءت بھی سنے گا، اس کا یہی عمل پڑھنے کے حکم میں ہے۔

تسمیہ "بسم اللہ" ہر سورت کے شروع کی نہیں بلکہ پورے قرآن کی ایک آیت ہے جسے دو سورتوں کے درمیان فاصلہ کرنے کے لیے ہر سورت کے شروع میں جدا گانہ لکھ دیا گیا ہے۔ ہر سورت کے شروع میں لکھی ہوئی "بسم اللہ" پوری آیت ہے اور "سورۂ نمل" کی آیت نمبر 30 میں مذکور "بسم اللہ" اس آیت کا ایک حصہ ہے۔ مسئلہ: تلاوت شروع کرنے سے پہلے "اَعُوْذُ بِاللّٰه" پڑھنا سنت ہے اور سورت کی ابتداء میں "بسم اللہ" پڑھنا سنت ورنہ مستحب ہے۔ اہم بات: حرام و ناجائز کام اور گفتگو سے پہلے "بسم اللہ" ہرگز نہ پڑھی جائے۔ درس: ہر نیک و جائز کام کی ابتدا "بسم اللہ" سے کرنی چاہیے۔ حدیث پاک میں ہے: جس اہم کام کی ابتدا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے نہ کی گئی وہ ادھورا رہ جاتا ہے۔ (کنز العمال، حدیث: 2488)

آیت 1 آیت کا معنیٰ ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں اور جہان والوں کا پالنے والا اور مالک ہے۔ اس میں زمینی، آسمانی، عرشی، فرشی، ظاہر، پوشیدہ ہر طرح کی مخلوق داخل ہے۔ اہم باتیں: (1) تمام تعریفوں کا حقیقی حقدار اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ اپنی ذات و صفات میں تو وہ خود ہی کامل ہے جس پر وہ حمد کے لائق ہے، بقیہ مخلوق کے جملہ کمالات میں بھی حقیقتاً تعریف کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ سب کمالات اور خوبیاں اسی کی عطا کردہ ہیں۔ (2) حمد کا عام معنیٰ ہے کسی کی اختیاری خوبیوں کی بنا پر اس کی تعریف

الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾

بہت مہربان رحمت والا○ جزا کے دن کا مالک○ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں○

کرنا۔(3)لفظ" اللہ " اس پاک ذات کا عظمت وبرکت والا نام ہے جو کمال والی تمام صفات کی جامع ہے۔(4)لفظ" رب " کے کئی معانی ہیں جیسے آقا مالک پالنے والا وغیرہ اور یہ تمام معانی اللہ تعالیٰ پر مکمل طور پر سچے ہیں۔(5)" اَلْعٰلَمِیْنَ" عالَم کی جمع ہے۔اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر موجود چیز کو عالَم کہتے ہیں۔یہاں جمع کا لفظ "اَلْعٰلَمِیْنَ" اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق کو ایک الگ جہان بولا جاتا ہے۔

فضیلت: کلمہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" کی بہت فضیلت ہے، حدیث پاک میں ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میزان کو (ثواب سے) بھر دیتا ہے۔(مسلم،حدیث534)

درس: اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت اور اس کی بہت فضیلت ہے،حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ بندے کی اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ بندو کچھ کھائے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور کچھ پیے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرے۔(مسلم،حدیث:7932)

آیت 2 رحمٰن اور رحیم اللہ تعالیٰ کے دو صفاتی نام ہیں، رحمٰن کا معنی ہے "نعمتیں عطا کرنے والی وہ حقیقی ذات جو بہت زیادہ رحم فرمائے" اور رحیم کا معنی ہے "بہت رحمت فرمانے والا۔" **اہم بات:** لفظ "رحمٰن" اللہ تعالیٰ کا خاص نام ہے کسی دوسرے کے لئے نہیں بول سکتے۔ بعض لوگ عبد الرحمٰن کو رحمٰن بول دیتے ہیں، یہ حرام ہے، جبکہ "رحیم" کا لفظ دوسروں کے لئے بولا جاسکتا ہے، جیسے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک نام رحیم بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم اور رب العالمین ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم رؤف ورحیم اور رحمۃ للعالمین ہیں۔ **درس:** اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع اور اس کے غضب پر غالب ہے، بخاری شریف کی حدیث قدسی ہے کہ لوح محفوظ میں لکھا ہے: میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔(بخاری،حدیث3194)

آیت 3 فرمایا کہ اللہ اس دن کا مالک ہے جس میں بندوں کو ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی۔ **اہم باتیں:**(1)جزا یعنی بدلے کے دن سے قیامت مراد ہے جس دن ایمان وکفر اور نیکی وگناہ کا بدلہ دیا جائے گا۔(2)اللہ تعالیٰ اگرچہ دنیا وآخرت دونوں کا حقیقی مالک ہے لیکن یہاں "قیامت" کی ملکیت کا بطورِ خاص ذکر اس لئے ہے کہ اس دن کسی کی ظاہری ملکیت بھی نہیں ہوگی جیسے دنیا میں تو ظاہری ملکیت مخلوق کو بھی حاصل ہے۔

آیت 4 اس آیت سے بندوں کو سکھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی بندگی کا اظہار یوں کرو کہ اے اللہ عزوجل، ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں کیونکہ عبادت کا مستحق صرف تو ہی ہے، تیرے علاوہ اور کوئی اس لائق ہی نہیں کہ اس کی عبادت کی جاسکے اور حقیقی مدد کرنے والا بھی تو ہی ہے، تیری اجازت ومرضی کے بغیر کوئی کسی کی کسی قسم کی ظاہری، باطنی، جسمانی روحانی، چھوٹی بڑی کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ **اہم بات:** عبادت کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ کسی کو عبادت کے لائق سمجھتے ہوئے اس کی کسی بھی قسم کی تعظیم کرنا اور اگر عبادت کے لائق نہ سمجھیں تو وہ محض "تعظیم" ہوگی عبادت نہیں کہلائے گی۔ **درس:** عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی کرنی چاہئے، اسی طرح حقیقی مددگار بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ماننا اور اسی سے مدد کا سوال کرنا چاہئے، اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرنا شرک ہے۔ یونہی مخلوق میں سے کسی کو عطائے الٰہی کے بغیر ذاتی طور پر مددگار ماننا شرک ہے، البتہ ظاہری اسباب ووسائل جو مخلوق کے ظاہری اختیار میں ہوتے ہیں یا ان چیزوں میں جن کا حقیقی اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جیسے شفا دینا وغیرہ، ان میں کسی کو یوں مددگار

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَۙ ۝ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ۬ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ

ہمیں سیدھے راستے پر چلا○ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا○ نہ کہ ان کا راستہ جن پر غضب ہوا

وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ۝ ع

اور نہ بہکے ہوؤں کا○

ماننا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے دے سکتے ہے تو یہ اللہ ہی کا مدد فرمانا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیماروں، مادر زاد اندھوں، کوڑھ کے مریضوں کو شفا دی اور حضرت جبریل علیہ السلام نے پاکیزہ بیٹا دیا، یونہی بخاری و مسلم اور دیگر کتابوں میں حدیثیں موجود ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مریضوں کو شفا پہنچائی، کھانے پینے میں برکت دی وغیرہا۔

آیت 5 فرمایا کہ یوں دعا مانگو: اے اللہ! تو نے اپنی رحمت سے ہمیں صراطِ مستقیم دکھا دیا، اب اس راستے کی طرف ہماری ہدایت میں اضافہ فرما اور ہمیں اس پر ثابت قدم رکھ۔ **اہم بات:** صراطِ مستقیم سے مراد "رضائے الٰہی کا سیدھا راستہ" ہے، جس پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام چلے اور اب یہ اسلام کا وہ سیدھا راستہ ہے جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، بزرگانِ دین، علماء و محدثین اور ائمہ و مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم چلے۔ نئے نئے راستے دکھانے والے صراطِ مستقیم سے دور ہیں۔ **درس:** (1) سیدھے راستے پر ثابت قدمی اور ایمان پر خاتمے کی دعا مانگتے رہنا چاہئے کہ نجات اسی پر موقوف ہے۔ (2) دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد اور عبادت کرنی چاہئے۔ (3) عام دعائیں جیسے مغفرت، نجات، عافیت اور خوشی وغیرہا کی دعائیں صرف اپنے لئے نہیں بلکہ سب مسلمانوں کے لئے مانگنی چاہئیں۔

آیت 6، 7 ان دو آیات میں مزید فرمایا گیا کہ یوں دعا مانگو: اے اللہ! ان لوگوں کے راستے پر چلا جن پر تو نے احسان و انعام فرمایا جبکہ ان لوگوں کے راستے پر نہ چلا جن پر تیرا غضب ہوا اور جو بہکے ہوئے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) انعام یافتہ بندوں سے مراد انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں جن کا ذکر سورۂ نساء کی آیت نمبر 69 میں ہے۔ (2) غضب کے مستحق لوگوں سے مراد یہودی یا بد عمل لوگ اور بہکے ہوؤں سے مراد عیسائی یا بد عقیدہ افراد ہیں۔

آیاتھا ۲۸۶ | ۲ سورۃ البقرۃ مدنیۃ ۸۷ | رکوعاتھا ۴۰

سورۂ بقرہ مدنیہ ہے، اس میں دو سو چھیاسی آیتیں اور چالیس رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

الٓمّٓ ۞ ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۛۚ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۞ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ

الٓمّٓ ۞ وہ بلند رتبہ کتاب جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ اس میں ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے ۞ وہ لوگ جو بغیر دیکھے ایمان

سورۂ بقرہ کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 40 رکوع اور 286 آیتیں ہیں۔ اس میں بنی اسرائیل کی ایک گائے کا واقعہ بیان کیا گیا جس کی مناسبت سے اسے "سورۂ بقرہ" کہتے ہیں۔ **فضیلت:** سورۂ بقرہ پڑھتے رہنے میں برکت اور نہ پڑھنے میں (ثواب سے محروم رہ جانے پر) حسرت ہے اور جادوگر اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ (مسلم، حدیث: 804) **خلاصہ مضامین:** سورۂ بقرہ میں اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت و رسالت اور حشر و نشر وغیرہ کا بیان، عبادات جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کے احکام، معاملات جیسے نکاح، طلاق، ایلاء، عدت، رضاعت، قتلِ ناحق، قصاص، شراب، جوئے اور سود وغیرہ سے متعلق احکام، بنی اسرائیل کے مختلف احوال اور ان کی اجتماعی زندگی کی کثیر خرابیوں کا بیان ہے۔

آیت 1 قرآن کریم کی 29 سورتوں کے شروع میں اس طرح کے حروف ہیں، انہیں جدا جدا پڑھے جانے کی وجہ سے "حروفِ مقطعات" کہا جاتا ہے۔ ان حروف کی مراد اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم جانتے ہیں، ہم اس کے حق ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔

آیت 2 فرمایا کہ قرآن ایسی بلند رتبہ اور عظیم الشان کتاب ہے جس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس میں ان لوگوں کے لیے ہدایت ہے جو خدا سے ڈرنے کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) قرآن مجید کی حقانیت میں شک کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے کتابِ الٰہی ہونے کے انتہائی مضبوط اور واضح دلائل موجود ہیں جن پر غور کرنے کے بعد کوئی انصاف پسند اور عقلمند شخص قرآن کی حقانیت اور کتابِ الٰہی ہونے میں شک کر ہی نہیں سکتا، ضدی اور مخالف لوگوں کا شک کرنا ایسے ہے جیسے کوئی اندھا سورج کے وجود کا انکار کر دے۔ (2) تقویٰ کا لغوی معنیٰ ہے نفس کو خوف کی چیز سے بچانا اور اصطلاحِ شرع میں تقویٰ نفس کو ہر اس کام سے بچانے کا نام ہے جس سے بندہ عذابِ الٰہی کا مستحق ہو۔ کفر و شرک اور کبیرہ گناہوں سے بچنا اور فرائض و واجبات ادا کرنا تقویٰ کی معروف مثالیں ہیں۔ (3) قرآنِ پاک کی ہدایت و رہنمائی اگرچہ مومن و کافر ہر شخص کے لیے ہے لیکن قرآن سے حقیقی نفع چونکہ صرف متقی لوگ حاصل کرتے ہیں اس لیے یہاں اسے بطورِ خاص "متقین کے لئے ہدایت" فرمایا گیا۔

آیت 3 یہاں سے متقین کے اوصاف بیان کیے جا رہے ہیں کہ متقی وہ لوگ ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں اور تمام حقوق و آداب کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) ایمان، سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرنے کا نام ہے جو ضروریاتِ دین میں داخل ہیں جبکہ کسی ایک ضرورتِ دینی کا انکار کفر کہلاتا ہے۔ (2) عمل اگرچہ ایمان کا حصہ نہیں لیکن فرائض و واجبات اور دیگر ضروری احکام پر عمل کرنا لازم ہے۔ (3) غیب وہ ہے جو ہم سے پوشیدہ ہو اور ہم اسے اپنے حواس جیسے دیکھنے، چھونے وغیرہ سے اور بدیہی طور پر عقل سے معلوم نہ کر سکیں، جیسے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا، قیامت

بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۙ۝ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ

لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں ۝ اور وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو

اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ؕ۝ اُولٰٓىٕكَ عَلٰى هُدًى

تمہاری طرف نازل کیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ۝ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ

ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں ۝ بیشک وہ لوگ جن کی قسمت میں کفر ہے ان کے لئے برابر ہے کہ آپ انہیں ڈرائیں

قائم ہونا، اعمال کا حساب ہونا اور جنت و جہنم وغیرہ۔ انبیاء علیہم السلام پر اعتماد کرتے ہوئے اسے مان لینا "غیب پر ایمان لانا" ہے۔ (4) نماز کے حقوق و آداب میں یہ چیزیں داخل ہیں: ہمیشہ، ٹھیک وقت پر اور پابندی کے ساتھ نماز پڑھنا، نماز کے فرائض و واجبات، سنن و مستحبات کا خیال رکھنا، تمام مفسدات و مکروہات سے بچنا، بدن، دل اور خیالات سب نماز میں مشغول ہوں۔ (5) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مراد زکوۃ ادا کرنا ہے، یا اس سے تمام قسم کے صدقات مراد ہیں، جیسے غریبوں، مسکینوں، یتیموں، طلبہ، علماء، اور مساجد و مدارس وغیرہا کو دینا اور کچھ خرچ کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ متقی لوگ خرچ کرنے میں اعتدال سے کام لیتے ہیں۔

آیت 4 فرمایا کہ متقی لوگ اس قرآن اور شریعت پر ایمان لاتے ہیں جو اے حبیب ﷺ، آپ کی طرف نازل کیا گیا اور ان آسمانی کتابوں اور صحیفوں وغیرہ پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ سے پہلے نازل کیے گئے اور وہ قیامت پر اور جو کچھ اس میں جزا و حساب وغیرہ ہے سب پر ایسا یقین رکھتے ہیں کہ اس میں انہیں ذرا بھی شک و شبہ نہیں ہے۔ **اہم بات:** قرآن کریم پر یوں ایمان رکھنا فرض ہے کہ ہمارے پاس موجود قرآن کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور برحق ہے، بقیہ قرآن کی تفصیلات جاننا فرض کفایہ ہے، اگر ایسے علماء موجود ہوں جنہوں نے ان کا علم حاصل کر لیا ہو تو عوام پر ان کا علم حاصل کرنا فرض نہیں۔ سابقہ آسمانی کتابوں پر یوں ایمان رکھنا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام پر کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے اور ان میں جو کچھ اس نے بیان فرمایا سب حق ہے۔ گزشتہ آسمانی کتابوں پر ایمان ہے لیکن عمل صرف اپنے دین کے مطابق کریں گے۔

آیت 5 فرمایا کہ بیان کردہ صفات سے متصف لوگ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہدایت اور سیدھے راستے پر قائم ہیں اور یہی لوگ عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہو کر کامل کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔ **اہم بات:** آخرت میں کامل کامیابی متقی لوگوں ہی کو حاصل ہو گی البتہ کسی نہ کسی درجے کی کامیابی ہر نیک و بد مسلمان کو حاصل ہو گی کیونکہ ہر مسلمان کو ایمان کی دولت حاصل ہے جس کی برکت سے بہر حال جنت میں داخلہ ضرور ہو گا اگرچہ عذاب جہنم کے بعد ہو۔

آیت 6 یہاں سے ازلی کفار کا حال اور ان کا انجام بیان کیا جا رہا ہے کہ اے حبیب! بیشک وہ لوگ جن کی قسمت میں کفر ہے جیسے ابو جہل اور ابو لہب وغیرہ کفار، ان کے حق میں برابر ہے کہ آپ انہیں کفر پر عذاب الٰہی سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، یہ کسی صورت ایمان نہیں لائیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں چند خاص کفار کے ایمان نہ لانے کی خبر دی گئی ہے ورنہ عمومی طور پر تمام کفار کے حق میں ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر نہیں کیونکہ بہت سے کفار بعد میں ایمان لے آئے تھے۔ (2) کفر کا لغوی معنی ہے چھپانا اور اصطلاح شرع میں ضروریات دین

اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑥ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ

یا نہ ڈرائیں، یہ ایمان نہیں لائیں گے ○ اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر

ع ١ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑦ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ

پردہ پڑا ہوا ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے ○ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے ہیں حالانکہ وہ

وقف لازم بِمُؤْمِنِيْنَ ⑧ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ⑨ ط

ایمان والے نہیں ہیں ○ یہ لوگ اللہ کو اور ایمان والوں کو فریب دینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ صرف اپنے آپ کو فریب دے رہے ہیں اور انہیں شعور نہیں ○

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ⑩

ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری میں اور اضافہ کر دیا اور ان کے لئے ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے دردناک عذاب ہے ○

میں سے کسی چیز کا انکار یا تحقیر و استہزاء کرنے کو کفر کہتے ہے۔ ضروریاتِ دین، اسلام کے وہ احکام ہیں، جنہیں ہر خاص و عام جانتے ہوں، خاص سے مراد علماء ہیں اور عام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو علماء تو شمار نہ کیے جاتے ہوں لیکن علماء کی صحبت میں بیٹھتے اور علمی مسائل کا ذوق رکھتے ہوں۔ (3) مبلغ کا کام رضائے الٰہی کے لیے نیکی کی دعوت دینا ہے، قبول کرنے کی توفیق دینا اس کا کام نہیں، لہٰذا اسے چاہئے کہ رضائے الٰہی کے لیے نیکی کی دعوت دے اور نتائج اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔

آیت 7 یہاں ان کفار کے ایمان نہ لانے کا سبب بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے، اب ان میں ایمان داخل ہونے اور ان سے کفر و گمراہی نکلنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی اور قبولِ حق کی جو صلاحیت ہر شخص میں فطری طور پر رکھی گئی ہے وہ کفر پر اصرار کی وجہ سے اُن سے چھن چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا ہے جس سے وہ حق و ہدایت کی راہ اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں دیکھ نہیں سکتے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

آیت 8 کھلے کفار کا ذکر کرنے کے بعد یہاں سے چھپے کفار یعنی منافقوں کے احوال بیان کیے جا رہے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ کچھ لوگ اپنی زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن یعنی قیامت پر ایمان لے آئے حالانکہ وہ ہرگز ایمان والے نہیں کیونکہ ایمان کے لیے زبان سے اقرار کے ساتھ ساتھ دل سے تصدیق بھی ضروری ہے۔

آیت 9 اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی اسے فریب دے سکے، یہاں مراد یہ ہے کہ منافقین دل میں کفر چھپا کر اور زبان سے ایمان کا دعویٰ کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایمان والوں کو فریب دینے میں کامیاب ہو رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ خود کو فریب دے رہے ہیں کہ ایمان کا دعویٰ کرنے پر اگرچہ مسلمان قرار پا کر انہیں اسلامی حقوق مل گئے لیکن آخرت میں بہر حال وہ جہنم کے سب سے نچلے حصے میں ہوں گے لیکن انہیں اس حقیقت کا شعور ہی نہیں۔ درس: دھوکا دینا منافقوں کا کام ہے، اس سے بچنا چاہئے۔ حدیث پاک میں ہے: جس نے کسی مسلمان کو نقصان پہنچایا یا اس کے ساتھ دھوکا کیا وہ ملعون ہے۔ (ترمذی، حدیث:1948)

آیت 10 فرمایا کہ ان کے دلوں میں شک، منافقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت کی بیماری ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ ۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَاۤ اِنَّهُمْ

اور جب ان سے کہا جائے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں ○ سن لو! بیشک یہی لوگ

هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۝ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ

فساد پھیلانے والے ہیں مگر انہیں (اس کا) شعور نہیں ○ اور جب ان سے کہا جائے کہ تم اسی طرح ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے

قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۝

تو کہتے ہیں: کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں؟ سن لو: بیشک یہی لوگ بیوقوف ہیں مگر یہ جانتے نہیں ○

میں مزید اضافہ کر دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلبہ بڑھایا جس سے ان کی عداوت وحسد کی بیماری اور بڑھی جبکہ شرعی احکام میں اضافے سے مزید تکلیف میں اضافہ ہو گیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے کا جو جھوٹا دعویٰ کیا، اس کی سزا میں ان کے لیے جہنم کا دردناک عذاب ہے۔ درس: (1) منافقت خطرناک باطنی مرض ہے، اس سے دیگر بے شمار باطنی امراض جنم لیتے اور بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں، جیسے جھوٹ، خیانت، وعدہ خلافی، بد عہدی، بدزبانی، فساد، خود پسندی، بیوقوفی، دورُخی، بزدلی، طمع، بخل، جہاد سے فرار وغیرہ اور اگر نفاق کا مرض عقیدے میں سرایت کر جائے تو دائمی عذاب کا سبب ہے جبکہ عمل میں منافقت بھی جہنم میں داخلے کا سبب ہے۔ (2) جھوٹ بولنا حرام اور اس پر دردناک عذاب کی وعید ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب یعنی بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔ (مسلم، حدیث: 6637)

آیت 11 منافقوں کا فساد یہ تھا کہ وہ دل میں کفر رکھتے اور اخلاص کے ساتھ ایمان نہ لاتے، دوسروں کو ایمان لانے سے روکتے، مسلمانوں کے راز کفار تک پہنچاتے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے تھے۔ جب انہیں اس سے روکا گیا تو وہ اپنے فساد کو اصلاح کے نام سے مزین کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہمارا مقصد فساد پھیلانا ہرگز نہیں بلکہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ درس: فساد پھیلانا اور اسے اصلاح کا نام دینا، عام فساد کے مقابلے میں بڑا فساد ہے۔ ہمارے معاشرے میں بھی اس کے مظاہر موجود ہیں۔

آیت 12 منافقوں کے دعوے کا رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! سن لو، یہ اصلاح کرنے والے نہیں بلکہ اپنی منافقت اور بری روش پر قائم رہ کر یہی لوگ فساد پھیلانے والے ہیں لیکن انہیں اس بات کا شعور نہیں کیونکہ ان میں یہ خرابی پہچاننے والی حس ختم ہو چکی ہے۔ درس: اصلاح اور فساد کا دارومدار زبانی دعوے پر نہیں بلکہ کام پر ہے۔ اگر وہ واقعی اصلاحی عمل اور شریعت کے مطابق ہے تو اسے کرنے والا مُصلح ہے اور اگر وہ عمل فساد ہے تو اس کا مرتکب فسادی کہلائے گا اگرچہ اس کی نیت فساد کی نہ ہو۔

آیت 13 ایمان سے متعلق منافقوں کا طرزِ عمل بیان کیا گیا کہ جب ان سے کہا جائے کہ تم اس طرح ایمان لاؤ جیسے دوسرے لوگ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان لائے تو وہ اپنی نجی محفلوں میں کہتے ہیں کہ کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں؟ ان کی تردید میں فرمایا: سن لو! صحیح ایمان لانا ترک کر کے یہ منافق ہی حماقت کے مرتکب ہیں اور انہیں اپنی اس بیوقوفی کا علم بھی نہیں۔ اہم بات: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ مفاد پرست نہیں بلکہ مخلص مومن تھے، راہِ خدا میں آنے والی مشکلات برداشت کرتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَیٰطِیْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا

اور جب یہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لاچکے ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس تنہائی میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ

اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ یَمُدُّهُمْ

ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو صرف ہنسی مذاق کرتے ہیں O اللہ ان کی ہنسی مذاق کا انہیں بدلہ دے گا اور (ابھی) وہ انہیں مہلت دے رہا ہے

فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ

کہ یہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں O یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدلی تو ان کی تجارت نے

تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ﴿۱۶﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّاۤ

کوئی نفع نہ دیا اور یہ لوگ راہ جانتے ہی نہیں تھے O ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی پھر جب

والہ وسلم پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ یہ امور منافقوں کی نظر میں بیوقوفی تھے حالانکہ یہ بیوقوفی نہیں بلکہ سراسر دانائی تھی۔ درس: (1) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان بارگاہِ الٰہی میں قابلِ قبول ایمان کا ایک معیار ہے۔ (2) دین داروں کو بیوقوف اور دقیانوسی خیالات والا کہنا منافقوں کی بڑی پرانی عادت ہے۔

آیت 14 یہاں منافقوں کا ایک دوغلا پن بیان کیا گیا ہے کہ یہ جب کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملتے تو کہتے کہ ہم تو آپ کی طرح پکے مومن ہیں لیکن جب اپنے گمراہ کن سرداروں کے پاس تنہائی میں جاتے تو انہیں اپنے کفر کی یوں یقین دہانی کراتے کہ ہمارے عقیدے وہی ہیں جو تمہارے ہیں۔ مسلمانوں کے سامنے ہمارا اقرارِ ایمان تو محض ہنسی مذاق کے طور پر ہوتا ہے۔ درس: دوغلا پن منافقوں کا طرزِ عمل ہے، اس سے بچنا چاہئے، حدیث پاک میں ہے: تم بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں اسے پاؤ گے جو دو منہ والا ہوگا جو ان کے پاس اور منہ سے جائے اور ان کے پاس اور منہ سے۔ (بخاری، حدیث: 3494)

آیت 15 اللہ تعالیٰ استہزاء (یعنی مذاق مسخری کرنے) اور تمام عیوب سے پاک ہے، یہاں جو اس کی طرف استہزاء کی نسبت ہے اس سے مراد منافقوں کے استہزاء کا بدلہ دینا ہے۔ منافقوں کو ان کے ہنسی مذاق کی اصل سزا تو آخرت میں ملے گی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ان کی فوری گرفت نہ فرمائی بلکہ انہیں مہلت دے کر ان کے حال پر چھوڑ دیا تاکہ وہ اپنے کفر و سرکشی میں بھٹکتے رہیں اور ان کی اخروی سزا بڑی ہو۔

آیت 16 فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت یعنی ایمان کے بدلے کفر اختیار کرکے گمراہی خریدلی تو یہ تجارت ان کے لیے کسی طور پر بھی نفع مند ثابت نہ ہوئی بلکہ اس خریداری کی بنا پر وہ آخرت کے دائمی عذاب کے مستحق ٹھہرے اور سب سے بڑے نقصان کا شکار ہوئے۔ یہ لوگ ایمانی تجارت کے اصول جانتے ہی نہ تھے، اسی لئے نفع ہی نہیں اصل سرمایہ ایمان بھی تباہ کر بیٹھے۔

آیت 17 اس آیت میں ایک مثال کے ذریعے منافقوں کا حال مزید واضح کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ منافقوں کی مثال اس شخص کی طرح

أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَٰتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ﴿١٧﴾

اس آگ نے اس کے آس پاس کو روشن کر دیا تو اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا، انہیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿١٨﴾ أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَٰتٌ وَرَعْدٌ

بہرے، گونگے، اندھے ہیں پس یہ لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ یا (ان کی مثال) آسمان سے اترنے والی بارش کی طرح ہے جس میں تاریکیاں

وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَٰبِعَهُمْ فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَاللَّهُ

اور گرج اور چمک ہے۔ یہ زور دار کڑک کی وجہ سے موت کے ڈر سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رہے ہیں حالانکہ اللہ

ہے جس نے اندھیرے میں آگ روشن کی تاکہ اس سے نفع حاصل کرے، پھر جب آگ نے اس کے آس پاس کی جگہ روشن کر دی تو اسے دکھائی دینے لگا، سردی کی تکلیف دور ہوئی اور موذی جانوروں وغیرہ سے امن بھی حاصل ہو گیا، اسی دوران روشن آگ کو بجھا کر اللہ تعالیٰ ان کا نور لے گیا اور انہیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا، اب انہیں اپنے اردگرد کچھ دکھائی نہیں دے رہا وہ حیران، پریشان اور خوفزدہ ہیں۔ یہی حال منافقوں کا ہے کہ انہوں نے زبان سے کلمہ ایمان کا اظہار کیا جس کے ذریعے اپنی جان و مال اور اولاد کو محفوظ کر لیا، غنیمتیں اور زکوٰۃ وصول کر کے ان سے نفع اٹھایا اور جب اللہ تعالیٰ انہیں موت دے کر ان کی زندگی کا نور لے جائے گا اور کفر، نفاق اور قبر کی تاریکیوں میں چھوڑ دے گا تو یہ ظلمت وخوف کی طرف لوٹ آئیں گے۔

آیت 18 کان کا مقصد یہ ہے کہ ان سے حق سنا اور قبول کیا جائے، زبان کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے حق بولا جائے، آنکھوں کا مقصد یہ ہے کہ ان سے حق کی طرف دیکھا جائے اور جب ان اعضاء کو ان کے مقاصد میں استعمال نہ کیا جائے تو گویا کان بہرے، زبانیں گونگی اور آنکھیں اندھی ہیں۔ منافقوں کا یہی حال تھا کہ ان کے کان، زبانیں اور آنکھیں اگرچہ سلامت تھیں لیکن وہ حق بات سن کر قبول نہ کرتے، حق بات بیان کرنے اور راہ حق کی طرف دیکھنے سے رکتے تھے اس لئے وہ گویا کہ بہرے، گونگے اور اندھے تھے۔ ایسے لوگ ہدایت کی طرف نہیں آتے۔

آیت 19 فرمایا کہ یا ان منافقوں کی مثال بادل سے اترنے والی بارش میں گھرے ہوئے لوگوں کی طرح ہے، اس بادل میں تاریکیاں، گرج اور چمک ہے، جب بجلی زور سے کڑکتی ہے تو وہ اس ڈر سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں کہ کہیں اس کی آواز سن کر مر ہی نہ جائیں۔ یہی حال منافقوں کا ہے کہ جب قرآن میں کفر کا ذکر، اس کی وعید اور حق کے روشن دلائل کا بیان ہوتا ہے تو منافق اس ڈر سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں کہ کہیں ان آیات کو سن کر وہ اخلاص کے ساتھ ایمان لانے اور اپنے باطل عقائد چھوڑنے کی طرف مائل نہ ہو جائیں جو ان کے نزدیک موت کی مانند ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے تو یہ اس کی پکڑ سے کسی بھی طرح بچ نہیں سکتے۔ **اہم بات:** یہاں گھیرنے سے مراد علم اور قدرت سے گھیرنا ہے یعنی کوئی کافر اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کے احاطہ سے باہر نہیں۔ حسی طور پر گھیرنا یہاں مراد نہیں کیونکہ یہ جسم کا وصف ہے اور اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیت سے پاک ہے۔

مُحِيْطٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ
کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ بجلی یوں معلوم ہوتی ہے کہ ان کی نگاہیں اچک کر لے جائے گی۔ (حالت یہ کہ) جب کچھ روشنی ہوئی تو اس میں چلنے لگے
وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
اور جب ان پر اندھیرا چھا گیا تو کھڑے رہ گئے اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں سلب کر لیتا۔ بیشک اللہ
ع عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ
ہر شے پر قادر ہے۔ اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ یہ امید کرتے ہوئے (عبادت کرو)
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ
کہ تمہیں پرہیزگاری مل جائے۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور اس نے آسمان سے

آیت 20 اس آیت میں سابقہ مثال کا ایک اور پہلو بیان کیا گیا ہے کہ جب بجلی چمکتی ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کی نگاہیں اچک کر لے جائے گی اور بارش میں گھرنے والوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب کچھ روشنی ہوئی تو اس میں چلنا شروع کر دیا اور جب ان پر اندھیرا چھا گیا تو کھڑے رہ گئے۔ یہی حال منافقوں کا ہے کہ وہ اسلام کے غلبہ، معجزات کی روشنی اور آرام کے وقت اسلام کی طرف راغب ہو جاتے ہیں اور جب کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو کفر کی تاریکی میں کھڑے رہ جاتے اور اسلام سے دور ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے باطنی کان اور آنکھیں سلب فرمالیں اسی طرح اگر وہ ان کے ظاہری کان اور آنکھیں بھی سلب فرمانا چاہتا تو ضرور انہیں سلب کر لیتا کیونکہ وہ اس پر قدرت رکھتا ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔

آیت 21 اس آیت سے تقویٰ حاصل کرنے کا طریقہ بتایا جا رہا ہے اور وہ اپنے اور سابقہ لوگوں کے خالق رب کی عبادت واطاعت کرنا ہے۔ اہم باتیں: (1) عبادت اس انتہائی تعظیم کا نام ہے جو بندہ اپنی عبدیت یعنی بندہ ہونے اور معبود کی اُلوہیت یعنی معبود ہونے کے اعتقاد اور اعتراف کے ساتھ بجالائے۔ (2) مومن کو عبادت کا حکم اس معنی میں ہے کہ وہ اپنی اطاعت و عبادت پر قائم رہے، گناہوں سے باز آئے اور کامل اطاعت کرے۔ کافر کو اس معنی میں ہے کہ پہلے وہ سب سے بنیادی عبادت یعنی ایمان لائے، پھر دیگر عبادات بجالائے، منافق کو اس معنی میں ہے کہ وہ نفاق چھوڑ کر اخلاص کے ساتھ ایمان لائے اور عبادت کرے۔

آیت 22 اس آیت میں رب تعالیٰ کے حقیقی معبود ہونے کے دو دلائل کا بیان ہے۔ (1) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔ زمین کو بچھونا بنانے سے مراد یہ ہے کہ اسے نہ تو پانی کی طرح نرم بنایا اور نہ پتھر، لوہے کی طرح سخت، بلکہ نرمی اور سختی کے درمیان ایسا بنایا کہ اسے عام ضروریاتِ زندگی کے مطابق استعمال کیا جا سکے۔ زمین کو بچھونا بنانا اس کے گول ہونے کے منافی نہیں کیونکہ زمین ایک بہت بڑا کرہ ہے جو کہ گول ہونے کے باوجود دیکھنے میں ایک سطح معلوم ہوتا ہے۔ آسمان کو چھت بنانا یہ ہے کہ جیسے گھر کے لئے ایک چھت ہوتی ہے اسی طرح آسمان زمین کے لئے ایک چھت ہے۔ (2) اس نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس پانی کے ذریعے

مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

پانی اتارا پھر اس پانی کے ذریعے تمہارے کھانے کے لئے کئی پھل پیدا کئے تو تم جان بوجھ کر اللہ کے شریک نہ بناؤ۔

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَ ادْعُوْا

اور اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں کوئی شک ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کی ہے تو تم اس جیسی ایک سورت بنالاؤ اور

شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ

اللہ کے علاوہ اپنے سب مددگاروں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم یہ نہ کرسکو اور تم ہرگز نہ کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو

الَّتِیْ وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۴﴾ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ وہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ اور ان لوگوں کو خوشخبری دو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے

تمہارے کھانے کے لئے کئی پھل پیدا کئے۔ لغت میں ہر اس چیز کو "سماء" کہتے ہیں جو اوپر اور بلند ہے، یہاں آیت میں "سماء" سے مراد بادل ہے۔ مزید فرمایا کہ جب تم جانتے ہو کہ تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کرنا، زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنانا، بارش کے پانی سے پھل اور دیگر نباتات نکالنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے کام ہیں اور جس کی یہ شان ہے وہی حقیقی معبود ہے۔

آیت 23 فرمایا کہ اگر تمہیں اس قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے بارے میں شک ہے جو ہم نے اپنے خاص بندے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل فرمایا اور تم اس بات میں سچے ہو کہ یہ قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی طرف سے بنالیا ہے تو تم فصاحت و بلاغت، حسن ترتیب، غیب کی خبریں دینے اور دیگر امور میں اس قرآن جیسی ایک سورت بنا کر دکھاد و اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ اپنے تمام مددگاروں کو بھی بلالو تاکہ اس کام میں وہ تمہاری مدد کریں کیونکہ تم بھی عربی ہو اور فصاحت و بلاغت میں تمہارا کوئی ثانی نہیں تو تمہاری نظر میں یہ کام مشکل نہ ہوگا۔ اہم باتیں: (1) رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنا خاص بندہ فرمانے میں آپ کی شانِ محبوبیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ (2) اس آیت میں دیا گیا چیلنج قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے بھی ہے، آج بھی جو لوگ قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے منکر ہیں انہیں چیلنج ہے کہ پورا قرآن تو کیا اس جیسی ایک سورت ہی بنا کر دکھادیں۔

آیت 24 اس آیت میں واضح طور پر بتادیا گیا ہے کہ جنہیں قرآن جیسی سورت بنا کر دکھانے کا چیلنج کیا گیا ہے وہ اسے کسی صورت پورا نہ کرسکیں گے اور جب وہ قرآن جیسا کلام بنا ہی نہیں سکتے تو قرآن کے کتاب الٰہی ہونے پر ایمان لائیں اور جہنم کی اس آگ سے ڈریں جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور وہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اہم باتیں: (1) آدمی اور پتھر جہنم کا ایندھن ہیں۔ یہاں آدمی سے مراد کافر آدمی ہے اور پتھر سے وہ بت مراد ہیں جنہیں کفار پوجتے ہیں۔ (2) پتھروں کا جہنم میں جانا سزا پانے کے لئے نہیں بلکہ اپنے پجاریوں کو سزا دینے کے لئے ہوگا۔ (3) جہنم پیدا ہو چکی ہے اور اس وقت بھی موجود ہے کیونکہ یہاں ماضی کے الفاظ ہیں۔

آیت 25 کفار کو نارِ جہنم سے ڈرانے کے بعد اب ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی جارہی ہے جو کہ آیت

اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًاۙ قَالُوْا

کہ ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ جب انہیں ان باغوں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے

هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًاؕ وَ لَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌۗۙ

یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا تھا حالانکہ انہیں ملتا جلتا پھل (پہلے) دیا گیا تھا اور ان (جنتیوں) کے لئے ان باغوں میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی

وَّ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَاؕ

اور وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے○ بیشک اللہ اس سے حیا نہیں فرماتا کہ مثال سمجھانے کے لئے کیسی ہی چیز کا ذکر فرمائے مچھر ہو یا اس سے بڑھ کر

کے ترجمہ سے واضح ہے۔ اہم باتیں: (1) ایمان صحیح عقائد اختیار کرنے کا نام ہے اور نیکیاں وہ عمل ہیں جو شرعاً اچھے ہوں، ان میں فرائض، نوافل سبھی داخل ہیں، نیز یہاں ایمان اور عمل کا جدا جدا ذکر ہوا جس سے ظاہر ہے کہ عمل ایمان کا حصہ نہیں ہے۔ (2) جنتی پھل رنگت میں آپس میں ملتے جلتے مگر ذائقے میں جدا جدا ہوں گے، اس لیے جب دوسری بار پھل ملیں گے تو جنتی کہیں گے کہ یہ پھل تو ہمیں پہلے بھی مل چکا ہے، لیکن لذت نئی اور لطف زیادہ ہوگا، یا یہ معنی ہے کہ جنتی پھل شکل وصورت میں دنیاوی پھلوں کی طرح ہوں گے، جب یہ پھل انہیں ملیں گے تو وہ کہیں گے: یہ تو وہی پھل ہے جو اس سے پہلے ہمیں دنیا میں دیا گیا۔ ان پھلوں کی شکل و صورت ایک جیسی ہوگی لیکن جنتی پھل ذائقے میں دنیاوی پھلوں سے بہت اعلیٰ ہوں گے۔ (3) جنتی بیویاں خواہ حوریں ہوں یا دنیا کی عورتیں، سب کی سب تمام ظاہری و باطنی و اخلاقی گندگیوں سے پاک ہوں گی۔ (4) اہل جنت کو نہ کبھی موت آئے گی اور نہ ہی انہیں جنت سے نکالا جائے گا۔

آیت 26 شانِ نزول: جب اللہ تعالیٰ نے "سورۂ بقرہ" (کے دوسرے رکوع) میں منافقوں کی دو مثالیں بیان فرمائیں تو منافقوں نے یہ اعتراض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ ایسی مثالیں بیان فرمائے اور بعض علماء نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے کفار کے معبودوں کی کمزوری کو مکڑی کے جال کی مثال سے بیان فرمایا تو کافروں نے اس پر اعتراض کیا کہ اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ ایسی کمتر چیزوں کا ذکر فرمائے۔ اس کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کوئی بات سمجھانے کے لئے مچھر یا اس سے بھی چھوٹی چیز کی مثال دینا ترک نہیں فرماتا۔ ان مثالوں کے متعلق مومن تو سمجھتے ہیں کہ مثالیں بیان کرنا ان کے رب کی جانب سے حق ہے کیونکہ بات سمجھانے کے لئے مثال بیان کرنا کلام کے ماہرین کا طریقہ ہے اور جیسی کمتر چیز ہو، اسی کے حساب سے مثال دی جاتی ہے مثلاً بے اختیار بتوں کے لئے کمزور مکڑی کی وغیرہ۔ اب جہاں تک کافروں کا تعلق ہے کہ وہ کہتے ہیں: اس مثال سے اللہ کی مراد کیا ہے؟ یعنی کفار ان مثالوں کے بیان پر اعتراض کرتے ہیں تو یہ سن لیں کہ مثالوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا اور بہت سے لوگوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے اور گمراہ وہی ہوتے ہیں جو جانتے بوجھتے کفر و انکار پر ڈٹے رہتے ہیں۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ

بہر حال ایمان والے تو جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور رہے کافر تو وہ کہتے ہیں،

مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ

وقف لازم

اس مثال سے اللہ کی مراد کیا ہے؟ اللہ بہت سے لوگوں کو اس کے ذریعے گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ

اور وہ اس کے ذریعے صرف نافرمانوں ہی کو گمراہ کرتا ہے○ وہ لوگ جو اللہ کے وعدے کو پختہ ہونے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں

وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٢٧﴾

اور اس چیز کو کاٹتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں تو یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں○

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ

تم کیسے اللہ کے منکر ہو سکتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے تو اس نے تمہیں پیدا کیا پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف

آیت 27 یہاں کتابِ الٰہی سے ہدایت پانے کی بجائے گمراہ ہونے والے فاسقوں کی تین بری صفات ذکر کی گئی ہیں، چنانچہ فرمایا کہ فاسق وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو مضبوط اور پختہ کرنے کے بعد اس کی خلاف ورزی کر کے اسے توڑ ڈالتے ہیں اور جس چیز کو جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اسے وہ کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، تو ایمان سے محروم جن فاسقوں کی یہ بری صفات بیان کی گئیں یہی لوگ ہمیشہ کے لئے عذابِ جہنم میں مبتلا ہو کر حقیقی نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اہم باتیں: (1) یہاں عہد سے مراد وہ عہد ہے جو میثاق کے دن اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے لیا کہ "کیا میں تمہارا رب نہیں" سب نے کہا "ہاں کیوں نہیں" پھر دنیا میں اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لا کر کافروں نے یہ عہد توڑ دیا۔ یا، اس سے مراد وہ عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے تورات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے سے متعلق یہودیوں سے لیا، اس کا اقرار کر لینے کے باوجود یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور وہ عہد توڑ دیا۔ (2) جن چیزوں کو جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا وہ یہ ہیں: رشتہ داروں سے تعلقات برقرار رکھنا، مسلمانوں کے ساتھ دوستی و محبت کرنا، سب انبیاء علیہم السلام کو ماننا اور تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنا۔ انہیں کاٹنے کا مطلب ان کے خلاف عمل کرنا ہے۔

آیت 28 کفر کی خرابی اور برائی کفار کے دلوں میں بٹھانے کے لئے ان سے فرمایا گیا کہ تم کس طرح خدا کے منکر ہو سکتے ہو حالانکہ تم بدن میں روح ڈالے جانے سے پہلے تمام مراحل میں مردہ تھے یعنی کچھ نہ تھے یا بے جان جسم تھے، پھر اس نے تمہارے جسم میں روح ڈال کر تمہیں زندگی دی، پھر وہ تمہاری مدتِ حیات پوری ہونے پر تمہیں موت دے گا، پھر قبر میں سوال و جواب کے وقت یا قیامت کے دن تمہیں زندہ کرے گا، پھر حشر کے بعد تمہیں اسی کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ تمہارے

تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ

تمہیں لوٹایا جائے گا○ وہی ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے بنایا پھر اس نے آسمان کے بنانے کا قصد فرمایا تو ٹھیک

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ ع

سات آسمان بنائے اور وہ ہر شے کا خوب علم رکھتا ہے○ اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا

خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ

ہوں تو انہوں نے عرض کیا: کیا تو زمین میں اسے نائب بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا حالانکہ ہم تیری حمد کرتے ہوئے

یہ احوال ایمان کا تقاضا کرتے ہیں، انہیں جان کر تمہارا کفر کرنا کتنا عجیب ہے۔

آیت 29 فرمایا کہ تم کس طرح اللہ تعالیٰ کا انکار کر سکتے ہو حالانکہ زمین میں جو کچھ دریا، پہاڑ، کانیں، کھیتی، سمندر وغیرہ ہیں سب کچھ اس نے تمہارے دینی و دنیوی فائدے کے لیے بنایا ہے، پھر اس نے آسمان بنانے کا قصد فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے اور وہ تمام کلیات و جزئیات کا خوب علم رکھتا ہے۔ اہم باتیں: (1) زمین اور اس میں موجود چیزوں کا دینی فائدہ یہ ہے کہ زمین کے عجائبات دیکھ کر تمہیں اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت کی معرفت نصیب ہو اور دنیوی فائدہ یہ ہے کہ اسی سے تمہیں ضروریاتِ زندگی ملتی ہیں۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اپنی اصل کے اعتبار سے ہر چیز مباح ہے البتہ جس چیز کو شریعت نے حرام قرار دے دیا وہ حرام اور جسے حلال قرار دیا وہ حلال ہے۔ (2) استوا کا لفظی معنی ہے سیدھا اور معتدل ہونا، یہاں علماء کی ایک جماعت کے نزدیک اس سے مراد "قصد کرنا" ہے۔ (3) آسمانوں کی تعداد سات ہے اور ٹھیک بنانے سے مراد یہ ہے کہ ان میں کوئی شگاف یا پھٹن نہیں ہے۔ (4) کائنات کی تخلیق اور اسے وجود میں لانا اللہ تعالیٰ کے کامل علم کی دلیل ہے کیونکہ ایسی حکمت سے بھری مخلوق کو پیدا کرنا ایک ایک شے کا علم رکھے بغیر ناممکن ہے۔

آیت 30 اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں جو میرے احکام نافذ کرنے میں میرا نائب ہو گا۔ اس پر فرشتوں نے عرض کی: اے اللہ! عَزَّوَجَلَّ، کیا تو زمین میں اسے نائب بنائے گا جو اس میں گناہ و نافرمانی کے ذریعے فساد پھیلائے گا اور قتل و غارت گری کر کے خون بہائے گا حالانکہ ہم ہر وقت تیری حمد کرتے ہوئے تسبیح کرتے اور ہر اس چیز سے تیری پاکی بیان کرتے ہیں جو تیری شان کے لائق نہیں، لہٰذا تیری خلافت کے مستحق ہم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کی جو حکمت و مصلحت مجھے معلوم ہے وہ تم نہیں جانتے۔ اہم باتیں: (1) فرشتے محض نیکی کی قوتوں کا نام نہیں بلکہ انتہائی پاکیزہ صفات کی حامل ایک مستقل مخلوق ہیں۔ ان کے مستقل جداگانہ وجود کا انکار کرنے والا مسلمان نہیں۔ (2) خلیفہ اُسے کہتے ہیں جو احکامات جاری کرنے اور دیگر اختیارات میں اصل کا نائب ہو۔ (3) فرشتوں نے انسان کی طرف فساد پھیلانے اور خون ریزی کرنے کی جو نسبت کی تو ان چیزوں کا علم انہیں یا تو صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا تھا یا انہوں نے لوح محفوظ سے پڑھا تھا یا زمین پر آباد جنوں کے عمل پر قیاس کرتے ہوئے انہوں نے یہ کہا تھا۔

بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ

تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ فرمایا: بیشک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ○ اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام

كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَى الۡمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۳۱﴾

سکھا دیے پھر ان سب اشیاء کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے فرمایا: اگر تم سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ ○

قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَكِیۡمُ ﴿۳۲﴾

(فرشتوں نے) عرض کی: (اے اللہ!) تو پاک ہے ہمیں تو صرف اتنا علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا، بیشک تو ہی علم والا، حکمت والا ہے ○

قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۚ فَلَمَّاۤ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۙ قَالَ اَلَمۡ

(پھر اللہ نے) فرمایا: اے آدم! تم انہیں ان اشیاء کے نام بتادو۔ تو جب آدم نے انہیں ان اشیاء کے نام بتادیے تو (اللہ نے) فرمایا: (اے فرشتو!) کیا

اَقُلۡ لَّكُمۡ اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ غَیۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۙ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا كُنۡتُمۡ

میں نے تمہیں نہ کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی تمام چھپی چیزیں جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم

آیت 31 حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں ان کے سامنے کیں اور بطور الہام تمام چیزوں کے نام، کام، صفات، خصوصیات، اصولی علم اور صنعتیں انہیں سکھا دیں۔ پھر یہ تمام چیزیں فرشتوں کے سامنے کر کے فرمایا: اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو کہ تم سے زیادہ علم والی کوئی مخلوق نہیں اور خلافت کے زیادہ حق دار تم ہو تو ان چیزوں کے نام بتادو کیونکہ خلیفہ کا کام اختیار استعمال کرنا، کاموں کی تدبیر کرنا اور عدل و انصاف کرنا ہے اور یہ ان تمام چیزوں کے علم کے بغیر ممکن نہیں۔ درس: حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں سے افضل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیفہ بنایا اور آپ علیہ السلام فرشتوں سے زیادہ علم رکھتے ہیں اور زیادہ علم والا افضل ہوتا ہے۔ اس سے علم کی فضیلت بھی ظاہر ہوئی کہ یہ خلوتوں اور تنہائیوں کی عبادت سے افضل ہے۔

آیت 32 جب فرشتے ان چیزوں کے نام نہ بتا سکے تو انہوں نے عرض کی: اے اللہ! تو پاک ہے، ہمیں صرف اتنا ہی علم حاصل ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا دیا، بیشک تو ہی اپنی مخلوق کا علم رکھنے والا اور اپنے کام میں حکمت والا ہے۔

آیت 33 اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے آدم! علیہ السلام، تم فرشتوں کو ان اشیاء کے نام بتادو۔ آپ علیہ السلام نے فرشتوں کو تمام اشیاء کے ام بتادیے اور یہ بھی بتادیا کہ انہیں پیدا کرنے کی حکمت کیا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: کیا میں نے تمہیں نہ ا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی تمام چھپی چیزیں جانتا ہوں اور وہ بھی جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ اہم تیں: (1) اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی وہ تمام چیزیں جانتا ہے جو ہم سے چھپی ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے۔ (2) شتوں کی ظاہر بات یہ تھی کہ انسان زمین میں فساد پھیلائے اور خون ریزی کرے گا اور چھپائی بات یہ تھی اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ والی کوئی مخلوق پیدا نہ فرمائے گا اور خلافت کے زیادہ حقدار یہ ہیں۔

تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ

چھپاتے ہو○ اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ سب نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا

وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ وَ قُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا

اور کافر ہو گیا○ اور ہم نے فرمایا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور بغیر روک ٹوک کے جہاں تمہارا

رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا۪ وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا

جی چاہے کھاؤ البتہ اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں شامل ہو جاؤ گے○ تو شیطان نے ان دونوں کو

آیت 34 فرمایا کہ وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو ابلیس کے علاوہ سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔ ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور تکبر کے طور پر یہ سمجھتا رہا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہے اور اس جیسے انتہائی عبادت گزار، فرشتوں کے استاد اور مقربِ بارگاہِ الٰہی کو سجدہ کا حکم دینا حکمت کے خلاف ہے۔ یہ اپنے اس باطل عقیدے، حکمِ الٰہی سے انکار اور تعظیمِ نبی سے تکبر کے سبب کافر ہو گیا۔ **اہم باتیں:** (1) ابلیس کا اصل تعلق جنات سے تھا، یہ فرشتوں کے ساتھ رہتا اور اپنی عبادت و ریاضت اور علم کی بدولت فرشتوں کا استاد بن گیا۔ (2) فرشتوں کا سجدہ بطورِ تعظیم اور حضرت آدم علیہ السلام کو تھا اور یہ سجدہ صرف سر جھکانا نہیں بلکہ باقاعدہ پیشانی زمین پر رکھنے کی صورت میں تھا۔ (3) پہلی شریعتوں میں سجدۂ تعظیمی جائز تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت میں اسے منسوخ کر دیا گیا ہے، لہٰذا پیر، ولی یا قبر کو تعظیمی سجدہ کرنا بھی حرام ہے (2) تکبر اتنا خطرناک عمل ہے کہ بعض اوقات کفر تک پہنچا دیتا ہے جیسے ابلیس کے ساتھ ہوا۔

آیت 35 حضرت آدم علیہ السلام کی زوجہ کا نام حضرت حوا رضی اللہ عنہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو جنت میں رکھتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور کسی روک ٹوک کے بغیر جہاں سے، جب چاہو اور جیسے چاہو کھاؤ البتہ اس خاص درخت کا پھل نہ کھانا۔ اگر اس شجرِ ممنوعہ سے کھایا تو ایسا کام کر بیٹھو گے جو زیادتی شمار ہو گا۔ **اہم بات:** یہاں آیت میں ظلم خلافِ اولیٰ کے معنی میں ہے۔ **درس:** (1) حضرت آدم علیہ السلام کو مخصوص درخت کے قریب جانے سے منع کیا گیا۔ کبھی اصل فعل کے ارتکاب سے بچانے کے لیے اس کے قریب جانے سے بھی روکنا چاہیے۔ (2) اللہ تعالیٰ مالک و مولیٰ ہے، وہ اپنے مقبول بندوں کے بارے میں جو چاہے فرمائے، کسی دوسرے کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق کوئی خلافِ ادب کلمہ زبان پر لائے۔

آیت 36 شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں تمہیں ایسے درخت کے بارے میں بتا دیتا ہوں جس کا پھل کھانے سے تم ہمیشہ زندہ رہنے والے بن جاؤ گے، پھر اس نے ان دونوں کا خیر خواہ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی قسم بھی کھائی۔ قسم کی وجہ سے انہوں نے شیطان کو سچا گمان کر لیا، پھر دونوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا۔ کھانے کی وجہ یہ بنی کہ آدم علیہ السلام نے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ ممانعت حرام قرار دینے کے لیے نہ تھی بلکہ محض ناپسندیدگی کا اظہار تھا۔ یوں انہوں نے کھا لیا لیکن اس ذریعے سے شیطان نے چال چل کر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو جنت سے نکلوا دیا۔ جنت سے نکلنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم

الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ۪ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّۚ

جنت سے لغزش دی پس انہیں وہاں سے نکلوا دیا جہاں وہ رہتے تھے اور ہم نے فرمایا: تم نیچے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے

وَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ

اور تمہارے لئے ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھکانہ اور (زندگی گزارنے کا) سامان ہے○ پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لئے

فَتَابَ عَلَیْهِؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًاۚ فَاِمَّا

تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی۔ بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے○ ہم نے فرمایا: تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر

یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے انہیں نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے○

دونوں جنت سے زمین کی طرف نیچے اتر جاؤ اور تمہاری اولاد آپس میں اور شیطان کے ساتھ دشمنی کرے گی اور یاد رکھو کہ جنت سے زمین پر جا کر وہاں ہمیشہ نہیں رہنا بلکہ اپنی زندگی کی مدت پوری ہونے تک وہاں ٹھہرنا اور زندگی گزارنے کے ساز و سامان سے کام چلانا ہے۔
درس: نبی گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کا شجر ممنوعہ سے کھانا گناہ ہرگز نہ تھا، وہ اجتہادی خطا تھی جس میں معصیت کا کوئی عزم و ارادہ نہ تھا بلکہ شیطان نے دھوکے سے انہیں اس درخت کا پھل کھلا دیا تھا، لہٰذا اس معاملے میں منفی گفتگو سے بچنا فرض ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: غیر تلاوت میں اپنی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف نافرمانی و گناہ کی نسبت حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ 1/1119)

آیت 37 فرمایا کہ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لیے اور جب ان کلمات کے ذریعے آپ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں اپنی لغزش سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ **اہم باتیں:** (1) ان کلمات سے مراد وہ کلمات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو توبہ کرنے کے لیے الہام فرمائے۔ ایک قول کے مطابق وہ کلمات یہ ہیں "رَبَّنَا ظَلَمْنَاۤ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۲۳﴾" (اعراف: 23) اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی۔ (مستدرک، حدیث: 4286) (2) توبہ کا لغوی معنی ہے رجوع کرنا۔ جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے آئے تو اس کا معنی ہو گا: اللہ تعالیٰ کا اپنی رحمت کے ساتھ بندے پر رجوع کرنا یا بندے کی توبہ قبول کرنا۔

آیت 38 بطورِ تاکید دوبارہ فرمایا کہ تم سب جنت سے اتر جاؤ۔ مزید تمام انسانوں سے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نبی یا رسول آئے یا اللہ تعالیٰ کوئی کتاب یا صحیفہ نازل فرمائے تو تم میں سے جو اس کی پیروی کرے گا اسے قیامت کے دن نہ تو بڑی گھبراہٹ کا خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غمگین ہو گا بلکہ بے غم جنت میں داخل ہو گا۔ **اہم بات:** رسولوں کی آمد اور آسمانی کتب و صحائف کا نزول نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری اور نزولِ قرآن پر ختم ہو چکا ہے، اب ہدایت کے بنیادی ذرائع قرآن و حدیث ہیں۔

ع
وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓٮِٕكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ‌ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۳۹﴾ يٰبَنِىۡٓ اِسۡرَآءِيۡلَ

اور وہ جو کفر کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہوں گے، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ○ اے یعقوب کی اولاد!

اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِىۡٓ اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ‌ ۚ وَاِيَّاىَ فَارۡهَبُوۡنِ ﴿۴۰﴾

یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا اور صرف مجھ سے ڈرو ○

وَاٰمِنُوۡا بِمَآ اَنۡزَلۡتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمۡ وَلَا تَكُوۡنُوۡٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ

اور ایمان لاؤ اس (کتاب) پر جو میں نے اتاری ہے وہ تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور سب سے پہلے اس کا انکار کرنے والے نہ ہو

آیت 39 فرمایا کہ انبیاء اور رسولوں کی تشریف آوری اور کتب الہیہ کے نزول کے بعد جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہ لوگ دوزخ والے ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے، نہ انہیں موت آئے گی اور نہ ہی اس سے کبھی نکل سکیں گے۔

آیت 40 یہاں سے لے کر آیت 150 تک کی اکثر آیات میں بنی اسرائیل کے عروج و زوال، عزت و ذلت، جزا و سزا، قومی اور اجتماعی اچھے برے کردار کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اتنی تفصیل سے ان کے احوال بیان فرمانے سے مقصود یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت کے لوگ ان جیسے برے اعمال کرنے سے بچیں اور ان کے نتائج سے ڈریں۔ چنانچہ فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! میرا وہ احسان یاد کرو جو میں نے تمہارے آباؤ اجداد کو فرعون سے نجات دے کر، دریا پھاڑ کر اور بادل کا سایہ عطا کر کے تم پر کیا اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے سے متعلق میں نے تم سے جو عہد لیا اسے پورا کرو میں تمہیں اس پر ثواب عطا کر کے تمہارا عہد پورا کروں گا اور عہد پورا نہ کرنے میں صرف مجھ ہی سے ڈرو کسی اور سے نہیں۔ **اہم باتیں:** (1) اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے اور ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں، جس کا معنی ہوا یعقوب کی اولاد۔ (2) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کا شکر ادا کرنے کے لئے یاد کرنا بہت عمدہ عبادت ہے۔ (3) حکم الٰہی پر عمل کرنے میں مخلوق کا خوف، شرم اور لحاظ دل سے نکال کر صرف اللہ تعالیٰ کے خوف کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

آیت 41 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو چار احکام دیے ہیں: (1) اس قرآن پر ایمان لاؤ جسے میں نے اتارا اور وہ تمہارے پاس موجود کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہے۔ قرآن کریم تورات کی توحید اور نبوت وغیرہ سے متعلق ان تمام باتوں کی تصدیق کرتا ہے جو قرآن کے موافق ہیں۔ (2) مزید فرمایا کہ قرآن کا انکار کر کے اہل کتاب میں سب سے پہلے قرآن کے منکر نہ بنو، ورنہ تمہارے پیچھے لگ کر کفر اختیار کرنے والوں کا وبال بھی تم پر ہو گا۔ (3) بنی اسرائیل کے علماء کو لوگوں سے نذرانے ملتے تھے جن سے ان کی زندگی مزے میں گزر رہی تھی، اب اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لاتے تو ان نذرانوں سے محروم ہونا پڑتا، لہٰذا اس ڈر سے وہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق تورات کی آیتوں میں تبدیلی کر کے کچھ کا کچھ بیان کرتے تھے۔ اس پر فرمایا گیا کہ لوگوں سے تھوڑا سا دنیوی مال لے کر اس کے بدلے اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں تبدیلی نہ کرو۔

وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا٘ وَّ اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ

اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ وصول کرو اور مجھ ہی سے ڈرو○ اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ

وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور جان بوجھ کر حق نہ چھپاؤ○ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو○

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾

کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تمہیں عقل نہیں○

وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾

اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو اور بیشک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں○

آیت 42 بنی اسرائیل کے علماء اپنے باطل مفادات اور نفسانی خواہشات کی بنا پر تورات میں کلام الٰہی کے ساتھ اپنی تراشیدہ باتیں لکھ دیتے اور عوام کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے وقت اپنی طرف سے باطل باتیں ملا دیا کرتے تھے، یونہی یہ علماء جانتے تھے کہ تورات میں بیان کیے گئے تمام اوصاف نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر صادق آتے ہیں، اس کے باوجود وہ انہیں چھپاتے تھے، انہیں اس طرز عمل سے منع کیا گیا۔

آیت 43 فرمایا کہ تمام حقوق و شرائط اور آداب کے ساتھ نماز ادا کرو اور تمہارے مالوں میں جو زکوٰۃ تم پر فرض ہو اسے ادا کرو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان کے صحابہ کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرو۔ **اہم بات:** بنی اسرائیل کو یہ تینوں احکام اس طور پر ہیں کہ پہلے ایمان لائیں پھر نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور باجماعت نماز ادا کریں۔ **درس:** نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور باجماعت نماز پڑھنے کو اسلامی عبادات میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

آیت 44 **شانِ نزول:** بنی اسرائیل کے علماء اپنے مسلمان قریبی رشتہ داروں سے کہتے کہ تم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دین پر ثابت قدم رہو کیونکہ یہ حق ہے لیکن خود ایمان نہ لاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ کیا تم لوگوں کو تو بھلائی یعنی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم دیتے ہو اور خود ایمان نہ لا کر اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم تورات پڑھتے ہو اور اس میں قول و عمل میں مخالفت پر وعید موجود ہے تو کیا تمہیں عقل نہیں کہ اپنے فعل کی برائی سمجھ سکو اور اس سے باز آجاؤ۔ **درس:** دوسروں کو بھلائی کا حکم دینا اور خود کو بھول جانا بہت بڑی محرومی ہے، البتہ جہاں نیکی کی دعوت دینے کا موقع ہو وہاں اپنے بے عمل ہونے کے سبب رُکا نہ جائے، بلکہ نیکی کی دعوت دی جائے کیونکہ نیکی کی دعوت دینے اور باعمل ہونے سے متعلق جدا جدا حکم ہے، ایک پر عمل نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے پر بھی عمل نہ کیا جائے۔

آیت 45 فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! اگر تمہیں منصب و مال کی محبت کے سبب ایمان لانا دشوار معلوم ہوتا ہے تو صبر سے مدد چاہو اور

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ ع يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

جنہیں یقین ہے کہ انہیں اپنے رب سے ملنا ہے اور انہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ○ اے یعقوب کی اولاد

اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اتَّقُوْا يَوْمًا

یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ میں نے تمہیں اس سارے زمانے پر فضیلت عطا فرمائی ○ اور اس دن سے ڈرو

لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا

جس دن کوئی جان کسی دوسرے کی طرف سے کچھ بدلہ نہ دے گی اور نہ اس (کافر) سے کوئی سفارش مانی جائے گی اور نہ اس سے

اگر صبر کے ساتھ ساتھ نماز سے بھی مدد حاصل کرو گے تو سرداری اور منصب و مال کی محبت دل سے نکالنا تمہارے لئے آسان ہو جائے گا اور بیشک پابندی کے ساتھ نماز کی ادائیگی ایک دشوار عمل ہے لیکن یہ ان لوگوں پر دشوار نہیں جو دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتے اور اس کی بارگاہ میں عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ **اہم بات:** صبر سے مدد چاہنا یہ ہے کہ نفس کو لذتوں اور خواہشات سے روکا جائے اور نماز سے مدد چاہنا یہ ہے کہ صحیح نیت، حضور قلب، خشوع و خضوع اور تمام ارکان و شرائط اور آداب کے ساتھ نماز ادا کی جائے۔ درس: (1) صبر کی وجہ سے قلبی قوت میں اضافہ اور نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں پریشانیاں برداشت کرنے اور انہیں دور کرنے میں سب سے بڑی معاون ہیں۔ (2) نماز کی پابندی اگرچہ ایک مشکل ذمہ داری ہے لیکن جن دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور آخرت پر یقین ہے، ان پر یہ بھاری نہیں بلکہ نماز ان کے لیے لذت و سرور اور روحانی و قلبی معراج کا سبب بنتی ہے۔

آیت 46 فرمایا کہ دل سے بارگاہِ الٰہی میں جھکنے والے وہ لوگ ہیں جنہیں آخرت میں اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات ہونے کا یقین ہے اور انہیں اس پر بھی یقین ہے کہ بروزِ قیامت وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جائیں گے اور وہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا۔

آیت 47 یہاں سے دورِ رسالت کے یہودیوں کو ان کے چند تاریخی واقعات یاد دلا کر تنبیہ و نصیحت کی گئی ہے، یہ واقعات چونکہ ان میں بہت مشہور تھے اس لیے تفصیل بیان کرنے کی بجائے صرف ان کی طرف اشارہ کیا گیا، نیز ان یہودیوں کے نزدیک یہ واقعات باعث فخر تھے اس لیے قرآن میں انہیں اس طرح بیان کیا گیا ہے جیسے یہ انہی کے ساتھ پیش آئے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) احسان الٰہی یاد کرنے سے مراد اس پر شکرِ الٰہی بجالانا ہے اور یہ کہ آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا انکار کرکے ناشکری نہ کرو۔ (2) بنی اسرائیل کو ان کے اپنے زمانے میں تمام لوگوں پر فضیلت عطا کی گئی تھی، حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد پر یہ فضیلت امتِ مسلمہ کی طرف منتقل ہوگئی جیسا کہ قرآن میں ہے: ''كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ'' (اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی۔ (آل عمران: 110)

آیت 48 فرمایا کہ قیامت کے اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص دوسرے کا حساب کتاب اپنے ذمہ لے کر اسے چھڑا نہ سکے گا اور نہ

عَدۡلٌ وَّلَا هُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِذۡ نَجَّیۡنٰکُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ یَسُوۡمُوۡنَکُمۡ سُوۡٓءَ

کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۞ اور (یاد کرو) جب ہم نے تمہیں فرعونیوں سے نجات دی جو تمہیں بہت برا

الۡعَذَابِ یُذَبِّحُوۡنَ اَبۡنَآءَکُمۡ وَ یَسۡتَحۡیُوۡنَ نِسَآءَکُمۡ ؕ وَ فِیۡ ذٰلِکُمۡ بَلَآءٌ

عذاب دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے

مِّنۡ رَّبِّکُمۡ عَظِیۡمٌ ﴿۴۹﴾ وَ اِذۡ فَرَقۡنَا بِکُمُ الۡبَحۡرَ فَاَنۡجَیۡنٰکُمۡ وَ اَغۡرَقۡنَاۤ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ

بڑی آزمائش تھی۞ اور (یاد کرو) جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا تو ہم نے تمہیں بچالیا اور فرعونیوں کو

کافر کے لئے کی گئی سفارش قبول ہوگی، نیز عذاب جہنم سے نجات کے لیے اگر کافر کوئی تاوان یا فدیہ دینا چاہے تو وہ نہیں لیا جائے گا اور اس دن ایسا کوئی نہ ہوگا جو عذاب الٰہی سے بچا کر کفار کی مدد کر سکے۔ درس: (1) قیامت میں شفاعت پانے کے لئے ایمان پر خاتمہ ضروری ہے، لہٰذا ایمان کی حفاظت کی بہت فکر کرنی چاہیے۔ (2) قیامت کے دن کفار شفاعت و مدد سے مکمل طور پر محروم ہوں گے جبکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے گناہگار مسلمانوں کی شفاعت ہوگی۔

آیت 49 فرعون نے بنی اسرائیل کو اپنا خادم اور غلام بنا رکھا تھا اور ان پر انتہائی بے دردی سے محنت و مشقت کے دشوار کام لازم کر دیے تھے۔ فرعون کے لوگ بنی اسرائیل پر طرح طرح کی سختیاں کرتے اور ان سے یہ کام کرواتے تھے، جیسے پتھروں کی بڑی بڑی چٹانیں کاٹنا، انہیں کندھوں پر اٹھا کر پہاڑوں سے دوسری جگہ منتقل کرنا، غریبوں سے روزانہ غروب آفتاب سے پہلے جبراً ٹیکس وصول کرنا، وغیرہ۔ مزید یہ کہ ایک خواب کی بنا پر فرعون نے بنی اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کر دینے اور بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دینے کا حکم جاری کر دیا جس سے بنی اسرائیل اور سخت تکلیف میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان مصائب سے نجات دے کر ان پر احسان فرمایا اور اسی احسان کی یاد دہانی یہاں دور رسالت کے یہودیوں کو کروائی گئی ہے۔ اہم باتیں: (1) مصر کے بادشاہوں کا لقب "فرعون" تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں موجود فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا، اس آیت میں اسی کا ذکر ہے اور "اٰلِ فِرۡعَوۡنَ" سے مراد اس کے پیروکار ہیں۔ (2) فرعون کے خواب کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ ایک رات اس نے خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے آنے والی ایک آگ نے تمام قبطی جلا دیے اور بنی اسرائیل کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ کاہنوں نے تعبیر دی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری ہلاکت اور سلطنت کی تباہی کا سبب بنے گا۔ یہ سن کر فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا ہر لڑکا ذبح کر دیا جائے اور لڑکی کو زندہ رہنے دیا جائے۔ بچوں کے قتل کا یہ سلسلہ کچھ عرصہ جاری رہا، پھر قبطی سرداروں کے کہنے پر فرعون نے ایک سال بچے قتل کرنے اور ایک سال چھوڑنے کا حکم دیا۔ چھوڑنے کے سال حضرت ہارون علیہ السلام کی اور قتل کے سال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور انہیں فرعون کے شر سے محفوظ رکھا۔ (3) لفظ "بَلَآءٌ" کا معنی آزمائش و امتحان بھی ہے اور نعمت بھی، یہاں آیت میں اگر لفظ "ذٰلِکُمۡ" سے اشارہ فرعونیوں کے مظالم کی طرف ہو تو لفظ "بَلَآءٌ" سے مراد آزمائش ہوگی اور اگر مظالم سے نجات دینے کی طرف اشارہ ہو تو "بَلَآءٌ" سے مراد نعمت ہوگی۔

آیت 50 بنی اسرائیل کے لیے دریا پھاڑنے کا واقعہ اس وقت ہوا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدتوں فرعون کو سمجھاتے رہے اور وہ راہ

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝٥٠ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ

تمہاری آنکھوں کے سامنے غرق کر دیا ۝ اور یاد کرو جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ فرمایا پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑے

بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝٥١ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٥٢ وَاِذْ اٰتَيْنَا

کی پوجا شروع کر دی اور تم واقعی ظالم تھے ۝ پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معافی عطا فرمائی تاکہ تم شکر ادا کرو ۝ اور یاد کرو جب ہم نے

مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝٥٣ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ

موسیٰ کو کتاب عطا کی اور حق و باطل میں فرق کرنا تاکہ تم ہدایت پا جاؤ ۝ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم

راست پر نہ آیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ علیہ السلام رات کے وقت بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہو گئے۔ فرعون کو خبر ملی تو اس نے بھاری لشکر کے ساتھ ان کا پیچھا کیا اور دریا کے کنارے پر انہیں پا لیا۔ حکم الٰہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا دریا پر مارا تو اس میں بارہ راستے بن گئے اور بنی اسرائیل ان راستوں سے گزر کر دریا پار کر گئے۔ جب فرعون وہاں پہنچا اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ ان راستوں میں داخل ہو گیا تو حکم الٰہی سے دریا اپنی اصلی حالت پر آیا اور فرعون اپنے لشکر کے ساتھ غرق ہو گیا اور بنی اسرائیل دریا کے کنارے ان کے غرق ہونے کا منظر دیکھ رہے تھے۔ **اہم بات:** فرعونیوں کا غرق ہونا محرم کی دسویں تاریخ کو ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکر کا روزہ رکھا۔ یہودی بھی آپ علیہ السلام کی اس سنت پر عمل کرتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہارے مقابلے میں موسیٰ سے میرا تعلق زیادہ ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (بخاری، حدیث 2004) انبیاء کرام علیہم السلام پر جو انعام الٰہی ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور شکر بجا لانا جائز و پسندیدہ ہے۔

آیت 52،51 فرعون اور اس کے لشکریوں کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر کی طرف لوٹے تو ان کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تورات عطا کرنے کا وعدہ فرمایا اور اس کے لیے پہلے تیس، پھر دس کے اضافے سے چالیس راتوں کی مدت مقرر ہوئی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کے لیے کوہ طور پر تشریف لے گئے تو پیچھے سے سامری نے جواہرات سے مزین سونے کا ایک بچھڑا بنایا اور اس میں حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کی خاک ڈالی تو وہ آواز نکالنے لگا۔ سامری کے بہکانے پر بنی اسرائیل نے اس بچھڑے کی پوجا شروع کر دی البتہ حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کے بارہ ہزار ساتھی اس شرک سے دور ہی رہے۔ اس کے بعد جب بنی اسرائیل نے حکم الٰہی کے مطابق بچھڑا پوجنے کے گناہ سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معافی عطا کر دی تاکہ وہ اس معافی پر شکر ادا کریں۔

آیت 53 فرمایا کہ یاد کرو جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات دی جو حق و باطل اور حلال و حرام میں فرق کرنے والی ہے تاکہ اے بنی اسرائیل! تم اس پر عمل کر کے سیدھی راہ پر چلتے رہو۔ **اہم بات:** یہاں فرقان سے کفر و ایمان میں فرق کرنے والے معجزات جیسے لکڑی کے عصا کا اژدھا بن جانا اور ہاتھوں کا روشن ہونا وغیرہ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

آیت 54 اس آیت میں بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کی توبہ کا طریقہ بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ان لوگوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام

اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا

تم نے بچھڑے (کو معبود) بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا لہٰذا (اب) اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں توبہ کرو (یوں) کہ تم اپنے لوگوں کو

اَنْفُسَكُمْؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىٕكُمْؕ فَتَابَ عَلَیْكُمْؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ

قتل کرو، یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا

الرَّحِیْمُ ﴿۵۴﴾ وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً

مہربان ہے○ اور یاد کرو جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے جب تک اعلانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں

فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ

تو تمہارے دیکھتے ہی دیکھتے تمہیں کڑک نے پکڑ لیا○ پھر تمہاری موت کے بعد ہم نے تمہیں زندہ کیا تاکہ تم

نے فرمایا: اے میری قوم! تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا لہٰذا اب اپنے اس رب کی بارگاہ میں توبہ کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہاری توبہ کی صورت یہ ہے کہ جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی وہ پوجا کرنے والوں کو قتل کر دیں اور مجرم راضی خوشی قتل ہو جائیں۔ تمہاری یہ توبہ تمہارے لیے بہتر ہے کیونکہ اس سے تم شرک کی نجاست سے پاک ہو جاؤ گے۔ یہ لوگ اس پر راضی ہو گئے اور صبح سے شام تک 70,000 افراد قتل کر دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے عرض کرنے پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما دی کہ جو قتل ہو چکے وہ شہید ہیں اور جو باقی رہ گئے انہیں معاف کر دیا گیا۔ درس: (1) مرتد کو قتل کر دینا حکمت و مصلحت کے عین مطابق ہے کہ اس سے فتنہ و فساد کے دروازے بند ہوتے ہیں، البتہ یہ سزا دینے کا اختیار صرف حاکم اسلام کو ہے، عام لوگ کسی مرتد کو قتل نہیں کر سکتے۔ (2) مرتد کو قتل کرنا یونہی دیگر سنگین جرائم جیسے قتل اور بغاوت کی بنا پر قاتلوں اور باغیوں وغیرہ کا خاتمہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہیں بلکہ یہ انسانی حقوق کے تحفظ کا ضامن ہے۔

آیت 55 یہاں آیت میں بیان کیا گیا واقعہ بعض مفسرین کے نزدیک اس وقت رونما ہوا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام 70 افراد کو ساتھ لے کر تورات لینے کوہ طور پر گئے اور تورات ملنے کے بعد ان لوگوں نے کہا کہ اے موسیٰ! علیہ السلام، ہم اللہ تعالیٰ کو اعلانیہ یعنی کھلم کھلا دیکھے بغیر آپ کی اس بات پر ہرگز یقین نہ کریں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور بعض مفسرین کے نزدیک اس وقت رونما ہوا جب بچھڑے کی پوجا سے توبہ کرنے اور کفارے میں جانیں دینے کے بعد بقیہ افراد میں سے 70 لوگ یا توبہ سے پہلے 70 لوگ کوہ طور پر حاضر ہوئے، وہاں کلام الٰہی سن کر یا بچھڑا پوجنے کے کفارے میں قتل ہونے کا حکم سن کر انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ! علیہ السلام، ہم اللہ تعالیٰ کو اعلانیہ دیکھے بغیر تمہاری اس بات پر ہرگز یقین نہیں کریں گے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ نے کیا ہے یا قتل ہونے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ یہ کہتے ہی انہوں نے آسمان سے ایک ہولناک آواز سنی جس کی ہیبت سے دیکھتے ہی دیکھتے سب ہلاک ہو گئے۔ بنی اسرائیل کا مطالبہ چونکہ سرکشی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بے اعتباری کی وجہ سے تھا، اس لیے انہیں ہولناک آواز سے ہلاک کر دیا گیا۔

آیت 56 اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے ان مرنے والوں کو زندہ کر دیا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا

تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا

شکر ادا کرو○ اور ہم نے تمہارے اوپر بادل کو سایہ بنا دیا اور تمہارے اوپر من اور سلویٰ اتارا (کہ) ہماری دی ہوئی

مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِذْ قُلْنَا

پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا بلکہ اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے رہے○ اور جب ہم نے

ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا

انہیں کہا کہ اس شہر میں داخل ہو جاؤ پھر اس میں جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو

شکر ادا کریں۔ اہم بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے مردوں کو زندہ کر دیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی دعا سے مردے بھی زندہ فرما دیتا ہے۔

آیت 57 فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل دوبارہ مصر میں آباد ہوئے، کچھ عرصے بعد انہیں بیت المقدس آزاد کروانے کے لیے عمالقہ قبیلے سے جہاد کرنے اور مصر چھوڑ کر شام میں بسنے کا حکم دیا گیا۔ شروع میں بنی اسرائیل نے ٹال مٹول سے کام لیا اور جب جائے بغیر کوئی چارہ کار نظر نہ آیا تو مجبوراً مصر سے روانہ ہوئے۔ جب یہ لوگ میدان تیہ میں پہنچے جہاں سبزہ، سایہ اور غلہ وغیرہ کچھ نہ تھا تو یہاں دھوپ کی تپش اور بھوک سے بچانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیج دیا جو ان کے اوپر سائبان بن گیا، یہ انہیں سورج کی تپش سے بچاتا تھا اور کھانے کے لیے من و سلویٰ اتار دیا۔ "مَن" ترنجبین کی طرح ایک میٹھی چیز تھی جو روزانہ صبح صادق سے طلوع آفتاب تک اترتی اور بنی اسرائیل اسے چادروں میں لے کر دن بھر کھاتے رہتے تھے۔ "سلویٰ" ایک چھوٹا پرندہ تھا۔ یہ بھنا ہوا بنی اسرائیل کے پاس آتا تھا یا بنی اسرائیل اس کا شکار کر کے کھاتے تھے۔ بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ اور حکم یہ تھا کہ آج کا کھانا آج ہی کھا لو اسے کل کے لیے بچا کر نہ رکھو۔ بنی اسرائیل نے نافرمانی کرتے ہوئے کھانا ذخیرہ کرنا شروع کر دیا تو کھانے میں کیڑے پڑ گئے اور وہ خراب ہو گیا اور من و سلویٰ کی آمد بند کر دی گئی اور یہ نافرمانی کر کے انہوں نے اپنا ہی نقصان کیا۔

آیت 58 یہاں اس آیت سے متعلق چند باتیں ملاحظہ ہوں۔ (1) جس شہر میں بنی اسرائیل کو داخل ہونے کا حکم دیا گیا اس سے "بیت المقدس" یا اس کے قریب ایک گاؤں "اریحا" مراد ہے جس میں عمالقہ قوم کے لوگ آباد تھے اور وہ اسے خالی کر گئے تھے۔ (2) بنی اسرائیل کو یہ حکم تو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کہاں اور کس کے ذریعے دیا گیا تھا۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ حکم میدان تیہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے اور بعض کے نزدیک میدان تیہ سے نکلنے کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام کے ذریعے یہ حکم دیا گیا تھا۔ (3) سجدے کا لغوی معنی ہے جھکنا اور شرعی معنی ہے سر زمین پر رکھنا۔ یہاں اگر سجدے کا لغوی معنی مراد ہو تو آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ تم اتراتے اور اکڑتے ہوئے داخل ہونے کی بجائے عاجزی کرتے اور جھکے ہوئے داخل ہونا اور اگر شرعی معنی مراد ہو تو آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ دروازے میں داخل ہوتے وقت سجدہ کر لینا۔ (4) آیت میں مذکور لفظ "حِطَّةٌ" استغفار کا کلمہ

وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ

اور کہتے رہنا، ہمارے گناہ معاف ہوں، ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور عنقریب ہم نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ عطا فرمائیں گے○ پھر ان

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا

ظالموں نے جو ان سے کہا گیا تھا اسے ایک دوسری بات سے بدل دیا تو ہم نے آسمان سے ان ظالموں پر عذاب

ع ۶ مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ

نازل کر دیا کیونکہ یہ نافرمانی کرتے رہے تھے○ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی طلب کیا تو ہم نے فرمایا کہ

بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ

پتھر پر اپنا عصا مارو، تو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے (اور) ہر گروہ نے اپنے پانی پینے کی جگہ کو پہچان لیا

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ

(اور ہم نے فرمایا کہ) اللہ کا رزق کھاؤ اور پیو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو○ اور جب تم نے کہا:

ہے جس کے معنی ہیں "اے اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما" آیت سے مراد یہ ہے کہ صرف بدنی عبادت پر اکتفاء نہ کرنا بلکہ زبان سے یہ بھی کہتے رہنا کہ اے اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما۔ مزید فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! اگر تم نے ہمارے حکم پر عمل کیا تو ہم تمہارے گناہگار لوگوں کی خطائیں بخش دیں گے اور نیک لوگوں کے ثواب میں اضافہ کر دیں گے۔

آیت 59 شہر میں داخلے کے وقت بنی اسرائیل پر دو پابندیاں لگائی گئی تھیں، ایک یہ کہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں، دوسری یہ کہ "حِطَّۃٌ" کہتے رہیں۔ انہوں نے دونوں کی خلاف ورزی کی، چنانچہ سجدہ کرکے داخل ہونے کی بجائے سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور "حِطَّۃٌ" کی بجائے بطورِ مذاق "حَبَّۃٌ فِیْ شَعْرَۃٍ" کہتے رہے جس کا معنی تھا بال میں دانہ۔ اس مذاق اور نافرمانی میں مبتلا ہونے والوں کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ان پر عذاب نازل کر دیا۔ یہ عذاب طاعون کی صورت میں تھا جس سے ہزاروں اسرائیلی ہلاک ہوگئے۔

آیت 60 یہ واقعہ بھی میدانِ تیہ میں ہوا۔ یہاں پیاس لگنے پر جب بنی اسرائیل کو پانی نہ ملا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی۔ آپ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی تو انہیں ایک مخصوص پتھر پر اپنا عصا مارنے کا حکم دیا گیا، چنانچہ عصا مارتے ہی اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہوگئے۔ بنی اسرائیل کے بارہ گروہ تھے، سب نے پانی پینے کی اپنی اپنی جگہ کو پہچان لیا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا رزق مَنّ و سلویٰ کھاؤ اور پتھر سے جاری ہونے والا پانی پیو اور زمین میں فتنہ فساد نہ کرنا اور گناہوں میں نہ پڑنا۔ یہ حکم ہمیں بھی ہے۔ **اہم بات:** حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مار کر پتھر سے پانی نکالنا عظیم معجزہ ہے، ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر دینا اس سے بھی بڑھ کر معجزہ ہے۔

آیت 61 یہ واقعہ بھی میدانِ تیہ میں ہوا، اس کا پس منظر یہ ہے کہ مَنّ و سلویٰ سے اکتا کر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ

اے موسیٰ ہم ایک کھانے پر ہر گز صبر نہیں کر سکتے۔ لہٰذا آپ اپنے رب سے دعا کیجیے کہ ہمارے لیے وہ چیزیں نکالے جو

الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ

زمین اگاتی ہے جیسے ساگ اور ککڑی اور گندم اور مسور کی دال اور پیاز۔ فرمایا: کیا تم بہتر چیز کے بدلے میں

هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ

گھٹیا چیزیں مانگتے ہو۔ (اچھا پھر) ملک مصر یا کسی شہر میں قیام کرو وہاں تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جو تم نے مانگا ہے اور ان پر ذلت

الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ

اور غربت مسلط کر دی گئی اور وہ خدا کے غضب کے مستحق ہو گئے۔ یہ ذلت و غربت اس وجہ سے تھی کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہم ایک ہی قسم کے کھانے پر ہر گز صبر نہیں کر سکتے لہٰذا آپ اپنے رب سے دعا کریں کہ ہمیں زمین کی ترکاریاں ساگ، ککڑی، پیاز، گندم اور مسور کی دال ملے۔ آپ علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ تمہیں محنت و مشقت کے بغیر اتنا اچھا کھانا مل رہا ہے تو کیا اس کے مقابلے میں ہلکی قسم کا کھانا لینا چاہتے ہو؟ وہ نہ مانے تو آپ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کر دی، اس پر حکم ہوا کہ اے بنی اسرائیل! اگر تمہارا یہی مطالبہ ہے تو مصر چلے جاؤ وہاں تمہیں تمہاری مطلوبہ چیزیں مل جائیں گی۔ مزید فرمایا کہ ان پر ذلت اور غربت مسلط کر دی گئی اور وہ خدا کے غضب کے مستحق ہو گئے۔ یہ ذلت و غربت اس وجہ سے تھی کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور انبیاء علیہم السلام کو ناحق شہید کرتے تھے اور یہ یعنی ذلت و غربت، یا، آیات الٰہی کا انکار اور انبیاء علیہم السلام کو ناحق شہید کرنا اس وجہ سے تھا کہ یہودی پہلے ہی سے نافرمان اور اللہ تعالیٰ کی حدیں توڑ کر مسلسل سرکشی کرتے رہتے تھے۔ اہم باتیں: (1) یہاں مصر سے مراد ملک مصر یا مطلقاً کوئی بھی شہر ہے۔ (2) ذلت مسلط کیے جانے سے مراد یہ ہے کہ یہودی ہمیشہ ذلیل و خوار ہوتے رہیں گے، انہیں دنیا میں اگر کوئی عزت ملی بھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمان کی توفیق ملنے یا دیگر اقوام کا سہارا ملنے کی صورت میں ملے گی اور غربت مسلط کیے جانے کا معنی یہ ہے کہ یہ دولت کے حریص رہیں گے، یا یہ معنی ہے کہ ان کے دل غریب رہیں گے۔ فی زمانہ یہودی اگرچہ دنیا کے امیر ترین لوگ ہیں لیکن دولت کے سب سے زیادہ حریص، سود خور اور دل کے غریب ہی ہیں۔ (3) اللہ کی آیتوں سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات یا تورات کی آیتیں ہیں۔ نیز یہودیوں نے مختلف اوقات میں بہت سے انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا، ان میں حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت شعیا علیہم السلام جیسی جلیل القدر ہستیاں سر فہرست ہیں اور ان سب کو ناحق شہید کیا۔ درس: بنی اسرائیل بلند مراتب پر فائز ہونے کے بعد جن وجوہات کی بنا پر ذلت و غربت کی گہری کھائی میں گرے، کاش اسے سامنے رکھ کر عبرت کے لیے مسلمان بھی اپنے اعمال کا جائزہ لے لیں۔

ع وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝٦١ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے تھے۔ (اور) یہ اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ مسلسل سرکشی کر رہے تھے ○ بیشک ایمان

اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ ھَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـــِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

والوں نیز یہودیوں اور عیسائیوں اور ستاروں کی پوجا کرنے والوں میں سے جو بھی سچے دل سے اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئیں

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝٦٢

اور نیک کام کریں تو ان کے لیے ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ

اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تمہارے سروں پر طور پہاڑ کو معلق کر دیا (اور کہا کہ) مضبوطی سے تھامو اس (کتاب) کو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے

آیت 62 یہاں ایمان والوں سے صرف زبانی طور پر ایمان لانے والے یعنی منافق، یا وہ لوگ مراد ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے اور عقائد و اعمال میں خرافات سے بچے رہے، پھر انہوں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعلانِ نبوت کا زمانہ پایا۔ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری تک ان کے عقائد اعمال میں بہت بگاڑ آچکا تھا یہاں تک کہ انہوں نے اپنی اپنی آسمانی کتابوں میں تحریفات تک کر دی تھیں۔ صٰبِئِین ایک گروہ ہے جو ستاروں کی پوجا کرتا تھا۔ ان سب کے بارے میں فرمایا کہ ان میں سے جو لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت، رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رسالت، قیامت قائم ہونے اور اس کے جملہ احوال پر ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں تو ان کے نیک اعمال کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور آخرت میں ان پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اہم باتیں: (1) حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد پچھلے تمام ادیان منسوخ ہو گئے اور اب ہر ایک کے لیے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے اور ایمان نہ لانے والا ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائے گا۔ حدیث پاک میں ہے "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی جان ہے، اس امت میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں جو میری نبوت (کی خبر) سنے خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی، پھر وہ اس حال میں مر جائے کہ میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہ لایا تو وہ جہنم والوں میں سے ہو گا۔" (مسلم، حدیث: 385) (2) اخروی نجات کے لیے اخلاص کے ساتھ ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا دونوں ضروری ہے۔ فقط ایمان کو ابتداءً ہی سے نجات کے لیے کافی سمجھ کر عمل سے منہ پھیر لینا بہت بڑی نادانی ہے۔

آیت 63 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نزولِ تورات سے پہلے احکامِ تورات پر عمل کرنے کے بارے میں بنی اسرائیل سے عہد لیا۔ تورات ملنے کے بعد بنی اسرائیل نے اس کے احکام قبول کرنے سے انکار کر کے یہ عہد توڑ دیا تو حکمِ الٰہی سے حضرت جبریل علیہ السلام نے

وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا

اور جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے اسے یاد کرو اس امید پر کہ تم پرہیز گار بن جاؤ○ اس کے بعد پھر تم نے روگردانی اختیار کی تو اگر

فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا

تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے○ اور یقیناً تمہیں معلوم ہیں وہ لوگ جنہوں نے

مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا

تم میں سے ہفتہ کے دن میں سرکشی کی۔ تو ہم نے ان سے کہا کہ دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ○ تو ہم نے یہ واقعہ اس وقت کے لوگوں اور ان کے

طور پہاڑ کو اٹھا کر ان کے سروں کے اوپر ہوا میں معلق کر دیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل سے فرمایا گیا کہ تم عہد پورا کرو اور جو کتاب اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہے اسے مضبوطی سے تھام لو اور جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے اسے پڑھو اور اس پر عمل کرو تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ اور دنیا و آخرت میں ہلاکت و عذاب سے بچ جاؤ، اگر ایسا نہ کیا تو یہ پہاڑ گرا کر تمہیں کچل دیا جائے گا۔ **اہم بات:** بنی اسرائیل پر یہ جبر دین قبول کرنے پر نہیں تھا بلکہ دین کے احکام پر عمل سے متعلق تھا اور یہ درست ہے، جیسے کوئی حکومت کسی غیر ملکی کو اپنے ملک میں آنے پر مجبور نہیں کرتی لیکن جب کوئی ملک میں آجائے تو حکومت اسے ملکی قانون پر عمل کرنے پر ضرور مجبور کرے گی۔

آیت 64 پہاڑ معلق ہونے پر بنی اسرائیل نے عہد پورا کرنے کا اقرار کر لیا لیکن اس کے بعد پھر انہوں نے عہد کی خلاف ورزی کی اور اسے پورا کرنے سے منہ پھیر لیا۔ فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! اگر تمہیں توبہ کی توفیق دے کر اور تمہاری طرف نبیوں اور رسولوں علیہم السلام کو بھیج کر اللہ تعالیٰ تم پر اپنا فضل و رحمت نہ فرماتا تو عہد کی خلاف ورزی کے سبب ضرور تم دنیا و آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے۔

آیت 66،65 یہاں جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا اس کا پس منظر یہ ہے کہ شہر ایلہ میں بنی اسرائیل آباد تھے، انہیں حکم تھا کہ ہفتے کا دن عبادت کے لیے خاص کر دیں، اس روز شکار نہ کریں اور دنیوی مشاغل ترک کر دیں۔ ان کے ایک گروہ نے یہ چال چلی کہ وہ جمعہ کے دن شام کے وقت دریا کے کنارے کنارے بہت سے گڑھے کھودتے اور ہفتہ کے دن ان گڑھوں تک نالیاں بناتے جن کے ذریعے پانی کے ساتھ آکر مچھلیاں گڑھوں میں قید ہو جاتیں، پھر اتوار کے دن انہیں نکالتے اور کہتے کہ ہم مچھلی کو پانی سے ہفتے کے دن تو نہیں نکالتے۔ یہ کہہ کر وہ اپنے دل کو تسلی دے لیتے۔ طویل عرصے تک ان کا یہی معمول رہا اور جب حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوت کا زمانہ آیا تو آپ علیہ السلام نے انہیں اس سے منع کیا اور فرمایا کہ قید کرنا ہی شکار ہے جو تم ہفتے ہی کو کر رہے ہو۔ جب وہ باز نہ آئے تو آپ علیہ السلام نے ان پر لعنت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بندروں کی شکل میں مسخ کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں موجود یہودیوں میں یہ واقعہ بہت معروف تھا، یہاں اس کی طرف اشارہ کر کے انہیں تنبیہ کی گئی ہے۔ **اہم باتیں:**

(1) بندر بننے کے تین دن بعد ہی یہ تمام لوگ ہلاک ہو گئے تھے، لہٰذا موجودہ بندر ان مسخ شدہ لوگوں کی نسل سے نہیں ہیں۔

وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ

بعد والوں کے لیے عبرت اور پرہیز گاروں کے لئے نصیحت بنادیا○ اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے

اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ

کہ ایک گائے ذبح کرو تو انہوں نے کہا کہ کیا آپ ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ موسیٰ نے فرمایا: "میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں

مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا

جاہلوں میں سے ہو جاؤں○ انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتادے کہ وہ گائے کیسی ہے؟ فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ وہ

بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا

ایک ایسی گائے ہے جو نہ تو بوڑھی ہے اور نہ بالکل کم عمر بلکہ ان دونوں کے درمیان درمیان ہو۔ تو وہ کرو جس کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے○ انہوں نے کہا:

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ

آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتادے، اس گائے کا رنگ کیا ہے؟ فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کہ وہ پیلے رنگ کی گائے ہے جس کا رنگ بہت گہرا

لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ

ہے، وہ گائے دیکھنے والوں کو خوشی دیتی ہے○ انہوں نے کہا: آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے واضح طور پر بیان کر دے کہ وہ گائے کیسی ہے؟

اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا

کیونکہ بیشک گائے ہم پر مشتبہ ہو گئی ہے اور اگر اللہ چاہے گا تو یقیناً ہم راہ پالیں گے○ (موسیٰ نے) فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ وہ

(2) حکم شرعی کو باطل کرنے کیلئے حیلہ کرنا حرام ہے اور حکم شرعی کو کسی دوسرے شرعی طریقے سے حاصل کرنے کیلئے حیلہ کرنا، جائز اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے، البتہ کسی مستند مفتی سے رہنمائی لیے بغیر عام مسلمان کوئی حیلہ نہ کریں۔

آیت 67-71 ﴾ ان پانچ آیات میں یہودیوں کو یاد دلائے گئے واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مالدار شخص عامیل کو اس کے ایک عزیز نے خفیہ طور پر قتل کرکے دوسرے محلہ میں ڈال دیا تاکہ اس کی میراث بھی لے اور خون بہا بھی۔ لوگ اس قتل کا الزام ایک دوسرے پر ڈالنے لگے لیکن اصلی قاتل تک نہ پہنچ پائے، پھر لوگوں کی درخواست پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو حکم ہوا کہ ایک گائے ذبح کرکے اس کا کوئی حصہ مقتول کو ماریں، وہ زندہ ہو کر قاتل کے بارے میں بتادے گا۔ لوگوں نے حیرانی سے کہا: کیا آپ علیہ السلام ہم سے مذاق کر رہے ہیں؟ فرمایا: میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ مذاق کرکے جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ جب بنی اسرائیل نے سمجھ لیا کہ گائے کا ذبح کرنا مذاق نہیں بلکہ باقاعدہ حکم ہے تو انہوں نے حضرت

بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ

ایک ایسی گائے ہے جس سے یہ خدمت نہیں لی جاتی کہ وہ زمین میں ہل چلائے اور نہ وہ کھیتی کو پانی دیتی ہے۔ بالکل بے عیب ہے اس میں کوئی داغ نہیں

قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾ وَإِذْ ع

(یہ سن کر) انہوں نے کہا اب آپ بالکل صحیح بات لائے ہیں۔ پھر انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا حالانکہ وہ ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے ○ اور یاد کرو جب

قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيهَا ۚ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿٧٢﴾

تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا پھر اس کا الزام کسی دوسرے پر ڈالنے لگے حالانکہ اللہ ظاہر کرنے والا تھا اس کو جسے تم چھپا رہے تھے ○

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٣﴾

تو ہم نے فرمایا (کہ) اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو۔ اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرے گا۔ اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ ○

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ

پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہیں اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں

موسیٰ علیہ السلام سے اس کے اوصاف دریافت کیے اور بار بار سوال کر کے وہ لوگ قیدیں بڑھاتے گئے اور بالآخر یہ حکم ہوا کہ ایسی گائے ذبح کرو جو نہ بوڑھی ہو اور نہ بہت کم عمر بلکہ درمیانی عمر کی ہو، بدن پر کوئی داغ نہ ہو، ایک ہی رنگ کی ہو، رنگ آنکھوں کو بھانے والا ہو، اس گائے نے کبھی کھیتی باڑی نہ کی ہو اور نہ ہی کبھی کھیتی کو پانی دیا ہو۔ یہ سن کر وہ بولے کہ ہاں اب آپ بالکل صحیح بات لائے ہیں۔ تسلی ہونے کے بعد انہوں نے گائے کی تلاش شروع کر دی اور انہیں اپنے اطراف میں صرف ایک گائے ایسی ملی جس میں بتائے گئے تمام اوصاف موجود تھے۔ یہ گائے انہیں انتہائی بھاری قیمت میں ملی۔ بنی اسرائیل کے مسلسل سوالات، اپنی رسوائی کے اندیشہ اور گائے کی بھاری قیمت سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ذبح کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے مگر جب ان کے سوالات تسلی بخش جوابوں سے ختم کر دیئے گئے تو انہیں ذبح کرنا ہی پڑا۔

آیت 73،72 ان دو آیات میں اسی پہلے قتل کا ذکر ہے چنانچہ بنی اسرائیل نے گائے ذبح کر کے اس کے کسی عضو سے مردے کو مارا تو وہ بحکم الٰہی زندہ ہو گیا، اس کے حلق سے خون جاری تھا، اس نے اپنے چچازاد بھائی کو قاتل قرار دیدیا اور بھائی کو بھی اقرار کرنا پڑا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر قصاص کا حکم فرمایا۔ آیت 73 میں قیامت میں دوبارہ زندہ کیے جانے پر دلیل ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے اس مردے کو زندہ کیا اسی طرح وہ قیامت کے دن بھی مردوں کو زندہ فرمائے گا۔

آیت 74 اس آیت میں یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ اپنے آباؤ اجداد کے عبرت انگیز واقعات سننے کے بعد تمہارے دل حق بات قبول کرنے کے معاملے میں سخت ہو گئے اور وہ شدت و سختی میں پتھروں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہیں کیونکہ پتھر بھی اثر قبول کرتے ہیں کہ کچھ پتھروں سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ ایسے ہیں کہ جب پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ

لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ

جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں کہ جب پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے

مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ

گر پڑتے ہیں اور اللہ تمہارے اعمال سے ہرگز بے خبر نہیں ○ تو اے مسلمانو! کیا تم یہ امید رکھتے ہو کہ یہ تمہاری وجہ سے ایمان لے آئیں گے

وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ

حالانکہ ان میں ایک گروہ وہ تھا کہ وہ اللہ کا کلام سنتے تھے اور پھر اسے سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ

بدل دیتے تھے ○ اور جب یہ مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاچکے ہیں اور جب آپس میں اکیلے ہوتے ہیں

قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْؕ

تو کہتے ہیں: کیا ان کے سامنے وہ علم بیان کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے اوپر کھولا ہے؟ تاکہ اس کے ذریعے یہ تمہارے رب کی بارگاہ میں تمہارے اوپر حجت قائم کریں۔

وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اوپر سے نیچے گر پڑتے ہیں جبکہ تمہارے دل اطاعت کے لئے جھکتے ہیں نہ نرم ہوتے ہیں، نہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نہ ہی وہ کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے ہرگز بے خبر نہیں بلکہ وہ تمہیں ایک خاص وقت تک کے لئے مہلت دے رہا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے لوگ مراد ہیں کیونکہ انہوں نے بڑی بڑی نشانیاں اور معجزات دیکھ کر بھی عبرت حاصل نہ کی، ان کے دل پتھروں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہوگئے۔ درس: دل کی سختی بہت تباہ کن ہے، حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ کلام نہ کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ کلام کی کثرت دل کو سخت کر دیتی ہے اور لوگوں میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہوتا ہے جس کا دل سخت ہو۔ (ترمذی، حدیث: 2419)

آیت 75 انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہودیوں کے اسلام قبول کرنے کی بہت حرص تھی کیونکہ وہ یہودیوں کے حلیف اور ان کے پڑوسی بھی تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! کیا تم یہ امید رکھتے ہو کہ یہ یہودی تمہارا یقین کریں گے یا تمہاری تبلیغ کی وجہ سے ایمان لے آئیں گے حالانکہ ان میں ایک گروہ صرف علماء پر مشتمل تھا، وہ خدا کا کلام یعنی تورات سنتے، پھر اسے سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر بدل دیتے تھے، جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعریف کو بدل دیا، تو ایسے لوگ کہاں ایمان لائیں گے؟ لہٰذا تم ان کے ایمان کی امید نہ رکھو۔ درس: اس سے معلوم ہوا کہ عالم کا بگڑنا عوام کے بگڑنے سے زیادہ تباہ کن ہے۔

آیت 76، 77 یہودی منافق جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملتے تو ان سے کہتے: جس پر تم ایمان لائے اس پر ہم بھی ایمان لائے، تم حق پر ہو اور محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم سچے نبی ہیں اور ان کے اوصاف ہماری کتاب تورات میں موجود ہیں لیکن جب ان کے اپنے

أَفَلَا تَعْقِلُونَ (76) أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ (77)

کیا تمہیں عقل نہیں؟○ کیا یہ اتنی بات نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں○

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ (78) النصف

اور ان میں کچھ ان پڑھ ہیں جو کتاب کو نہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لینا یا کچھ اپنی من گھڑت اور یہ صرف خیال و گمان میں پڑے ہوئے ہیں○

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

تو بربادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں: یہ خدا کی طرف سے ہے

لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ

کہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کرلیں تو ان لوگوں کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے کی وجہ سے ہلاکت ہے اور ان کے لئے ان کی

مِمَّا يَكْسِبُونَ (79) وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ

کمائی کی وجہ سے تباہی و بربادی ہے○ اور بولے: ہمیں تو آگ ہرگز نہ چھوئے گی مگر گنتی کے چند دن۔ اے حبیب! تم فرمادو: کیا تم نے

سرداران میں ملامت کرتے کہ کیا تم مسلمانوں کے سامنے ان کے نبی کے بارے وہ باتیں بیان کرتے ہو جو تورات میں ہیں، یوں تو
مسلمان خدا کے ہاں تمہارے خلاف دلیل قائم کریں گے کہ ان لوگوں کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نبی برحق ہونا معلوم تھا لیکن
یہ پھر بھی ایمان نہیں لائے۔ کیا تمہیں عقل نہیں کہ تمہیں یہ کام نہیں کرنا چاہئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا ملامت کرنے
والے یہ جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جانتا ہے جو وہ چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں تو اس ملامت سے انہیں کیا حاصل ہوگا۔

آیت 78 یہاں یہودیوں کے دوسرے یعنی ان پڑھ گروہ کا ذکر ہے کہ وہ کتاب یعنی تورات کو خود تو نہیں جانتے بلکہ اپنے بڑوں کے بیانات
پر ہی الٹے سیدھے خیال و گمان میں پڑے ہوئے ہیں کہ ان کی تو بخشش ہو ہی جائے گی اور یہ انہی من گھڑت خیالات میں خوش ہیں۔

آیت 79 نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ آمد پر علماء تورات اور یہودی سرداروں کو اندیشہ ہو گیا کہ اب ان کی روزی ختم اور
سرداری مٹ جائے گی کیونکہ تورات میں موجود اوصاف کے مطابق پا کر لوگ فوراً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے اور
اپنے علماء و سرداروں کو چھوڑ دیں گے۔ اس اندیشہ سے انہوں نے تورات کی کئی باتیں چھپائیں اور کئی بدل دیں اور نفسانی مفادات کی
خاطر کئی احکام میں بھی تبدیلیاں کر رکھی تھیں، پھر یہی تبدیل شدہ چیزیں عوام کو سناتے اور اسے تورات ہی کی بات قرار دیتے۔ اس
پر فرمایا گیا کہ بربادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے تورات میں من گھڑت باتیں لکھتے، پھر کہتے ہیں کہ یہ بھی خدا عزوجل
کی طرف سے ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف صرف اس لئے کرتے ہیں کہ اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل
کرلیں۔ تو ان لوگوں کے لئے ان کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے اور ان کی کمائی کی وجہ سے تباہی و بربادی ہے۔

آیت 81،80 شانِ نزول: یہودی کہتے تھے کہ وہ دوزخ میں ہرگز داخل نہ ہوں گے مگر صرف اتنی مدت کے لئے جتنا عرصہ ان
کے آباء و اجداد نے بچھڑے کو پوجا تھا اور وہ چالیس دن ہیں، اس کے بعد وہ عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اے

عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٠﴾

خدا سے کوئی وعدہ لیا ہوا ہے؟ (اگر ایسا ہے، پھر) تو اللہ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرے گا بلکہ تم اللہ پر وہ بات کہہ رہے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ○

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٨١﴾

کیوں نہیں، جس نے گناہ کمایا اور اس کی خطا نے اس کا گھیراؤ کر لیا تو وہی لوگ جہنمی ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ○

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع ٩ وَاِذْ اَخَذْنَا

اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت والے ہیں انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ○ اور یاد کرو جب ہم نے

مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۟ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِى الْقُرْبٰى وَ

بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور

حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، تم ان سے پوچھو کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ لیا ہوا ہے کہ وہ تمہیں چند دن کے لئے ہی جہنم میں ڈالے گا؟ اگر ایسا کوئی وعدہ ہے، پھر تو اللہ تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرے گا لیکن ایسا کچھ ہے نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہو اور اللہ تعالیٰ تم سے ایسا وعدہ کیوں کرے گا کہ تم جہنم میں زیادہ عرصہ نہیں رہو گے حالانکہ اس کا قانون یہ ہے کہ جس نے گناہ کا ارتکاب کیا اور اس کے گناہ نے اسے ہر طرح سے گھیر لیا یعنی وہ کفر میں جا پڑا تو وہ جہنم میں جائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہے گا۔ اہم بات: آیت 81 میں گناہ سے شرک و کفر اور احاطہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ نجات کی تمام راہیں بند ہو جائیں اور کفر و شرک ہی پر اسے موت آئے کیونکہ مومن خواہ کیسا بھی گنہگار ہو گناہوں سے گھرا نہیں ہوتا، اس لیے کہ سب سے بڑی نیکی یعنی ایمان اس کے ساتھ ہے۔

آیت 82 فرمایا کہ وہ لوگ جو توحید و رسالت پر سچے دل سے ایمان لائے، فرائض و واجبات ادا کیے اور گناہوں سے بچے، وہ جنت والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے کہ یہاں نہ انہیں موت آئے گی اور نہ ہی کبھی انہیں جنت سے نکالا جائے گا۔

آیت 83 فرمایا کہ اے یہودیو! وہ وقت یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے تورات میں یہ عہد لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، لوگوں سے اچھی بات کہو، نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو، لیکن اسے قبول کرنے کے بعد ان میں سے چند آدمیوں کے علاوہ سب اس عہد سے پھر گئے اور تم بھی اپنے آباء و اجداد کی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام سے منہ موڑنے والے ہو۔

اہم باتیں: (1) والدین کے ساتھ بھلائی یہ ہے کہ ایسی بات اور کام سے بچے جو اُن کے لئے باعثِ تکلیف ہو، اپنے بدن و مال سے ان کی خوب خدمت کرے، ان کا ادب کرے، ان کی وفات کے بعد ان کے لئے ایصالِ ثواب کرے اور جائز وصیتوں کو پورا کرے۔ (2) اچھی بات سے مراد نیکی کی دعوت اور برائیوں سے روکنا ہے، یونہی اللہ تعالیٰ کی عظمت، حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان، اولیاء و صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے مقام و مرتبہ کا بیان، نیکیوں اور برائیوں کے متعلق سمجھانا سب اس میں شامل ہیں۔ درس: (1) دین اسلام میں

الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ

یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ (اچھا سلوک کرو) اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو (لیکن) پھر تم میں سے

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ

چند آدمیوں کے علاوہ سب پھر گئے اور تم (ویسے ہی اللہ کے احکام سے) منہ موڑنے والے ہو۝ اور یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں

دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾

کسی کا خون نہ بہانا اور اپنے لوگوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا پھر تم نے اقرار بھی کرلیا اور تم (خود اس کے) گواہ ہو۝

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ

پھر یہ تم ہی ہو جو اپنے لوگوں کو قتل (بھی) کرنے لگے اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے وطن سے (بھی) نکالنے لگے، تم ان کے خلاف

حقوق العباد کی بہت زیادہ اہمیت ہے، حقوق اللہ پورا کرنے کے باوجود بہت سے لوگ حقوق العباد میں کمی کی وجہ سے جہنم کے مستحق ہوں گے۔(2) بنی اسرائیل سے لیے گئے عہد کے احکام ہم پر بھی نافذ ہیں۔ کاش کہ ہم غور کریں کہ کیا ہم بھی اسے پورا کرتے ہیں؟

آیت 84 فرمایا کہ اے یہودیو! وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تمہارے آباؤ اجداد سے تورات میں یہ عہد لیا کہ تم آپس میں کسی کا خون نہ بہانا اور اپنے لوگوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا، پھر انہوں نے اس عہد کا اقرار کرلیا اور تم خود بھی اپنے آباؤ اجداد کے اس اقرار کے گواہ ہو۔

آیت 85 تورات میں بنی اسرائیل کو تین حکم دیے گئے تھے: (1) ایک دوسرے کو قتل نہ کرنا۔ (2) ایک دوسرے کو جلاوطن نہ کرنا۔ (3) اگر وہ اپنی قوم کے کسی مرد کو غلام اور عورت کو لونڈی بنا ہوا پائیں تو اسے خرید کر آزاد کردیں۔ نسل در نسل یہ عہد چلتا رہا یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے گردونواح میں آباد یہودیوں کے دو قبائل بنی قریظہ اور بنی نضیر میں منتقل ہوا، اس وقت مدینہ شریف میں مشرکوں کے دو قبیلے اوس اور خزرج رہتے تھے، بنی قریظہ اوس قبیلے کے اور بنی نضیر خزرج قبیلے کے حلیف تھے اور ہر قبیلے نے اپنے حلیف کے ساتھ قسم اٹھا رکھی تھی کہ اگر ہم میں سے کسی پر کوئی حملہ آور ہو تو دوسرا اس کی مدد کرے گا۔ جب اوس اور خزرج کے درمیان جنگ ہوتی تو بنی قریظہ اوس کی اور بنی نضیر خزرج کی مدد کے لیے آتے اور اپنے حلیف کے ساتھ ہو کر آپس میں ایک دوسرے پر تلوار چلاتے اور بنی قریظہ بنی نضیر اور وہ بنی قریظہ کو قتل کرتے، ان کے گھر ویران کردیتے اور انہیں ان کی رہائش گاہوں سے نکال دیتے تھے، لیکن جب ان کی قوم کے لوگوں کو ان کے حلیف قید کر لیتے تو وہ انہیں مالی معاوضہ دے کر چھڑا لیتے تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا: تم بھی عجیب لوگ ہو کہ ایک دوسرے کو قتل بھی کرتے ہو اور فدیہ دے کر چھڑا بھی لیتے ہو۔ یہودیوں نے کہا: اپنے لوگوں کو قتل اور جلاوطن کرنے سے ہمارا عہد تو ٹوٹ جاتا ہے لیکن ہمیں اس بات سے شرم آتی ہے کہ ہمارے حلیف ذلیل ہوں۔ اس حرکت پر انہیں اس آیت میں ملامت کی گئی کہ یہ کیا دورنگی ہے کہ تم ایک دوسرے کو قتل اور جلاوطن کرنے سے تو باز نہیں آتے

عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ

گناہ اور زیادتی کے کاموں میں مدد (بھی) کرتے ہو اور اگر وہی قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو تم معاوضہ دے کر انہیں چھڑا لیتے ہو حالانکہ تمہارے اوپر

اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ

تو ان کا نکالنا ہی حرام ہے۔ تو کیا تم اللہ کے بعض احکامات کو مانتے ہو اور بعض سے انکار کرتے ہو؟ تو جو تم میں ایسا کرے اس کا بدلہ

مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ

دنیوی زندگی میں ذلت و رسوائی کے سوا اور کیا ہے اور قیامت کے دن انہیں شدید ترین عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؗ

اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ○ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خرید لی

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا ع

تو ان سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی ○ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد

مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ؗ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ

پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور پاک روح کے ذریعے ان کی مدد کی تو (اے بنی اسرائیل!)

لیکن جب کوئی گرفتار ہو جائے تو اسے فدیہ دے کر چھڑا لیتے ہو۔ کچھ احکام کو ماننا اور کچھ کو نہ ماننا بہت برا ہے اور ایسے لوگوں کا بدلہ دنیوی زندگی میں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں اور روزِ قیامت انہیں شدید ترین عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کسی عمل سے بے خبر نہیں۔ اہم باتیں: (1) شریعت کے تمام احکام پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور تمام ضروری احکام پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ کوئی شخص کسی وقت بھی شریعت کی پابندی سے آزاد نہیں ہو سکتا اور خود کو طریقت کا نام لے کر یا کسی بھی طریقے سے شریعت سے آزاد کہنے والے کافر ہیں۔ (2) عظمتِ توحید کو ماننا لیکن عظمتِ رسالت سے انکار کرنا یا اس کے برعکس کرنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے کہ کیا تم کتاب کے کچھ حصے کو مانتے ہو اور کچھ حصے کا انکار کرتے ہو۔

آیت 86 فرمایا کہ یہ کچھ احکام کو ماننے اور کچھ پر عمل نہ کرنے والے ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دے کر آخرت کے بدلے میں اسے خرید لیا تو ان سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا خواہ وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں اور نہ ہی شفاعت وغیرہ کے ذریعے ان کی مدد کی جائے گی جس سے یہ عذاب سے بچ جائیں۔

آیت 87 فرمایا کہ بیشک ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات عطا کی اور ان کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روشن نشانیاں جیسے مُردوں کو زندہ کرنا، پیدائشی اندھے اور کوڑھ کے مریض کو شفا دینا وغیرہ عطا کیں اور روح القدس

اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ

کیا تمہارا یہ معمول نہیں ہے؟ کہ جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسے احکام لے کر تشریف لایا جنہیں تمہارے دل پسند نہیں کرتے تھے تو تم تکبر کرنے لگے

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ؗ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ

پھر ان (انبیاء میں سے) ایک گروہ کو تم جھٹلاتے تھے اور ایک گروہ کو شہید کر دیتے تھے ○ اور یہودیوں نے کہا: ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں

بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ

بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی ہے تو ان میں سے تھوڑے لوگ ہی ایمان لاتے ہیں ○ اور جب ان کے پاس اللہ کی

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ

وہ کتاب آئی جو ان کے پاس (موجود) کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس سے پہلے یہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں کے خلاف

كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ؗ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

فتح مانگتے تھے تو جب ان کے پاس وہ جانا پہچانا نبی تشریف لے آیا تو اس کے منکر ہو گئے تو اللہ کی لعنت ہو انکار کرنے والوں پر ○

حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے ان کی مدد کی تو اے بنی اسرائیل! کیا تمہارا یہ معمول نہیں کہ جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسے احکام لے کر تشریف لایا جنہیں تمہارے دل پسند نہ کرتے تھے تو تم اس کی اتباع کرنے سے تکبر کرتے، پھر ان میں سے ایک گروہ کو تم جھٹلاتے اور ایک گروہ کو شہید کر دیتے تھے۔ اہم باتیں: (1) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے، سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے محافظ اور اس کے احکام جاری کرنے والے تھے اور چونکہ ہمارے آقا، خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد نبوت کسی کو نہیں مل سکتی اس لیے شریعتِ محمدیہ کی حفاظت و اشاعت کی خدمت علماء ربانی اور مجددینِ کو عطا ہوئی۔ (2) حضرت جبریل علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے تک سفر و حضر میں کبھی آپ سے جدا نہ ہوئے۔

آیت 88 یہودی یہ جملہ یا تو مذاق کے طور پر کہتے تھے، یا وہ فخریہ کہتے تھے کہ ہمارے دل غلافوں میں لپٹے ہیں یعنی ہم اپنے عقیدوں پر اس قدر مضبوط ہیں کہ اے مسلمانو، تمہاری تبلیغ ہمارے دلوں پر کبھی اثر انداز نہیں ہوگی۔ سورہ حم السجدہ میں ہے: تم ہمیں جو دعوت دیتے ہو ہمارے قلوب اس سے پردوں میں ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ ہمارے دلوں پر پردے ہیں یعنی یہ دل علم سے بھرپور ہیں اب اس نئے علم کی کوئی ضرورت نہیں اس کا جواب دیا کہ علم سے بھرے نہیں بلکہ ان پر لعنت ہے۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ ہمارے دل علم کے برتن ہیں جو بات سنتے ہیں اس کو محفوظ کر لیتے ہیں مگر تمہاری بات کو نہ ہی سمجھتے ہیں اور نہ ہی محفوظ کرتے ہیں اس لیے کہ تمہاری بات میں نہ کوئی خیر ہے نہ بھلائی ورنہ ضرور محفوظ اور قبول کر لیتے اللہ تعالیٰ نے اس کا رد فرمایا۔

آیت 89 شانِ نزول: امام الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری اور نزول قرآن سے پہلے یہودی اپنی حاجات کے لیے حضور

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ یَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْیًا اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

انہوں نے اپنی جانوں کا کتنا بُرا سودا کیا کہ اللہ نے جو نازل فرمایا ہے اس کا انکار کررہے ہیں اس حسد کی وجہ سے کہ اللہ اپنے فضل سے

عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۹۰﴾

اپنے جس بندے پر چاہتا ہے وحی نازل فرماتا ہے تو یہ لوگ غضب پر غضب کے مستحق ہوگئے اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا

اور جب ان سے کہا جائے کہ اس پر ایمان لاؤ جو اللہ نے نازل فرمایا ہے تو کہتے ہیں: ہم اسی پر ایمان لاتے ہیں جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا

وَ یَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗۗ وَ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْؕ قُلْ

اور وہ تورات کے علاوہ دیگر کا انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ (قرآن) بھی حق ہے ان کے پاس موجود (کتاب) کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اے حبیب! تم فرمادو کہ

پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نام پاک کے وسیلے سے یوں دعا کرتے "اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا وَانْصُرْنَا بِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ" یارب! ہمیں نبی امی کے صدقہ میں فتح و نصرت عطا فرما اور اس دعا کی برکت سے کامیاب ہوتے تھے۔ اس آیت میں یہودیوں کو وہ واقعات یاد دلائے جارہے ہیں کہ پہلے تم ان کے نام کے طفیل دعائیں مانگتے تھے، اب جب وہ جانے پہچانے نبی تشریف لے آئے تو تم حسد اور ریاست کی حرص میں ان کے منکر ہوگئے تو انکار کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

آیت 90 یہودیوں کی خواہش تھی کہ ختم نبوت کا منصب بنی اسرائیل میں سے کسی کو ملے، جب انہوں نے دیکھا کہ وہ اس منصب سے محروم رہے اور بنی اسماعیل کو یہ منصب مل گیا تو وہ حسد کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن کے منکر ہوگئے اور یوں اپنی جانوں کا انتہائی برا سودا کیا، مزید یہ کہ یہودی تورات میں تحریف کرکے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرکے پہلے ہی غضب الٰہی کا شکار تھے اور اب دوبارہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن کا انکار کرکے غضب پر غضب کے مستحق ہوگئے۔ ایسے کافروں کو رُسواکُن عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اہم بات: حسد کا معنی ہے: کسی مسلمان بھائی کو ملنے والی نعمت چھن جانے کی آرزو کی جائے۔ منصب و مرتبے کی طلب انسان کے دل میں حسد پیدا ہونے کا ایک سبب ہے۔

آیت 91 اس آیت میں یہودیوں کا ایک اور قبیح فعل بیان کیا جارہا ہے کہ جب ان سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی تمام کتابوں پر ایمان لاؤ تو وہ کہتے ہیں: ہم صرف اپنی کتاب تورات پر ایمان لائیں گے۔ اِس سے ان کا مقصد دیگر آسمانی کتابوں اور قرآن مجید کا انکار کرنا تھا۔ اس پر فرمایا گیا کہ قرآن بھی حق ہے اور یہ قرآن تورات کی تصدیق کرنے والا ہے، نیز جب تورات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کے بارے میں خبریں موجود ہیں اور تم تورات پر ایمان لانے کے دعویدار ہو تو پھر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت اور ان پر نازل کی گئی کتاب قرآن مجید کا انکار کیوں کرتے ہو۔ مزید فرمایا کہ ان یہودیوں سے کہو کہ اگر تم تورات پر ایمان رکھنے کے اتنے ہی بڑے دعویدار ہو تو یہ بتاؤ کہ تم انبیاء کرام علیہم السلام کو کیوں شہید کرتے تھے۔ اہم بات: تمام آسمانی کتابوں، تمام

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى

(اے یہودیو!) اگر تم ایمان والے تھے تو پھر پہلے تم اللہ کے نبیوں کو کیوں شہید کرتے تھے؟ ○ اور بیشک تمہارے پاس موسیٰ

بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ

روشن نشانیاں لے کر تشریف لائے پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم ظالم تھے ○ اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے عہد لیا

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْاؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا

اور کوہِ طور کو تمہارے سروں پر بلند کر دیا (اور فرمایا) مضبوطی سے تھام لو اس کو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے اور سنو۔ انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور نہ مانا

وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

اور ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں تو بچھڑا رچا ہوا تھا۔ اے محبوب! تم فرمادو: اگر تم ایمان والے ہو تو تمہارا ایمان تمہیں

انبیاء کرام علیہم السلام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان میں سے ایک کا بھی انکار کفر ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم ایمان کا رکن اعلیٰ ہے۔

آیت 92 حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے پاس روشن معجزات لے کر تشریف لائے اور جب آپ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو ان کے بعد بنی اسرائیل نے سامری کے بہکانے سے گائے کو معبود بنالیا اور گائے کی پوجا کرکے انہوں نے کفر کیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روشن نشانیاں دیکھ کر بنی اسرائیل بچھڑے کی پوجا میں مبتلا ہو گئے تو ان یہودیوں کا سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ کفر کرنا ان کے لئے کونسی بڑی بات ہے؟ **اہم بات:** گائے کی عبادت قدیم عرصے سے چلتی آرہی ہے۔ مسلمانوں کو گائے ذبح کرنے کا حکم ہے، اس کی تعظیم کی اجازت نہیں۔

آیت 93 فرمایا کہ اے یہودیو! وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے تورات پر عمل کرنے کا عہد لیا لیکن انہوں نے حسب عادت نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کوہِ طور کو ہوا میں بلند کر دیا اور ان سے فرمایا کہ چلو اب مضبوطی سے اس تورات کو تھام لو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے اور ہمارے احکام دھیان سے سنو۔ بنی اسرائیل نے ڈر کے مارے دوبارہ اطاعت کا اقرار تو کر لیا لیکن ان کے دل کی حالت پہلے جیسی ہی رہی اور در حقیقت ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں تو بچھڑے کی محبت گھسی ہوئی تھی۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرمائیں کہ اے یہودیو! تم اپنے اسلاف کی اس حرکت کو جانتے ہو لیکن تم نہ اس سے نفرت کا اظہار کرتے ہو اور نہ ہی اس سے اپنی براءت ظاہر کرتے ہو تو خود بتاؤ کہ کیا تورات پر ایمان لانے کے یہ تقاضے ہیں؟ اگر اس کے یہی تقاضے ہیں تو تمہارا ایمان تمہیں کتنا برا حکم دیتا ہے۔ درس: اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تمام احکام اور سب تقاضوں پر عمل کیا جائے۔ ہم بھی غور کریں کہ جیسے ہمارے اعمال ہیں، کیا ہمارا ایمان ہمیں ایسے اعمال کا حکم دیتا ہے یا ہمارے ایمان کے تقاضے کچھ اور ہیں؟

مُؤْمِنِیْنَ ۝٩٣ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ

کتا برا حکم دیتا ہے○ اے محبوب! تم فرمادو: اگر دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر آخرت کا گھر اللہ کے نزدیک خالص تمہارے ہی لئے ہے

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝٩٤ وَ لَنْ یَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ

تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا تو کرو○ اور اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے یہ ہرگز کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے اور اللہ

عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ۝٩٥ وَ لَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَیٰوةٍ ۚۛ وَ مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا ۚۛ معانقة ٢

ظالموں کو خوب جانتا ہے○ اور بیشک تم ضرور انہیں پاؤ گے کہ سب لوگوں سے زیادہ جینے کی ہوس رکھتے ہیں اور مشرکوں میں سے ایک (گروہ)

یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَ مَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ یُّعَمَّرَ ؕ

تمنا کرتا ہے کہ کاش اسے ہزار سال کی زندگی دیدی جائے حالانکہ اتنی عمر کا دیا جانا بھی اسے عذاب سے دور نہ کر سکے گا

وَ اللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ۝٩٦ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ ع

اور اللہ ان کے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے○ اے محبوب! تم فرمادو: جو کوئی جبرئیل کا دشمن ہو (تو ہو) پس بیشک اس نے تو تمہارے دل پر

آیت 94 یہودیوں کا ایک باطل دعویٰ یہ تھا کہ جنت میں صرف وہی جائیں گے، یہاں اس کا رد فرمایا جارہا ہے کہ اگر تمہارے گمان میں جنت تمہارے لیے خاص ہے اور آخرت کی طرف سے تمہیں اطمینان ہے، اعمال کی حاجت نہیں تو جنتی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیوی مصائب کیوں برداشت کرتے ہو، موت کی تمنا کرو تاکہ عیش و آرام والی جنت میں پہنچ جاؤ اور اگر تم نے موت کی تمنا نہ کی تو یہ تمہارے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ **اہم بات:** اہلِ ایمان آخرت کی رغبت اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق میں موت سے محبت کرتے ہیں اور اگر لمبی عمر کی تمنا بھی کریں تو اس لیے کہ نیکیوں کے لیے کچھ اور عرصہ مل جائے۔ دنیوی مصائب سے تنگ آکر موت کی تمنا یا دعا گناہ ہے کہ ایسی صورت میں موت کی دعا کرنا صبر و رضا و تسلیم و توکل کے خلاف ہے۔

آیت 95 یہ غیب کی خبر اور معجزہ ہے کہ وہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اسلام کی شدید مخالفت کے باوجود بھی موت کی تمنا کا لفظ زبان پر نہ لاسکے۔

آیت 96 مشرکین کا ایک گروہ مجوسی ہے، یہ آپس میں سلام کے موقع پر کہتے ہیں "زہ ہزار سال" یعنی ہزار برس جیو۔ ان کے اس قول کے پیشِ نظر آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، مجوسی مشرک ہزار برس جینے کی تمنا رکھتے ہیں اور یہودی ان سے بھی بڑھ گئے کہ انہیں جینے کی ہوس سب سے زیادہ ہے حالانکہ اتنی عمر کا دیا جانا بھی اسے جہنم کے عذاب سے دور نہ کر سکے گا۔ **اہم بات:** کفار دنیوی زندگی پر حریص ہوتے اور موت سے بہت بھاگتے ہیں جبکہ مومنِ کامل کی شان یہ ہے کہ وہ اگر زندگی چاہتا ہے تو نیکیاں کرکے آخرت کا زادِ راہ جمع کرنے کے لیے اور یہ حقیقت میں زندگی کی ہوس نہیں بلکہ آخرت کی تیاری ہے۔

آیت 97 **شانِ نزول:** یہودیوں کے ایک گروہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: آپ کے پاس آسمان سے کون فرشتہ آتا

بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٧﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ

اللہ کے حکم سے یہ اتارا ہے، جو اپنے سے پہلے موجود کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے ○ جو کوئی اللہ

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ

اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہو تو اللہ کافروں کا دشمن ہے ○ اور بیشک ہم نے تمہاری طرف

اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿٩٩﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ

روشن آیتیں نازل کیں اور ان کا انکار صرف نافرمان ہی کرتے ہیں ○ اور جب کبھی انہوں نے کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک گروہ نے

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ

اس عہد کو پھینک دیا بلکہ ان میں سے اکثر مانتے ہی نہیں ○ اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک رسول تشریف لایا

ہے؟ ارشاد فرمایا "حضرت جبریل علیہ السلام۔ ابن صوریا یہودی پیشوا نے کہا: وہ ہمارا دشمن ہے، عذاب، شدت اور زمین میں دھنسانا وہی اتارتا ہے اور پہلے بھی کئی مرتبہ ہم سے دشمنی کر چکا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس حضرت میکائیل علیہ السلام آتے تو ہم آپ پر ایمان لے آتے۔ یہودیوں کی یہ بات سراسر جہالت تھی کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام تو جو چیز بھی لائے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی تو حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی تھی۔

آیت 98 اللہ تعالیٰ کے رسولوں، نبیوں، فرشتوں، خصوصاً حضرت جبریل اور میکائیل علیہم السلام اور فرشتوں سے دشمنی کفر اور غضب الٰہی کا سبب ہے اور خدا کے نیک، پیارے بندوں سے دشمنی خدا عزوجل سے دشمنی کرنا ہے۔ **اہم بات:** ایک فرشتے سے عداوت سارے فرشتوں سے عداوت ہے، یہی حال انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم سے عداوت رکھنے کا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے، اسے میں نے لڑائی کا اعلان کر دیا۔ (بخاری، حدیث:6502)

آیت 99 فرمایا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ہم نے آپ کی طرف روشن آیتیں نازل فرمائی ہیں جن میں حلال، حرام اور حدود وغیرہ کے احکام واضح اور تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں اور ان آیتوں کا انکار وہی کرتا ہے جو ہمارے احکامات کی اطاعت نہیں کرتا۔ اہم بات: یہاں آیت میں فاسقوں سے مراد کافر اور منافق ہیں۔

آیت 100 جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہودیوں کو اللہ تعالیٰ کے وہ عہد یاد دلائے جو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کے متعلق تھے تو مالک بن صیف نے کہا: خدا کی قسم! آپ کے بارے میں ہم سے کوئی عہد نہیں لیا گیا۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ یہودیوں نے جب کبھی کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک گروہ نے اس عہد کو ویسے ہی پیٹھ پیچھے پھینک دیا بلکہ ان میں سے اکثر یہودیوں کو تورات پر ایمان ہی نہیں۔

آیت 101 یہاں رسول سے مراد سرکار دو عالم، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تورات، زبور وغیرہ

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ

جو ان کی کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہے تو اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے یوں پھینک دیا

كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ

گویا وہ کچھ جانتے ہی نہیں ہیں ○ اور یہ سلیمان کے عہد حکومت میں اس جادو کے پیچھے پڑ گئے جو شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کفر نہ کیا

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ

بلکہ شیطان کافر ہوئے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور (یہ تو اس جادو کے پیچھے بھی پڑ گئے تھے) جو بابل شہر میں دو فرشتوں ہاروت و

هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ

ماروت پر اتارا گیا تھا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو صرف (لوگوں کا) امتحان ہیں تو (اے لوگو!) تم اپنا ایمان ضائع نہ کرو۔

کی تصدیق فرماتے تھے اور خود ان کی کتابوں میں بھی حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت اور اوصاف و احوال کا بیان تھا اس لیے یہ آمد ان کتابوں کی تصدیق ہے، لہٰذا اس بات کا تقاضا تو یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد پر اہل کتاب کا ایمان اپنی کتابوں کے ساتھ اور زیادہ پختہ ہوتا مگر اس کے برعکس انہوں نے اپنی کتابوں کے ساتھ بھی کفر کیا اور ان سے ایسے بے رخی کی جیسے وہ کچھ جانتے ہی نہ ہوں۔ درس: (1) یہودی تورات کی بہت تعظیم کرتے تھے مگر تورات کے حکم پر عمل نہ کیا اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان نہ لائے تو گویا اسے پس پشت ڈال دیا۔ قرآن مجید کے تعلق سے فی زمانہ مسلمانوں کو بھی اپنے طرز عمل پر غور کرنے کی حاجت ہے کہ عمل کی دنیا میں قرآن ہمارا امام و پیشوا ہے یا پیٹھ پیچھے چھوڑا ہوا ہے؟ (2) قرآن شریف کی طرف پیٹھ نہیں کرنی چاہیے کہ یہ بے رخی اور بے توجہی کی علامت ہے۔

آیت 102 اس آیت مبارکہ میں چند باتیں بیان ہوئی ہیں: (1) حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل جادو سیکھنے میں مشغول ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے انہیں اس سے روکا اور ان کی کتابیں لے کر دفن کر دیں۔ آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد شیاطین نے وہ کتابیں نکال کر لوگوں سے کہا: حضرت سلیمان علیہ السلام اسی کے زور سے سلطنت کرتے تھے۔ بنی اسرائیل کے نیک لوگوں اور علماء نے تو اس کا انکار کیا لیکن یہودیوں کی ایک بڑی تعداد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جادوگر مان لیا اور یوں معاذ اللہ ان کو کافر مانا اور ملامت شروع کر دی۔ ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے تک یہی حال رہا اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے حضرت سلیمان علیہ السلام کی جادو سے براءت کا اظہار فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں بنی اسرائیل کتاب الٰہی چھوڑ کر اس جادو کے پیچھے پڑ گئے تھے جو جادو کی کتابوں سے شیاطین پڑھا کرتے تھے اور جادو سیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ جادو سیکھ کر اور اس پر عمل کر کے وہ شیطان کافر ہوئے جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ (2) بنی اسرائیل اس جادو کے بھی پیچھے پڑ گئے تھے جو بابل شہر میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی آزمائش کے لیے اتارا

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ
وہ لوگ ان فرشتوں سے ایسا جادو سیکھتے جس کے ذریعے مرد اور اس کی بیوی میں جدائی ڈال دیں حالانکہ وہ اس کے ذریعے کسی کو
مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا
اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور یہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو انہیں نقصان دے اور انہیں نفع نہ دے اور یقیناً انہیں معلوم ہے
لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا
کہ جس نے یہ سودا لیا ہے آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور انہوں نے اپنی جانوں کا کتنا برا سودا کیا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا
يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع
اگر یہ جانتے ○ اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے، اگر یہ جانتے ○

گیا تھا۔ ان کے پاس جو شخص جادو سیکھنے آتا تو یہ سکھانے سے پہلے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرماتے: ہم تو آزمائش کے لئے مقرر ہوئے ہیں، لہٰذا جادو سیکھ کر، اس پر عمل کر کے اور اسے جائز و حلال سمجھ کر اپنا ایمان ضائع نہ کرو۔ اگر وہ سیکھنے کے لئے آنے والا شخص ان کی بات نہ مانتا تو یہ اسے جادو سکھا دیتے۔ (3) نصیحت کرنے کے باوجود لوگ ان فرشتوں سے ایسا جادو سیکھتے تھے جس پر عمل کر کے وہ میاں بیوی میں جدائی ڈال سکیں لیکن بہر حال موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ اس کے حکم کے بغیر کسی کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ (4) جس نے کتاب الٰہی کی بجائے جادو پر عمل کرنا اختیار کیا اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور انہوں نے آخرت کے بدلے جادوگری کو منتخب کر کے اپنی جانوں کا کتنا برا سودا کیا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ جادوگروں کو پہنچنے والے عذاب کی حقیقت جانتے تو کسی صورت جادو نہ سیکھتے۔ اہم باتیں: (1) پیغمبروں سے دشمنوں کے الزام دور کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جیسا کہ لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر جادوگری کی تہمت لگائی اور اللہ تعالیٰ نے اس تہمت کو دور فرمایا۔ (2) ہاروت، ماروت دو فرشتے ہیں جنہیں بنی اسرائیل کی آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ ان کے بارے میں غلط قصے بہت مشہور ہیں اور وہ سب باطل ہیں۔ (3) فرشتے تمام گناہوں سے معصوم ہیں۔ (4) جادو کی ایک تعریف یہ ہے کہ کسی شریر اور بدکار شخص کا مخصوص عمل کے ذریعے عام عادت کے خلاف کوئی کام کرنا جادو کہلاتا ہے۔ (شرح المقاصد، 3/332) (5) جادو میں ایمان کے خلاف کلمات اور افعال ہوں تو کفر ہے اور اگر کفریہ کلمات و افعال نہ ہوں تو عمومی طور پر حرام ہے۔ (6) موثرِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور اسباب کی تاثیر اللہ تعالیٰ کی مشیت یعنی چاہنے کے تحت ہے۔ یعنی اللہ عزوجل چاہے تو ہی کوئی شے اثر کر سکتی ہے ورنہ نہیں۔ جب جادو میں نقصان کی تاثیر ہے تو قرآنی آیات میں ضرور شفا کی تاثیر ہے۔ یونہی جب کفار جادو سے نقصان پہنچا سکتے ہیں تو خدا کے بندے بھی کرامت کے ذریعے نفع پہنچا سکتے ہیں۔

آیت 103 فرمایا کہ اگر سابقہ زمانے کے یہودی جادو کی بجائے ایمان و تقویٰ کی روش اختیار کرتے اور زمانہ نبوی کے مخاطب یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن پر ایمان لاتے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کا ثواب ان کے لیے بہت اچھا ہوتا کیونکہ آخرت کی تھوڑی سی نعمت دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت سے اعلیٰ ہے، اگر یہ اس حقیقت کو جانتے تو کبھی بھی آخرت پر جادو کو ترجیح نہ دیتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔○

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ

(اے مسلمانو!) نہ تو اہلِ کتاب کے کافر چاہتے ہیں اور نہ ہی مشرک کہ تمہارے اوپر تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی

رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ

اتاری جائے حالانکہ اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص فرمالیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔○ جب ہم کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں

آیت 104 **شانِ نزول:** جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کچھ تعلیم و تلقین فرماتے تو وہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کیا کرتے۔ ”رَاعِنَا یَارَسُوْلَ اللہ“ اس کے یہ معنی تھے کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ہمارے حال کی رعایت فرمائیے یعنی کلامِ اقدس کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے۔ یہودیوں کی لغت میں یہ کلمہ بے ادبی کا معنی رکھتا تھا اور انہوں نے اسی بری نیت سے کہنا شروع کردیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ یہودیوں کی اصطلاح سے واقف تھے۔ ایک دن یہ کلمہ ان کی زبان سے سن کر آپ نے فرمایا: اے دشمنانِ خدا! تم پر اللہ کی لعنت، اگر میں نے اب کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ یہودیوں نے کہا: ہم پر تو آپ برہم ہوتے ہیں جبکہ مسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں، اس پر آپ رنجیدہ ہو کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں ”رَاعِنَا“ کہنے کی ممانعت فرمادی گئی اور اس معنی کا دوسرا لفظ ”اُنْظُرْنَا“ کہنے کا حکم ہوا اور یہ تاکید بھی کردی کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کلام فرمانے کے وقت ہمہ تن گوش ہو جاؤ تاکہ یہ عرض کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم توجہ فرمائیں کیونکہ دربارِ نبوت کا یہی ادب ہے اور جو یہودی سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین اور ان کے بارے میں بے ادبی والے الفاظ استعمال کررہے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ **اہم باتیں:** (1) انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم و توقیر اور ان کی جناب میں ادب کا لحاظ کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترکِ ادب کا معمولی سا بھی اندیشہ ہو وہ زبان پر لانا ممنوع ہے۔ (2) انبیاء کرام علیہم السلام کی جناب میں بے ادبی کفر ہے۔

آیت 105 **شانِ نزول:** بعض یہودی مسلمانوں کے ساتھ دوستی کا اظہار کرتے تھے۔ اس پر مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا کہ اہلِ کتاب اور مشرکین اپنی خیر خواہی کے دعوے میں جھوٹے ہیں، تم سے حسد کی وجہ سے دونوں ہی یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے اوپر تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی اتاری جائے اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا انکار بھی رحمتِ خداوندی پر حسد کی وجہ سے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص فرمالیتا ہے اور خداوندِ کریم نے نبوت اور ختمِ نبوت کے ساتھ اپنے نبی پر اپنا فضل فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

آیت 106 قرآن کریم نے گزشتہ شریعتوں اور کتابوں کو منسوخ فرمایا تو کفار نے اس پر اعتراضات کئے، اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل

أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ أَوْ مِثْلِهَا ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

یا لوگوں کو بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی اور آیت لے آتے ہیں۔ (اے مخاطب!) کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ ہر شے پر قادر

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِ

کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ کے مقابلے میں تمہارا نہ کوئی حمایتی

وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١٠٧﴾ أَمْ تُرِيْدُوْنَ أَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۗ وَمَنْ

اور نہ ہی مددگار۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اپنے رسول سے ویسے ہی سوال کرو جیسے اس سے پہلے موسیٰ سے کئے گئے اور

يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٠٨﴾ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ

ایمان کے بدلے کفر اختیار کرے تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ اہل کتاب میں سے بہت سے لوگوں

ہوئی اور بتایا گیا کہ منسوخ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ناسخ بھی، دونوں عین حکمت ہیں اور ناسخ کبھی منسوخ سے زیادہ آسان اور نفع بخش ہوتا ہے لہٰذا جو خدا کی قدرت اور اختیارات کو جانتا اور مانتا ہے، اسے اس میں تردد کی کوئی گنجائش نہیں۔ اہم باتیں: (1) نسخ کا معنی ہے: سابقہ حکم کو کسی بعد والی دلیل شرعی سے اٹھا دینا۔ (2) نسخ درحقیقت سابقہ حکم کی مدت کا بیان ہوتا ہے کہ وہ حکم اس مدت کے لئے تھا اور اب وہ مدت پوری ہوگئی۔ صرف یہ تھا کہ ہمیں وہ مدت معلوم نہ تھی اور ناسخ کے آنے سے معلوم ہوگئی۔

آیت 107 اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ اپنے ملک میں جو چاہے جب چاہے قانون جاری کرے، جب کائنات میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، دن جاتا ہے رات آتی ہے اور سارے جہان میں ہر طرح تبدیلی ہوتی رہتی ہے تو شرعی قانون میں بھی تبدیلی ہو سکتی ہے اور یہ تبدیلی مخلوق کی مصلحت کی وجہ سے ہے۔ خدا کے تمام احکام اور اختیارات ماننے میں ہی نجات ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔

آیت 108 یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ بھی ہمارے پاس ایک ہی مرتبہ سارا قرآن لے آئیں یا بعض نے کہا کہ ہم تب تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے نہیں لے آتے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ کفارِ مکہ نے ہی دونوں مطالبے کئے یا کہا کہ کوہِ صفا کو سونے کا بنا دیں۔ ان کے جواب میں فرمایا گیا کہ تم بھی اپنے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح فضول سوال کر رہے ہو جس طرح ان سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا کہ ہمیں اعلانیہ خدا دکھا دو، حالانکہ آیاتِ قرآنیہ کے نزول کے بعد دوسری نشانیوں کا مطالبہ کرنا سیدھے راستے بھٹکنا ہے۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا درست ہونا دلائل اور معجزات سے ثابت ہو چکا تو پھر ایسے لایعنی سوال کیوں کر رہے ہو؟ درس: کسی صحیح مقصد کے بغیر اور فضول سوال کرنا ممنوع ہے۔

آیت 109 تورات میں اسلام کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان خوب ظاہر ہونے کے باوجود یہودی اپنے دلی

لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

اس کے بعد کہ ان پر حق خوب ظاہر ہو چکا ہے اپنے دلی حسد کی وجہ سے یہ چاہا کہ کاش وہ تمہیں ایمان کے بعد کفر کی طرف

لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝١٠٩ وَ

پھیر دیں۔ تو تم (انہیں) چھوڑ دو اور (ان سے) درگزر کرتے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۝ اور

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اپنی جانوں کے لئے جو بھلائی تم آگے بھیجو گے اسے اللہ کے یہاں پاؤ گے

اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝١١٠ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ

بیشک اللہ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے ۝ اور اہلِ کتاب نے کہا: ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگا مگر وہی جو یہودی ہو یا عیسائی۔

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝١١١ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ

یہ ان کی من گھڑت تمنائیں ہیں۔ تم فرما دو: اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ ۝ ہاں کیوں نہیں؟ جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا

حسد کی وجہ سے یہ چاہتے اور مختلف انداز میں کوشش کرتے رہتے تھے کہ مسلمانوں کو ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں۔ اس پر فرمایا کہ جہاد کا حکم آنے سے پہلے تم انہیں کچھ نہ کہو اور ان کی حرکتوں سے درگزر کرتے رہو۔ آج بھی کفار کی سازشیں جاری ہیں۔ مسلمانوں کو دین سے پھیرنا، علماء کو بدنام کرنا اور اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑانے کا کلچر پیدا کرنا انہی سازشوں کی مختلف صورتیں ہیں۔

اہم بات: کفار کے ساتھ جنگ نہ کرنے اور صرف نرمی کرنے کی تمام آیات کا یہ حکم ہے کہ وہ جہاد کی آیتوں سے منسوخ ہیں جیسا اس حکم کے آخر میں خود فرما دیا ”یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے“ اور وہ حکم جہاد و قتال کا ہے۔

آیت 110 یہاں مسلمانوں کو اپنی اصلاحِ نفس کا حکم دیا جارہا ہے کہ تمام حقوق و شرائط کے ساتھ نماز قائم رکھو اور اپنے مالوں میں فرض ہونے والی زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور تم اپنی جانوں کی بھلائی کے لیے جو کچھ اپنی آخرت کے لئے آگے بھیجو گے تو اس کا ثواب و جزا اللہ تعالیٰ کے پاس پاؤ گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے۔ درس: آدمی کسی بھی دینی یا دنیوی اہم کام میں مصروف ہو اسے اپنے نفس کی اصلاح سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ عین حالتِ جہاد میں بھی نمازِ خوف کا حکم موجود ہے۔

آیت 111 یہودی مسلمانوں سے کہتے تھے کہ جنت میں صرف یہودی جائیں گے اور عیسائی کہتے تھے کہ صرف وہی داخلِ جنت ہوں گے۔ یہ گفتگو مسلمانوں کو بہکانے کے لئے تھی، ان کی تردید میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی کہ یہ بات ان کی اپنی من گھڑت تمنا تو ہو سکتی ہے، خدا کا وعدہ نہیں۔ اگر یہ لوگ سچے ہیں تو اپنی اس بات پر کوئی دلیل لائیں۔

آیت 112 یہودیوں اور عیسائیوں کے جواب میں فرمایا گیا کہ ان کے علاوہ کوئی جنت میں کیوں داخل نہیں ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ جو بھی ایمان صحیح اور عمل صالح لے کر آئے گا تو جنت کی صورت میں اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ

وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع

اور وہ نیکی کرنے والا بھی ہو تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ

اور یہودیوں نے کہا: عیسائی کسی شے پر نہیں اور عیسائیوں نے کہا: یہودی کسی شے پر نہیں

وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ

حالانکہ یہ کتاب پڑھتے ہیں اسی طرح جاہلوں نے ان (پہلوں) جیسی بات کہی تو اللہ قیامت کے دن ان میں اس بات کا فیصلہ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ

کردے گا جس میں یہ جھگڑ رہے ہیں ○ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں

کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اہم بات: جنت میں داخلے کا حقیقی معیار ایمانِ صحیح اور عملِ صالح ہے اور کسی بھی زمانے اور کسی بھی نسل و قوم کا آدمی اگر صحیح ایمان و عمل رکھتا ہے تو وہ جنت میں جائے گا، البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد آپ کی نبوت نہ ماننے والے کا ایمان قطعاً صحیح نہیں ہو سکتا۔

آیت 113 ایک بار نجران کے عیسائی اور مدینہ منورہ کے یہودی علماء بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں حاضر تھے، یہودی کہنے لگے کہ عیسائیوں کا دین کچھ نہیں اور عیسائی کہنے لگے کہ یہودیوں کا دین کچھ نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ علم ہونے کے باوجود یہودیوں اور عیسائیوں نے ایسی جاہلانہ گفتگو کی حالانکہ انجیل میں تورات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق ہے اور تورات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق ہے۔ مزید فرمایا کہ اہلِ کتاب کے علماء کی طرح عرب کے مشرکوں اور آتش پرستوں نے بھی ہر دین کو جھٹلانا شروع کردیا اور کہنے لگے کہ دین کچھ نہیں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان میں دین کی اس بات کا فیصلہ کردے گا جس میں یہ جھگڑ رہے ہیں۔

آیت 114 ایک قول یہ ہے کہ روم کے عیسائیوں نے یہودیوں پر حملہ کرکے ان کے جنگجو مردوں کو قتل کردیا، ان کے بیوی بچے قید کرلیے، تورات جلادی، بیت المقدس کو ویران کردیا، یوں بیت المقدس خلافتِ فاروقی تک اسی ویرانی میں رہا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت ان مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے ابتدائے اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے روکا اور صلح حدیبیہ کے وقت اس میں نماز و حج سے منع کیا تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں نماز و تسبیح وغیرہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے روکے اور ان مسجدوں کو منہدم کرکے یا لوگوں کو ان میں داخل ہونے سے روک کر انہیں ویران کرنے کی کوشش کرے، ان لوگوں کے لیے یہی مناسب تھا کہ مسجدوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے داخل ہوں، ان کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں نارِ جہنم کا بڑا عذاب ہے۔ اہم باتیں: (1) ذکر میں نماز، خطبہ، تسبیح، وعظ، نعت شریف اور صالحین کے حالات کا بیان سب داخل ہیں۔ (2) مسجد کو کسی بھی طرح ویران کرنے والا ظالم ہے۔ بلاوجہ لوگوں کو مسجد میں آنے سے روکے یا مسجد کی تعمیر سے روکے۔

فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ

اللہ کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ انہیں مسجدوں میں داخل ہونا مناسب نہ تھا مگر ڈرتے ہوئے۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ

ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ اور مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ

تو تم جدھر منہ کرو ادھر ہی اللہ کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے۔ بیشک اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ اور مشرکوں نے کہا: اللہ نے اپنے لئے اولاد

وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

بنا رکھی ہے، وہ پاک ذات ہے بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کی ملکیت میں ہے۔ سب اس کے حضور گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ

(وہ) بغیر کسی سابقہ مثال کے آسمانوں اور زمین کو نیا پیدا کرنے والا ہے اور جب وہ کسی کام (کو وجود میں لانے) کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے صرف یہ فرماتا ہے

آیت 115 **شانِ نزول:** اس آیت کے کئی شانِ نزول ہیں، ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تاریک رات میں سفر میں تھے، قبلہ کی سمت معلوم نہ ہو سکی، ہر شخص نے جس طرف اس کا دل جما، نماز پڑھ لی، صبح کو بارگاہِ رسالت میں صورتِ حال عرض کی تو یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا: مشرق و مغرب ہر سمت کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے تو تم نماز میں جدھر منہ کرو ادھر ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے، بیشک اللہ تعالیٰ وسعت والا علم والا ہے۔ **اہم بات:** قبلہ کی سمت معلوم نہ ہو سکے تو جس طرف دل جمے کہ خانہ کعبہ اسی سمت ہو گا تو اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ خانہ کعبہ ہی قبلہ ہے، آیت میں جس اجازت کا ذکر ہے وہ مخصوص صورتوں میں ہے۔

آیت 116 **شانِ نزول:** عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا جبکہ مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ ان سب کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو، اس کی شان تو یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا وہی خالق و مالک ہے اور ملکیت ہونا اولاد ہونے کے منافی ہے نیز اولاد حقیقت میں ماں باپ کا جز ہوتی ہے اور آدمی اپنے جز کا مالک نہیں ہوتا، لہٰذا جب آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے تو اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟

آیت 117 یہاں اس آیت سے متعلق دو باتیں ملاحظہ ہوں: (1) بدیع کا معنی ہے کسی چیز کو بغیر کسی سابقہ مثال کے نئے طور پر بنانے والا۔ اللہ تعالیٰ کے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پہلے نہ کوئی آسمان تھا اور نہ زمین تو اللہ تعالیٰ نئے طور پر اسے عدم سے وجود میں لایا۔ (2) فیصلہ فرمانے سے مراد ارادہ کرنا ہے، اور اس آیت سے اصل مراد یہ ہے کہ ایسا ہونا ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی شے کا ارادہ فرمائے اور وہ نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ قطعی طور پر نافذ ہوتا ہے اور کسی شے کو وجود میں لانے کے لئے اللہ تعالیٰ کو انسانوں کی طرح

كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿١١٧﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ

کہ "ہو جا" تو وہ فوراً ہو جاتا ہے ○ اور جاہلوں نے کہا: اللہ ہم سے کیوں نہیں کلام کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آجاتی

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ

ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسی ہی بات کہی تھی تو ان کے دل آپس میں ایک جیسے ہو گئے۔ بیشک ہم نے یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں کھول کر

لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿١١٨﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ

بیان کر دیں ○ اے حبیب! بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈر کی خبریں دینے والا بنا کر بھیجا اور آپ سے جہنمیوں کے

اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿١١٩﴾ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ

بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا ○ اور یہودی اور عیسائی ہرگز آپ سے راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کی پیروی نہ کر لیں

محنت و مشقت کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا اس چیز کے وجود کا ارادہ فرما لینا ہی کافی ہے۔

آیت 118 یہودیوں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: اگر آپ اپنے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو خدا سے کہیے کہ وہ ہم سے کلام کرے تاکہ ہم خود اس کا فرمان سن لیں۔ ان کے مطالبے پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان سے پہلے یہودیوں نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسی ہی بات کہی تھی۔ آیت کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ یہ مطالبہ مشرکین مکہ نے کیا تھا اس پر فرمایا گیا کہ ان مشرکوں سے پہلے کفار نے بھی اپنے رسولوں سے ایسی ہی بات کہی تھی۔ یہ ان کفار کا کمال تکبر اور نہایت سرکشی تھی کہ انہوں نے اپنے آپ کو انبیاء کرام علیہم السلام اور فرشتوں کے برابر سمجھا۔ **اہم باتیں:** (1) یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے اقوال کا گزشتہ منکرین کے اقوال کے مطابق ہونا ان کے دلوں کی سختی اور کفر کے ایک دوسرے سے مشابہ ہونے کی علامت ہے۔ (2) کفار کے معاشرت، لباس اور وضع قطع میں بھی مشابہت منع ہے کہ ظاہر، باطن کی علامت ہے اور ظاہر کا باطن پر اثر ہوتا ہے۔ حدیث میں فرمایا: جو جس قوم سے مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے۔

آیت 119 حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کی خوشخبری اور جہنم سے ڈرانے کی خبریں دینے والے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ کے باوجود اگر کوئی ایمان نہ لاکر جہنم کی راہ پر چلتا ہے تو اس کے بارے میں آپ سے سوال نہ ہوگا کہ وہ کیوں ایمان نہیں لایا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا فرض تبلیغ پورے طور پر ادا فرما دیا۔

آیت 120 فرمایا جا رہا ہے کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یہودی اور عیسائی ہرگز آپ سے راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کی پیروی نہ کر لیں اور یقیناً یہ بات ناممکن ہے کہ آپ ان کے دین کی پیروی کریں کیونکہ وہ باطل ہیں۔ ان کے مقابلے میں آپ جواب دیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے جو اس نے مجھے عطا فرما رکھی ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے امت سے فرمایا کہ حق و ہدایت آنے کے بعد تم ہرگز کفار کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا، اگر ایسا کیا تو تمہیں عذاب الٰہی سے

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ

تم فرمادو: اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے اور (اے مخاطب!) اگر تیرے پاس علم آجانے کے بعد بھی تو ان کی خواہشات کی پیروی کرے گا

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ

تو تجھے اللہ سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ کوئی مددگار ہوگا○ وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے تو وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا

تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ

تلاوت کرنے کا حق ہے یہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کا انکار کریں تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں○ اے یعقوب کی اولاد!

اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا یَوْمًا

میرا احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کیا اور وہ جو میں نے اس زمانہ کے سب لوگوں پر تمہیں فضیلت عطا فرمائی○ اور اس دن سے ڈرو

بچانے والا کوئی نہیں۔ **اہم بات:** کفار بحیثیت مجموعی مسلمانوں سے کبھی راضی نہیں ہوسکتے اگرچہ ظاہری طور پر کبھی حالات مختلف ہو جائیں۔ افسوس کہ ہزاروں تجربات کے بعد بھی مسلمان سبق نہیں سیکھتے۔ مسلمان ممالک کے ساتھ پچھلے دو سو سال سے کیا کچھ ہو رہا ہے، یہ سب اس آیت کا مفہوم سمجھانے کے لئے کافی ہے۔

آیت 121 **شانِ نزول:** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی جو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تھے، ان کی تعداد چالیس تھی، بتیس اہل حبشہ اور آٹھ شامی راہب تھے، ان میں بحیرا راہب بھی تھے جنہوں نے بچپن میں سفر شام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پہچانا تھا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت میں تورات شریف پر ایمان لانے والے وہی ہیں جو اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے، تحریف و تبدیلی کے بغیر پڑھتے، اس کے معنی کو سمجھتے، مانتے اور اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت وصفت دیکھ کر آپ پر ایمان لاتے ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا انکار کرتے ہیں وہ تورات پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی لوگ حقیقت میں نقصان اٹھانے والے ہیں کہ روزِ قیامت ہمیشہ کے لیے نارِ جہنم میں داخل ہوں گے۔ **اہم بات:** کتاب اللہ کے بہت سے حقوق بھی ہیں، قرآن کا حق یہ ہے کہ اس کی تعظیم، اس سے محبت اور اس کی تلاوت کی جائے، اسے سمجھا، اس پر ایمان رکھا، اس پر عمل کیا اور اسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔

آیت 122 یہاں سے ایک بار پھر بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائی جارہی ہیں کہ تم پر بے شمار انعام فرمائے اور تمہیں اپنے زمانے میں تمام لوگوں پر فضیلت دی۔ ان نعمتوں کا شکر ادا کرو اور خدا کے حکم کی اطاعت کرو اور آخری نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانا بھی اسی کا حکم ہے۔

آیت 123 یہاں بنیادی طور پر ان یہودیوں کو تنبیہ ہے جو کہتے تھے: ہمارے باپ دادا بڑے بزرگ تھے وہ ہمیں شفاعت کرکے چھڑا لیں گے۔ انہیں فرمایا جارہا ہے کہ شفاعت کافر کے لیے نہیں ہے۔ گویا یہاں کافر کا بیان ہے کہ کافر کی طرف سے کوئی بدلہ نہ بنے گا اور نہ اس

لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ

جب کوئی جان کسی دوسری جان کی طرف سے کوئی بدلہ نہ دے گی اور نہ اس سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ کافر کو سفارش نفع دے

وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ

اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی ۞ اور یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں کے ذریعے آزمایا تو اس نے انہیں پورا کر دیا (اللہ نے) فرمایا

اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾

میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ (ابراہیم نے) عرض کی اور میری اولاد میں سے بھی۔ فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ؕ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَ عَهِدْنَاۤ

اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا اور (اے مسلمانو!) تم ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے

اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْعٰكِفِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾

ابراہیم و اسماعیل کو تاکید فرمائی کہ میرا گھر طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے خوب پاک صاف رکھو

سے کوئی معاوضہ لے کر اسے چھوڑا جائے گا اور نہ کوئی اس کی شفاعت کرے گا اور بالفرض اگر کوئی کرے تو کافر کے حق میں نہ تو شفاعت قبول کی جائے گی اور نہ ہی اس کی مدد کی جائے گی۔ اہم بات: مسلمانوں کی شفاعت بھی ہوگی جیسے قرآن پاک میں آیت الکرسی میں ہے۔

آیت 124 یہودی، عیسائی اور مشرکین عرب سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فضل و شرف کے معترف اور آپ کی نسل میں ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے وہ حالات بیان فرمائے ہیں جن سے ان سب پر اسلام قبول کرنا لازم ہو جاتا ہے کیونکہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام پر واجب کیں وہ اسلام کی خصوصیات میں سے ہیں۔ یہاں اس آیت سے متعلق چند باتیں ملاحظہ ہوں (1) "ابتلاء" یعنی آزمائش سے آدمی کے کھرے کھوٹے ہونے کا اظہار کیا جاتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کچھ شرعی احکام لازم کئے اور مزید راہ خدا میں آپ علیہ السلام کی ہجرت، بیوی بچوں کا بیابان میں تنہا چھوڑنا اور فرزند کی قربانی وغیرہ بھی اس آزمائش میں شامل ہیں۔ (3) آپ علیہ السلام تمام امتحانوں میں پورا اترے اور اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو لوگوں کا دینی پیشوا بنا دیا۔ (4) یہاں امامت سے مراد نبوت نہیں کیونکہ نبوت تو پہلے ہی مل چکی تھی بلکہ اس سے مراد دینی پیشوائی ہے۔ (5) مقام امامت عطا ہونے پر آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی نسل کے لئے بھی اس مقام کی عرض کی۔ اس پر فرمایا گیا کہ آپ کی نسل میں سے جو ظالم ہوں گے وہ امامت کا منصب نہ پائیں گے۔

آیت 125 یہاں اس آیت سے متعلق چند باتیں ملاحظہ ہوں (1) بیت سے کعبہ شریف مراد ہے اور اس میں تمام حرم شریف داخل ہے۔ (2) "مَثَابَة" سے مراد بار بار لوٹنے کی جگہ ہے۔ یہاں مسلمان بار بار لوٹ کر حج و عمرہ و زیارت کے لئے جاتے ہیں اور جو نہ جاسکے وہ اس کی تمنا ضرور کرتے ہیں۔ (3) امن بنانے سے یہ مراد ہے کہ حرم کعبہ میں قتل و غارت حرام ہے بلکہ وہاں شکار تک کو

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ

اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی: اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنادے اور اس میں رہنے والے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان

مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ

رکھتے ہوں انہیں مختلف پھلوں کا رزق عطا فرما۔ (اللہ نے) فرمایا: اور جو کافر ہو تو میں اسے بھی تھوڑی سی مدت کے لئے نفع اٹھانے دوں گا پھر اسے دوزخ کے

اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٢٦﴾ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ

عذاب کی طرف مجبور کردوں گا اور وہ پلٹنے کی بہت بری جگہ ہے ○ اور جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر کی بنیادیں بلند کر رہے تھے (یہ دعا

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٢٧﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ

کرتے ہوئے) اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے ○ اے ہمارے رب اور ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار رکھ

امن ہے۔ (4) مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ فرمائی۔ اس میں آپ کے قدم مبارک کا نشان تھا اور اسے نماز کا مقام بنانا مستحب ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس نماز سے طواف کے بعد پڑھی جانے والی دو واجب رکعتیں مراد ہیں۔ درس: (1) خانہ کعبہ اور مسجدِ حرام شریف کو حاجیوں، عمرہ کرنے والوں، طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور نمازیوں کیلئے پاک وصاف رکھا جائے، یہی حکم دیگر مسجدوں کو پاک وصاف رکھنے کا ہے، وہاں گندگی اور بدبودار چیز نہ لائی جائے، یہ سنتِ انبیاء ہے۔ (2) مقامِ ابراہیم ایک پتھر ہے اور جب پتھر نبی علیہ السلام کی نسبت سے عظمت والا ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام، اہلِ بیت اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم کی عظمت کا کیا کہنا۔

آیت 126 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے بعد ایک دعا یہ بھی مانگی: اے میرے رب! اس شہر مکہ کو امن والا بنادے اور اس میں رہنے والے اہل ایمان کو مختلف پھلوں کا رزق عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا، دعا قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا: رزق سب کو دیا جائے گا خواہ وہ مومن ہو یا کافر، البتہ جو کافر ہو گا اسے صرف دنیوی زندگی میں رزق ملے گا، پھر قیامت کے دن اسے عذاب جہنم کی طرف مجبور کر دیا جائے گا اور جہنم پلٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔ اہم بات: (1) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل حرم کے لئے رزق کی فراوانی کی دعا مانگی تھی، اس دعا کی قبولیت ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے کہ دنیا بھر کے پھل اور کھانے یہاں بکثرت ملتے ہیں۔

آیت 127 پہلی مرتبہ خانہ کعبہ کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام نے رکھی اور طوفانِ نوح کے بعد پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی بنیاد پر تعمیر فرمایا۔ یہ تعمیر خاص آپ علیہ السلام کے دستِ مبارک سے ہوئی، اس کے لیے پتھر اٹھا کر لانے کی سعادت حضرت اسماعیل علیہ السلام کو میسر ہوئی، دونوں حضرات نے اس وقت یہ دعا کی کہ یارب! عزوجل، ہماری یہ طاعت وخدمت قبول فرما، بیشک تو ہی ہماری دعا سننے والا اور ہمارا عمل جاننے والا ہے۔ درس: اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کی تعمیر نہایت اعلیٰ عبادت اور سنتِ انبیاء ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مسجد نبوی شریف کی تعمیر میں بذاتِ خود حصہ لیا تھا۔ (بخاری، حدیث: 3906)

آیت 128 اس دعا کی چند باتیں ملاحظہ ہوں: (1) حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور مخلص بندے تھے پھر

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا

اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسی امت بنا جو تیری فرمانبردار ہو اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے دکھادے اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما

اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ

بیشک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ۝ اے ہمارے رب! اور ان کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیتیں

اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ وَمَنْ

تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب پاکیزہ فرمادے۔ بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے ۝

بھی یہ دعا اس لیے مانگ رہے ہیں کہ مزید اطاعت، عبادت، اخلاص اور کمال نصیب ہو، سبحان اللہ۔ (2) حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام معصوم ہیں، آپ کی طرف سے توبہ، تواضع یعنی عاجزی ہے اور اس میں اللہ والوں کے لیے تعلیم ہے کہ وہ گناہوں سے بچنے کے باوجود بارگاہِ الٰہی میں توبہ و استغفار کرتے رہیں۔ درس: عبادت کے طریقے سیکھنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اس کے لیے دعا بھی کرنی چاہیے اور کوشش بھی۔ بغیر طریقہ سیکھے عبادت کرنا اکثر عبادت ضائع کر دیتا ہے۔

آیت 129 حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی یہ دعا ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لیے تھی۔ تعمیر کعبہ کی عظیم خدمت بجالانے اور توبہ و استغفار کرنے کے بعد حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے یہ دعا کی: یارب! عزوجل، رسول عظیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ہماری نسل میں ظاہر فرما اور یہ شرف ہمیں عنایت فرما۔ یہ دعا قبول ہوئی اور ان دونوں بزرگوں کی نسل میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی۔ اہم باتیں: (1) کتاب سے مراد قرآن پاک اور اس کی تعلیم سے اس کے حقائق و معانی سکھانا مراد ہے۔ (2) حکمت میں سنت، احکام شریعت اور اسرار وغیرہ سب داخل ہیں۔ (3) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں قبول ہوئیں۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم صاحبِ کتاب ہوئے، آیات کی تلاوت فرمائی، امت کو کتاب اللہ سکھائی، حکمت عطا فرمائی، ان کے نفسوں کا تزکیہ کیا، اسرارِ الٰہی پر مطلع کیا۔ (4) ستھرا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ نفس کو گناہوں کی آلودگیوں، شہوات و خواہشات کی آلائشوں اور ارواح کی کدورتوں سے پاک و صاف کر کے آئینہ دل کو تجلیات و انوارِ الٰہیہ دیکھنے کے قابل کر دے تا کہ اسرارِ الٰہی اور انوار باری تعالیٰ اس میں جلوہ گر ہو سکیں۔ تمام غوث، قطب، ابدال، اولیاء، اصفیاء، صوفیاء، فقہاء اور علماء کا تزکیہ اسی مقدس بارگاہ سے ہوتا ہے۔ (5) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان بہت بلند ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جن کو کتاب و حکمت سکھائی اور جنہیں پاک و صاف کیا ان کے اولین مصداق صحابہ ہی تو تھے۔

آیت 130 علماء یہود میں سے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد اپنے دو بھتیجوں مہاجر و سلمہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو سلمہ ایمان لے آئے اور مہاجر نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود اس رسول معظم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مبعوث ہونے کی دعا فرمائی تو جو ان کے دین سے پھرے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین سے پھر گیا۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چن لیا یعنی آپ کو اپنا رسول اور خلیل بنایا اور آپ

يَرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ

ابراہیم کے دین سے وہی منہ پھیرے گا جس نے خود کو احمق بنا رکھا ہو اور بیشک ہم نے اسے دنیا میں چن لیا اور بیشک وہ

فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٣٠﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ

آخرت میں ہمارا خاص قرب پانے والوں میں سے ہے○ یاد کرو جب اس کے رب نے اسے فرمایا: فرمانبرداری کر، تو اس نے عرض کی: میں نے فرمانبرداری کی

لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٣١﴾ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى

اس کی جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے○ اور ابراہیم اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو اسی دین کی وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! بیشک اللہ نے یہ دین

لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ

تمہارے لئے چن لیا ہے تو تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو○ (اے یہودیو!) کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب کے وصال کا

الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ

وقت آیا جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: (اے بیٹو!) میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا: ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباؤ اجداد

آخرت میں خاص قربِ الٰہی پانے والوں میں سے ہیں۔

آیت 131 فرمایا کہ ہم نے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رسالت و خلت کے لئے چن لیا جب اس کے رب نے اسے فرمایا: تو اپنا دین اپنے رب کے لئے خالص رکھ اور اس پر ثابت قدم رہ، تو اس نے عرض کی: میں نے اس رب کے لیے اپنا دین خالص رکھا جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

آیت 132 حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو دینِ حق پر ثابت قدمی کی وصیت فرمائی، اس سے معلوم ہوا کہ والدین کو صرف مال کے متعلق ہی نہیں بلکہ اولاد کو عقائدِ صحیحہ، اعمالِ صالحہ، دین کی عظمت، دین پر استقامت، نیکیوں پر مداومت اور گناہوں سے دور رہنے کی وصیت بھی کرنی چاہیے۔ حدیث پاک میں ہے: اپنی اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرو اور انہیں اچھے ادب سکھانے کی کوشش کرو۔ (ابن ماجہ، حدیث: 3671) اچھے ادب سے مراد بچے کو دیندار، متقی، پرہیزگار بنانا ہے۔

آیت 133 شانِ نزول: یہودیوں نے کہا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے دن اپنی اولاد کو یہودی رہنے کی وصیت کی تھی۔ ان کے اس دعوے کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ جس کے معنی ہیں کہ اے بنی اسرائیل! کیا تم لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام کے آخری وقت ان کے پاس موجود تھے جس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر وصیت کی تھی۔ تم تو وہاں نہیں تھے لہٰذا ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ کیا وصیت کی تھی اور وہ یہ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے توحید اور اسلام و اطاعتِ الٰہی کا اقرار لیا تھا۔

اہم بات: حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے آباء یعنی باپوں میں داخل کیا حالانکہ آپ چچا ہیں اور چچا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے۔

اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝١٣٣ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ

ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے جو ایک معبود ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں ۝ وہ ایک امت ہے جو گزر چکی

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١٣٤ وَقَالُوْا

ان کے اعمال ان کے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں اور تم سے ان کے کاموں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا ۝ اور اہل کتاب نے

كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ۭ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١٣٥

یہودی یا نصرانی ہو جاؤ ہدایت پا جاؤ گے۔ تم فرماؤ (ہرگز نہیں) بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین اختیار کرتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

(اے مسلمانو) تم کہو: ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لائے اور اس پر جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ

اور ان کی اولاد کی طرف نازل کیا گیا اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو باقی انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا۔ ہم ایمان لائے

آیت 134 یہودی ان خیالات کی دنیا میں بھی رہتے تھے کہ اگر ہمارے عقائد و اعمال غلط بھی ہوئے تو ہمارے باپ دادا کے اعمال ہمارے کام آجائیں گے اور ان سے ہماری نجات ہو جائے گی، ان کی تردید میں یہ آیت آئی کہ وہ سب گزر چکے، ان کے اعمال ان کے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے، تمہیں ان کے اعمال کام نہ آئیں گے۔ اہم بات: آخرت میں اپنے اعمال کام آئیں گے اگر عقیدہ خراب ہو تو کسی کو دوسرے کے عمل سے فائدہ نہ ہوگا۔

آیت 135 یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ یہودی دین تمام ادیان سے اعلیٰ ہے اور ہدایت و نجات اسی میں ہے جبکہ یہی دعویٰ عیسائی بھی کرتے تھے کہ ہدایت و نجات عیسائیت میں ہے اس پر آیت میں فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ یہودیوں اور عیسائیوں کو جواب دیں کہ جب پیروی ہی کرنی ہے تو ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرتے ہیں جو تمام فضائل کا جامع ہے، آپ علیہ السلام ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔

آیت 136 آیت مبارکہ کا مضمون ترجمہ سے واضح ہے، البتہ یہاں انبیاء کرام علیہم السلام سے متعلق چند باتیں یاد رکھیں: (1) تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے، جو کسی ایک نبی علیہ السلام یا ایک کتاب کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے، البتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد مقرر نہ کی جائے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں۔ (2) انبیاء کرام علیہم السلام کے درجوں میں فرق ہے جیسا کہ تیسرے پارے کے شروع میں ہے مگر ان کی نبوت میں فرق نہیں۔ (3) انبیاء کرام علیہم السلام میں اس طرح فرق کرنا منع ہے کہ بعض نبیوں کو مانیں اور بعض کا انکار کریں۔ (4) سارے نبی نبوت میں یکساں ہیں۔ سب اصلی نبی ہوتے ہیں۔ عارضی، ظلی یا بروزی قسم کا کوئی نبی نہیں ہوتا جیسے قادیانی جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں۔

بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ

ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہوئے ہیں ۝ پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لے آئیں جیسا تم ایمان لائے ہو

فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ

جب تو وہ ہدایت پاگئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ صرف مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔ تو اے حبیب! عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کافی ہوگا اور وہی

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

سننے والا جاننے والا ہے ۝ ہم نے اللہ کا رنگ اپنے اوپر چڑھا لیا اور اللہ کے رنگ سے بہتر کس کا رنگ ہے؟ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں ۝

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَ هُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ۚ وَ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ

تم فرماؤ: کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی اور ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال

آیت 137 اس آیت میں یہودیوں کے متعلق فرمایا گیا کہ اگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح صحیح، سچا اور کھرا ایمان لے آتے ہیں تو یہ یہودی بھی ہدایت پا جائیں گے کیونکہ صحابہ کا ایمان حقیقی اور مثالی ہے اور اگر یہودی ایسا ایمان لانے سے منہ پھیریں تو صرف ڈھٹائی اور نفسانی مخالفت ہے۔ مزید فرمایا کہ "اے نبی! صلی اللہ علیہ والہ وسلم عنقریب اللہ ان لوگوں کے مقابلے میں تمہیں کافی ہوگا" یعنی غلبہ عطا فرمائے گا۔ یہ غیبی خبر صادق ہو کر رہی، کفار کے حسد و دشمنی اور ان کی مکاریوں سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کوئی ضرر نہ پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فتح نصیب ہوئی، بنی قریظہ قتل ہوئے جبکہ بنی نضیر جلاوطن کئے گئے اور یہودیوں، عیسائیوں پر جزیہ مقرر ہوا۔

آیت 138 یعنی جس طرح رنگ کپڑے کے ظاہر و باطن میں سرایت کر جاتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کے دین کے سچے عقائد ہمارے رگ و پے میں سما گئے ہیں، ہمارا ظاہر و باطن اس کے رنگ میں رنگ گیا ہے۔ ہمارا رنگ ظاہری رنگ نہیں جو کچھ فائدہ نہ دے بلکہ یہ نفوس کو پاک کرتا ہے۔ ظاہر میں اس کے آثار ہمارے اعمال سے نمودار ہوتے ہیں۔ عیسائیوں کا طریقہ تھا کہ جب اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے یا ان کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو پانی میں زرد رنگ ڈال کر اس میں اس شخص یا بچہ کو غوطہ دیتے اور کہتے کہ اب یہ سچا عیسائی ہو گیا۔ اس کا اس آیت میں رد فرمایا کہ یہ ظاہری رنگ کسی کام کا نہیں۔

آیت 139 شانِ نزول: یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا کہ ہم پہلی کتاب والے ہیں، ہمارا قبلہ پرانا ہے، ہمارا دین قدیم ہے، انبیاء کرام علیہم السلام ہم میں سے ہوئے ہیں لہٰذا اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نبی ہوتے تو ہم میں سے ہی ہوتے۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے ان سے فرمایا گیا کہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب اللہ تعالیٰ ہے، اسے اختیار ہے کہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے نبی بنائے، عرب میں سے ہو یا دوسروں میں سے۔ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے اور ہم کسی دوسرے کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہیں کرتے اور عبادت و طاعت خالص اسی کے لئے کرتے ہیں تو عزت کے مستحق ہیں۔

اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

تمہارے لئے ہیں اور ہم خالص اسی کے ہیں ۝ (اے اہل کتاب!) کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب

وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ

اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے۔ تم فرماؤ: کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جس کے پاس اللہ کی

شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ

طرف سے کوئی گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ۝ وہ ایک امت ہے جو گزر چکی ہے

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ع ١٦

ان کے اعمال ان کے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں اور تم سے ان کے کاموں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

آیت 140 ﴾ فرمایا کہ اے اہل کتاب! کیا تم یہ کہتے ہو کہ حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور ان کے بیٹے یہودی یا عیسائی تھے۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ ان سے فرمادیں: کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اس کا قطعی جواب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے تو جب اس نے فرمادیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ عیسائی تو تمہارا یہ دعویٰ باطل ہوا اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی گواہی ہو اور وہ اسے لوگوں سے چھپائے۔ گواہی چھپانے کا معاملہ یہودیوں کا تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وہ شہادتیں چھپائیں جو توراۃ شریف میں مذکور تھیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے نبی ہیں اور ان کے یہ اوصاف ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام مسلمان ہیں اور دین مقبول اسلام ہے نہ کہ یہودیت وعیسائیت۔

آیت 141 ﴾ اس آیت میں یہودیوں کو ایک بار پھر تنبیہ کی گئی کہ تم اپنے اسلاف کی فضیلت پر بھروسہ نہ کرو کیونکہ ہر ایک سے اسی کے اعمال کی پوچھ گچھ کی جائے گی۔ اس میں ان مسلمانوں کے لئے بھی نصیحت ہے جو اپنے ماں باپ یا پیر و مرشد وغیرہ کے نیک اعمال پر بھروسہ کرکے خود نیکیوں سے دور اور گناہوں میں مصروف ہیں۔ نسبت اچھی چیز ہے لیکن نسبت کی وجہ سے بے عمل بننا برا ہے۔

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ

اب بیوقوف لوگ کہیں گے: ان مسلمانوں کو ان کے اس قبلے سے کس نے پھیر دیا جس پر یہ پہلے تھے؟

قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذٰلِكَ

تم فرما دو: مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ہے، وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے ۞ اور اسی طرح

جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ

ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہوں

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ

اور اے حبیب! تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون

آیت 142 مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور جب مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا، یہ حکم قرآن میں تو نہیں تھا البتہ قرآن کے علاوہ وحی کے ذریعے تھا پھر کچھ عرصے بعد اوپر والی آیت کے ذریعے بتا دیا گیا کہ عنقریب کعبہ کو قبلہ بنایا جائے گا تو اس پر اعتراض ہو گا۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ عنقریب بیوقوف لوگ کہیں گے کہ مسلمانوں کو اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس کی طرف رخ کر کے یہ پہلے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جب وہ یہ اعتراض کریں تو آپ فرما دیں: مشرق و مغرب ہر سمت کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہ جس سمت کی طرف چاہے منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیدے، کسی کو اس پر اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ یہاں سیدھے راستے سے مراد دین اسلام یا کعبہ کو قبلہ ماننا ہے۔

آیت 143 اس آیت مبارکہ میں 4 باتیں فرمائی گئی ہیں: (1) فرمایا کہ اے مسلمانو جس طرح تمہیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت دی اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ لوگوں پر گواہ بنو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تم پر گواہ ہوں۔ (2) قبلہ کی تبدیلی کی حکمت بتائی کہ ہم دیکھیں کہ کون سمت و جہت میں پڑا رہتا ہے اور کون رسول کی پیروی کر کے سچا مومن ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ (3) لوگوں پر قبلہ کی یہ تبدیلی ضرور بہت بھاری تھی اسی لئے کئی کمزور ایمان والے اسلام سے پھر گئے۔ (4) بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے زمانہ میں جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے وفات پائی، اُن کے رشتہ داروں نے قبلہ تبدیل ہونے کے بعد اُن کی نمازوں کا حکم دریافت کیا جس پر اس آیت کریمہ سے انہیں اطمینان دلایا گیا کہ اللہ کی یہ شان نہیں کہ تمہارا ایمان یعنی نمازیں ضائع کر دے۔ اہم بات: مسلمان گواہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بتانے کی وجہ سے قیامت میں انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دیں گے کہ اُن انبیاء نے خدا کا پیغام اپنی امتوں تک صحیح طریقے سے پہنچا دیا تھا۔ گواہی کا ایک معنی یہ ہے کہ مسلمان تمام دنیا کے لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچا کر حق کی گواہی دیں اور ان پر خدا کی حجت پوری کریں کہ انہیں خدا کا پیغام مل گیا تھا اور یونہی رسول اللہ

يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۭ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۭ وَمَا كَا

الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور بیشک وہ لوگ جنہیں اللہ نے ہدایت دی تھی ان کے علاوہ (لوگوں) پر یہ بہت بھاری تھ

اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾ قَدْ نَرٰى تَقَلُّ

اللہ کی یہ شان نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کردے بیشک اللہ لوگوں پر بہت مہربان، رحم والا ہے ○ ہم تمہارے چہرے کا آسمان کی ط

وَجْهِكَ فِي السَّمَاۗءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىھَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

بار بار اٹھنا دیکھ رہے ہیں تو ضرور ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں تمہاری خوشی ہے تو ابھی اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْ

اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنے منہ اسی کی طرف کرلو اور بیشک وہ لوگ جنہیں کتاب عطا کی گئی ہے وہ ضرور جانتے ہ

صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی امت تک خدا کا پیغام پہنچا کر گواہی دینے والے ہیں۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نور نبوت سے ہر شخص کے حال، اس کے ایمان کی حقیقت، اچھے برے اعمال اور اخلاص ونفاق سب پر مطلع ہیں۔

آیت144 شانِ نزول: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دلی خواہش تھی کہ خانہ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ بنا دیا جائے کیونکہ یہ حضرت ابراہیم اور کثیر انبیاء علیہم السلام کا قبلہ تھا، چنانچہ ایک دن نمازِ ظہر کی ادائیگی کے دوران رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بار بار آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے کہ کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم دے دیا جائے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا: اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! ہم تمہارے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں، ضرور ہم تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس میں تمہاری خوشی ہے، تو ابھی اپنا چہرہ کعبہ کی طرف پھیر دو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دورانِ نماز ہی اپنا رخ کعبہ کی طرف کر دیا اور آپ کی پیروی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنا رخ اسی طرف پھیر لیا، یوں ظہر کی دو رکعتیں بیت المقدس کی طرف اور دو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے ادا ہوئیں۔ یہی حکم مسلمانوں کو بھی دیا گیا کہ تم جہاں بھی ہو، جب نماز پڑھنے لگو تو اپنے منہ کعبے کی طرف کرلو۔ قبلہ تبدیل ہونے کی یہ حقانیت اہل کتاب خوب جانتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ وصف بھی مذکور ہے کہ آپ مختلف اوقات میں نماز کے لئے دو قبلوں کی طرف رخ کریں گے اور ان کے انبیا علیہم السلام نے بھی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ایک نشانی یہی بتائی تھی۔ اب اگرچہ اہل کتاب اس کا انکار کر رہے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ خدا ان کے اعمال سے بے خبر نہیں۔ اہم

باتیں: (1) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان اتنی بلند ہے کہ آپ کی رضا وخوشی کے لیے قبلہ تبدیل فرمادیا۔ (2) تبدیلی قبلہ کا واقعہ ہجرت مدینہ کے 16 یا 17 ماہ بعد نماز ظہر کی ادائیگی کے دوران ہوا۔ جس مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے یہ حکم نازل ہوا اسے "مسجد قبلتین" کہتے ہیں۔ نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنا شرط ہے۔

أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٤٤﴾ وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا

کہ یہ تبدیلی ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ان کے اعمال سے بے خبر نہیں○ اور اگر تم ان کتابیوں کے پاس

الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ

ہر نشانی لے آؤ تو بھی وہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے اور نہ تم ان کے قبلہ کی پیروی کرو اور وہ آپس میں بھی ایک

بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا

دوسرے کے قبلہ کے تابع نہیں ہیں اور (اے سننے والے!) اگر تیرے پاس علم آجانے کے بعد تو ان کی خواہشوں پر چلا تو اس وقت تو

لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٥﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۖ — وقف لازم

ضرور زیادتی کرنے والوں میں سے ہوگا○ وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی ہے وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں

وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤٦﴾ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ — الربع

اور بیشک ان میں ایک گروہ ضرور جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں○ (اے سننے والے!) حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو۔

آیت 145 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! اگر تم ان اہل کتاب کے پاس قبلہ کے متعلق اپنے حق پر ہونے کی تمام نشانیاں لے آؤ تب بھی یہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے کیونکہ ان کی مخالفت کی وجہ محض حسد و دشمنی ہے اور آپ بھی ان کے ایمان لانے کی خواہش میں ان کے قبلہ کی پیروی نہ کیجئے گا اور یہود و نصاریٰ کا حال یہ ہے کہ قبلہ کے معاملے میں یہ ایک دوسرے کے خود بھی مخالف ہیں جیسے یہودی صخرۂ بیت المقدس کو اور عیسائی اس کے مشرقی مکان کو قبلہ مانتے ہیں اور دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی کرنے کو تیار نہیں۔ خانہ کعبہ قبلہ ہوجانے کے بعد اب اگر کوئی بھی شخص اہل کتاب کی خواہش پر بیت المقدس کو قبلہ بنائے گا تو اپنی جان پر زیادتی کرے گا کہ خود کو عذاب کا مستحق بنائے گا۔

آیت 146 ارشاد فرمایا کہ سابقہ آسمانی کتابوں کا علم رکھنے والے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا رسول ہونا ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد اور اوصاف کا تذکرہ وضاحت سے لکھا ہوا ہے۔ مزید فرمایا کہ اہل کتاب کا ایک بڑا گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق تورات و انجیل کی ان باتوں کو جان بوجھ کر چھپاتا ہے تا کہ لوگ ان کا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول نہ کرلیں۔ اہم باتیں: (1) یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پہچانتے تو تھے لیکن مانتے نہیں تھے، کیونکہ صرف پہچاننا ایمان نہیں بلکہ ماننا ایمان ہے۔ (2) بغیر کسی صحیح مقصد کے جان بوجھ کر حق بات چھپانا گناہ ہے۔

آیت 147 اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے آپ کی امت سے خطاب ہے، فرمایا: اے سننے والے! حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو، لہٰذا تو ہرگز اس میں شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔ قبلہ کی تبدیلی بھی چونکہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہے لہٰذا یہ بھی حق ہے اور یونہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والا ہر حکم حق ہے اگرچہ ہمارا فہم اس کی گہرائی تک نہ پہنچ پائے اور

الربع ع

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿١٤٧﴾ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

پس تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا○ اور ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے تو تم نیکیوں میں آگے نکل

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٤٨﴾ وَمِنْ حَيْثُ

تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تم سب کو اکٹھا کر لائے گا۔ بیشک اللہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے○ اور (اے حبیب!)

خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ ۗ وَمَا اللَّهُ

جہاں سے آؤ تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور بیشک یہ یقیناً تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٤٩﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

تمہارے کاموں سے غافل نہیں○ اور اے حبیب! تم جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر

اس کی حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے، مسلمان کا کام شک وشبہ اور اعتراض کے بغیر اسے ماننا اور اس پر عمل کرنا ہے۔

آیت 148 یہاں قبلہ تبدیل کرنے کی ایک اور حکمت کا بیان ہے کہ ہر امت کا ایک قبلہ مقرر کیا گیا جس کی طرف منہ کرکے وہ نماز ادا کرتے تھے، اسی طرح امتِ محمدیہ کے خصوصی امتیاز کے لیے ان کا قبلہ دوسروں سے جدا بنا دیا گیا اور یہ کبھی تبدیل نہ ہوگا، تو بس اسی بحث میں نہ رہو بلکہ عبادت واطاعتِ الٰہی اور دین کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔ تم دنیا میں جہاں کہیں بھی ہوگے، سبھی کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جزا و سزا کے لیے اکٹھا کر لائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ دولت، مال، منصب، شہرت وغیرہ میں نہیں بلکہ اللہ کریم کی فرمانبرداری میں آگے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت میں اس کے بہت واقعات ہیں جیسے غزوہ تبوک کے موقع پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آدھا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سامان راہِ خدا میں دینے کے لئے لے آئے۔

آیت 149 فرمایا کہ اے حبیب! تم کہیں سے بھی سفر یا کسی اور کام سے نکلو تو نماز پڑھتے وقت اپنا منہ مسجد حرام (یعنی کعبہ) کی طرف کر لو اور بیشک اس کی طرف منہ کرنا حق اور حکمت کے عین مطابق ہے اور اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے ہرگز غافل نہیں اور وہی تمہیں ان کی جزا دے گا۔

آیت 150 اسلامی احکام میں چونکہ سب سے پہلے قبلہ کا حکم منسوخ ہوا اور خانہ کعبہ کو قبلہ بنایا گیا، اس لیے تاکید کے لئے ایک بار پھر فرمایا گیا: اے حبیب! تم اور تمام مسلمان دنیا میں جہاں کہیں بھی ہو اور نماز پڑھنے لگو تو اپنے منہ مسجد حرام کی ہی طرف کرو تاکہ یہودی یہ اعتراض نہ کرسکیں کہ ہماری کتابوں میں تو قبلہ کی تبدیلی کا لکھا تھا لیکن انہوں نے ایسا کیا ہی نہیں، یا یہ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمارے دین کے مخالف ہیں لیکن قبلہ ہمارا ہی مانتے ہیں اور مشرکین کا یہ اعتراض بھی نہ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قریش کی مخالفت میں حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کا قبلہ بھی چھوڑ دیا۔ لہٰذا اے مسلمانو! کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھو تاکہ

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا

اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنے منہ اسی کی طرف کرو تاکہ لوگوں کو تم پر کوئی حجت نہ رہے مگر

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۗ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۗ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۚ ﴿۱۵۰﴾

جو ان میں سے ناانصافی کریں تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر مکمل کردوں اور تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ

جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم میں سے ایک رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور تمہیں کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ۛ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ

معانقة ۳

اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جو تمہیں معلوم نہیں تھا۔ تو تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو

کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملے البتہ جو قبلہ کی تبدیلی کے حق ہونے کو جاننے کے باوجود صرف مخالفت، ضد اور دشمنی کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں ان سے ڈرنے کی کوئی حاجت نہیں، ان کے اعتراضات سے تمہیں کوئی نقصان نہیں، بس مجھ سے ڈرو اور میرے حکم کی مخالفت نہ کرو کہ یہ تمہارے لئے نقصان دہ ہے۔ مزید فرمایا کہ کعبہ کو مستقل طور پر قبلہ بنانے میں یہ بھی حکمت ہے کہ میں تم پر اپنی نعمت واحسان مکمل کروں کہ جیسے تمہارے دین کو آخری دین بنایا ایسے ہی تمہارے قبلے کو آخری اور حتمی قبلہ بنادوں اور اپنے احکام کی طرف تمہاری رہنمائی کروں۔

آیت 151 ﴾ اس سے پہلی آیات میں قبلہ سے متعلق کلام جاری تھا اب اسے سب سے بڑی نعمت سید الانبیاء، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذکر پر ختم فرمایا جارہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: اے مسلمانو! تم پر اپنی نعمت پوری کرنے کے لیے کعبہ کو اسی طرح مستقل قبلہ بنادیا جس طرح ہم نے رسالت کی تکمیل کے لیے تمہارے درمیان تم میں سے ایک رسول محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھیجا جن کی صفات یہ ہیں وہ تمہارے سامنے قرآن کی آیتیں تلاوت فرماتے، تمہیں شرک اور گناہوں کی گندگی سے پاک کرتے، قرآن کے معانی واحکام سکھاتے، اپنی سنت وحدیث سے دین کی تعلیم دیتے ہیں نیز تمہیں وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم صرف ظاہری مضامین قرآن اور احکام الٰہیہ ہی نہیں بلکہ ظاہر وباطن، شریعت وطریقت اور اولین وآخرین کے متعلق تمہیں وہ علم سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے کیونکہ آپ کو تمام اولین وآخرین کے علوم حاصل ہیں۔

آیت 152 ﴾ ذکرِ نعمت کے بعد یادِ الٰہی کی ترغیب، نعمت پر شکر کرنے اور ناشکری سے بچنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم نماز اور تسبیح واستغفار وغیرہ کے ذریعے مجھے یاد کرو میں مغفرت، نعمت اور اپنا قرب عطا فرمانے کی صورت میں تمہیں یاد کروں گا اور اطاعت و عبادت کے ذریعے میری عطا کردہ نعمتوں پر میرا شکر ادا کرو اور گناہ ونافرمانی کرکے میری ناشکری نہ کرو۔ بخاری شریف میں ہے، اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی

وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱسْتَعِينُوا بِٱلصَّبْرِ وَٱلصَّلَوٰةِ ۚ إِنَّ

اور میری ناشکری نہ کرو○ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد مانگو، بیشک

مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴿١٥٣﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ أَمْوَٰتٌۢ ۚ بَلْ أَحْ

صابروں کے ساتھ ہے○ اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زن

اسے اکیلا ہی یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اسے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں۔ (بخاری، حدیث: 7405) اہم (1) ذکر کی تین قسمیں ہیں: زبانی جیسے حمد و ثنا اور تسبیح و استغفار اور وعظ و نصیحت اور نیکی کی دعوت بھی اسی میں داخل ہے۔ قلبی: اللہ کریم کی نعمتوں اور اس کی عظیم شانوں کے مظاہر اور دلائل میں غور و فکر۔ علمائے کرام کا شرعی مسائل پر غور و خوض کرنا بھی ذکر میں داخل ہے۔ اعضاء بدن کے ساتھ، جیسے اعضاء سے قیام، رکوع، سجدہ، طواف وغیرہا عبادات کرنا اور اعضا کو اطاعت الٰہی میں استعمال کرنا اور انہیں نافرمانی سے بچانا۔ قرآن و حدیث میں بیان کردہ عمومی فضائل، ذکر کی تمام قسموں کو شامل ہیں۔ (2) شکر کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے احسان و نعمت کی وجہ سے زبان، دل یا اعضاء کے ساتھ اس کی تعظیم کی جائے۔ (3) جب کفر کا لفظ شکر کے مقابلے میں آئے تو اس کا معنی ناشکری اور جب اسلام یا ایمان کے مقابل ہو تو اس کا معنی بے ایمانی ہوتا ہے۔ یہاں آیت میں کفر سے مراد ناشکری ہے۔

آیت 153 نماز، ذکر اللہ اور صبر و شکر سے مسلمان کی زندگی کامل ہوتی ہے اس لئے ذکر و شکر کے بعد صبر و نماز کا بیان کیا جا رہا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! نفس پر دشوار کاموں میں صبر اور نماز سے مدد مانگو، بیشک اللہ تعالیٰ اپنی مدد و نصرت سے صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی سخت معاملہ پیش آتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔ (ابوداود، حدیث: 1319) اور نماز کی برکت سے وہ معاملہ آسان اور مکمل ہو جاتا تھا۔ اہم باتیں: (1) عقل و شریعت کے تقاضے کے مطابق کسی چیز پر نفس کو لگائے رکھنے یا کسی چیز سے نفس کو باز رکھنے کا نام صبر ہے۔ (2) صبر سے مدد لینا یہ ہے کہ عبادات کی ادائیگی، گناہوں سے رکنے اور نفسانی خواہشات کو پورا نہ کرنے پر خود کو ثابت قدم رکھا جائے اور مصیبت پر واویلا کرنے سے بچا جائے۔ نماز چونکہ تمام عبادات کی اصل اور اہل ایمان کی معراج اور صبر کرنے میں بہترین معاون ہے، اس لئے اس سے بھی مدد طلب کرنے کا حکم دیا گیا۔ ان دونوں کا خصوصی ذکر اس لئے کیا گیا کہ بدن پر باطنی اعمال میں سب سے سخت صبر اور ظاہری اعمال میں سب سے مشکل نماز ہے۔ (3) صبر و نماز سے مدد طلب کرنے کا مطلب انہیں وسیلہ بنانا ہے اور بارگاہ خداوندی میں وسیلہ بنانا عمدہ عمل ہے خواہ نیک اعمال کے ذریعے ہو یا نیک بندوں کے ذریعے۔ درس: نماز کی پوری برکتیں تبھی ملتی ہیں جب اسے ظاہری و باطنی آداب کے ساتھ ادا کیا جائے۔

آیت 154 شان نزول: جب مشرکوں اور منافقوں نے شہدائے بدر کے بارے میں یہ کہا کہ یہ لوگ شہید ہو کر دنیاوی زندگی اور اس کی لذتوں سے محروم ہو گئے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ راہ خدا میں جانوں کا نذرانہ دینے والوں کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں کہ وہ کیسی ہے۔ اہم باتیں: (1) فقہ کی تعریف کے مطابق جو شہید ہوا اس پر

وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ

لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں ○ اور ہم ضرور تمہیں کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں

وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا

اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادو ○ وہ لوگ کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں:

دنیا میں یہ احکام ہیں کہ نہ اسے غسل دیا جائے نہ کفن، اپنے کپڑوں میں ہی رکھا جائے، اسی طرح اس پر نماز پڑھی جائے اور اسی حالت میں دفن کیا جائے۔ (2) بعض شہداء وہ ہیں جن پر دنیا کے یہ احکام تو جاری نہیں ہوتے لیکن آخرت میں ان کے لئے شہادت کا درجہ ہے، جیسے ڈوب کر یا جل کر یا دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا، طلب علم یا سفر حج میں مرنے والا اور جمعہ کے دن مرنے والا وغیرہ۔ احادیث میں ایسے شہداء کی تعداد 40 سے زائد ہے۔ (3) شہید کو زبان سے مردہ کہنا اور دل میں مردہ سمجھنا دونوں ناجائز و حرام ہیں۔ (4) شہید کی حیات کیسی ہے اس کا ہمیں شعور نہیں، اسی لئے ان پر بہت سے شرعی احکام عام میت کی طرح ہی جاری ہوتے ہیں جیسے قبر، دفن، تقسیم میراث، ان کی بیویوں کا عدت گزارنا، عدت کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کرسکنا وغیرہ۔ **فضیلت:** شہادت کے بہت فضائل ہیں: موت کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ شہیدوں کو زندگی عطا فرمادیتا ہے، ان کی روحوں کو رزق دیا جاتا ہے، انہیں راحتیں دی جاتی ہیں۔ جب شہداء کی زندگی کا یہ حال ہے تو انبیاء علیہم السلام کی بعد وصال زندگی کی شان کتنی اعلیٰ ہوگی جو مقام و مرتبہ میں شہیدوں سے بالاتفاق کروڑوں درجے اعلیٰ ہیں۔

آیت 155 فرمایا کہ اے مسلمانو! ہم تمہیں مختلف انداز سے آزمائیں گے مثلاً تمہیں خوف یا بھوک کا سامنا کرنا پڑے گا یا تم مالی یا جانی نقصان اٹھاؤ گے یا تمہیں پھلوں کی کمی ہوگی۔ آزمائش سے فرمانبردار اور نافرمان کا حال ظاہر ہو جاتا ہے اور صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت ہے۔ **اہم بات:** حقیقی زندگی میں دشمنوں کا خوف، قحط، غربت، چوری، ڈاکہ اور مال ضائع ہونے جیسی چیزیں کبھی پیش آجاتی ہیں یونہی بیماری، قتل سے موت اور آندھی، طوفان، برفباری یا کیڑوں کے حملے وغیرہ سے پھلوں اور پھل دار درختوں کا خراب ہو جانا بھی واقع ہو جاتا ہے۔ ان تمام احوال میں صبر کا حکم ہے۔

آیت 156 صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت دینے کے بعد اس آیت میں صبر کرنے والوں کی ایک علامت بتائی گئی کہ ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ کہتے ہیں: ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور اسی کے بندے ہیں، وہ ہمارے ساتھ جو چاہے کرے۔ آخرت میں ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) مصیبت پر صبر یہ ہے کہ خود کو قابو میں رکھتے ہوئے شریعت کی مقرر کردہ حدود میں رہا جائے اور خلاف شرع اقوال و افعال سے بچا جائے۔ آنسو نکلنا اور رنگت میں تبدیلی صبر کے خلاف نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مبارک آنکھیں بھی اپنے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر آنسوؤں سے تر ہوئی تھیں۔ (2) جب مصیبت پہنچے تو اسی وقت صبر سے کام لیا جائے۔ (3) مصیبت کے وقت "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ" پڑھا جائے کہ حدیث کے مطابق اس سے رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ (کنز العمال، حدیث: 6646)

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رٰجِعُونَ ﴿١٥٦﴾ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَأُولٰٓئِكَ

ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے درود ہیں اور رحمت اور یہی لوگ

هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ

ہدایت یافتہ ہیں۔ بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں

عَلَيْهِ أَن يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٥٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ

کہ ان دونوں کے چکر لگائے اور جو کوئی اپنی طرف سے بھلائی کرے تو بیشک اللہ نیکی کا بدلہ دینے والا، علم والا ہے۔ بیشک وہ لوگ جو

آیت 157 صبر کرنے والوں کے لئے رب کریم کی طرف سے بخشش و رحمت ہے اور یہ لوگ حق و ہدایت پر ہیں۔ صبر کی ایک اور عمدہ صورت یہ ہے کہ مصیبت زدہ کو دیکھ کر اندازہ ہی نہ ہو کہ یہ مصیبت میں ہے۔

آیت 158 شانِ نزول: صفا اور مروہ مکہ مکرمہ کے دو پہاڑ ہیں جو کعبہ معظمہ کے بالمقابل مشرقی جانب واقع ہیں، زمانہ جاہلیت میں صفا پر "اساف" اور مروہ پر "نائلہ" نامی دو بت نصب تھے۔ کفار جب صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے تو ان بتوں کی تعظیم کرتے ہوئے ان پر ہاتھ پھیرتے تھے، زمانہ اسلام میں یہ دونوں بت تو توڑ دیئے گئے لیکن چونکہ کفار یہاں مشرکانہ فعل کرتے تھے اس لئے مسلمانوں کو صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا بھاری محسوس ہوتا تھا کیونکہ اس میں کفار کے مشرکانہ فعل کے ساتھ کچھ مشابہت نظر آتی تھی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے دین کی نشانیوں میں سے ہیں لہٰذا حج یا عمرہ کرتے ہوئے یہاں چکر لگانے میں تم پر کچھ گناہ نہیں کیونکہ تمہاری نیت خالص عبادت الٰہی کی ہے اور یہ کام دینی احکام میں سے ہے جس پر عمل کرنے میں تمہیں نیکی ملے گی۔ اہم باتیں: (1) شعائر اللہ سے دین کی نشانیاں مراد ہیں خواہ وہ مکانات ہوں جیسے کعبہ، صفا، مروہ، عرفات، مزدلفہ، منیٰ وغیرہ یا وہ شعائر زمانے ہوں جیسے رمضان، حرمت والے مہینے وغیرہ، یا وہ شعائر کوئی دوسری علامات ہوں جیسے اذان، اقامت، نماز باجماعت وغیرہ، یہ سب شعائر دین ہیں۔ (2) صفا و مروہ پہاڑوں کو حاصل ہونے والی عظمت کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی زوجہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان دونوں پہاڑوں کے قریب اس مقام پر جہاں زمزم کا کنواں ہے، چھوڑ کر تشریف لے گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام بہت کم عمر تھے، انہیں پیاس لگی اور جب اس کی شدت زیادہ ہوئی تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا بے تاب ہو کر کوہ صفا پر تشریف لے گئیں وہاں بھی پانی نہ پایا تو اتر کر نیچے کے میدان میں دوڑتی ہوئی مروہ تک پہنچیں۔ اس طرح سات چکر لگائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر و اخلاص کی برکت سے ان دونوں پہاڑوں کو اپنے دین کی نشانیاں بنا دیا اور تاقیامت حج و عمرہ کرنے والوں پر ان دونوں پہاڑوں کے درمیان اسی طرح اور اتنی ہی تعداد میں چکر لگانا لازم کر دیا۔ (3) صالحین سے نسبت رکھنے والی چیزیں باعظمت ہوتی ہیں اور ان کی تعظیم کرنا پسندیدہ عمل ہے۔

آیت 159 شانِ نزول: یہ آیت ان یہودی علماء کے بارے میں نازل ہوئی جو توریت میں موجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت، شان، اوصاف، آیت رجم اور توریت کے دوسرے احکام چھپایا کرتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب چیزیں توریت میں بیان

مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِۙ اُولٰٓىٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ

ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں حالانکہ ہم نے اسے لوگوں کے لئے کتاب میں واضح فرما دیا ہے، تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت

وَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَۙ(۱۵۹) اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَیَّنُوْا فَاُولٰٓىٕكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْۚ

فرماتا ہے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں ○ مگر وہ لوگ جو توبہ کریں اور اصلاح کرلیں اور (چھپی ہوئی باتوں کو) ظاہر کردیں تو میں ان کی

وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ(۱۶۰) اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓىٕكَ عَلَیْهِمْ

توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہوں ○ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور کافر ہی مرے، یہی وہ لوگ ہیں جن پر

لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَۙ(۱۶۱) خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

اللہ اور فرشتوں اور انسانوں کی، سب کی لعنت ہے ○ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، ان پر سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا

وضاحت سے بیان فرمائی ہوئی تھیں۔ حق کی باتیں چھپانے کے جرم میں ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کردیا اور فرشتے، مومنین اور دیگر تمام بندے ان پر لعنت کرتے ہیں۔ **اہم بات:** دینی مسائل چھپانا گناہ ہے جبکہ اسے بیان کرنا شرعاً ضروری ہو، بلا مقصد علم چھپانے والے کو قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ البتہ بغیر علم کے جواب دینا حرام ہے، حدیث پاک میں ہے: جو علم کے بغیر فتویٰ دے اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ (ابن عساکر، ج52، ص20) **درس:** ضروری تقاضوں کے ساتھ پڑھے بغیر صرف ڈگری یا لفاظی سے عالم و مفتی و محدث و مفسر و اسکالر کہلانے والے اور قرآن و حدیث کی غلط تشریحات و توضیحات کرنے والے سب مذکورہ آیت و احادیث کی وعید میں داخل ہیں۔ یونہی شرعی معاملات میں بے جا مداخلت کرنے والے مضمون نگار، کالم نویس اور ادیب بھی اسی وعید میں شامل ہیں۔

آیت 160 وہ لوگ جو حق چھپانے کے جرم سے سچی توبہ کرلیں، اپنی اصلاح کرلیں اور جو اوصاف مصطفیٰ اور تورات کے دیگر احکام چھپائے تھے انہیں صاف صاف بیان کردیں تو خداوندِ کریم ان کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ وہ بہت توبہ قبول فرمانے والا اور بڑا مہربان ہے۔

آیت 161 ایمان پر خاتمہ اہم ترین چیز ہے اور کفر پر موت دائمی عذاب اور رحمت الٰہی سے دوری کا سبب ہے چنانچہ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا کہ جن کی موت کفر کی حالت میں ہوئی ان پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جس شخص کے کفر پر مرنے کا یقین ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے اور یقین نہ ہو تو اس پر لعنت نہ کی جائے۔ (2) گناہگار مسلمان کا نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں جیسے کہا جائے "فلاں شخص پر لعنت ہو" البتہ وصف کے ساتھ لعنت کرسکتے ہیں جیسے احادیث میں جھوٹوں، سود خوروں، چوروں اور شرابیوں وغیرہ پر لعنت کی گئی ہے۔ **درس:** مرتے وقت ایمان کا سلامت رہ جانا بہت بڑی سعادت ہے۔ برے خاتمے سے ڈرنا اور اس سے پناہ مانگنا ہمیشہ سے بزرگانِ دین کا طریقہ رہا ہے۔

آیت 162 فرمایا: کفر پر مرنے والے ہمیشہ کے لئے لعنت اور عذاب جہنم میں رہیں گے، ایک لمحے کے لئے بھی ان سے نہ تو عذاب

ع وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّ فِيْ

اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بڑی رحمت والا، مہربان ہے۔ بیشک

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ

آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی تبدیلی میں اور کشتی میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے

النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا

اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا پھر اس کے ساتھ مردہ زمین کو زندگی بخشی اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے

مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ

اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل جو آسمان اور زمین کے درمیان حکم کے پابند ہیں ان سب میں یقیناً عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں نیک اعمال یا توبہ کی مہلت دی جائے گی۔

آیت 163 آیت میں اللہ تعالیٰ کی شان و صفت بیان کی گئی کہ تمہاری عبادت کا مستحق وہ ایک ہی معبود ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، وہ اپنی ذات و صفات اور افعال میں یکتا ہے۔ چھوٹی بڑی تمام تر نعمتیں عطا فرما کر بڑی رحمت کرنے والا اور بہت مہربان ہے۔

آیت 164 یہ آیت اللہ تعالیٰ کے وجود اور قدرت و عظمت کے شاندار دلائل پر مشتمل ہے کہ فرمایا: آسمان و زمین کی تخلیق، آسمان کی بلندی، اس میں چمکتے ہوئے ستارے، اس کا بغیر ستونوں کے قائم ہونا، سورج چاند، ستاروں کے ذریعے اس کی زینت، سب قدرتِ الٰہی کی نشانیاں ہیں۔ یونہی زمین اور اس کی وسعت، اس میں موجود پہاڑ، معدنیات، جواہر، اس میں رواں سمندر، دریا، چشمے، اس سے اگنے والے درخت، سبزہ، پھل، پھول، نباتات، شب و روز کا آنا جانا، دن رات کا چھوٹا بڑا ہونا، سمندر میں بھاری بوجھ کے باوجود کشتیوں کا تیرنا، لوگوں کا اس میں سوار ہونا، سمندری عجائبات، ہواؤں کا چلنا، سمندر کے ذریعے مشرق و مغرب میں تجارت کرنا، سمندر سے بخارات کا اٹھنا، بارش کی صورت میں برسنا، بارش سے خشک اور بنجر زمین کا سرسبز و شاداب ہو جانا، اس پانی اور اس کے ثمرات سے زندگی میں باغ و بہار آنا، زمین میں کروڑوں قسم کے حیوانات کا ہونا، ہواؤں کی گردش، ان کے خواص و عجائبات، ان تمام چیزوں میں عقلمندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے وجود، علم و حکمت اور اس کی قدرت و وحدانیت پر عظیم دلیلیں موجود ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) دہریوں پر افسوس ہے کہ کائنات کے ایسے عظیم نظام کو بہت گہرائی سے جان کر بھی کہتے ہیں کہ یہ سب چیزیں خود ہی بن گئیں حالانکہ ان سے ایک سوئی جیسی چھوٹی چیز کے متعلق بھی پوچھیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو کسی کے بنانے سے ہی بنتی ہے لیکن بے انتہا وسیع کائنات پھر بھی بغیر کسی بنانے والے کے بنی ہے۔ ایسی عقل پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ (2) سائنسی علوم بھی معرفتِ الٰہی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ جتنا سائنسی علم زیادہ ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کو پہچاننا آسان ہوگا، خدمتِ اسلام و معرفتِ الٰہی کی نیت سے سائنسی علوم سیکھنا عظیم عبادت ہے اور کائنات میں غور و فکر کے حکم کی تعمیل بھی۔

لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ﴿١٦٤﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَنۡدَادًا يُّحِبُّوۡنَهُمۡ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ

نشانیاں ہیں○ اور کچھ لوگ اللہ کے سوا اور معبود بنالیتے ہیں انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوۡ يَرَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اِذۡ يَرَوۡنَ الۡعَذَابَ ۙ اَنَّ الۡقُوَّةَ

اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اگر ظالم دیکھتے جب وہ عذاب کو آنکھوں سے دیکھیں گے کیونکہ تمام قوت

لِلّٰهِ جَمِيۡعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعَذَابِ ﴿١٦٥﴾ اِذۡ تَبَرَّاَ الَّذِيۡنَ اتُّبِعُوۡا مِنَ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡا وَرَاَوُا

اللہ ہی کی ہے اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے○ جب پیشوا اپنے پیروی کرنے والوں سے بیزار ہوں گے اور عذاب دیکھیں گے

آیت 165 اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل دیکھنے کے باوجود شرک کرنے والوں کا دنیاوی عمل اور اخروی حال بیان فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے شریک مقرر کرتے، انہیں خدا جیسا سمجھتے اور ان کی خاطر مرمٹنے کو تیار ہو کر ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ تعالیٰ سے محبت ہونی چاہئے لیکن ایمان والے اس سے کہیں زیادہ بلکہ سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں اور یہ خدا سے انعام واکرام پائیں گے جبکہ مشرکوں کا انجام بہت برا ہوگا کہ اگر یہ مشرک وہ عذاب دنیا میں ہی دیکھ لیتے جیسے یہ قیامت کے دن دیکھیں گے تو بڑا ہولناک منظر دیکھتے اور انہیں یقین ہو جاتا کہ تمام قوت اور قدرت و غلبہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ **اہم بات:** مسلمانوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ و اولیاء سے محبت کرنا بھی اللہ تعالیٰ سے محبت ہی کی صورت ہے کیونکہ ان سے محبت اسی لئے ہے کہ یہ خدا کے پیارے بندے ہیں۔ **درس:** محبت الٰہی میں جینا اور محبت الٰہی میں مرنا، یادِ الٰہی میں رونا، رضائے الٰہی کے لئے تڑپنا، نعمت پر شکر، مصیبت میں صبر اور ہر حال میں خدا پر توکل کرنا، دل کو غیر کی محبت سے پاک رکھنا، اللہ تعالیٰ کے محبوبوں سے محبت اور دشمنوں سے نفرت کرنا، اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا نیاز مند رہنا، اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے رسول و محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دل و جان سے محبوب رکھنا، اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو اپنے دلوں کے قریب اور ان سے محبت رکھنا وغیرہ، یہ تمام امور اور ان کے علاوہ سینکڑوں کام ایسے ہیں جو محبت الٰہی کی دلیل بھی ہیں اور اس کے تقاضے بھی، اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آیت 166 یہاں قیامت کے دن کفار کے حال کی منظر کشی ہے کہ جب مشرکین اور انہیں کفر و شرک کی ترغیب دینے والے سردار ایک جگہ جمع ہوں گے اور عذاب نازل ہوتا ہوا دیکھیں گے تو سردار اپنے پیروکاروں کو گمراہ کرنے کا انکار کر کے ان سے نفرت و بیزاری کا اظہار کردیں گے اور اس دن ان کے وہ تمام تعلقات اور رشتے ناتے کٹ جائیں گے جو دنیا میں ان کے درمیان تھے، وہاں ان میں سے ہر کوئی اپنے اعمال کا جوابدہ ہوگا، کوئی کسی کا مددگار نہ بن سکے گا۔ **اہم بات:** روزِ قیامت کفار کے باہمی رشتے تو ٹوٹ جائیں گے لیکن اولیاء، متقین و صالحین کے ساتھ مسلمانوں کا رشتہ باقی رہے گا، جیسا کہ سورۂ زخرف، آیت 67 میں ہے، ترجمہ: پرہیزگاروں کے علاوہ اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔

اَلْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ

اور ان کے سب رشتے ناتے کٹ جائیں گے ○ اور پیروکار کہیں گے اگر ہمیں ایک مرتبہ لوٹ کر جانا مل جائے تو ہم ان پیشواؤں سے ایسے

تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ع

ہو جائے جیسے یہ ہم سے بیزار ہوئے ہیں۔ اللہ اسی طرح انہیں ان کے اعمال ان پر حسرت بنا کر دکھائے گا اور وہ دوزخ سے نکلنے والے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ

اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بیشک وہ

لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٦٨﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ

تمہارا کھلا دشمن ہے ○ وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دے گا اور یہ (حکم دے گا) کہ تم اللہ کے بارے میں وہ

آیت 167 مشرک سرداروں کی بیزاری دیکھ کر پیروکار کہیں گے کہ اگر ہمیں ایک بار دنیا میں لوٹ جانا نصیب ہو جائے تو ہم بھی سرداروں سے ایسے بیزار ہو جائیں گے جیسے یہ آج ہم سے بیزار ہوئے ہیں، جیسے کفار کو عذاب کی شدت اور آپس میں بیزاری دکھائی جائے گی، ایسے ہی اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال حسرت بنا کر دکھائے گا کہ کافروں کو برے اعمال پر جنت کے عالیشان محلوں اور نعمتوں سے دائمی محرومی پر حسرت ہو گی اور یہ کفار جہنم کی آگ میں داخل ہونے کے بعد اس سے کبھی باہر نکل نہ سکیں گے۔ **اہم بات:** ایمان اور اعمال صالحہ کی اصل حسرت تو کافر ہی کو ہو گی لیکن مسلمان بھی قیامت میں نیکیوں کی کمی اور گناہوں میں ملوث ہونے پر حسرت کا اظہار کریں گے۔ الامان والحفیظ۔

آیت 168 مشرکوں نے اپنی مرضی سے بہت سے جانوروں اور کھانے پینے کی چیزوں وغیرہ کو حرام قرار دے رکھا تھا، اس پر فرمایا کہ اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال اور پاکیزہ ہے اس میں سے کھاؤ اور اپنی طرف سے کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دے کر شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حلال وطیب وہ ہے جو خود بھی حلال ہو جیسے بکرے کا گوشت، سبزی، دال اور حاصل بھی جائز ذریعے سے ہو یعنی چوری، رشوت، ڈکیتی وغیرہ کے ذریعے نہ ہو۔ (2) اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دینا اس کی رزاقیت سے بغاوت ہے۔ **درس:** رزقِ حلال کمانا اور اسی کمائی سے حلال و پاکیزہ چیزیں کھانا پینا، پہننا اور راہِ خدا میں خرچ کرنا چاہئے۔ حدیث پاک میں ہے: جس شخص نے حلال مال کمایا پھر اسے خود کھایا یا اس کمائی سے لباس پہنا اور اپنے علاوہ اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوق (جیسے اپنے اہل و عیال اور دیگر لوگوں) کو کھلایا اور پہنایا تو اس کا یہ عمل اس کے لئے برکت و پاکیزگی ہے۔ (صحیح ابن حبان، حدیث: 4222)

آیت 169 اس آیت میں لوگوں کو متنبہ فرمایا کہ شیطان تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا حکم دے گا اور یہ کہے گا کہ مختلف چیزوں کو خود ہی حلال و حرام قرار دے کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دو حالانکہ تمہیں اس کا علم ہی نہیں ہے۔ **اہم بات:** سوء اور فحشاء

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ

جو خود تمہیں معلوم نہیں ○ اور جب ان سے کہا جائے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں: بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے

اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں نہ وہ ہدایت یافتہ ہوں؟○ اور کافروں کی مثال

كَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

اس شخص کی طرح ہے جو کسی ایسے کو پکارے جو خالی چیخ و پکار کے سوا کچھ نہیں سنتا۔ (یہ کفار) بہرے، گونگے، اندھے ہیں تو یہ سمجھتے نہیں ○

مترادف یعنی ہم معنیٰ بھی قرار دیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سوء سے مراد مطلقاً گناہ ہے اور فحشاء سے مراد کبیرہ گناہ ہیں۔ درس: شیطان کا کام ہی لوگوں کو برے کاموں مثلاً: جھوٹ، غیبت، چغلی، وعدہ خلافی، بہتان، لڑائی فساد، وغیرہ اور بے حیائی کے کاموں مثلاً: گانے باجے، فلمیں ڈرامے، وغیرہ گناہوں کی طرف بلانا اور لوگوں کو کفر و شرک، حلال کردہ کو حرام اور حرام کردہ کو حلال کہنے کی طرف راغب کرنا ہے۔ افسوس! آج کل ان برائیوں میں سے بہت سی چیزوں کی طرف بلانے میں گھر والوں، دوست احباب، گھر، بازار، معاشرہ، افسر وغیرہ کا تعاون یا ترغیب ہوتی ہے بلکہ اگر کوئی آدمی نیکیوں کی طرف آنے کا سوچتا بھی ہے تو یہ افراد اسے کھینچ کر گناہوں کی طرف لے جاتے ہیں۔

آیت 170 ارشاد فرمایا کہ جب مشرکوں کو توحید، اسلام، قرآن اور خدائی احکام کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو مشرک جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے طریقے پر ہی چلیں گے۔ انہیں فرمایا گیا کہ کیا وہ اپنے باپ دادا کی پیروی کریں گے اگرچہ وہ نہ دین سمجھتے ہوں اور نہ راہِ راست پر ہوں۔ ایسی پیروی تو حماقت و گمراہی ہے۔ **اہم باتیں:** (1) شریعت کے خلاف باپ دادا کسی کی بھی پیروی کرنا حرام ہے۔ ہمارے ہاں شادی مرگ اور دیگر کئی مواقع پر شریعت پر چلنے کا کہا جائے تو لوگ آگے سے یہی باپ دادا، خاندان اور برادری کے رسم و رواج کا عذر پیش کرتے ہیں یہ بھی سراسر غلط و باطل ہے۔ (2) بروں کی پیروی بری ہے اور اچھوں کی پیروی اچھی جیسے ہم بزرگانِ دین، صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین، اولیاء و صالحین کی پیروی کرتے ہیں تو یہ بہت اچھی ہے کہ اس کا حکم خود قرآن نے دیا ہے۔

آیت 171 دینِ حق کی مسلسل دعوت کے باوجود کافروں کے ایمان نہ لانے پر فرمایا کہ ان کے دعوتِ دین سننے کی مثال یہ ہے کہ جس طرح جانوروں کا ایک ریوڑ ہو اور ان کا مالک انہیں آواز دے تو وہ محض ایک آواز تو سنتے ہیں لیکن مالک کے کلام کا مفہوم نہیں سمجھتے، یونہی کافروں کا حال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم انہیں حق کی طرف بلاتے ہیں، یہ ان کا کلام سن کر جواب میں جانوروں جیسا طرزِ عمل ظاہر کرتے ہیں۔ ایسی آنکھ، کان، زبان کا کیا فائدہ جس سے کوئی نفع نہ اٹھایا جاسکے اور اس اعتبار سے یہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں اور نصیحت کو سمجھتے نہیں۔ درس: نیکی کی دعوت سن کر ہمارا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے؟ اس پر غور کرنے کی حاجت ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ

اے ایمان والو ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی

تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ

عبادت کرتے ہو۔ اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور حرام کیے ہیں جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا

لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

تو جو مجبور ہو جائے حالانکہ وہ نہ خواہش رکھنے والا ہو اور نہ ضرورت سے آگے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت 172 فرمایا کہ ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور کھا پی کر غافل ہونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ خداوند کریم نے کھانے پینے اور اس سے لطف اندوز ہونے کی اجازت دی لیکن شرط یہ ہے کہ حرام چیزیں نہ کھاؤ، حرام طریقے سے حاصل کر کے نہ کھاؤ، کھا کر غافل اور اطاعت الٰہی سے دور نہ ہو جاؤ اور خدا کی عطا پر شکر ادا کرو۔

آیت 173 کفار نے اپنی طرف سے بہت جانور حرام قرار دے رکھے تھے، ان کی اس حرکت پر فرمایا کہ بحیرہ وغیرہ جن جانوروں کو تم نے حرام سمجھ رکھا ہے وہ حرام نہیں، بلکہ حرام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اور اس نے تم پر صرف مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جانور حرام کیا ہے جسے ذبح کرتے وقت غیرُ اللہ کا نام لیا گیا ہو تو جو کسی حرام چیز کو کھانے پر مجبور ہو جائے حالانکہ وہ نہ اس کی خواہش رکھنے والا ہو اور نہ ضرورت سے آگے بڑھنے والا، تو وہ چیز کھا لینے کی صورت میں اس پر کوئی گناہ نہیں، بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بہت مہربان ہے۔ مجبوری کی حالت میں بقدر ضرورت حرام کھانے کی اجازت دینا اور اسے معاف رکھنا اس کی کرم نوازی کی دلیل ہے۔ اہم باتیں: (1) مردار کا کھانا حرام ہے البتہ مردار کا دباغت کیا ہوا چمڑا کام میں لانا اور اس کے بال سینگ ہڈی، پٹھے سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ (2) بہنے والا خون حرام ہے اور ذبح کے بعد جو خون حلال جانور کے گوشت اور رگوں میں باقی رہ جاتا ہے وہ ناپاک نہیں۔ (3) خنزیر (یعنی سور) نجس العین ہے، اس کا گوشت پوست بال ناخن وغیرہ تمام اجزاء نجس و حرام ہیں، کسی کو کام میں لانا جائز نہیں۔ (4) "مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کا معنی یہ ہے کہ جانور ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر ذبح کیا جائے، ایسا جانور حرام و مردار ہے، البتہ اگر شرعی طریقے کے مطابق ذبح کے وقت فقط اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور اس سے پہلے یا بعد میں غیر کا نام لیا مثلاً یہ کہا کہ عقیقہ کا بکرا یا جس کی طرف سے وہ جانور ذبح کیا جارہا ہے اسی کا نام لیا، یا جن اولیاء کے لیے ایصال ثواب مقصود ہے ان کا نام لیا تو یہ جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں۔ (5) مضطر یعنی مجبور جسے حرام چیزیں کھانے کی رخصت ہے، وہ ہے جو حرام چیز کے کھانے پر مجبور ہو اور اسے نہ کھانے سے جان چلی جانے کا خوف ہو اور کوئی حلال چیز موجود نہ ہو۔ خواہ بھوک یا غربت کی وجہ سے یہ حالت ہو یا کوئی شخص حرام کھانے پر مجبور کرتا ہو اور نہ کھانے کی صورت میں جان کا اندیشہ ہو، ایسی حالت میں جان بچانے کے لیے حرام چیز کا بقدر ضرورت یعنی اتنا کھا لینا جائز ہے کہ ہلاکت کا خوف نہ رہے بلکہ اتنا کھانا فرض ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓىِٕكَ

بیشک وہ لوگ جو اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے ذلیل قیمت لیتے ہیں وہ

مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ لَا يُزَكِّيْهِمْ ۚۖ

اپنے پیٹ میں آگ ہی بھرتے ہیں اور اللہ قیامت کے دن ان سے نہ کلام فرمائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا

وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۷۴ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَ الْعَذَابَ

اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ۝ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور بخشش کے بدلے

بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَاۤ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ۝۱۷۵ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ

عذاب خرید لیا تو یہ کتنا آگ کو برداشت کرنے والے ہیں ۝ یہ (سزا) اس لئے ہے کہ اللہ نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی

آیت 174 اس آیت میں یہودیوں کا تذکرہ ہے۔ **شانِ نزول:** یہودی سردار اور علماء یہ امید رکھتے تھے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ والہ وسلم انہی میں سے مبعوث ہوں گے، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم دوسری قوم میں مبعوث ہوئے تو انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ لوگ تورات میں آپ کے اوصاف دیکھ کر آپ کے فرمانبردار بن جائیں گے اور ہمارے ہدیے نذرانے بند اور حکومت چلی جائے گی۔ اس بنا پر ان میں حسد پیدا ہوا اور انہوں نے تورات میں مذکور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف وغیرہ لوگوں سے چھپادیئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب میں موجود محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف چھپاتے اور اس کے بدلے لوگوں سے رشوت لے کر دنیا کا حقیر مال لیتے ہیں، یہ اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں کیونکہ یہ حرکت انہیں جہنم میں لے جائے گی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ہی انہیں کفر و شرک اور گناہوں کی گندگی سے پاک کرے گا اور ان کے لیے جہنم کا دردناک عذاب ہے۔

آیت 175 احکامِ خدا چھپانے والے ہدایت چھوڑ کر گمراہی اور مغفرت و نجات کی بجائے جہنم کا عذاب مول لینے والے ہیں، تو عقلِ انسانی کے اعتبار سے یہ تعجب و حیرت کی بات ہے کہ یہ لوگ آگ پر کتنا صبر کریں گے۔

آیت 176 آیت میں بتایا کہ ان لوگوں کو جہنم کی سزا اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا لیکن انہوں نے اس میں اختلاف کیا کہ اس کے کچھ حصے پر ایمان لے آئے اور کچھ کو چھپا کر اس کا انکار کر دیا۔ ایسے لوگ یقیناً حق سے بہت دور ہیں۔ ایک قول کے مطابق یہ آیت مشرکین کے متعلق نازل ہوئی، اس صورت میں کتاب سے مراد قرآن کریم اور اختلاف سے مراد ان میں سے بعض کا قرآن کو شعر، بعض کا جادو اور بعض کا کہانت کہنا ہے۔

ع بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْکِتٰبِ لَفِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ ﴿۱۷۶﴾ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا

اور بیشک کتاب میں اختلاف کرنے والے ضرور دور کی مخالفت و ضد میں ہیں ○ اصل نیکی یہ نہیں کہ

وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ اصلی نیک وہ ہے جو اللہ اور قیامت اور فرشتوں

وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ

اور کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت میں عزیز مال رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں

وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا

اور سائلوں کو اور (غلام لونڈیوں کی) گردنیں آزاد کرانے میں خرچ کرے اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور وہ لوگ جو عہد کرکے اپنا عہد

وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ

کرنے والے ہیں اور مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت صبر کرنے والے ہیں یہی لوگ سچے ہیں اور یہی

آیت 177 شانِ نزول: یہودیوں نے بیت المقدس کے مشرقی حصے اور عیسائیوں نے مغربی حصے کو قبلہ بنا رکھا تھا اور ہر گروہ کا گمان یہ تھا کہ صرف اس قبلہ ہی کی طرف منہ کرنا نیکی ہے، ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین کے نزدیک اس آیت میں اہل کتاب اور اہل ایمان سب کو خطاب ہے اور معنی یہ ہے کہ اصل نیکی یہ نہیں کہ تم دورانِ نماز اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو بلکہ اصل نیکی تو اس کی ہے جس کے عقائد درست ہوں اور وہ دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ، آخرت کے دن، تمام فرشتوں، تمام کتابوں اور تمام پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا پسندیدہ مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور غلام لونڈیاں آزاد کرانے پر خرچ کرے۔ اس کے ساتھ نماز و زکوٰۃ کی پابندی سے ادائیگی کرے نیز جب وہ کسی سے عہد کرے تو اسے پورا کرے بیماری وغیرہ کی مصیبت و سختی اور راہِ خدا میں ہونے والے جہاد میں سخت لڑائی کے وقت صبر کرے۔ یہی لوگ سچے مومن و متقی ہیں۔ اہم باتیں: (1) ایمان اہم ترین چیز ہے، اس کے بغیر اعمال کا ثواب نہیں، اس آیت میں ضروریاتِ دین کی اہم بنیادوں کو ذکر کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ، قیامت، فرشتوں، آسمانی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لانا۔ (2) لوگوں پر مال خرچ کرنے کے مقابلے میں قریبی رشتے داروں کو دینے میں زیادہ ثواب ہے کہ صدقہ اور صلہ رحمی دونوں کا ثواب ملتا ہے۔
(3) عہد کی پابندی نیکی، ایمان کی نشانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ

پرہیزگار ہیں ۝ اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کے خون کا بدلہ لینا فرض کردیا گیا، آزاد کے بدلے

بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ

آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، تو جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دیدی جائے تو اچھے طریقے

بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ

سے مطالبہ ہو اور وارث کو اچھے طریقے سے ادائیگی ہو۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور رحمت ہے۔ تو اس کے بعد جو

اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ

زیادتی کرے اس کے لئے دردناک عذاب ہے ۝ اور اے عقل مندو! خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے

آیت 178 زمانہ جاہلیت میں طاقت ور قبیلہ قتل کا بدلہ لینے میں حد سے بڑھ جاتا تھا۔ اس طرح کے معاملات میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں ظلم و زیادتی سے بچنے اور عدل و مساوات کا حکم دیا گیا کہ تم پر مقتولوں کے خون کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا اور جو قتل کرے اسی کو قتل کیا جائے، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت کو اور جس قاتل کو مقتول کے وارث کچھ معاف کردیں جیسے مال کے بدلے معاف کرنے کا کہیں تو وارث شدت و سختی کے بغیر اچھے انداز میں مطالبہ کریں اور قاتل خون بہا کی ادائیگی میں اچھا طریقہ اختیار کرے، ادائیگی میں تاخیر اور مال میں کمی نہ کرے۔ یہ معافی اور دیت کا حکم تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور رحمت ہے کہ قصاص اور معافی و دیت میں کسی کو بھی چن لینے کا اختیار دیا ہے تو اب بھی جو دستور جاہلیت کے مطابق غیر قاتل کو قتل کرے یا دیت قبول کرنے اور معاف کرنے کے بعد قتل کرے تو اس کے لئے دنیا میں قتل اور آخرت میں جہنم کا دردناک عذاب ہے۔

اہم باتیں: (1) علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت میں خطاب مسلم حکمرانوں اور ان کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے قصاص نافذ کرنے کا اختیار رکھنے والوں کو ہے۔ (روح البیان 1/283) اس سے معلوم ہوا کہ قصاص کے حکم پر عمل کرنا حاکم اسلام یا اس کے مقرر کردہ فرد کی ذمہ داری ہے، از خود قصاص لینے کی ہرگز اجازت نہیں۔ (2) آیت میں قاتل اور مقتول کے وارث کو بھائی کہا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ قتل اگرچہ بڑا گناہ ہے مگر اس سے ایمانی بھائی چارہ ختم نہیں ہوتا اور یہ بھی پتا چلا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب فاسق ہے کافر نہیں۔ (3) مقتول کے وارث کو اختیار ہے کہ قاتل کو بغیر عوض معاف کردے یا مال پر صلح کرے۔

آیت 179 یہاں قصاص کا حکم دینے کی حکمت بیان فرمائی کہ اے عقل مندو! قتل کے بدلے قتل کرنے میں تمہاری زندگی ہے، وہ اس طرح کہ قصاص میں قتل ہونے کے ڈر سے آدمی دوسرے کو قتل کرنے سے رکے گا اور یوں دو جانیں قتل سے محفوظ رہیں گی، نیز جب قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا تو دوسرے لوگ اس سے عبرت پکڑتے ہوئے اقدام قتل سے باز رہیں گے اور یوں انسانی جانوں کا تحفظ ہو گا۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖۚ الْوَصِيَّةُ

تاکہ تم بچو۞ تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے (تو) اگر وہ کچھ مال چھوڑے تو اپنے ماں باپ اور قریبی

لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ

رشتہ داروں کے لئے اچھے طریقے سے وصیت کر جائے۔ یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے۞ پھر جو وصیت کو سننے کے بعد اسے تبدیل کر دے

فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا

تو اس کا گناہ ان بدلنے والوں پر ہی ہے، بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۞ پھر جس کو وصیت کرنے والے کی طرف سے جانبداری

اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

یا گناہ کا اندیشہ ہو تو وہ ان کے درمیان صلح کرادے تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۞ اے ایمان والو

آیت 180 وراثت کی آیت اترنے سے پہلے یہ حکم نازل ہوا کہ جب کسی کی موت قریب آنے کی نشانیاں ظاہر ہوں، اور اس کے پاس مال ہو تو اس پر فرض ہے کہ اپنے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے لئے عدل وانصاف کے ساتھ وصیت کر جائے۔ **اہم باتیں:** (1) میراث کے احکام نازل ہونے کے بعد اس آیت میں مذکور وصیت واجب ہونے کا حکم منسوخ ہو گیا البتہ وصیت جائز ہونے کا حکم اب بھی باقی ہے۔ اس مسئلے کی تفصیل کے لیے کتب فقہ کا مطالعہ فرمائیں۔ (2) کثیر مال ہو تو وصیت کرنا افضل اور قلیل ہو تو نہ کرنا، یونہی تہائی مال سے کم میں ہی کرنا افضل ہے۔

آیت 181 فرمایا کہ وصیت کو سننے کے بعد جو اسے تبدیل کر دے تو اس کا گناہ ان بدلنے والوں پر ہی ہے کیونکہ انہوں نے خیانت و حق تلفی اور شریعت کی مخالفت کی اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے سب اقوال وافعال کو سننے جاننے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) وصیت میں تبدیلی کی عام صورت یہ ہے کہ وصیت کی تحریر میں ردوبدل کر دینا تاکہ کسی کو نقصان پہنچایا جائے۔ (2) اپنی زندگی میں خود اپنی وصیت تبدیل کرنے کا اختیار ہے۔

آیت 182 اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کسی عالم، حاکم، وصی یا رشتے دار وغیرہ کو یہ اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والا جانبداری سے کام لیتے ہوئے کسی پر زیادتی کر رہا ہے یا وصیت کے شرعی احکام کی پابندی نہیں کر رہا تو اس نے اُسے سمجھا بجھا کر وصیت درست کرادی یونہی اگر کوئی شخص غلط وصیت کر کے فوت ہو گیا اور اس نے جس کے لیے وصیت کی، اُس کے اور وارثوں کے درمیان شریعت کے مطابق صلح کرادی تو یہ گنہگار نہیں کیونکہ اس نے حق کی حمایت کے لیے باطل کو بدلا ہے، بیشک خلاف شرع وصیت کی اصلاح کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور اس پر مہربان ہے۔

آیت 183 اس آیت میں روزوں کی فرضیت کا بیان ہے کہ اے ایمان والو! تم پر ویسے ہی روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ کیونکہ روزہ شہوت کو ختم کرتا اور نفسانی خواہشات میں کمی لاتا ہے۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا

تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ گنتی کے چند

مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ

دن ہیں تو تم میں جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے اور جنہیں اس کی

يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا

طاقت نہ ہو ان پر ایک مسکین کا کھانا فدیہ ہے پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر تم جانو تو روزہ رکھنا

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ

تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت

اہم باتیں: (1) صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک روزہ کی نیت سے کھانے پینے اور ہم بستری سے بچنا "روزہ" ہے۔ (2) روزہ بہت قدیم عبادت ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام شریعتوں میں روزے فرض رہے ہیں اگرچہ ان کے دن اور احکام مختلف ہوتے تھے۔ (3) تقویٰ کا عمومی معنیٰ یہ ہے کہ عذاب کا سبب بننے والی چیز یعنی ہر چھوٹے بڑے گناہ سے نفس کو بچایا جائے۔ درس: روزوں کی کامل برکت تب حاصل ہوتی ہے جب روزے کے ظاہری آداب کے ساتھ اس کے باطنی آداب بھی پورے کئے جائیں۔

آیت 184 فرض روزے ماہِ رمضان کے گنتی کے انتیس یا تیس دن ہوتے ہیں، ان دنوں میں اگر کوئی بیمار یا مسافر ہو اور روزہ نہ رکھے تو اس پر بعد میں اتنے روزوں کی قضا لازم ہے اور شیخ فانی یعنی بہت ہی بوڑھے وہ لوگ جنہیں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو اور نہ آئندہ طاقت ملنے کی امید ہو تو وہ روزے کے بدلے میں ایک مسکین کا کھانا فدیہ میں دیں اور اگر فدیہ زیادہ دے کر اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ مزید فرمایا کہ شرعی رخصت کے باوجود روزے کی طاقت ہونے کی صورت میں روزہ چھوڑنے کی بجائے روزہ رکھ لینا تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم روزہ کی فضیلت واہمیت جان لو۔ **اہم باتیں:** (1) وہ مریض جسے مرض بڑھ جانے، یا دیر سے ٹھیک ہونے، یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا غالب گمان ہو تو اسے ابھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت اور بعد میں اس کی قضا فرض ہے۔ (2) روزہ نہ رکھنے کی اجازت کے لیے مرض بڑھنے وغیرہ کا غالب گمان ہونا ضروری ہے محض وہم کافی نہیں۔ غالب گمان اس صورت میں حاصل ہوگا کہ مرض بڑھنے وغیرہ کی کوئی ظاہری علامت موجود ہے، یا اس شخص کا ذاتی تجربہ ہے، یا اسے کسی ماہر ڈاکٹر نے بتایا ہے اور اچھی طرح غور کرنے کے بعد اسے بھی روزہ نہ رکھنا ہی سمجھ آیا ہے۔ (3) مسافر اس صورت میں روزہ چھوڑ سکتا ہے جب وہ 92 کلو میٹر یا اس سے زیادہ دور جانے کے لیے طلوعِ فجر کے وقت ہی مسافر ہو۔ (4) روزے کا فدیہ دو وقت صبح وشام ایک مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہے یا ہر روزہ کے بدلے میں صدقہ فطر کی مقدار مسکین کو دیدے۔

آیت 185 اس آیت میں ماہِ رمضان کی عظمت وفضیلت کا بیان ہے کہ گنتی کے وہ چند دن رمضان کا مہینہ ہے جس کی شب قدر میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کے ایک مقدس مقام "بیت العزت" پر قرآن نازل کیا گیا۔ قرآن مجید لوگوں کو گمراہی سے راہِ حق کی

وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَا

اور رہنمائی ہے اور فیصلے کی روشن باتوں (پر مشتمل ہے۔) تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے تو ضرور اس کے روزے رکھے

مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُ

بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا اور (یہ آسانیاں اس

الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَاِ

تاکہ تم (روزوں کی) تعداد پوری کر لو اور تاکہ تم اس بات پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ (185)

سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِ

ے حبیب! جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو بیشک میں نزدیک ہوں، میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب

طرف ہدایت دینے والا، سچے احکام کی طرف رہنمائی کرنے والی آیتوں اور حق و باطل کے درمیان فرق کر دینے والی باتوں پر مشتمل ہے۔ یہ مہینہ دیکھنا جسے نصیب ہو تو وہ ضرور اس کے روزے رکھے البتہ جو بیمار یا مسافر روزہ نہ رکھے تو وہ دوسرے دنوں میں تو کرلے۔ اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے، دشواری نہیں چاہتا۔ قضا روزے رکھنے کی آسانی اس لئے ہے تاکہ تم روزوں کی تعداد (29 30 دن) پوری کر لو اور تعداد پوری ہوتے وقت تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے اپنے دین کے طریقوں کی طرف تمہاری رہنمائی کی اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اہم باتیں: (1) بیت العزت سے وقتاً فوقتاً حکمت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل امین علیہ السلام قرآن لاتے رہے اور یہ نزول 23 سال کے عرصہ میں پورا ہوا۔ (2) رمضان واحد مہینہ ہے جس کا نام قرآن پاک میں مذکور ہوا۔ (3) قرآن مجید سے نسبت سے ماہِ رمضان کو عظمت و شرافت ملی۔ یونہی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت اور معراج سے نسبت رکھنے والے دنوں کو بھی عظمت و شرافت مل گئی۔

آیت 186 **شانِ نزول:** صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے جذبۂ عشقِ الٰہی میں سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دریافت کیا: ہمارا رب کہاں ہے؟ اس پر فرمایا گیا: اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو انہیں بتا دیں کہ میں اپنی شان کے لائق اور اپنے علم و قدرت سے ان کے قریب ہوں۔ جب کوئی مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ انہیں چاہئے کہ میرا حکم مانیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں تاکہ وہ دین و دنیا کی بھلائیوں کی طرف ہدایت پائیں۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ مکان و جگہ سے پاک ہے، اس کا قرب اس کی شان کے لائق ہے اور وہ اپنے علم و قدرت سے ہمارے قریب ہے۔ (2) دعا کا معنی ہے اپنی حاجت پیش کرنا اور قبولیت کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا پر لَبَّيْكَ عَبْدِيْ فرماتا ہے۔

وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ

وہ مجھ سے دعا کرے تو انہیں چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں ○ تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں

اِلٰى نِسَآىٕكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ

اپنی عورتوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا، وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں کو خیانت

اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪

میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمادیا تو اب ان سے ہم بستری کرلو اور جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہوا ہے

وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ

اسے طلب کرو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے فجر سے سفیدی (صبح) کا ڈورا سیاہی (رات) کے ڈورے سے ممتاز ہو جائے پھر

آیت 187 **شانِ نزول:** شروع اسلام میں افطار کے بعد کھانا پینا، جماع کرنا نمازِ عشا تک حلال تھا، وقتِ عشا شروع ہونے اور سونے کے بعد یہ چیزیں حرام ہو جاتی تھیں اگرچہ ابھی وقتِ عشا شروع نہ ہوا ہو۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رمضان کی راتوں میں ہم بستری کا فعل سرزد ہوا، اس پر وہ نادم ہوئے اور بارگاہِ رسالت میں صورتِ حال عرض کی، نیز حضرت صرمہ بن قیس رضی اللہ عنہ حالتِ روزہ میں دن بھر کام کاج کر کے گھر آئے، تھکاوٹ کے باعث کھانا پکنے کے انتظار میں ہی آنکھ لگ گئی، چونکہ اب کھانا پینا منع ہو گیا تھا لہٰذا اسی حالت میں دوسرے دن کا روزہ رکھ لیا اور کمزوری کے باعث دوپہر کے وقت بیہوش ہو گئے۔ اس کے بعد یہ آیت اتری اور پہلا حکم منسوخ کر دیا اور کئی رخصتیں اور احکام عطا فرمائے۔ پہلی رخصت یہ کہ اب تمہارے لئے رمضان کی راتوں میں مغرب سے صبحِ صادق تک اپنی بیویوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا، وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم نے رمضان کی رات میں بیویوں سے صحبت کر کے اپنی جانوں کو خیانت میں ڈال لیا تھا، لیکن اب تم نے جو توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کر کے تمہیں معاف فرمادیا ہے، تو اب ان سے صحبت کرنا تمہارے لیے حلال ہے اور لوحِ محفوظ میں جو اولاد وغیرہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نصیب میں لکھی ہوئی ہے اسے طلب کرو۔ دوسری رخصت یہ ہے کہ دن کی روشنی رات کی سیاہی سے جدا ہونے یعنی صبحِ صادق تک جب چاہو کھاؤ پیو۔ اور روزے کا حکم یہ ہے کہ صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک روزوں کو پورا کرو۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ جب تم مسجدوں میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھے ہو تو اپنی بیویوں سے صحبت نہ کرو۔ یہ روزے اور اعتکاف کے بارے میں ذکر کیے گئے احکام اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں تو ان ممنوعات کے پاس نہ جاؤ۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ احکام بیان فرمائے یونہی وہ لوگوں کے لئے اپنی آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ اس کی منع کردہ چیزوں سے بچ کر عذاب سے نجات پاجائیں۔ **اہم باتیں: (1)** شوہر اور بیوی کا ایک دوسرے کے لئے لباس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لباس کی طرح دونوں ایک دوسرے کے لیے سکون کا ذریعہ ہیں یا یہ مطلب ہے کہ دونوں ایک دوسرے کا حال چھپا لیتے ہیں اور گناہوں، بے حیائی کے کاموں اور بدکاری میں پڑنے سے ایک دوسرے کو

اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ

رات آنے تک روزوں کو پورا کرو اور عورتوں سے ہم بستری نہ کرو جبکہ تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو

حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ

اللہ کی حدیں ہیں تو ان کے پاس نہ جاؤ۔ اللہ یونہی لوگوں کے لئے اپنی آیات کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ

ع اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ

ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھالو۔ تم سے نئے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تم فرمادو: یہ لوگوں اور

لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى

کے لئے وقت کی علامتیں ہیں اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں پچھلی دیوار توڑ کر آؤ، ہاں اصل نیک تو پرہیزگار ہوتا

روک لیتے ہیں۔(2) خیانت امانت کی ضد ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو احکام دیئے وہ انہیں پورا کرنے پر امین ہیں اور تنہائی میں جو حکم کی خلاف ورزی ہوئی تو یہ اپنی جان کو خیانت میں ڈالنا ہے۔(3) مرد کا اعتکاف شرعی مسجد میں ہی ہو گا جبکہ عورت مسجدِ بیت یعنی اپنے گھر میں نماز کے لیے مقرر کردہ جگہ میں اعتکاف کر سکتی ہے، اسے مسجد میں اعتکاف کی اجازت نہیں۔

آیت 188 یہاں باطل طور پر کسی کا مال کھانے سے منع کیا جارہا ہے کہ کسی بھی حرام ذریعے جیسے چوری اور غصب وغیرہ سے حاصل کر کے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ اور نہ اس لئے کسی کا مقدمہ حکام تک لے جاؤ تاکہ ان سے فیصلہ کروا کر لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر کھالو۔ اہم بات: کسی کا مال ناحق کھانا خواہ لوٹ کر ہو یا چھین کر، چوری سے یا جوئے سے یا حرام تماشوں یا حرام کاموں یا حرام چیزوں کے بدلے یا رشوت یا جھوٹی گواہی سے یہ سب ممنوع و حرام ہے۔ اسی طرح ناجائز فائدے کے لیے کسی پر مقدمہ بنا کر اسے حکام تک لے جانا، نیز جھوٹی وکالت، جھوٹے مقدمہ کی پیروی و کوشش کی اجرت لینا حرام ہے۔

آیت 189 اس آیت میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں: (1) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے صحابی نے بارگاہِ رسالت میں چاند کے گھٹنے بڑھنے سے متعلق سوال کیا تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے چاند کے گھٹنے بڑھنے کے سبب کی بجائے اس کے فوائد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: چاند کا گھٹنا بڑھنا لوگوں اور حج کے لئے وقت کی علامتیں ہیں، اور آدمیوں کے ہزارہا دینی و دنیوی کام اس سے متعلق ہیں کیونکہ چاند کے باریک اور پورا روشن ہونے اور چھپ جانے سے مہینے کی ابتدا، درمیان اور انتہا کا علم ہو جاتا ہے اور مہینوں سے سال کا حساب ہوتا ہے۔(2) زمانۂ جاہلیت میں حج کا احرام باندھنے کے بعد اگر کسی کو اپنے مکان میں داخل ہونے کی ضرورت ہوتی تو نیکی سمجھتے ہوئے پچھلی دیوار توڑ کر آتا، اس پر ارشاد فرمایا: یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم اپنے گھروں میں پچھلی دیوار توڑ کر آؤ

وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۸۹﴾ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ ○ اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو

الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ

جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو، بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا ○ اور (دورانِ جہاد) کافروں کو جہاں پاؤ

ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ

قتل کرو اور انہیں وہاں سے نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا اور فتنہ قتل سے زیادہ شدید ہوتا ہے

وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ

اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں اور اگر وہ تم سے لڑیں

بلکہ اصل نیکی تقویٰ و پرہیزگاری ہے، تم گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور اس امید پر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ تمہیں فلاح و کامیابی مل جائے۔ اہم باتیں: (1) بہت سے احکام میں چاند کا حساب رکھنا ضروری ہے جیسے بالغ ہونے کی عمر کے اعتبار سے، یونہی روزہ، عیدین، حج کے مہینوں اور دنوں کے بارے میں اور زکوۃ میں جو سال گزرنے کا اعتبار ہے وہ بھی چاند کے حساب سے ہے۔ (2) بغیر دلیلِ شرعی کسی چیز کو ناجائز سمجھنا جہلا کا کام ہے، بلکہ اہلِ علم سے پوچھنا اور سیکھنا چاہیے۔

آیت 190 شانِ نزول: سن 6 ہجری کو مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عمرہ کرنے سے روکا اور اس بات پر صلح ہوئی کہ آئندہ سال مسلمان عمرہ کے لئے آئیں گے اور تین روز کے لئے مکہ مکرمہ خالی کر دیا جائے گا چنانچہ اگلے سال 7 ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 1400 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ قضا کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ اگر کفار نے عہد شکنی کرتے ہوئے حرم مکہ اور حرمت والے مہینے ذوالقعدہ میں ہی مسلمانوں سے جنگ کی تو ان سے جنگ کرنا بڑا مشکل ہو گا کیونکہ ابتدائے اسلام میں حرم اور حرمت والے مہینوں میں جنگ جائز نہ تھی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اجازت دی گئی کہ اے مسلمانو! ان کفار سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں البتہ ان کے خلاف جنگ کی ابتداء کر کے حد سے نہ بڑھو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

آیت 191 اوپر بیان کیے گئے سیاق و سباق میں یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ کفار نے تمہیں مکہ سے بے دخل کیا تھا اور اب بھی آمادۂ جنگ ہیں لہٰذا تمہیں بھی دورانِ جہاد ان سے لڑنے، میدانِ جنگ میں جہاں ملیں وہیں قتل کرنے اور مکہ مکرمہ سے نکالنے کی اجازت ہے جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا۔ انہیں قتل کرنے کا حکم ان کے جرم سے زیادہ بڑا نہیں کیونکہ یہ لوگ شرک کر کے اور مسلمانوں کو مکہ مکرمہ سے نکال کر فتنہ برپا کرنے والے ہیں اور فتنہ قتل سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔ مسجد حرام کے پاس یعنی حرم کی حدود میں ان سے نہ لڑو کیونکہ یہ حرم کی حرمت کے خلاف ہے، ہاں اگر وہ مسلمانوں سے جنگ کی ابتداء کر دیں تو انہیں جواب دینے کے لیے وہاں

فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

تو انہیں قتل کرو۔ کافروں کی یہی سزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آجائیں تو بیشک اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا

اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور عبادت اللہ کے لئے ہوجائے پھر اگر وہ باز آجائیں تو صرف ظالموں

عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى

پر سختی کی سزا باقی رہ جاتی ہے۔ ادب والے مہینے کے بدلے ادب والا مہینہ ہے اور تمام ادب والی چیزوں کا بدلہ ہے۔ تو جو تم پر زیادتی

عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

کرے اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ

مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚۛ وَاَحْسِنُوْا مع

ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی

لڑنے کی اجازت ہے، یہ قتل واخراج ہی کافروں کی سزا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) مسجد حرام کے ارد گرد کئی کلومیٹر کا علاقہ حرم کہلاتا ہے (2) آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ امن ہو یا جنگ، ہر حال میں کافروں کو قتل کرنے میں لگے رہو بلکہ صرف دورانِ جہاد قتل کرنے کا حکم ہے

آیت 192 ارشاد فرمایا کہ پھر اگر وہ لوگ کفر سے باز آجائیں اور اسلام قبول کرلیں تو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے، وہ اپنے فضل سے انہیں معاف فرمادے گا۔

آیت 193 کفارِ عرب کے متعلق فرمایا گیا کہ ان سے لڑتے رہو حتی کہ ان کا فتنہ یعنی شرک ختم ہو جائے، ان کا دین بھی "دینِ اسلام" ہو جائے اور سرزمین عرب پر صرف ایک اللہ کی عبادت ہو لہٰذا اگر وہ کفر و شرک سے باز آجائیں تو ان سے نہ لڑو کیونکہ صرف ظالموں پر سختی کی سزا ہے اور اب یہ ظالم نہیں رہے۔

آیت 194 چار مہینے حرمت والے ہیں: رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم۔ ان مہینوں میں جنگ کی اجازت کے متعلق فرمایا کہ یہ جنگ کی اجازت اللہ تعالیٰ نے کفار کی طرف سے حرمت پامال کرنے کی وجہ سے دی ہے، لہٰذا یہ لڑائی ان مہینوں کی بے حرمتی نہیں بلکہ کفار سے بے حرمتی کا بدلہ لینا ہے کیونکہ انہوں نے فتنہ وفساد کر کے اس کی بے ادبی کی ہے، لیکن بدلہ لینے میں جس نے جتنی زیادتی تم پر کی تم اس سے اتنا ہی بدلہ لو، اس سے زائد کی اجازت نہیں، لہٰذا بدلہ لینے میں تقویٰ وخوفِ خدا کو پیش نظر رکھو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور معیت اسی کو نصیب ہوگی جو ہر حال میں تقویٰ اختیار کرنے والا ہے۔

آیت 195 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی جہاد، رشتے داروں سے حسن سلوک، کمزور و غریب لوگوں کی مدد وغیرہ اطاعت و رضائے الٰہی کے کاموں میں جان و مال خرچ کرو، فضول خرچی کر کے یا راہِ خدا میں خرچ اور جہاد چھوڑ کر اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٩٥﴾ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ

بیشک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے○ اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو پھر اگر تمہیں (مکہ سے) روک دیا جائے تو (حرم میں) قربانی

مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ

کا جانور بھیجو جو میسر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں

مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ

بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو روزے یا خیرات یا قربانی کا فدیہ دے پھر جب

اَمِنْتُمْ ٝ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ

تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی لازم ہے جیسی میسر ہو پھر جو (قربانی کی قدرت) نہ پائے

فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ

تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات روزے (اس وقت رکھو) جب تم اپنے گھر لوٹ کر جاؤ، یہ مکمل دس ہیں۔ یہ حکم

لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ

اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ

نہ ڈالو اور نیکی کو اپنا شیوہ بناؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ یقیناً نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ **اہم بات:** خود کو ہلاکت میں ڈالنا حرام ہے خواہ خودکشی کے ذریعے ہو یا بغیر مہارت کے خطرناک کام کرنے کے ذریعے ہو یا کسی اور طریقے سے۔

آیت 196 احکام جہاد کے بعد یہاں سے حج و عمرہ کے چند احکام بیان کیے جا رہے ہیں: (1) حج و عمرہ دونوں کو ان کے فرائض و شرائط کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے بغیر سستی اور کوتاہی کے مکمل کرو۔ (2) اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لینے کے بعد ان کی ادائیگی میں تمہیں کوئی رکاوٹ پیش آجائے جیسے دشمن کا خوف ہو یا مرض لاحق ہو جائے تو ایسی حالت میں تم احرام سے باہر آجاؤ البتہ حدود حرم میں قربانی کا جانور اونٹ یا گائے یا بکری، جو میسر ہو اسے ذبح کروانا تم پر واجب ہے اور جب تک قربانی کا جانور ذبح نہ ہو جائے تب تک تم سر نہ منڈواؤ۔ (3) جسے بیماری یا سر میں زخم وغیرہ کسی تکلیف کی بنا پر قربانی سے پہلے سر منڈانا پڑ جائے وہ گنہگار تو نہ ہو گا مگر فدیے کے طور پر 3 روزے رکھے یا 6 مسکینوں کو ایک ایک صدقہ دیدے یا انہیں دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے یا قربانی کرے۔ (4) جب تمہیں دشمن اور مرض سے امن ہو تو جو شخص ایک ہی سفر میں حج تمتع یا قِران والا حج کرے یعنی پہلے عمرہ پھر حج کرے تو اس پر بطور شکرانہ قربانی لازم ہے جیسی میسر ہو اور اگر اسے قربانی کی طاقت نہ ہو تو وہ 10 روزے رکھے، ان میں سے 3 روزے احرام باندھنے کے بعد 2 شوال سے 9 ذوالحجہ تک اور 7 روزے 13 ذوالحجہ کے بعد رکھے۔ (5) حج تمتع یا قِران کا جائز ہونا صرف آفاقی یعنی میقات سے باہر

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿١٩٦﴾ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ

شدید عذاب دینے والا ہے ○ حج چند معلوم مہینے ہیں تو جو ان میں حج کی نیت کرے تو حج میں نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا ذکر

فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوْا فَ

کوئی گناہ ہو اور نہ کسی سے جھگڑا ہو اور تم جو بھلائی کرو اللہ اسے جانتا ہے اور زادِ راہ ساتھ لے

خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٩٧﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَ

ب سے بہتر زادِ راہ یقیناً پرہیزگاری ہے اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو ○ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ

تلاش کرو، تو جب تم عرفات سے واپس لوٹو تو مشعر حرام کے پاس اللہ کو یا

والوں کے لیے ہے۔ اہم باتیں: (1) احرام باندھ کر 9 ذوالحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور کعبہ معظمہ کے طواف کا نام حج ہے۔ اس کے خاص وقت مقرر ہے جس میں یہ افعال کیے جائیں تو حج ہے۔ (2) حج 9 ہجری کو فرض ہوا، اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔

آیت 197 حج کے چند مزید احکام و آداب بیان کیے جا رہے ہیں: (1) حج کے چند مشہور و معروف مہینے ہیں، ان مہینوں سے شوال، ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔ (2) جو شخص احرام باندھ کر یا ہدی کا جانور چلا کر حج اپنے اوپر لازم کر لے، اس پر چیزیں لازم ہیں: (۱) رفث یعنی ہم بستری کرنے یا عورتوں کے سامنے اس کا ذکر یا فحش کلام کرنے سے بچنا۔ (۲) فسوق یعنی گناہ اور کے کام سے بچنا۔ (۳) جدال یعنی اپنے ہم سفروں یا خادموں سے یا غیروں کے ساتھ جھگڑنے سے بچنا۔ گناہ کے کام اور لڑائی جھگڑا جگہ ہی ممنوع ہے لیکن حج کی عظمت کی وجہ سے ان سے بچنے کی بطورِ خاص تاکید کی ہے۔ (3) بعض یمنی لوگ حج کے لیے سامان کے بغیر روانہ ہوتے اور خود کو متوکل یعنی "توکل کرنے والا" کہتے، لیکن مکہ مکرمہ جا کر بھیک مانگتے اور کبھی چوری وغیرہ کر لیتے۔ کے متعلق یہ آیت اتری کہ سفر کا سامان لے کر چلو اور دوسروں پر بوجھ نہ بنو کہ یہ توکل اور تقویٰ کے خلاف ہیں اور تقویٰ بہتر زادِ راہ ہے۔ نیز یہ بھی سمجھا دیا گیا کہ جس طرح دنیوی سفر کے لیے سامانِ سفر ضروری ہے ایسے ہی سفرِ آخرت کے لیے پرہیزگاری سامان لازم ہے۔ (4) فرمایا کہ اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو۔ عقل کا تقاضا خوفِ الٰہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرے اس س کی کمی ہے۔

آیت 198 شانِ نزول: بعض مسلمانوں کا خیال تھا کہ راہِ حج میں جس نے تجارت کی یا اونٹ کرائے پر دیا اس کا حج ضائع ہو گیا میں بتایا گیا کہ دورانِ حج تجارت کر کے اپنے رب کا فضل یعنی رزق تلاش کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ مزید یہ حکم ہے کہ جب سے واپس لوٹو تو مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ اے لوگو! تم ذکر و عبادت کا طریقہ نہ جانتے تھے نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے تمہیں طریقے سکھائے لہٰذا اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اہم باتیں: (1)

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿١٩٨﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا

اور اس کا ذکر کرو کیونکہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اگرچہ اس سے پہلے تم یقیناً بھٹکے ہوئے تھے ○ پھر (اے قریشیو!) تم بھی وہیں سے پلٹو

مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٩٩﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ

جہاں سے دوسرے لوگ پلٹتے ہیں اور اللہ سے مغفرت طلب کرو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ پھر جب اپنے حج کے کام

مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ

پورے کرلو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ (ذکر کرو) اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے کہ

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿٢٠٠﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دیدے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ○ اور کوئی یوں کہتا ہے کہ اے ہمارے رب!

تک تجارت سے افعالِ حج کی ادائیگی میں فرق نہ آئے اس وقت تک تجارت کی اجازت ہے۔(2) عرفات حج میں وقوف یعنی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔(3) مشعرِ حرام مزدلفہ میں وہ جگہ ہے جہاں امام حج وقوفِ مزدلفہ کرتا ہے۔ (4) مزدلفہ میں وقوف کے دوران تلبیہ، کلمہ، تکبیر اور ثناو دعاو غیرہ میں مشغول رہنا چاہئے۔ مسائل:(1) حاجی کے لئے 9 ذوالحجہ کے زوال آفتاب سے لے کر 10 ذوالحجہ کی صبح صادق سے پہلے تک کم از کم ایک لمحے کے لئے عرفات میں وقوف فرض ہے۔(2) مزدلفہ میں رات گزارنا سنت ہے اور نمازِ فجر کے پورے وقت کے دوران کم از کم ایک لمحے کے لئے وہاں ٹھہرنا واجب ہے۔

آیت199 قبیلہ قریش کے لوگ مزدلفہ میں ٹھہرے رہتے اور عرفات نہ جاتے۔ جب دوسرے لوگ عرفات سے پلٹتے تو یہ مزدلفہ سے پلٹتے اور اس میں اپنی بڑائی سمجھتے۔ اس آیت میں انہیں حکم دیا گیا کہ وہ بھی سب کے ساتھ عرفات میں وقوف کر کے لوٹیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کریں۔

آیت200 زمانہ جاہلیت میں اہل عرب حج کے بعد کعبہ کے قریب اپنے باپ دادا کے فضائل بیان کرتے تھے۔ دین اسلام میں بتایا گیا کہ یہ شہرت کی بیکار باتیں ہیں، تم جب اپنے حج کے ارکان وغیرہ پورے کرلو تو پہلے جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ اللہ کا ذکر کرو۔ اس کے بعد آخرت پر ایمان نہ رکھنے والے کی دعا کا ذکر ہے کہ وہ صرف دنیا مانگتا ہے اور یوں کہتا ہے: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دیدے، اس کے متعلق فرمایا کہ آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

آیت201 اس آیت میں مذکور دعا بہت جامع دعا ہے اور تھوڑے الفاظ میں دین و دنیا کی تمام بھلائیاں اس میں مانگی گئی ہیں۔ دنیا کی بھلائی میں ہر اچھی اور مفید چیز داخل ہے خواہ کفایت کرنے والا رزق حلال ہو یا اچھا گھر یا اچھی بیوی یا اچھی سواری یا اچھا پڑوس وغیرہ اور آخرت کی بھلائی سے مراد جنت ہے۔

اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓىٕكَ لَ

ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور ہمیں آخرت میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ ان لوگوں کے

نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ

ان کے کمائے ہوئے اعمال سے حصہ ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ اور گنتی کے دنوں میں اللہ کا ذ

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا

تو جو جلدی کرکے دو دن میں (منیٰ سے) چلا جائے اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے تو اس پر (بھی) کوئی گناہ نہیں۔ (یہ بشارت) پرہیزگ

اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِی الْحَیٰ

لئے ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے۔ اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے کہ دنیا کی زندگی میں اس کی

آیت 202 فرمایا کہ دنیا کے علاوہ آخرت بھی مانگنے والے چونکہ مومن ہیں اس لئے انہیں ان کی کمائیوں سے حصہ یعنی اعمال کا ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جب حساب فرماتا ہے تو اس میں کوئی دیر نہیں لگتی۔

آیت 203 اس آیت میں حج کے متعلق احکام دیئے گئے: (1) گنتی کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ گنتی کے دنوں سے مراد ایا تشریق ہیں اور ذکر اللہ سے نمازوں کے بعد اور جمرات کی رمی کے وقت تکبیر کہنا مراد ہے اور اس حکم سے مراد یہ ہے کہ منیٰ میں ا کے دوران اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہو۔ (2) جو جلدی کرکے 10 ذوالحجہ کے بعد دو دن میں یعنی بارہ ذوالحجہ کو منیٰ سے چلا جا اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ 10، 11، 12 اور 13 ذوالحجہ، ان چار د میں منیٰ میں جمرات پر رمی کی جاتی ہے۔ 10 تاریخ کو صرف ایک جمرہ کی اور بقیہ تاریخوں میں تینوں جمرات کی۔ 13 تاریخ کو بھی ر تو ہے لیکن اگر کوئی شخص 12 تاریخ کی رمی کرکے منیٰ سے واپس آجائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اگرچہ 13 کو رمی کرکے واپس افضل ہے۔ (3) فرمایا کہ تم تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم اپنی قبروں سے اسی کی طرف اٹھائے جاؤ گے آخرت کی یہ فکر تقویٰ کے حصول کا بنیادی ذریعہ ہے۔

آیت 204 شانِ نزول: اخنس بن شریق منافق بارگاہِ رسالت میں بڑی میٹھی باتیں کرتا، اپنے اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت ہونے پر قسمیں کھاتا، لیکن درپردہ فساد انگیزی میں مصروف رہتا تھا، یہاں تک کہ ایک بار اس نے مسلمانوں کے مویشی ہلا کردیئے اور ان کی کھیتیاں جلادیں۔ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا: لوگوں میں سے کوئی وہ ہے کہ ظاہری طور پر اچھی باتیں کرتا اور دل میں اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہونے پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا اور قسمیں کھاتا ہے حالا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے۔ درس: آج کل بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو بڑی عاجزی اور نرمی والی باتیں کرتے ہیں لیکن درپردہ دین کے مسائل، یا خاندانوں میں فساد پھیلانے اور ہلاکت و بربادی کا ذریعہ

الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ

تمہیں بہت اچھی لگتی ہے اور وہ اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑا کرنے والا ہے ○ اور جب پیٹھ پھیر کر جاتا

لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ

ہے تو کوشش کرتا ہے کہ زمین میں فساد پھیلائے اور کھیت اور مویشی ہلاک کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا ○ اور جب اس سے کہا جائے کہ

اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ

اللہ سے ڈرو تو اسے ضد مزید گناہ پر ابھارتی ہے تو ایسے کو جہنم کافی ہے اور وہ ضرور بہت برا ٹھکانا ہے ○ اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کی رضا

نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا

تلاش کرنے کے لئے اپنی جان بیچ دیتا ہے اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے ○ اے ایمان والو! اسلام میں

ہیں اور یہ منافق کی نشانی ہے۔

آیت 205 فرمایا کہ جب وہ منافق پیٹھ پھیر کر جاتا ہے تو کوشش کرتا ہے کہ رشتہ داریاں توڑ کر اور مسلمانوں کا خون بہا کر زمین میں فساد پھیلائے اور کھیت اور مویشی ہلاک کرے۔ فساد پھیلانا حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کو فساد ہرگز پسند نہیں۔

آیت 206 یہاں منافق کی ایک اور خرابی بیان ہو رہی ہے کہ جب اسے کہا جائے "فتنہ و فساد پھیلانے اور مسلمانوں کے اموال ہلاک کرنے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو" تو ضد اور ہٹ دھرمی اسے مزید گناہ کرنے پر ابھارتی ہے، تو ایسے آدمی کی سزا کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

آیت 207 شانِ نزول: حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے لئے چلے تو مشرکین قریش کی ایک جماعت نے آپ کا تعاقب کیا، پھر آپ نے اس شرط پر انہیں مکہ میں مدفون اپنے مال کا پتا بتادیا کہ وہ آپ کا راستہ نہ روکیں۔ جب آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرنے کے لئے اطاعتِ الٰہی میں اپنی جان بیچ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑا مہربان ہے کہ اس نے بندوں کو اپنی رضا والے کاموں کی ہدایت فرمائی۔

آیت 208 شانِ نزول: حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ایمان لانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے کچھ احکام پر قائم رہے کہ اونٹ کے گوشت اور دودھ نیز بروز ہفتہ شکار کرنے سے پرہیز کرتے اور یہ خیال کرتے کہ اسلام میں یہ چیزیں مباح ہیں جبکہ تورات میں ان سے بچنا ضروری قرار دیا گیا ہے لہٰذا اجتناب کرنے سے اسلام کی مخالفت بھی نہیں ہوتی اور تورات پر عمل بھی ہو جاتا ہے۔ اس پر یہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ یعنی مکمل طور پر اسلامی احکام کی اتباع کرو، اور شیطان کے وساوس پر نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اہم بات: مسلمان کا دوسرے دینوں کی رعایت کرنا شیطانی

فِي السِّلْمِ كَافَّةً ۪ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَ

پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے○ اور اگر تم اپنے پاس روشن

مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ

آجانے کے بعد بھی لغزش کھاؤ تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے○ لوگ تو اسی چیز کا انتظار کر رہے

ع اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْ

بادلوں کے سایوں میں ان کے پاس اللہ کا عذاب اور فرشتے آجائیں اور فیصلہ کر دیا جائے اور اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جات

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ

بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ہم نے انہیں کتنی روشن نشانیاں دیں اور جو اللہ کی نعمت کو اپنے پاس آنے کے بعد بدل

دھوکے میں آتا ہے۔ اونٹ کا گوشت کھانا اسلام میں فرض نہیں مگر یہودیت کی رعایت کرتے ہوئے نہ کھانا، اسی طرح کافروں
راضی کرنے کے لئے گائے کی قربانی یا اذان بند کرنا یا آہستہ آواز سے اذان دینا اسی میں داخل اور بڑے سخت جرم ہیں۔ درس: مسلمان
کو چاہئے کہ سیرت وصورت، عبادات ومعاملات، ہر بات میں صرف دین اسلام کا لحاظ کرے، داڑھی منڈوانا، کفار ومشرکین
لباس پہننا، اپنی معاشرت بے دینوں جیسی کرنا سب ایمانی کمزوری کی علامت ہے۔

آیت 209 فرمایا کہ اگر تم اپنے پاس واضح دلائل آجانے کے بعد بھی اسلام میں پورے پورے داخل ہونے سے دور رہو اور
اسلام کے خلاف روش اختیار کرو تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے، اسے کوئی چیز تمہیں عذاب دینے سے روک نہیں سکتی اور وہ حکمت
والا ہے تو اس کا عذاب دینا خلافِ حق نہیں۔

آیت 210 فرمایا کہ دین اسلام چھوڑنے والے اور شیطان کے فرمانبردار اسی چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ بادلوں کے سایوں میں ا
کے پاس اللہ تعالیٰ کا عذاب اور عذاب کے فرشتے اتر آئیں اور ان کا قصہ تمام کر دیا جائے۔ فرشتوں یا عذاب کے آنے، مخلوق
حساب لینے کے سب معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

آیت 211 فرمایا کہ بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ہم نے ان کے آباؤ اجداد کو معجزات اور کتابوں کی صورت میں کتنی روشن نشانیاں عطا
فرمائیں لیکن انہوں نے احکام الٰہی چھپا کر اور بدل کر نعمت کو ناشکری میں بدل دیا اور جو ایسا کرے اللہ تعالیٰ اسے سخت سزا دیتا
ہے۔ آیت میں اللہ کی نعمت سے مراد آیاتِ الٰہیہ ہیں، انہی میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت وصفت اور نبوت ورسالت والی آیات
ہیں اور یہود ونصاریٰ کا اپنی کتابوں میں تحریف کرنا "اللہ کی نعمت کو تبدیل کرنا" ہے۔

مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ یَسْخَرُوْنَ

تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے ○ کافروں کی نگاہ میں دنیا کی زندگی کو خوشنما بنادیا گیا اور وہ مسلمانوں پر

مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ

ہنستے ہیں اور (اللہ سے) ڈرنے والے قیامت کے دن ان کافروں سے اوپر ہوں گے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب

وقف لازم

بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ ۪

رزق عطا فرماتا ہے ○ تمام لوگ ایک دین پر تھے تو اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈر سناتے ہوئے

وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ؕ وَ مَا اخْتَلَفَ

اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان کے اختلافات میں فیصلہ کردے اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی

فِیْهِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ

انہوں نے ہی اپنے باہمی بغض و حسد کی وجہ سے کتاب میں اختلاف کیا (یہ اختلاف) اس کے بعد (کیا) کہ ان کے پاس روشن احکام آچکے تھے تو اللہ

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ

نے ایمان والوں کو اپنے حکم سے اُس حق بات کی ہدایت دی جس میں لوگ جھگڑ رہے تھے اور اللہ جسے چاہتا ہے

آیت 212 فرمایا کہ کافروں کی نظر میں دنیوی زندگی کو آراستہ کردیا گیا۔ انہیں یہی زندگی پسند ہے، وہ اسی کی قدر کرتے اور اسی پر مرتے ہیں جبکہ غریب مسلمانوں کا مذاق اڑا کر ان کی تحقیر کرتے اور دولتِ دنیا کے غرور میں خود کو اونچا سمجھتے ہیں حالانکہ بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے یہ اہلِ ایمان کافروں سے اوپر ہوں گے اور مالِ دنیا پر کفار کا تکبر کرنا حماقت ہے کہ مال تو اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دنیا میں بے حساب عطا فرماتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) دنیا کی زندگی وہ ہے جو نفس کی خواہشات میں صَرف ہو اور جو توشۂ آخرت جمع کرنے میں خرچ ہو وہ بفضلہٖ تعالیٰ دینی زندگی ہے۔ (2) غریب مسلمانوں کا مذاق اڑانا یا کسی مومن کو ذلیل جاننا کافروں کا طریقہ ہے۔

آیت 213 حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے حضرت نوح علیہ السلام کے عہد تک سب لوگ ایک دین پر تھے، پھر ان میں اختلاف ہوا کہ بعض مومن اور بعض کافر ہوگئے۔ ان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، پھر ان کے بعد مزید انبیاءِ کرام علیہم السلام بھیجے اور ان میں متعدد پیغمبروں پر اللہ تعالیٰ نے کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان اختلافی عقائد میں صحیح عقیدے کا فیصلہ فرمادے، لیکن صاف واضح احکام آجانے کے بعد بھی کتاب میں انہی لوگوں نے اختلاف ڈالا جنہیں وہ کتاب دی گئی تھی، یہ اختلاف کتاب میں تبدیلی، تحریف اور ایمان و کفر کی صورت میں تھا اور یہ نادانی سے نہ تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حق بات کی رہنمائی فرمادی اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی

إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝٢١٣ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّ

سیدھی راہ دکھاتا ہے○ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر پہلے لوگوں

خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۖ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّىٰ يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِ

حالت نہ آئی۔ انہیں سختی اور شدت پہنچی اور انہیں زور سے ہلا ڈالا گیا یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان

آمَنُوا مَعَهُ مَتَىٰ نَصْرُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ۝٢١٤ يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۖ قُ

کہہ اٹھے: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو! بیشک اللہ کی مدد قریب ہے○ آپ سے سوال کرتے ہیں کیا خرچ کریں

مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ

جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافر کے لئے

وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝٢١٥ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ

اور تم جو بھلائی کرو بیشک اللہ اسے جانتا ہے○ تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے حالانکہ وہ تمہیں ناگوار

طرف ہدایت دیتا ہے۔

آیت 214 شانِ نزول: یہ آیت غزوۂ احزاب کے متعلق نازل ہوئی جہاں مسلمانوں کو سردی اور بھوک وغیرہ کی سخت تکلیفیں پہنچی تھیں اس میں انہیں صبر کی تلقین کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ راہِ خدا میں تکالیف برداشت کرنا ہمیشہ سے خاصانِ خدا کا معمول رہا ہے۔ ابھی تمہیں پہلے لوگوں جیسی تکلیفیں پہنچی بھی نہیں ہیں۔ سابقہ امتوں کی تکالیف کی شدت تو ایسی ہوتی تھی کہ فرمانبردار مومن اور ان کے ساتھ پر ان کے رسول بھی مدد طلب کرنے میں فریاد کرنے لگتے حالانکہ رسول اور ان کے اصحاب بڑے صابر ہوتے ہیں لیکن انتہائی مصیبت کے باوجود وہ لوگ اپنے دین پر قائم رہے اور کوئی مصیبت ان کا حال تبدیل نہ کر سکی۔ ان کی فریاد پر بارگاہِ الٰہی سے جواب ملا کہ سن لو بیشک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔ اس جواب سے انہیں تسلی دی گئی اور یہی تسلی مسلمانوں کو دی گئی۔

آیت 215 شانِ نزول: حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ کیا چیز اور کس جگہ خرچ کریں؟ اس پر فرمایا گیا کہ جس قسم کا اور جس قدر مال قلیل یا کثیر خرچ کرو اس میں ثواب ہے اور خرچ کرنے کی جگہیں یہ ہیں: والدین، رشتہ دار، یتیم، مسکین اور مسافر۔ اور تم جو بھلائی کرو بیشک اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور وہی تمہیں اس کی جزا دے گا۔ **اہم بات:** اس آیت میں صدقہ نافلہ کا بیان ہے، ماں باپ کو زکوٰۃ و صدقاتِ واجبہ دینا جائز نہیں۔

آیت 216 فرمایا گیا کہ تم پر کفار کے خلاف جہاد کرنا فرض کر دیا گیا ہے، یہ اگرچہ اپنی مشقت اور سختی کی وجہ سے تمہیں طبعی طور پر ناگوار ہے اگرچہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شے تمہیں ناپسند ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو، یونہی کوئی بات تمہیں پسند ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو، اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے کہ تمہارے حق میں کیا بہتر ہے اور کیا نہیں۔ **اہم بات:** جہاد اس وقت

وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْؕ

اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں ناپسند ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے حالانکہ وہ تمہارے حق

ع ۲۶ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۠ ﴿۲۱۶﴾ یَسْــٴَـلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِؕ قُلْ قِتَالٌ

میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۞ آپ سے ماہِ حرام میں جہاد کرنے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، تم فرماؤ: اس مہینے میں لڑنا

فِیْهِ كَبِیْرٌؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ

بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس پر ایمان نہ لانا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا

اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِؕ وَلَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى یَرُدُّوْكُمْ

اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے اور فتنہ قتل سے بڑا جرم ہے اور وہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہوسکے تو

عَنْ دِیْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْاؕ وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىٕكَ حَبِطَتْ

تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہوجائے پھر کافر ہی مرجائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال

فرض ہے جب اس کی شرائط پائی جائیں، اگر کافر مسلمانوں کے ملک پر حملہ کردیں تو جہاد فرضِ عین ہوجاتا ہے ورنہ فرضِ کفایہ ہے۔ اس کی مزید تفصیل فقہی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

آیت 217 ❁ **شانِ نزول:** نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں مجاہدین کی ایک جماعت روانہ فرمائی جس نے مشرکین سے جہاد کیا۔ ان کا خیال تھا کہ لڑائی کا دن جمادی الاُخریٰ کا آخری دن ہے جبکہ حقیقت میں چاند 29 کو ہوگیا تھا اور اس دن رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ اس پر کفار نے مسلمانوں کو ملامت کی کہ تم نے ماہِ حرام میں جنگ کی ہے اور قید ہوکر آنے والے کفار قریش نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا تو یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! کفار آپ سے حرمت والے مہینے میں جہاد کے بارے میں سوال کررہے ہیں، آپ ان سے فرمادیں کہ ماہِ حرام میں جنگ کرنا اگرچہ بہت بڑی بات ہے مگر کفر و شرک، لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روکنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمانوں کو مسجد حرام میں نماز سے روکنا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ستانا یہاں تک کہ ہجرت پر مجبور کردینا یہ ماہِ حرام میں لڑائی سے بھی بڑھ کر ہیں۔ تمہارے یہ افعال مسلمانوں کے فعل سے زیادہ شدید ہیں کیونکہ کفر و ظلم کسی صورت جائز نہیں ہوتے جبکہ لڑائی بعض صورتوں میں جائز ہوجاتی ہے نیز مسلمانوں کا ماہِ حرام میں جنگ کرنا چاند کی تاریخ مشکوک ہونے کی بنا پر غلط فہمی سے تھا لیکن کفار کا کفر اور مسلمانوں کو ایذائیں دینا تو کوئی قابلِ شک فعل نہیں بلکہ وہ تو واضح طور پر ظلم و سرکشی تھا۔ مزید مسلمانوں کو خبر دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! کفار ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے اور وہ تمہیں مرتد کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے اور تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہوجائے، پھر کفر کی حالت میں ہی مرجائے تو ان لوگوں کے تمام اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے، دنیا میں اس طرح کہ شریعت حکومت اسلامیہ کو مرتد کے قتل

اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے اور وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۝ بیشک وہ لوگ

اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ

ایمان لائے اور وہ جنہوں نے اللہ کے لئے اپنے گھر بار چھوڑ دیئے اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ رحمتِ الٰہی کے امیدوار ہیں

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۝ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تم فرمادو: ان دونوں میں کبیرہ گناہ ہے اور لوگوں کے

لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ڛ قُلِ الْعَفْوَ ۭ كَذٰلِكَ

کچھ دنیوی منافع بھی ہیں اور ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔ اور آپ سے سوال کرتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں؟ تم فرماد

کا حکم دیتی ہے، بیوی سے نکاح ختم اور آخرت میں اس طرح کہ انہیں نیک اعمال کا کوئی اجر و ثواب نہ ملے گا اور یہی لوگ جہنم والے ہیں۔ دیگر کفار کی طرح ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اہم باتیں: (1) حرمت والے مہینوں میں جنگ کی ممانعت سورۂ توبہ کی آیت نمبر 5 سے منسوخ ہے۔ (2) فتنہ انگیزی قتل سے بڑھ کر جرم ہے۔ آیت میں تو فتنہ سے مراد کفر و شرک ہے لیکن اس سے ہٹ کر بھی فتنہ انگیزی کوئی معمولی جرم نہیں ہے۔

آیت 218 شانِ نزول: حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں جو مجاہدین بھیجے گئے تھے، ان کے بارے میں بعض لوگوں نے کہا: چونکہ انہیں خبر نہ تھی کہ یہ دن رجب کا ہے اس لئے اس دن جنگ کرنا گناہ تو نہ ہوا لیکن اس جہاد کا کچھ ثواب بھی نہ ملے گا۔ اس پر یہ فرمایا گیا کہ جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور راہِ خدا میں جہاد کیا، انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنی ثواب کا امیدوار رہنا چاہیے۔

آیت 219 اس آیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو سوالات اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے جوابات کا ذکر ہے: (1) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان سے ارشاد فرمادیں: ان دونوں میں کبیرہ گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ دنیوی منافع بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔ نفع تو یہی ہے کہ شراب سے کچھ فرحت و سرور اور اس کی خرید و فروخت سے کچھ تجارتی فائدہ حاصل ہوتا ہے جبکہ جوئے سے کبھی مفت کا مال ہاتھ آجاتا ہے لیکن ان دونوں کی وجہ سے ہونے والے گناہ اور فسادات بے شمار ہیں۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ دینے کی رغبت دلائی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: کتنا مال راہِ خدا میں دیا جائے؟ اس پر فرمایا: ان سے فرمادیں: تمہاری ضرورت کے بعد جو اضافی بچ جائے اسے راہِ خدا میں خرچ کردو۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی آیتیں وضاحت سے بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔ اہم بات: ہر وہ معاملہ یا کھیل جس میں اپنا کل یا بعض مال چلے جانے کا اندیشہ ہو یا مزید مل جانے کی امید ہو وہ "جوا" ہے چنانچہ شطرنج، تاش، کرکٹ وغیرہ ہار جیت کے کھیل جن پر بازی لگائی جائے سب جوئے میں داخل اور حرام ہیں۔

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ

بیچے۔ اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔ دنیا اور آخرت کے کاموں میں (غور و فکر کیا کرو) اور تم سے یتیموں کا

عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

مسئلہ پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ: ان کا بھلا کرنا بہتر ہے اور اگر ان کے ساتھ اپنا خرچ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ بگاڑنے والے کو

الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾ وَلَا تَنْكِحُوا

سنوارنے والے سے جدا خوب جانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ اور مشرکہ عورتوں سے

الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا

نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بیشک مسلمان لونڈی مشرکہ عورت سے اچھی ہے اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو اور (مسلمان عورتوں کا)

آیت 220 اس آیت کے پہلے حصے کا تعلق پچھلی آیت کے آخری حصے سے ہے اور معنی یہ ہوگا: تاکہ تم دنیا و آخرت کے معاملے میں غور و فکر کرو۔ یعنی جتنا تمہاری دنیوی ضرورت کے لیے کافی ہو وہ لے کر باقی سب مال اپنی آخرت کے نفع کے لیے خیرات کردو۔ **شانِ نزول:** جب یہ آیت "اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا" (النساء:10) نازل ہوئی کہ یتیموں کا مال کھانے والا اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرنے والا ہے، تو لوگوں نے یتیموں کا مال اور کھانا جدا کر دیا، اس میں کبھی ان کے کھانے سے کچھ بچ جاتا تو پڑا خراب ہو جاتا، یوں یتیموں کا نقصان ہونے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یتیم کا سرپرست حفاظت کی نیت سے اس کا کھانا اپنے کھانے سے ملالے تو کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: یتیموں کے فائدے کے لئے ان کا خرچہ اپنے خرچے سے ملانا بہتر ہے، اگر ان کے ساتھ اپنا خرچہ ملالو تو وہ تمہارے بھائی ہیں یعنی تمہیں ملانے کا اختیار ہے لیکن یاد رکھو کہ یہ ملانا اچھی نیت سے ہے یا بری نیت سے اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یتیموں کا مال ملانا حرام قرار دے کر تمہیں مشقت میں ڈال دیتا، وہ خدا غالب ہے اور وہ حکمت والا بھی ہے اسی لیے بندوں کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہیں ڈالتا۔ **اہم باتیں:** (1) "یتیم" وہ نابالغ بچہ یا بچی ہے جس کا باپ فوت ہو گیا ہو۔ (2) یتیم کے پاس مال ہو اور ولی کی پرورش میں ہو تو ولی اس کا مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر یا علیحدہ رکھ کر جس میں یتیم کی بہتری ہو اس طرح خرچ کر سکتا ہے لیکن ملانا خراب نیت سے نہ ہو۔

آیت 221 **شانِ نزول:** حضرت مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کو ایک حسین و مالدار عورت نے نکاح کی پیشکش کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی اجازت پر موقوف ہے۔ بعد میں پوچھنے پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مشرکہ عورتیں جب تک ایمان نہ لے آئیں ان سے نکاح نہ کرو اور مسلمان باندی مشرکہ عورت سے بہتر ہے خواہ وہ مشرکہ آزاد ہو اور مال و خوبصورتی کی وجہ سے تمہیں اچھی معلوم ہوتی ہو نیز مسلمان عورتوں کو مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں، مسلمان غلام مشرک سے بہتر

الْمُشْرِكِينَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓ
مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ مشرک تمہیں پسند
يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَ اللّٰهُ يَدْعُوْۤا اِلَى الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَ يُبَيِّنُ اٰيٰ
دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور اپنی آیتیں لوگوں کے
لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِ
بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں○ اور تم سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں تم فرماؤ: وہ ناپاکی ہے تو حیض کے دنوں
النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْ
عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک پاک نہ ہو جائیں پھر جب خوب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس وہاں سے جاؤ جہاں
اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾
تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے، بیشک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے

ہے اگرچہ مال و جمال کی وجہ سے وہ مشرک تمہیں اچھا معلوم ہوتا ہو۔ کفار و مشرکین تو تمہیں جہنم کی آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے حکم کے ذریعے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور تمہیں نصیحت فرمانے کے لئے تم پر اپنے احکام نازل فرماتا ہے۔ اہم بات: مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر سے جائز نہیں اور مسلمان مرد کا نکاح کسی مشرکہ عورت سے جائز نہیں۔ مغربی طرزِ زندگی اور مخلوط تعلیم کی دیگر تباہیوں کے ساتھ مسلمان اور مشرکین کے درمیان شادیوں کا سلسلہ بھی جاری ہے حالانکہ یہ زندگی بھر کی بدکاری ہے اور قرآن نے بہت وضاحت سے اس سے منع کیا ہے۔

آیت 222 شانِ نزول: یہودیوں اور مجوسیوں کی طرح اہلِ عرب بھی حائضہ عورتوں کے ساتھ کھانا پینا، ایک مکان میں رہنا حتیٰ کہ انہیں دیکھنا اور ان سے بات کرنا تک گوارا نہ کرتے جبکہ عیسائی ان دنوں میں عورتوں سے ملاپ میں مبالغہ کرتے۔ مسلمانوں کے اس کے متعلق پوچھنے پر آیت نازل ہوئی اور انہیں اعتدال کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا گیا: حیض ناپاکی ہے، لہٰذا ان دنوں میں عورتوں سے الگ رہو یہاں تک کہ جب وہ ایامِ حیض ختم ہونے کے بعد غسل کر کے خوب پاک ہو جائیں تو اب ان کے پاس جانے کی اجازت ہے جہاں سے جانے کی اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے یعنی اگلے مقام سے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا اور خوب صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ اہم باتیں: (1) حالتِ حیض میں عورتوں سے ہمبستری حرام اور اسے جائز جاننا کفر اور حرام جان کر کرنے والا سخت گنہگار اور اس پر توبہ فرض ہے۔ (2) ان دنوں میں ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک کے بدن سے لذت حاصل کرنا بھی منع ہے۔ (3) عورت کے پچھلے مقام میں جماع کرنا حرام ہے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں تو اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے فائدے کا کام پہلے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ

اور جان رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور اے حبیب ایمان والوں کو بشارت دو۔ اور اپنی قسموں کی وجہ سے اللہ کے نام کو احسان کرنے اور

اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ

پرہیزگاری اختیار کرنے اور لوگوں میں صلح کرانے میں آڑ نہ بنالو اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔ اور اللہ ان قسموں میں تمہاری گرفت نہیں

آیت 223 فرمایا کہ تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں جن سے تمہیں اولاد کا پھل ملتا ہے تو جس طرح کھیتی سے مقصود اناج اور غلے کا حصول ہے اسی طرح اپنی بیویوں سے ہم بستری میں صرف جسمانی لذت نہیں بلکہ انسانیت کی بقا اور حصول اولاد کا ارادہ کرو اور بیوی سے ہمبستری کا کوئی طریقہ خاص نہیں، لیٹ کر، بیٹھ کر، کھڑے کھڑے جس طرح چاہو ہمبستری جائز ہے البتہ شرط یہ ہے کہ صحبت اگلے مقام میں ہو کیونکہ یہی راستہ اولاد کا پھل حاصل کرنے کا ہے، اور اپنے فائدے کا کام جیسے اعمال صالحہ یا جماع سے قبل بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا وغیرہ پہلے کرلو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات و ممنوعات میں اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر تم اس سے ملنے والے ہو اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا اور اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ایمان والوں کو جنت کی بشارت دو۔

آیت 224 **شانِ نزول:** حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ اپنے بہنوئی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے نہ کلام کروں گا، نہ ان کے گھر جاؤں گا اور نہ مخالفین سے ان کی صلح کراؤں گا۔ جب اس کے متعلق ان سے کہا جاتا تو وہ کہتے کہ میں قسم کھا چکا ہوں اس لئے یہ کام نہیں کر سکتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اپنی قسموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نام کو احسان کرنے، پرہیزگاری اختیار کرنے اور لوگوں میں صلح کرانے میں آڑ نہ بنالو، اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں کو سننے والا اور تمہاری نیتوں کو جاننے والا ہے۔ **اہم بات:** اگر کوئی کسی اچھے کام سے باز رہنے کی قسم کھالے تو قسم پوری نہ کرے بلکہ وہ اچھا کام کرلے پھر قسم کا کفارہ دے۔

آیت 225 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان قسموں میں تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا جو بے ارادہ زبان سے نکل جائیں، ہاں! ان قسموں پر تمہاری گرفت فرمائے گا جن میں تمہارے دل قصداً جھوٹ بولنے کے مرتکب ہوئے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بڑا حلم والا ہے کہ بے ارادہ زبان سے نکلی ہوئی قسموں پر گرفت نہیں فرماتا۔ **اہم بات:** قسم کی تین اقسام ہیں: لغو کہ کسی چیز کو صحیح جان کر قسم کھائی اور درحقیقت وہ اس کے خلاف ہو، یہ معاف ہے اور اس پر کفارہ نہیں۔ غموس کہ کسی گزری ہوئی چیز پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی، یہ حرام ہے۔ منعقدہ کہ کسی آئندہ چیز پر قسم کھائی، یہ قسم توڑنے پر بعض صورتوں میں گنہگار بھی ہے اور کفارہ بھی لازم ہوتا ہے۔

فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ

فرمائے گا جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے ہاں اس پر گرفت فرماتا ہے جن کا تمہارے دلوں نے قصد کیا ہو اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا حلم والا ہے

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا بیٹھیں ان کے لیے چار مہینے کی مہلت ہے، پس اگر اس مدت میں وہ رجوع کر لیں تو اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿٢٢٦﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٢٧﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ

مہربان ہے ○ اور اگر وہ طلاق کا پختہ ارادہ کر لیں تو اللہ سننے والا، جاننے والا ہے ○ اور طلاق والی عورتیں اپنی جانوں کو

بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ

تین حیض تک روکے رکھیں اور انہیں حلال نہیں کہ اس کو چھپائیں جو اللہ نے ان کے پیٹ میں پیدا کیا

اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا

اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں اور ان کے شوہر اس مدت کے اندر انہیں پھیر لینے کا حق رکھتے ہیں اگر وہ اصلاح

آیت 226 یہ قسم کھانا کہ میں اپنی بیوی سے 4 ماہ تک یا کبھی صحبت نہ کروں گا، اسے شریعت کی اصطلاح میں "ایلا" کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم توڑ دے اور چار ماہ کے اندر صحبت کر لے تب تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے ورنہ چار ماہ کے بعد عورت کو طلاق بائنہ پڑ جائے گی۔ اس آیت میں یہی مسئلہ بیان ہوا ہے کہ جو لوگ ایسی قسم کھا بیٹھیں، تو ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے۔ اگر اس مدت کے اندر رجوع کر لیں تو نکاح باقی ہے اور قسم کا کفارہ دیں اور اگر وہ طلاق کا پختہ ارادہ کر لیں تو مدت پوری ہونے تک انتظار کریں کیونکہ مدت پوری ہونے پر عورت کو طلاق بائنہ پڑ جائے گی۔

آیت 227 جاہلیت میں لوگ اپنی عورتوں سے مال طلب کرتے اور انکار پر کئی سال کے لیے ان سے صحبت ترک کرنے کی قسم کھا لیتے اور انہیں پریشانی میں چھوڑ دیتے نہ تو وہ بیوہ ہوتیں کہ کہیں اور شادی کر لیں اور نہ شوہر والی ہوتیں کہ شوہر سے کچھ سکون حاصل کر لیں۔ اسلام نے اس ظلم کو مٹایا اور ایسی قسم کھانے والوں کے لیے 4 ماہ کی مدت معین فرما دی۔ اس عرصے میں رجوع کر لیا تو نکاح باقی اور قسم کا کفارہ لازم ہے۔ نہ کیا تو بائنہ طلاق پڑ جائے گی۔ یہ حکم بھی عورتوں پر اسلام کا ایک احسان ہے۔

آیت 228 اس آیت میں طلاق یافتہ عورتوں کی عدت اور میاں بیوی کے حقوق بیان کیے گئے ہیں: (1) طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض آنے تک کسی اور کے ساتھ نکاح کرنے سے روک کر رکھیں۔ یہ عدت اس عورت کے لیے ہے جو حاملہ نہ ہو، اسے حیض آتے ہوں اور خلوت صحیحہ کے بعد شوہر نے اسے طلاق دی ہو۔ (2) ایسی عورتیں اگر اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے رحم میں اللہ تعالیٰ نے جو حمل یا حیض کا خون پیدا کیا ہے، اسے چھپانا ان کے لیے حرام ہے۔ یہ اس لئے حرام ہے کہ ان کے چھپانے سے رجوع کرنے اور اولاد کے بارے میں شوہر کا حق ضائع ہو جائے گا۔ (3) اگر شوہر اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو وہ اس مدت

إِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ

ارادہ رکھتے ہوں اور عورتوں کے لئے بھی مردوں پر شریعت کے مطابق ایسے ہی حق ہے جیسا (ان کا) عورتوں پر ہے اور مردوں کو ان پر فضیلت

وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٢٨﴾ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ۗ

حاصل ہے اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے طریقے سے چھوڑ دینا ہے

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ ۖ

اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم نے جو کچھ عورتوں کو دیا ہو اس میں سے کچھ واپس لو مگر اس صورت میں کہ دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدیں قائم

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ ۗ تِلْكَ

نہ رکھ سکیں گے تو اگر تمہیں خوف ہو کہ میاں بیوی اللہ کی حدوں کو قائم نہ کر سکیں گے تو ان پر اس (مالی معاوضے) میں کچھ گناہ نہیں جو عورت

کے اندر عورت سے رجوع کر لینے کا حق رکھتے ہیں۔ یہ حق اس صورت میں ہے جب شوہر نے طلاق رجعی دی ہو کیونکہ طلاق رجعی میں رجوع کے لئے عورت کی مرضی ضروری نہیں صرف مرد کا رجوع کافی ہے۔ (4) جس طرح عورتوں پر شوہروں کے حقوق کی ادائیگی واجب ہے اسی طرح شوہروں پر عورتوں کے حقوق پورے کرنا لازم ہے لیکن شوہر کو بہر حال بیوی پر فضیلت حاصل ہے اور اس کے حقوق بیوی سے زیادہ ہیں۔ حقوق کی یہ تقسیم ہی حکمت کے مطابق ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جس عورت کو کم سنی یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہیں آتا اس کی عدت 3 ماہ ہوتی ہے اور جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت 4 ماہ 10 دن ہے اور حاملہ کی عدت ہر صورت میں بچہ جننا ہی ہے اور جسے شوہر کے پاس جانے یا خلوتِ صحیحہ سے پہلے ہی طلاق ہو گئی اس پر عدت نہیں۔ (2) شوہر پر بیوی کے حقوق میں خرچہ دینا، اچھی باتوں کی تعلیم، ہر جائز بات میں دلجوئی وغیرہ شامل ہے اور بیوی پر شوہر کے حقوق میں ازدواجی تعلقات میں مطلقاً شوہر کی اطاعت شامل ہے۔

آیت 229 **شانِ نزول:** ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ وہ اسے طلاق دے گا جب طلاق کی عدت گزرنے کے قریب ہو گی تو رجوع کر لے گا اور پھر طلاق دیدے گا اسی طرح عمر بھر قید رکھے گا۔ اس عورت نے بارگاہِ رسالت میں یہ معاملہ عرض کیا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں طلاق اور خلع سے متعلق احکام بیان کیے گئے۔ (1) طلاق دینے کا اختیار دو بار تک ہے، اگر تیسری طلاق دے دی تو عورت شوہر پر حرام ہو جائے گی لہٰذا ایک یا دو طلاق کے بعد عدت کے اندر رجوع کر کے اچھے طریقے سے اسے رکھ لو یا طلاق دے کر چھوڑ دو۔ (2) اگر میاں بیوی دونوں کو اندیشہ ہو کہ وہ احکام شرعیہ کی پابندی نہیں کر سکیں گے تو خلع میں مضائقہ نہیں، عورت مال دے کر شوہر سے طلاق لے سکتی ہے۔ مزید فرمایا کہ بیان کردہ احکام اللہ تعالیٰ کی حدیں یعنی احکام و ممنوعات ہیں تو ان کی مخالفت کر کے یا ان پر عمل چھوڑ کر ان سے آگے نہ بڑھو کہ احکامِ الٰہی چھوڑنے والے خود کو عذاب کا مستحق بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) مال کے بدلے نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں، اس میں شرط

حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْ...

بدلے میں دے کر چھٹکارا حاصل کرلے، یہ اللہ کی حدیں ہیں، ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظا...

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْ...

پھر اگر شوہر بیوی کو (تیسری) طلاق دیدے تو اب وہ عورت اس کیلئے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے، پھر...

اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْ...

شوہر اگر اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر ایک دوسرے کی طرف لوٹ آنے میں کچھ گناہ نہیں اگر وہ یہ سمجھیں کہ (اب) اللہ کی حدوں...

يَّعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٠﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْ...

رکھ لیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں وہ دانش مندوں کے لئے بیان کرتا ہے ○ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی (عدت کی)...

ہے کہ عورت اسے قبول کرے۔ (2) زیادتی اگر مرد کی طرف سے ہو تو خلع میں مال لینا مکروہ اور اگر عورت کی طرف سے مال لینا درست ہے لیکن مہر کی مقدار سے زیادہ لینا پھر بھی مکروہ ہے۔ (3) خلع کرنے سے طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی طے شدہ مال کی ادائیگی عورت پر لازم ہوگی۔ درس: شریعت نے طلاق دینے اور نہ دینے دونوں صورتوں میں بھلائی خیرخواہی کا فرمایا ہے مگر افسوس! لوگوں کی بڑی تعداد دونوں صورتوں میں الٹا چلتی ہے۔

آیت 230 یہاں فرمایا کہ اگر شوہر نے بیوی کو تیسری طلاق دے دی تو عورت شوہر پر حرمتِ غلیظہ کے ساتھ حرام ہو جائے گی نہ اس سے رجوع ہو سکتا ہے اور نہ دوبارہ نکاح جب تک عورت عدت گزار کر دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے پھر وہ دوسرا شوہر بھی... کے بعد طلاق دیدے یا فوت ہو جائے اور عورت اس دوسرے شوہر کی عدت بھی گزار لے، اس کے بعد اگر یہ سمجھتے ہیں کہ حقوقِ زوجیت کی پابندی کرلیں گے تو نکاح کرکے ایک دوسرے کی طرف لوٹ آنے میں دونوں پر کچھ گناہ نہیں، یہ احکام اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں جنہیں وہ ان لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے جو انہیں سمجھتے اور ان کے تقاضوں کے مطابق ان پر عمل کرتے ہیں۔ اہم باتیں (1) 3 طلاقیں 3 ماہ میں دی جائیں یا ایک ماہ یا ایک دن یا ایک نشست یا ایک جملے میں بہر صورت تینوں واقع ہو جاتی ہیں اور عورت پر حرام ہو جاتی ہے۔ (2) تین طلاقوں کے بعد مرد و عورت کا ہمبستری وغیرہ کرنا صریح حرام و ناجائز ہے اور ان میں صلح کی کوشش کروانے والے بھی گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

آیت 231 یہاں طلاق کے مزید احکام بیان فرمائے کہ جب تم عورتوں کو طلاقِ رجعی دو تو عدت ختم ہونے سے پہلے انہیں اچھے طریقے سے روک لو یا اچھے طریقے سے چھوڑ دو۔ اس اختیار کو ظلم و زیادتی کا حیلہ نہ بناؤ کہ مختلف طریقوں سے عورتوں کو تنگ کرو ایسا کرنے والا خدا کی ناراضی مول لے کر اپنی ہی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ٹھٹھا مذاق نہ بنالو اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو کہ تمہیں اسلام کی دولت عطا کی، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی بنایا، عبادات، معاملات اور معاشرت

بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَّ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ

مدت (کے قریب) تک پہنچ جائیں تو اس وقت انہیں اچھے طریقے سے روک لو یا اچھے طریقے سے چھوڑ دو اور انہیں نقصان پہنچانے کے لئے نہ روک

وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۫ وَّ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ

رکھو تاکہ تم (ان پر) زیادتی کرو اور جو ایسا کرے تو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اللہ کی آیتوں کو ٹھٹھا مذاق نہ بناؤ اور اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو اور

مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۳۱﴾ ع ۲۹

اس نے تم پر جو کتاب اور حکمت اتاری ہے (اسے یاد کرو) اس کے ذریعے وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جاننے والا ہے ○

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی (عدت کی) مدت پوری ہو جائے تو اے عورتوں کے والیو! انہیں اپنے شوہروں سے

بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ

نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ آپس میں شریعت کے موافق رضامند ہو جائیں۔ یہ نصیحت اسے دی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور قیامت پر ایمان

اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾ وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ

رکھتا ہو۔ یہ تمہارے لئے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ کام ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○ اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ

طریقے سکھائے نیز اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ کتاب و حکمت کو یاد کرو اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے اور زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہارے اپنی بیویوں پر ظلم اور احکام شرعیہ کی مخالفت کو اور کوئی نہ بھی جانتا ہو مگر اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جاننے والا ہے۔

آیت 232 **شانِ نزول:** حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن کا نکاح حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا، انہوں نے ایک طلاق دیدی اور عدت گزرنے کے بعد پھر نکاح کی درخواست کی تو حضرت معقل رضی اللہ عنہ مانع ہوئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا: جب کسی عورت کی عدت گزر جائے اور اس کے بعد وہ کسی سے نکاح کا ارادہ کرے، تو اگر وہ مرد و عورت رضامند ہیں تو عورت کے سرپرستوں کو بلاوجہ منع کرنے کا حق نہیں۔ اس حکم کی اہمیت واضح کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ ہر اس آدمی کو نصیحت کی جارہی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔ مزید فرمایا کہ اس حکم پر عمل کرنا تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی و طہارت کا باعث ہے تمہاری حقیقی حکمت و مصلحت کو تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ **اہم بات:** اگر عورت غیر کفو میں بغیر اجازت ولی نکاح کرے تو اولیا کو روکنے کا حق ہوتا ہے۔

آیت 233 بچے کی پرورش کے متعلق چند احکام کا بیان ہے کہ بچوں کو دودھ پلانے کی شرعی جائز پوری مدت دو سال ہے۔ اس سے

حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَ

پلائیں، (یہ حکم) اس کے لیے (ہے) جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے اور بچے کے باپ پر رواج کے مطابق عورتوں کے کھانے

بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُو

ذمہ داری ہے۔ کسی جان پر اتنا ہی بوجھ رکھا جائے گا جتنی اس کی طاقت ہو۔ ماں کو اس کی اولاد کی وجہ سے تکلیف نہ دی جائے اور نہ باپ

بِوَلَدِهِ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ ۗ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَ

کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور جو باپ کا قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی (حکم) ہے پھر اگر ماں باپ دونوں آپس کی رضامندی اور مشو

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُ

دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر تم چاہو کہ (دوسری عورتوں سے) اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو بھی تم پر کوئی مضائقہ نہیں

سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

جو معاوضہ دینا تم نے مقرر کیا ہو وہ بھلائی کے ساتھ ادا کر دو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کام دیکھ رہا

پہلے چھڑوا تو سکتے ہیں لیکن اس کے بعد ماں کا دودھ پلانا جائز نہیں۔ بچے کے باپ پر اس کی طاقت سے زائد نہیں بلکہ اس کی حیثیت
مطابق بچے کی ماں کو کھانا پینا اور لباس فراہم کرنے کی ذمہ داری ہے۔ ماں باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے تکلیف نہ دی جائے
صورت میں ماں پر دودھ پلانا ضروری نہیں اس میں اسے دودھ پلانے پر مجبور نہ کیا جائے، اسی طرح باپ پر اس کی طاقت سے زیا
داری نہ ڈالی جائے یا یہ معنی ہے کہ نہ ماں بچے کو تکلیف دے نہ باپ، اس طرح کہ ماں وقت پر بچے کو دودھ نہ پلائے، اس کی خبرگیر
رکھے، اسے اپنے ساتھ مانوس کر لینے کے بعد چھوڑ دے اور باپ مانوس بچے کو ماں سے چھین لے اور بچے کی ماں کے حق میں کو
کرے جس سے بچے کو نقصان پہنچے۔ باپ فوت ہونے کے بعد جو اس کا قائم مقام ہے اس پر بھی یہی ذمہ داریاں ہیں۔ پھر اگر ماں با
دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے دو سال سے پہلے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں اور اگر یہ باہمی مشورے سے کس
عورت سے بچے کو دودھ پلوانا چاہیں تو اس میں بھی حرج نہیں البتہ اس صورت میں دودھ پلانے والی عورت کو اس کی اجرت
طریقے سے ادا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھ رہا ہے **اہم باتیں:** (1) دو سال بعد
دودھ پلانا ناجائز ہے البتہ اڑھائی سال تک دودھ پلانے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ (2) بچے کا نسب باپ سے ہوتا
آیت میں اللہ تعالیٰ نے بچے کو باپ کی طرف منسوب کیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ
اور تم میں سے جو مر جائیں اور بیویاں چھوڑیں تو وہ بیویاں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں
وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ
تو جب وہ اپنی (اختتامی) مدت کو پہنچ جائیں تو اے والیو! تم پر اس کام میں کوئی حرج نہیں جو عورتیں اپنے معاملہ میں شریعت
بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ
کے مطابق کرلیں اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے○ اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں جو اشارے کنائے سے تم
خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ
عورتوں کو نکاح کا پیغام دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ اب تم ان کا تذکرہ کرو گے لیکن
لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ڛ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى
ان سے خفیہ وعدہ نہ کر رکھو مگر یہ کہ شریعت کے مطابق کوئی بات کہہ لو اور عقدِ نکاح کو پختہ نہ کرنا جب تک (عدت کا)
يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا
لکھا ہوا (حکم) اپنی (اختتامی) مدت کو نہ پہنچ جائے اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو اور جان لو کہ

آیت 234 اس آیت میں فوت شدہ آدمی کی بیوی کی عدت کا بیان ہے کہ شوہر کے فوت ہونے پر بیوی چار ماہ دس دن تک عدت گزارے گی۔ عدت میں عورت کا کسی سے نکاح کرنا، بناؤ سنگھار کرنا جیسے تیل، سرمہ، مہندی وغیرہ لگانا نیز گھر سے باہر جانا، ناجائز و گناہ ہے۔ البتہ عدت ختم ہونے کے بعد عورت جائز طریقے سے سنگھار یا نکاح وغیرہ جو کرے تو اس عورت کے سرپرستوں یا عورت کے لئے کوئی ممانعت نہیں۔ **عدت کی مدت:** بیوہ کی عدت 4 ماہ 10 دن اس صورت میں ہے جب شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہوا ہو ورنہ عورت 130 دن پورے کرے گی اور اگر عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت بہر صورت اسی وقت پوری ہوگی جب وہ بچے کو جنم دے گی۔

آیت 235 عدتِ وفات گزارنے والی عورت کے متعلق فرمایا کہ اے لوگو! تمہارے لئے اشارے کنائے سے انہیں نکاح کا پیغام دینے یا نکاح کا ارادہ اپنے دل میں چھپا رکھنے میں حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ عنقریب تم ان کا تذکرہ کرو گے، اسی لئے اشارے کنائے سے پیغام دینا تمہارے لیے مباح فرمایا کہ شریعت کے مطابق چھپے لفظوں میں اشارے کنائے سے کوئی ایسی بات کہہ سکتے ہو لیکن ان سے نکاح کا کوئی خفیہ وعدہ نہ کرنا اور نہ ہی نکاح کرنا جب تک کہ عدت پوری نہ ہو جائے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے تو اس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والے کو بہت بخشنے والا

اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۲۳۵﴾ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ
اللہ بہت بخشنے والا، حلم والا ہے ○ اگر تم عورتوں کو طلاق دیدو تو جب تک تم نے ان کو چھوا نہ ہو یا کوئی مہر نہ مقرر کر لیا ہو تب تک تم پر
تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِیْضَةً ۚۖ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ
کچھ مطالبہ نہیں اور ان کو (ایک جوڑا) برتنے کو دو۔ مالدار پر اس کی طاقت کے مطابق اور تنگدست پر اس کی طاقت کے مطابق دینا لازم ہے
مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ
شرعی دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچاؤ، یہ بھلائی کرنے والوں پر واجب ہے ○ اور اگر تم عورتوں کو انہیں چھونے سے پہلے طلاق دیدو
وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ
اور تم ان کے لئے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے ہو تو جتنا تم نے مقرر کیا تھا اس کا آدھا واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں کچھ مہر معاف کر دیں یا وہ (شوہر) زیادہ
عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
دیدے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اے مردو! تمہارا زیادہ دینا پرہیزگاری کے زیادہ نزدیک ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کرنا

اور سزا کے حقدار سے سزا موخر فرما کر حلم والا ہے۔ **اہم بات:** عدتِ وفات گزارنے والی عورت سے نکاح کرنا، نکاح کا کھلا پیغام دینا یا نکاح کا وعدہ کر لینا حرام ہے البتہ پردے کے ساتھ خواہش نکاح کا اظہار گناہ نہیں مثلاً یہ کہنا کہ تم بہت نیک عورت ہو، یونہی اگر صرف دل میں ارادہ رکھے تو بھی گناہ نہیں۔

آیت 236 یہاں سے مہر کے چند مسائل کا بیان ہے۔ جن عورتوں کا مہر مقرر کئے بغیر نکاح کر دیا گیا ہو، انہیں اگر چھونے یعنی ہم بستری کرنے سے پہلے طلاق دیدی تو شوہروں پر کوئی مہر لازم نہیں، البتہ انہیں ایک جوڑا استعمال کے لئے دینا ہوگا، یہ جوڑا امیر غریب دونوں پر ان کی حیثیت کے مطابق لازم ہے، نیز جوڑا دینے میں مروت، عزت، رواج اور شریعت کو پیشِ نظر رکھو اور یہ جوڑا دینا حکم الٰہی کی اطاعت کر کے اپنی جانوں کے ساتھ بھلائی کرنے والوں پر واجب ہے۔ **اہم باتیں:** (1) خلوت صحیحہ یعنی میاں بیوی کو ایسی تنہائی میسر آنا جس میں انہیں ہمبستری سے شرعی، طبعی یا حسی طور پر کوئی چیز مانع نہ ہو، یہ بھی ہمبستری کے حکم میں ہے۔ (2) اگر خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دی تو تین کپڑوں یعنی کرتا، شلوار اور دوپٹے پر مشتمل ایک جوڑا یا اس کی قیمت دینا واجب ہے۔ (3) اگر مرد و عورت دونوں مالدار ہوں تو اعلیٰ درجے کا، دونوں محتاج ہوں تو معمولی درجے کا اور ایک مالدار اور دوسرا محتاج ہو تو درمیانے درجے کا جوڑا دینا واجب ہے۔

آیت 237 مزید فرمایا کہ اگر مہر طے ہو چکا ہو لیکن ہمبستری یا خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دے دو تو طے شدہ مہر کا آدھا حصہ دینا واجب ہے جیسے بیس ہزار روپے ہوں تو دس ہزار روپے دینے ہوں گے، ہاں اگر عورت اپنی مرضی سے معاف کرنا چاہے یا شوہر زیادہ دینا چاہے تو اجازت ہے۔ پھر مردوں سے فرمایا کہ تمہارا اپنی خوشی سے آدھے سے زیادہ مہر دینا تقویٰ و پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے کہ

بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۲۳۷﴾ حٰفِظُوۡا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الۡوُسۡطٰى وَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ قٰنِتِيۡنَ ﴿۲۳۸﴾

بھولو بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے ○ تمام نمازوں کی پابندی کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہوا کرو ○

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ فَرِجَالًا اَوۡ رُكۡبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنۡتُمۡ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا

پھر اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیدل یا سوار (جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لو) پھر جب حالت اطمینان میں ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو جیسا اس نے تمہیں سکھایا

تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۳۹﴾ وَالَّذِيۡنَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنۡكُمۡ وَيَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا ۖۚ وَّصِيَّةً لِّاَزۡوَاجِهِمۡ

ہے جو تم نہ جانتے تھے ○ اور جو تم میں مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کے لئے (انہیں گھروں سے) نکالے بغیر

مَّتَاعًا اِلَى الۡحَوۡلِ غَيۡرَ اِخۡرَاجٍ ۚ فَاِنۡ خَرَجۡنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِىۡ مَا فَعَلۡنَ فِىۡۤ اَنۡفُسِهِنَّ

سال بھر تک خرچ دینے کی وصیت کر جائیں پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس معاملے میں کوئی گرفت نہیں جو وہ اپنے بارے میں شریعت کے

طلاق دینے کے باوجود اچھے انداز سے پیش آرہے ہو اور طلاق کے باوجود میاں بیوی آپس میں احسان کرنا نہ بھولیں یعنی طلاق کے بعد ان کا آپس میں میل ملاقات کرنا تو منع ہے لیکن آپس میں کینہ وعداوت نہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ تمام اعمال دیکھ رہا ہے۔

آیت 238 نکاح وطلاق کے مسائل کے دوران نماز کی تاکید فرمائی گئی کہ پانچوں فرض نمازیں ان کے اوقات پر اور ارکان وشرائط کے ساتھ ادا کرنے کی پابندی کرو اور بطور خاص درمیانی نماز یعنی نمازِ عصر کی پابندی کرو اور دوران نماز اللہ تعالیٰ کے حضور ادب سے کھڑے ہوا کرو۔ **اہم باتیں:** (1) "نماز کی پابندی" میں ہمیشہ، باجماعت، درست اور صحیح وقت پر پڑھنا سب داخل ہیں۔ (2) نمازِ عصر کی بطور خاص تاکید ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ سمجھ آتی ہے کہ یہ وقت کاروبار کی مصروفیت وغفلت کا ہے تو اس میں نماز کی پابندی زیادہ اہم ہے۔ (3) بارگاہِ الٰہی میں ادب سے کھڑے ہونے کا حکم ہے لہٰذا بے ادبی والے انداز میں کھڑے ہونا منع ہے۔

آیت 239 یہاں خوف کی ایک صورت میں نماز کا حکم اور طریقہ بیان کیا جارہا ہے کہ اگر تمہیں دشمن یا درندے وغیرہ کا خوف ہو جس میں ایک جگہ ٹھہر کر نماز پڑھنا ناممکن ہو جائے تو پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر جیسے ممکن ہو، قبلہ کی شرط کا لحاظ کئے بغیر نماز پڑھ لو، پھر جب خوف کی حالت ختم ہو جائے اور تم امن وسکون میں آجاؤ تو معمول کے مطابق ویسے نماز پڑھو جیسے اس نے تمہیں نماز کا طریقہ سکھایا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ اس نماز کو بعد میں دہرانا بھی نہیں ہوگا۔

آیت 240 ابتدائے اسلام میں بیوہ کی عدت ایک سال تھی اور اس ایک سال میں وہ شوہر کے یہاں رہ کر نان ونفقہ کی مستحق ہوتی تھی، اس آیت میں ہے کہ فوت ہونے سے پہلے شوہر اپنی بیویوں کے لیے قریبی رشتہ داروں کو یہ وصیت کر جائیں کہ انہیں گھروں سے نکالے بغیر ایک سال تک خرچہ دیں، پھر اگر وہ خود گھر سے نکل جائیں تو شوہر کے اہل خانہ پر عورتوں کے ساتھ شریعت کے مطابق کئے جانے والے معاملے میں کوئی گرفت نہیں۔ **اہم بات:** ایک سال عدت سورۂ بقرہ، آیت 234 سے منسوخ ہے جس میں بیوہ کی عدت 4 ماہ 10 دن مقرر کی گئی اور سال بھر کا نفقہ سورۂ نساء، آیت 12 سے منسوخ ہے، لہٰذا اب اس وصیت کا حکم باقی نہیں۔

مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝۲۴۰ وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِیْنَ ۝۲۴۱

مطابق کریں اور اللہ زبردست، حکمت والا ہے○ اور طلاق والی عورتوں کے لئے بھی شرعی دستور کے مطابق خرچہ ہے، یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے

كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۲۴۲ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ

ع ۳۱ | ۱۵

اللہ اسی طرح تمہارے لئے اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو○ اے حبیب! کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا تھا جو موت کے

وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْیَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ

ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکلے تو اللہ نے ان سے فرمایا: مر جاؤ پھر انہیں زندہ فرما دیا، بیشک اللہ لوگوں پر فضل

عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝۲۴۳ وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ

کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے○ اور اللہ کی راہ میں لڑو اور جان لو کہ

اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝۲۴۴ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ

اللہ سننے والا، جاننے والا ہے○ ہے کوئی جو اللہ کو اچھا قرض دے تو اللہ اس کے لئے اس قرض کو بہت گنا بڑھا دے

آیت 242،241 مطلقہ عورتوں کے لئے دورانِ عدت شوہر پر نان نفقہ دینا لازم و واجب ہے۔ اس کی تفصیل مختلف ہے۔

آیت 243 مجاہدین کے دلوں کو ہمت و حوصلہ دینے کے لئے یہاں واقعہ بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مرتبہ طاعون پھیلا تو وہ موت کے ڈر سے اپنے گھر بار چھوڑ کر جنگلوں کی طرف بھاگ گئے، یہ ہزاروں کی تعداد میں تھے، حکمِ الٰہی سے سب وہیں مر گئے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمادیا اور یہ مدتوں زندہ رہے۔ یہ اللہ کریم کا خصوصی فضل تھا اور بیشک اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے، کچھ لوگوں پر خصوصی فضل ہوتا ہے جیسے آیت میں مذکور ہے جبکہ عمومی فضل و کرم کائنات کے ایک ایک فرد پر ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ درس: موت کے ڈر سے بھاگ کر جان نہیں بچائی جا سکتی، موت اپنے مقررہ وقت پر پہنچ کر ہی رہے گی، یونہی مجاہدین کو بھی دل مضبوط رکھنا چاہئے کیونکہ جہاد چھوڑ کر بیٹھے رہنا موت کو دور نہیں کر سکتا۔

آیت 244 جب موت سے فرار ممکن نہیں تو راہِ خدا میں دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد کرو، اس سے منہ پھیر کر موت سے نہ بھاگو جیسے بنی اسرائیل بھاگے تھے۔

آیت 245 جو اخلاص کے ساتھ راہِ خدا میں اپنا مال خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس قرض کو کئی گنا بڑھا دے گا اور رزق کی تنگی اور وسعت اسی خدا کے اختیار میں ہے اور وہی اپنی راہ میں خرچ کرنے والے سے وسعت کا وعدہ کرتا ہے تو راہِ خدا میں خرچ کرنے سے مت ڈرو، جس کی راہ میں خرچ کر رہے ہو وہ کریم ہے، اس کے خزانے بھرے ہوئے ہیں اور آخرت میں تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اہم بات: آیت میں سوالیہ انداز میں فرمایا: "ہے کوئی جو خدا کو اچھا قرض دے؟" یہ خوبصورت

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ

اور اللہ تنگی دیتا ہے اور وسعت دیتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ○ اے حبیب! کیا تم نے بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو نہ دیکھا جو موسیٰ

مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ

کے بعد ہوا جب انہوں نے اپنے ایک نبی سے کہا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں۔ اس نبی نے فرمایا: کیا ایسا تو

عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۭ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا

نہیں ہو گا کہ اگر تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر تم جہاد نہ کرو؟ انہوں نے کہا: ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہمیں ہمارے وطن

مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآىِٕنَا ۭ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ

اور ہماری اولاد سے نکال دیا گیا ہے تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ (بقیہ) نے منہ پھیر لیا اور اللہ

انداز جوش دلانے اور ایمان و ضمیر کو جھنجھوڑ کر جگانے والا ہے۔ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کو قرض سے تعبیر کرنا اللہ تعالیٰ کا انتہائی لطف و کرم ہے کیونکہ بندہ اور بندے کا مال سب کچھ اسی کا ہے، نیز اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ جیسے قرض دینے والا اطمینان رکھتا ہے کہ اس کا مال ضائع نہیں ہوگا اور وہ واپسی کا مستحق ہے، ایسے ہی راہِ خدا میں خرچ کرنے والے کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ وہ اس خرچ کرنے کا بدلہ یقیناً پائے گا اور وہ بھی معمولی نہیں بلکہ خداوند قدوس تو کئی گنا زیادہ بدلہ عطا فرمائے گا۔

آیت 246 حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جب بنی اسرائیل کی اعتقادی و عملی حالت نہایت خراب ہو گئی تو ان پر قوم جالوت مسلط کر دی گئی جسے عمالقہ کہتے ہیں، اس نے بنی اسرائیل کے شہر چھین لئے، انہیں گرفتار کیا اور طرح طرح کی سختیاں کیں۔ اس وقت بنی اسرائیل میں کوئی نبی موجود نہ تھے۔ کچھ عرصے بعد حضرت شمویل علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور جب یہ بڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں منصبِ نبوت عطا فرمایا۔ بنی اسرائیل نے آپ سے مطالبہ کیا کہ آپ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کریں تاکہ ہم راہِ خدا میں جہاد کریں۔ حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا: ایسا نہ ہو کہ تم پر بادشاہ مقرر کیا جائے اور تم جہاد کرنے سے انکار کر دو۔ قوم نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم جہاد سے انکار کریں حالانکہ قوم جالوت نے ہمارے لوگوں کو وطن سے نکالا اور ان کی اولاد قتل کی ہے۔ یہ سن کر حضرت شمویل علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیا اور انہیں جہاد کا حکم دیا لیکن پھر بنی اسرائیل کی بہت معمولی تعداد جو اہلِ بدر کے برابر یعنی 313 افراد تھے، جہاد کے لئے تیار رہے جبکہ باقی سب نے منہ پھیر لیا لہٰذا ان کے لئے یہ وعید بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ **اہم بات:** جب قوم کی اعتقادی و عملی حالت خراب ہو جاتی ہے تو ان پر ظالم و جابر قوموں کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ **درس:** نعرے مارنے میں آگے آگے ہونا اور عملی میدان میں پیٹھ دکھانا بزدل قوموں کا وطیرہ ہے، کامل لوگ گفتار کے نہیں بلکہ کردار کے غازی ہوتے ہیں۔

عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٤٦﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَا

ظالموں کو خوب جانتا ہے○ اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا: بیشک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے۔ وہ کہنے

اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَا

اسے ہمارے اوپر کہاں سے بادشاہی حاصل ہوگی حالانکہ ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآ

نبی نے فرمایا: اسے اللہ نے تم پر چن لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی ہے اور اللہ جس کو چاہے اپنا ملک

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٤٧﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَ

اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے○ اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا: اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ تابوت آجائے گا جس میں

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِ

تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور معزز موسیٰ اور معزز ہارون کی چھوڑی ہوئی چیزوں کا بقیہ ہے، فرشتے اسے اٹھائے ہوئے ہوں گے

آیت 247 حضرت شمویل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے۔ بنی اسرائیل کے سرداروں نے کہا کہ سلطنت تو یہودا بن یعقوب کی اولاد میں چلی آتی ہے جبکہ طالوت اس خاندان سے نہیں نیز اس کے پاس مال و دولت بھی نہیں ہے لہٰذا ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے حقدار ہیں۔ اس پر انہیں بتایا گیا کہ سلطنت کا دارومدار کسی نسل اور خاندان پر نہیں بلکہ فضلِ الٰہی پر ہے۔ طالوت کو اللہ تعالیٰ نے تم پر بادشاہ مقرر کیا ہے نیز وہ علم و قوت میں تم سے بڑھ کر ہے اور چونکہ علم و قوت سلطنت کے لئے بڑے معاون ہوتے ہیں اس لئے بھی وہ بادشاہت کا مستحق ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنا ملک دے، اس کا فضل بہت وسیع ہے اور وہ بادشاہت کے لائق شخص کو خوب جانتا ہے۔ درس: علم، مال سے افضل ہے اور حکمران ہونے کا معیار مال و دولت نہیں بلکہ علم و قوت اور قابلیت و صلاحیت ہے۔

آیت 248 بنی اسرائیل نے طالوت کی بادشاہی پر نشانی مانگی تو حکمِ الٰہی سے حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا: طالوت کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس تمہارا وہ مشہور و بابرکت تابوت آجائے گا جس سے تمہیں تسکین ملتی تھی اور جس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے۔ اسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے، اس کے واپس آنے میں تمہارے لئے طالوت کی بادشاہی کی بڑی نشانی ہے اگر تم اس پر یقین کرو اور اس کی تصدیق کرو۔ اہم باتیں: (1) یہ تابوت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا، اس میں تمام انبیا علیہم السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور ان کے مبارک مکانات کی تصویریں تھیں، یہ تصویریں کسی آدمی کی بنائی ہوئی نہ تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی تھیں۔ نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا یہ تابوت حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا، آپ اس میں تورات اور کچھ دیگر چیزیں بھی رکھتے چنانچہ اس میں تورات کی تختیوں کے ٹکڑے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا،

لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ

بیشک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو۔ پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر شہر سے جدا ہوا تو اس نے کہا: بیشک اللہ

بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً

تمہیں ایک نہر کے ذریعے آزمانے والا ہے تو جو اس نہر سے پانی پئے گا وہ میرا نہیں ہے اور جو نہ پئے گا وہ میرا ہے سوائے اس کے جو ایک چلو اپنے ہاتھ

بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ

سے بھر لے تو ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ سب نے اس نہر سے پانی پی لیا پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ والے مسلمان نہر سے پار

لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ

ہو گئے تو انہوں نے کہا: ہم میں آج جالوت اور اس کے لشکروں کے ساتھ مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ (لیکن) جو اللہ سے ملنے کا یقین رکھتے تھے

کپڑے اور نعلین شریفین نیز حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ، عصا اور بنی اسرائیل پر نازل ہونے والا تھوڑا سا من بھی تھا۔ (2) تبرکات کا احترام لازم ہے، ان کی برکت سے دعائیں قبول اور حاجتیں پوری ہوتی ہیں جبکہ ان کی بے ادبی وگستاخی گمراہی کا راستہ اور بربادی ہے۔
(3) اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے نسبت رکھنے والی ہر چیز بابرکت ہوتی ہے۔

آیت 249 یہاں بنی اسرائیل کا عمالقہ کے ساتھ جہاد کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے کہ جب طالوت اپنا لشکر لے کر بیت المقدس سے روانہ ہوا تو گرمی کی وجہ سے مجاہدین کو سخت پیاس لگی اس پر طالوت نے انہیں خبر دی کہ ایک نہر سے تمہارا امتحان کیا جائے گا، اس نہر سے صرف چلو بھر پانی پینے کی اجازت ہے، زیادہ نہیں۔ جو زیادہ پئے گا وہ میری جماعت میں نہیں رہے گا کیونکہ شدت پیاس کے باوجود حکم کی تعمیل کرنے والا آئندہ بھی ثابت قدم رہ سکے گا اور جو اس وقت اپنی خواہش پر غالب نہیں آسکتا وہ آئندہ کی سختیاں کیسے برداشت کرے گا پس جب نہر آئی تو اکثریت امتحان میں ناکام ہو گئی اور انہوں نے جی بھر کر پانی پیا، صرف 313 افراد ثابت قدم رہے اور ایک چلو پر صبر کر لیا، اس سے ان کے دل اور ایمان کو قوت حاصل ہوئی اور وہ سلامتی کے ساتھ نہر سے گزر گئے جبکہ سیر ہو کر پینے والوں کے ہونٹ سیاہ ہو گئے، پیاس مزید بڑھی اور وہ بزدل ہو گئے چنانچہ لشکرِ جالوت کی کثرت وطاقت دیکھ کر کہنے لگے: آج تو ہم جالوت اور اس کے لشکر کے ساتھ نہیں لڑ سکتے۔ ان کے برعکس لقائے ربانی اور رضائے الٰہی کے مشتاق بندوں نے عرض کی: ایسا تو کتنی مرتبہ ہوا کہ چھوٹا گروہ اپنے سے بڑے گروہ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے غالب آجاتا ہے، اللہ تعالیٰ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ **اہم باتیں:**
(1) جہاد سے پہلے آزمائش وتربیت کر لینی چاہیے۔ حالتِ امن میں فوج کی تربیت اور محنت ومشقت اسی مقصد کے لئے ہوتی ہے۔
(2) بڑے امتحان سے پہلے چھوٹے امتحان سے گزر لینا چاہئے اس سے دل میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ درس: بڑی چیزوں پر صبر کرنا مشکل ہو تو چھوٹی چھوٹی چیزوں پر صبر کا خود کو عادی بنائیں۔ قرآن کا یہ اصول علم نفسیات میں بھرپور طریقے سے استعمال ہوتا ہے، اس کے ذریعے سینکڑوں معمولات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٢٤٩﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُ

انہوں نے کہ بہت دفعہ چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب آئی ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ○ پھر

وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

جالوت اور اس کے لشکروں کے سامنے آئے تو انہوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم پر صبر ڈال دے اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَ

کے مقابلے میں ہماری مدد فرما ○ تو انہوں نے اللہ کے حکم سے دشمنوں کو بھگا دیا اور داؤد نے جالوت کو قتل کردیا اور اللہ نے اسے سلطنت اور

مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰ

عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھا دیا اور اگر اللہ لوگوں میں ایک کے ذریعے دوسرے کو دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان

ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٥١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٥٢﴾

فضل کرنے والا ہے ○ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو اے حبیب! ہم آپ کے سامنے حق کے ساتھ پڑھتے ہیں اور بیشک تم رسولوں میں سے ہو

آیت 250 فرمایا کہ پھر جب لشکر آمنے سامنے آئے تو لشکرِ مومنین کے ثابت قدم مجاہدوں نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی: اے اللہ! ہمیں دشمن کے مقابلے میں میدانِ جنگ میں صبر کی توفیق دے، ہمیں ثابت قدمی نصیب فرما اور کافروں کے مقابلے میں ہمیں اپنی حمایت و نصرت عطا فرما۔

آیت 251 اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل نے عمالقہ کو شکست دی۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو جالوت نے بنی اسرائیل کو مقابلہ کے لئے للکارا لیکن وہ اس کی قوت و جسامت دیکھ کر گھبرا گئے۔ طالوت نے اعلان کیا کہ جو جالوت کو قتل کرے میں اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دوں گا اور آدھا ملک بھی دے دوں گا۔ لشکر میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی موجود تھے۔ طالوت کے کہنے پر آپ علیہ السلام اپنے دستِ مبارک میں گوپھن یعنی پتھر پھینکنے والی رسی لے کر جالوت کے سامنے آگئے، پھر آپ نے اپنی اس رسی میں پتھر رکھ کر مارا تو اس کی پیشانی توڑ کر پیچھے سے نکل گیا۔ آپ علیہ السلام نے اس کی لاش طالوت کے سامنے لا کر ڈال دی اور طالوت نے حسبِ وعدہ آپ علیہ السلام کو آدھا ملک دیا اور اپنی بیٹی کا آپ سے نکاح کر دیا۔ جب طالوت نے وفات پائی تو پورے ملک پر آپ علیہ السلام کی سلطنت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حکومت اور حکمت یعنی نبوت دونوں عطا فرمائیں اور آپ کو جو چاہا سکھایا اس میں زرہ بنانا اور جانوروں کا کلام سمجھنا بھی شامل ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کفار کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد نہ فرمائے تو کفار کے غلبے، مسلمانوں کے قتل اور مساجد کی ویرانی سے زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے۔ **اہم بات:** جہاد کی ایک حکمت یہ ہے کہ اس کے ذریعے مغروروں، باغیوں اور سرکشوں کو دبایا جائے۔

آیت 252 فرمایا کہ گزشتہ آیتوں میں جو واقعات بیان ہوئے یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ سے بیان کرتے ہیں اور یقیناً تم اللہ کے رسول ہو کہ تم نے علمِ تاریخ حاصل کیے اور مؤرخین کی صحبت میں بیٹھے بغیر گزشتہ قوموں کے حالات درست بیان فرمائے جو تم پر وحی نازل ہونے کی دلیل ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ

یہ رسول ہیں ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی، ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ

بلندی عطا فرمائی اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے

الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ

بعد والے آپس میں نہ لڑتے جبکہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آچکی تھیں لیکن انہوں نے آپس میں اختلاف کیا تو ان میں کوئی مومن رہا

وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ يٰۤاَيُّهَا ۲۵۳

اور کوئی کافر ہو گیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۝ اے

آیت 253 اس آیت میں انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی عظمت کا بیان ہے کہ کچھ رسولوں کو خصوصی مناقب اور ممتاز خصوصیات عطا فرما کر انہیں دوسرے رسولوں سے افضل بنایا گیا جیسے اللہ تعالیٰ نے بغیر واسطے کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اور کسی کو سب رسولوں پر درجوں بلندی عطا فرمائی۔ وہ عظیم ہستی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، آپ خصائص و کمالات میں تمام انبیاء سے افضل ہیں، تمام مخلوقات حتی کہ جمادات، فرشتے اور جنات کے بھی رسول ہیں، آخری نبی ہیں، آپ کو تمام انبیاء سے زیادہ معجزات دیئے گئے، حوض کوثر اور مقام محمود عطا کیے گئے۔ مزید فرمایا کہ ہم نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی صداقت پر دلالت کرنے والی کھلی نشانیاں جیسے مردے کو زندہ کرنا، کوڑھ اور برص کے مریضوں کو شفا دینا، مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں جان ڈال دینا اور غیبی خبریں دینا وغیرہ عطا کیں اور روح القدس حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ان کی مدد فرمائی جو ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ہدایت دینا چاہتا تو ان رسولوں کے بعد ان کی امتوں کے لوگ دین میں اختلاف کر کے آپس میں نہ لڑتے حالانکہ راہِ حق کی کھلی نشانیاں اور روشن دلائل ان کے پاس پہنچ چکے تھے، لیکن انہوں نے ایک دوسرے سے اختلاف کیا جس کے بعد کوئی تو اپنے ایمان پر ثابت قدم رہا اور کوئی کافر ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کے بعد بھی ان کی امتیں ایمان و کفر میں مختلف رہیں، یہ نہ ہوا کہ ساری امت اطاعت گزار اور فرمانبردار ہو جاتی، یہ اللہ تعالیٰ کا نظامِ حکمت ہے۔ اگر وہ چاہتا تو کوئی بھی آپس میں نہ لڑتا لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور اس نے اپنی مرضی سے اس دنیا کو امتحان گاہ بنایا ہے اور بندوں کو ماننے نہ ماننے کا اختیار دیا ہے اور جبراً لوگوں کو ہدایت دینے کا سلسلہ نہیں رکھا۔ اہم بات: اصل نبوت یعنی نبی ہونے میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام برابر ہیں البتہ ان کے درجات میں فرق ہیں، بعض بعض سے اعلیٰ ہیں اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے اعلیٰ ہیں۔

آیت 254 یہاں آخرت کی تیاری کرنے کا فرمایا گیا ہے کہ اے مومنو! قیامت آنے سے پہلے پہلے راہِ خدا میں مال خرچ کر لو اور یاد رکھو کہ قیامت کے دن دنیا کا مال کام نہیں آئے گا اور دنیوی دوستیاں بھی بیکار ہوں گی بلکہ باپ بیٹے بھی ایک دوسرے سے جان چھڑا رہے ہوں گے اور کافروں کو کسی کی سفارش کام نہ دے گی اور اس دن کے منکر کافر ہیں اور کافر ہی سب سے بدتر ظالم ہیں کہ انہوں نے ایمان کی

الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَ

اے ایمان والو! ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے اللہ کی راہ میں اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرو جس میں نہ کوئی خرید و فروخت

خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ ۗ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٥٤﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ

کافروں کے لئے دوستی اور نہ شفاعت ہوگی اور کافر ہی ظالم ہیں۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ خود زندہ

الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ مَنْ ذَا الَّذِي

دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے، اسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو

يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۖ وَلَا يُحِيطُونَ

اس کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور لوگ اس کے علم میں سے

جگہ کفر، طاعت کی جگہ معصیت اور شکر کی جگہ ناشکری کو اختیار کیا اور اپنی جانوں کو عذاب جہنم کے لئے پیش کر کے ان پر ظلم کیا۔ اہم باتیں: (1) بروزِ قیامت مال دنیا کی طرح کام نہ آئے گا البتہ دنیا میں نیک کاموں میں ایمان و اخلاص سے خرچ کیا گیا مال فائدہ دے گا۔ (2) روزِ قیامت نیک و پرہیزگار مسلمانوں سے تعلقات اور دوستیاں کام آئیں گی کہ یہ اپنے گناہگار متعلقین کی مقبول شفاعت کریں گے۔

آیت 255 اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے اکیلے معبود ہونے اور اس کی عظمت و شان کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود ہے ہی نہیں اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ خود زندہ اور عالم کی تدبیر فرمانے والا ہے، اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، کیونکہ یہ چیزیں عیب ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر نقص و عیب سے پاک ہے۔ آسمان و زمین میں موجود ہر چیز کا وہی حقیقی مالک ہے اور ساری کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے۔ آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو یہ چیزیں پوجے جانے کے کیسے قابل ہو سکتی ہیں۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کی بارگاہ میں شفاعت نہیں کر سکتا۔ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے خواہ اس کا تعلق لوگوں کے ماقبل سے ہو یا مابعد سے، امورِ دنیا سے ہو یا امورِ آخرت سے اور اللہ تعالیٰ کے علم سے کسی کو کچھ نہیں مل سکتا جب تک وہ نہ چاہے اور وہ عطا نہ فرمائے اور اتنا ہی مل سکتا ہے جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو اپنی وسعت میں لئے ہوئے ہے اور ان دونوں کی حفاظت اسے تھکا نہیں سکتی اور وہی بلند شان اور عظمت والا ہے۔ اہم باتیں: (1) بروزِ قیامت جنہیں شفاعت کی اجازت ہوگی وہ انبیاء کرام علیہم السلام، ملائکہ، اولیاء اور مومنین ہیں جبکہ کفار کے لئے کوئی شفاعت نہیں کرے گا۔ (2) ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس کے دینے سے کسی کو عطائی علم ہو سکتا ہے چنانچہ وہ اپنی مشیت سے لوگوں کو اسرارِ کائنات اور انبیاء و رسل علیہم السلام کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔ (3) اس آیت میں جس کرسی کا ذکر ہے اس کی حقیقت و ماہیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، ہم اس کے حق ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ (4) اس آیت کو آیۃ الکرسی کہتے ہیں، اس کی فضیلت یہ ہے کہ یہ قرآن کی سب سے عظیم آیت ہے۔ (مسلم، حدیث 258(810)) اور جو سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھے صبح تک اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا اور شیطان اس کے قریب نہ آسکے گا۔ (بخاری، حدیث 5010)

بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُہٗ
اتنا ہی حاصل کر سکتے ہیں جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی آسمان اور زمین کو اپنی وسعت میں لئے ہوئے ہے اور ان کی حفاظت اسے
حِفْظُہُمَا ۚ وَہُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾ لَاۤ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ۟ۙ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ
تھکا نہیں سکتی اور وہی بلند شان والا، عظمت والا ہے ○ دین میں کوئی زبردستی نہیں، بیشک ہدایت کی راہ گمراہی سے خوب جدا ہوگئی ہے
فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی ۚ لَا انْفِصَامَ لَہَا ؕ
تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑا مضبوط سہارا تھام لیا جس سہارے کو کبھی کھلنا نہیں
وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُہُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ۬ وَالَّذِیْنَ
اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے ○ اللہ مسلمانوں کا والی ہے انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور جو
کَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـُٔہُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ یُخْرِجُوْنَہُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ
کافر ہیں ان کے حمایتی شیطان ہیں وہ انہیں نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں۔ یہی لوگ دوزخ والے ہیں،

آیت 256 اسلام کا ایک بنیادی اصول یہاں بیان کیا گیا کہ دین اسلام قبول کرنے کے لیے کسی پر کوئی زبردستی نہیں کیونکہ قرآن و اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد ہدایت اور گمراہی میں فرق بالکل واضح ہوگیا، تو اب عقلمند آدمی کے لیے قبولِ حق میں تاخیر کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی، لہٰذا جو شیطان کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تو اس نے بڑا مضبوط سہارا تھام لیا جو سہارا اسے خدا اور جنت تک پہنچادے گا۔ **اہم باتیں:** (1) کفار کو نرمی اور حسن اخلاق کے ساتھ دین اسلام کی دعوت دی جائے گی البتہ اس قوت و شوکت کو توڑنا ضروری ہے جو اسلام قبول کرنے میں رکاوٹ بنے۔ (2) کسی کافر کو جبراً مسلمان بنانا جائز نہیں مگر مسلمان کو جبراً مسلمان رکھنا ضروری ہے کیونکہ مرتد ہونا دین اسلام کی توہین اور دوسروں کے لیے بغاوت کا راستہ کھولنا ہے جسے بند کرنا ضروری ہے۔ (3) اسلامی احکام کا نفاذ اسلامی حکمرانوں کی ذمہ داری ہے اور برائی کا خاتمہ ہر مسلمان کو اپنی طاقت کے مطابق کرنا ضروری ہے، ہاتھ یا زبان یا دل سے جیسے ممکن ہو۔ (4) اسلام کا سہارا مضبوطی سے تھامے رکھنا تبھی ممکن ہے جبکہ آدمی بے دینوں کی صحبت، الفت، کتابیں دیکھنے، باتیں سننے سے دور رہے اور جو اپنے ایمان کی رسی پر خود ہی چھریاں چلائے تو اس کا کٹنے سے بچنا مشکل ہے۔

آیت 257 اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے کہ انہیں کفر و گمراہی کی تاریکیوں سے ایمان و ہدایت کی روشنی کی طرف لاتا ہے جو انبیاء و صالحین کا راستہ ہے جبکہ کافروں کے حمایتی اور دوست شیطان ہیں جو انہیں فطرتِ صحیحہ کی روشنی سے کفر کی تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ دوزخ والے ہیں، یہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ **اہم بات:** حق کی راہ روشن کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ، شمع بزمِ ہدایت یعنی مصطفی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات پاک ہے۔

هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥٧﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ

ہمیشہ اس میں رہیں گے ۞ اے حبیب! کیا تم نے اس کو نہ دیکھا تھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں اس بنا پر جھگڑا

اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ

کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی ہے، جب ابراہیم نے فرمایا: میرا رب وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے۔ اس نے کہا: میں بھی زندگی

وَاُمِيْتُ ۭ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ

دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں۔ ابراہیم نے فرمایا: تو اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے پس تو اسے مغرب سے لے آ۔ تو اس کافر کے ہوش اُڑ

الَّذِيْ كَفَرَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٥٨﴾ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰي قَرْيَةٍ وَّھِيَ

گئے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ۞ یا (کیا تم نے) اس شخص کو (نہ دیکھا) جس کا ایک بستی پر گزر ہوا اور وہ

آیت 258 نور اور تاریکی والوں کا ذکر کرکے اب ان کی ایک مثال بیان کی جارہی ہے، نور والوں کے پیشوا حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور تاریکی والوں کا پیشوا نمرود تھا۔ نمرود کو اللہ تعالیٰ نے عظیم سلطنت عطا کی لیکن اس نے شکر وطاعت کی بجائے تکبر و سرکشی اختیار کی حتی کہ رب ہونے کا دعویٰ کرنے لگا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے توحید کی دعوت دی تو کہنے لگا: تمہارا رب کون ہے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: میرا رب وہ ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے یعنی اجسام میں موت وحیات پیدا کرتا ہے۔ نمرود سے اس زبردست دلیل کا جواب نہ بن پڑا لیکن شرمندگی مٹانے کے لئے اس نے دو آدمی بلائے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرا چھوڑ دیا اور کہنے لگا: میں بھی زندگی اور موت دیتا ہوں یعنی کسی کو گرفتار کرکے چھوڑ دینا اسے زندہ کرنا ہے اور بے قصور کو مار دینا موت دینا ہے۔ یہ اس کی حماقت تھی، کہاں قتل کرنا اور چھوڑنا اور کہاں موت وحیات پیدا کرنا؟ عقل و شعور والوں پر تو واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دلیل برحق ہے اور نمرود کا جواب بے کار ہے لیکن چونکہ نمرود نے شرم مٹانے کیلئے کچھ نہ کچھ جواب دے دیا تھا اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اگلی دلیل سے اسے لاجواب کر دیا کہ سورج جو مشرق سے طلوع ہوتا ہے اسے مغرب سے طلوع کر دے۔ یہ سن کر نمرود ہکا بکا رہ گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ اہم باتیں: (1) عقائد میں اچھے انداز سے مناظرہ کرنا سنت انبیاء ہے لہٰذا یہ برا نہیں البتہ اس میں اگر تکبر و سرکشی اور حق قبول نہ کرنے کا پہلو داخل ہو جائے تو وہ برا ہے۔ (2) علم مناظرہ کے ماہر علماء کسی اہم مقصد اور فائدے کے پیش نظر مناظرہ کر سکتے ہیں عوام کو بحث ومباحثے کی اجازت نہیں بلکہ ناجائز اور انتہائی خطرناک ہے۔

آیت 259 اکثر مفسرین کے بقول اس آیت میں بیان کیا گیا واقعہ حضرت عزیر علیہ السلام کا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بخت نصر بادشاہ کے بیت المقدس کو ویران کرنے کے بعد ایک مرتبہ حضرت عزیر علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپ کے ساتھ ایک برتن کھجور اور ایک پیالہ انگور کا رس تھا اور آپ ایک گدھے پر سوار تھے۔ پوری بستی میں چکر لگایا لیکن کسی کو وہاں زندہ نہ پایا اور بستی کی عمارتیں گری

خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ

بستی اپنی چھتوں کے بل گری پڑی تھی تو اس شخص نے کہا: اللہ انہیں ان کی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے اسے

مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا

سو سال موت کی حالت میں رکھا پھر اسے زندہ کیا، (پھر اس شخص سے) فرمایا: تم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟ اس نے عرض کی: میں ایک دن

اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ

یا ایک دن سے بھی کچھ کم وقت ٹھہرا ہوں گا۔ اللہ نے فرمایا: (نہیں) بلکہ تو یہاں سو سال ٹھہرا ہے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک

لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ ۫ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ

بدبودار نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو دیکھ (جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں) اور یہ (سب) اس لئے (کیا گیا ہے) تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے

وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ

ایک نشانی بنا دیں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کہ ہم کیسے انہیں اٹھاتے (زندہ کرتے) ہیں پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں تو جب یہ معاملہ اس پر ظاہر

ہوئی تھیں اس پر آپ نے تعجب سے کہا: اللہ تعالیٰ انہیں ان کی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا۔ پھر گدھے کو ایک طرف باندھ کر آرام فرمانے لگے، اسی حالت میں آپ کی روح قبض کر لی گئی اور گدھا بھی مر گیا۔ اس کے 70 برس بعد ایران کے ایک بادشاہ نے بیت المقدس کو پہلے سے بھی بہتر طریقے پر آباد کیا اور بنی اسرائیل کے باقی ماندہ لوگ دوبارہ بیت المقدس اور اس کے گرد و نواح میں آباد ہو گئے۔ اس عرصے میں حضرت عزیر علیہ السلام کو کوئی دیکھ نہ سکا۔ سو سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ کیا اور فرمایا: تم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟ آپ نے اندازے سے عرض کی: ایک دن یا اس سے کچھ کم وقت کیونکہ جب آپ آرام کرنے کے لئے تشریف فرما ہوئے اور آپ کی روح قبض ہوئی وہ صبح کا وقت تھا اور اب سورج غروب ہونے کے قریب تھا اس لئے آپ نے خیال فرمایا کہ یہ اسی دن کی شام ہے جس کی صبح کو سوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم یہاں سو سال ٹھہرے ہو۔ اپنے کھانے اور پانی یعنی کھجور اور انگور کا رس دیکھو کہ ویسا ہی صحیح سلامت باقی ہے، اس میں بو تک پیدا نہیں ہوئی اور گدھے کو دیکھو! جس کا بدن تک گل سڑ کر ختم ہو گیا اور صرف سفید ہڈیاں چمک رہی ہیں۔ یہ سب اس لئے کیا گیا تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے بعدِ موت زندہ کئے جانے کی ایک نشانی بنا دیں۔ گدھے کی ان ہڈیوں کو دیکھو کہ کیسے ہم انہیں زندہ کرتے اور گوشت پہناتے ہیں۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے دیکھا، آپ کے سامنے اس کے اعضا جمع ہوئے، اعضا اپنی اپنی جگہ پر آئے، ہڈیوں پر گوشت چڑھا، گوشت پر کھال آئی، بال نکلے پھر اس میں روح پھونکی گئی اور وہ کھڑا ہو کر آواز نکالنے لگا۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے یعنی یقین تو پہلے ہی تھا، اب عین الیقین ہو گیا۔

قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ

ہو گیا تو وہ بول اٹھا: میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جب ابراہیم نے عرض کی: اے میرے رب!

اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ

تو مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا؟ اللہ نے فرمایا: کیا تجھے یقین نہیں؟ ابراہیم نے عرض کی: یقین کیوں نہیں مگر

لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ

(چاہتا ہوں) کہ میرے دل کو قرار آجائے۔ اللہ نے فرمایا: تو پرندوں میں سے کوئی چار پرندے پکڑ لو پھر انہیں اپنے ساتھ مانوس کرلو پھر

اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ

ان سب کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں پکارو تو وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور جان رکھو کہ اللہ غالب

حَكِیْمٌ ﴿۲۶۰﴾ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ ع ۳۵

حکمت والا ہے۔ ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی طرح ہے جس نے سات بالیاں اگائیں،

آیت 260 ﴾ اس آیت میں قدرتِ الٰہی پر اور خصوصاً مُردوں کو زندہ کرنے پر قدرت کا ایک اور واقعہ بیان کیا جا رہا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سمندر کے کنارے ایک مردہ آدمی پڑا تھا، جب پانی چڑھا تو مچھلیوں نے اس کی لاش کھائی، جب پانی اترا تو درندوں نے کھایا اور جب درندے چلے گئے تو پرندوں نے کھایا۔ یہ ملاحظہ فرما کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مردے زندہ ہوتے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ ایک قول کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تو نشانی کے طور پر آپ نے عرض کی: اے اللہ! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تمہیں اس پر یقین نہیں؟ عرض کی: یقین کیوں نہیں، مگر میں چاہتا ہوں کہ یہ چیز آنکھوں سے دیکھوں تاکہ دل کو قرار آجائے اور عین الیقین حاصل ہو جائے۔ اس پر حکمِ خداوندی ہوا کہ چار پرندے لے کر انہیں اپنے ساتھ خوب مانوس کرلو پھر انہیں ذبح کرکے ان کا قیمہ آپس میں ملا کر مختلف پہاڑوں پر رکھ دو، پھر انہیں آواز دو تو وہ اپنی اپنی شکل و صورت میں بن کر تمہارے پاس آجائیں گے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندے لئے۔ پھر حکمِ الٰہی کے مطابق ذبح کرکے قیمہ بنا کر ان کے اجزا ملا دیے اور اس مجموعہ کے کئی حصے کرکے ایک ایک حصہ ایک ایک پہاڑ پر رکھ دیا اور سب کے سر اپنے پاس رکھ لیے۔ پھر ان پرندوں کو آواز دے کر بلایا تو حکمِ الٰہی سے فوراً وہ اجزا اڑے، ہر جانور کے اجزا علیحدہ ہو کر اپنی ترتیب سے جمع ہوئے، دوبارہ وہی پرندے بن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اپنے سروں سے مل کر پہلے کی طرح مکمل ہو گئے۔ یہ واقعہ خدا کے علم، حکمت و قدرت کی دلیل ہے۔

آیت 261 ﴾ اس آیت میں راہِ خدا میں خرچ کرنے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جیسے کوئی آدمی زمین میں ایک دانہ بیج ڈالتا ہے جس سے سات بالیاں اگتی ہیں اور ہر بالی میں سو دانے پیدا ہوتے ہیں اسی طرح جو راہِ خدا میں خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس کے

فِي كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾ اَلَّذِيْنَ

ہر بالی میں سو دانے ہیں اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے○ وہ لوگ جو

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ

اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر اپنے خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں ان کا انعام

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ

ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے○ اچھی بات کہنا اور معاف کر دینا اس خیرات سے بہتر ہے

صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ

جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ، حلم والا ہے○ اے ایمان والو! احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے

اخلاص کے اعتبار سے 700 گنا زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے اور یہ بھی کوئی حد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے خزانے بھرے ہوئے ہیں اور وہ کریم و جواد ہے جسے چاہے اس سے بھی زیادہ ثواب عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا، علم والا ہے۔ اہم باتیں: (1) راہِ خدا میں خرچ کرنا نیکی کی تمام صورتوں کو شامل ہے خواہ واجب ہو یا نفل چنانچہ کسی غریب کو کھانا کھلانا، کپڑے پہنانا، دوائی فراہم کرنا، راشن دلانا، طالب علم کو کتاب خرید کر دینا، کوئی شفاخانہ بنانا یا فوت شدگان کے ایصالِ ثواب کے لئے فقرا و مساکین کو تیجے، چالیسویں وغیرہ پر کھلانا راہِ خدا میں خرچ کرنا ہے۔ (2) نیک اعمال میں جتنی اچھی نیت اور اخلاص ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ ثواب ملتا ہے۔

آیت 262 اس آیت میں راہِ خدا میں خرچ کرنے کے آداب اور فضیلت کا بیان ہے۔ آداب یہ ہیں کہ خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتایا جائے اور نہ لینے والے کو تکلیف دی جائے۔ احسان جتلانا یہ ہے کہ دینے کے بعد دوسروں کے سامنے اظہار کرے کہ ہم نے تیرے ساتھ ایسے ایسے سلوک کئے اور تکلیف دینا یہ ہے کہ اسے غربت اور مجبوری پر شرم دلائے کہ تو ایسا تھا ہم نے تیری خبر گیری کی یا اور طرح اس پر دباؤ ڈالے۔ احسان جتانے اور تکلیف دینے سے ثواب ضائع ہو جاتا ہے جیسا کہ آگے آیت نمبر 264 میں ہے اور جو آداب کا خیال کر کے اللہ کی راہ میں دیتے ہیں ان کا انعام ان کے رب کے پاس ہے اور آخرت میں ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

آیت 263 سائل کو کچھ نہ دینے کی صورت میں اس سے اچھی بات کہنا اور اس کی زیادتی کو معاف کر دینا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد اسے عار دلائی جائے یا احسان جتایا جائے یا کسی دوسرے طریقے سے تکلیف پہنچائی جائے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے صدقات سے بے پرواہ اور گنہگاروں کو جلد سزا نہ دے کر حلم فرمانے والا ہے۔ درس: اس آیت میں نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ غنی و بے پرواہ ہو کر بھی حلیم ہے کہ گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور تم تو ثواب کے محتاج ہو لہٰذا تم بھی فقرا و مساکین اور اپنے ماتحتوں کی خطاؤں سے درگزر کیا کرو۔ حلم سنتِ الٰہیہ بھی ہے اور سنتِ مصطفویہ بھی۔

آیت 264 فرمایا کہ اے ایمان والو! جس پر خرچ کرو اس پر احسان جتا کر اور اسے تکلیف پہنچا کر اپنے صدقے کا ثواب برباد نہ کردو

بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

برباد نہ کرو اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتا

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ

تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر ہو جس پر مٹی ہے تو اس پر زوردار بارش پڑی جس نے اسے صاف پتھر کر چھوڑا، ایسے لوگ

عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ

اپنے کمائے ہوئے اعمال سے کسی چیز پر قدرت نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا

اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ

چاہنے کے لئے اور اپنے دلوں کو ثابت قدم رکھنے کے لئے خرچ کرتے ہیں اس باغ کی سی ہے جو کسی اونچی زمین پر ہو اس پر زوردار

فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾ اَيَوَدُّ

بارش پڑی تو وہ باغ دگنا پھل لایا پھر اگر زوردار بارش نہ پڑے تو ہلکی سی پھوار ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ کیا تم میں کوئی

کیونکہ جس طرح منافق آدمی لوگوں کو دکھانے اور اپنی واہ واہ کے لئے مال خرچ کرتا ہے لیکن اسے ثواب کچھ نہیں ملتا یونہی جو احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے والے کا ثواب بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو کہ جیسے ایک چکنا پتھر ہو جس پر مٹی پڑی ہو، اگر اس پر زوردار بارش ہو جائے تو پتھر بالکل صاف ہو جاتا ہے اور اس پر مٹی کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ یہی حال منافق کے عمل کا ہے کہ دیکھنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ عمل ہے اور روز قیامت وہ تمام عمل باطل ہوں گے کیونکہ وہ رضائے الٰہی کے لئے نہ تھے۔ اہم باتیں: (1) علانیہ اور پوشیدہ دونوں طرح صدقہ دینے کی اجازت ہے لیکن اپنی حالت پر نظر رکھ کر عمل کرے جہاں ریاکاری یا تہمت کی بچت ہو تو چھپا کر صدقہ دے۔ ریاکاری سے اعمال کا ثواب باطل ہو جاتا ہے۔ افسوس ہمارے ہاں ریاکاری، احسان جتانا اور ایذا دینا بھی بہت اعمال کی بربادی کا سبب ہے۔ (2) کافر کا کوئی عمل بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں۔

آیت 265 رضائے الٰہی کے حصول اور دلوں کی استقامت کے ساتھ جو خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس باغ جیسی ہے جو کسی اونچی زمین پر ہو اگر اس پر زوردار بارش پڑے تو دگنا پھل لاتا ہے اور بارش کم ہو تو پھل لانے کے لئے ہلکی سی پھوار ہی کافی ہے یہی حال مخلص مومن کے صدقہ کا ہے کہ وہ کم ہو یا زیادہ اللہ تعالیٰ اس کا ثواب بڑھاتا ہے۔ دلوں کی استقامت یہ ہے کہ دیتے ہوئے تردد نہ ہو اور بعد میں افسوس نہ ہو۔ اہم بات: بارگاہِ الٰہی میں دل کی کیفیت دیکھی جاتی ہے نہ کہ اعمال کی مقدار۔ حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)

آیت 266 فرمایا کہ کوئی شخص یہ پسند نہیں کرے گا کہ اس کا ہرا بھرا باغ ہو جو درختوں اور رنگ برنگے پھلوں سے لدا ہو اور خود بوڑھا ہو جائے آدمی اپنی حاجت اور بڑھاپے کے زمانے کا سہارا سمجھتا ہو اور اس بڑھاپے میں اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں جو پرورش کے

اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ

پسند کرے گا کہ اس کے پاس کھجور اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے ندیاں بہتی ہوں، اس کے لئے اس میں

كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ

ہر قسم کے پھل ہوں اور اسے بڑھاپا آجائے اور حال یہ ہو کہ اس کے کمزور وناتواں بچے ہوں پھر اس پر ایک بگولا آئے جس میں آگ ہو

فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ع

تو سارا باغ جل جائے۔ اللہ تم سے اسی طرح اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو○ اے ایمان والو!

اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَ لَا تَيَمَّمُوا

اپنی پاک کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) کچھ خرچ کرو اور خرچ کرتے ہوئے

الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

خاص ناقص مال (دینے) کا ارادہ نہ کرو حالانکہ (اگر وہی تمہیں دیا جائے تو) تم اسے چشم پوشی کے بغیر قبول نہیں کروگے اور جان رکھو کہ اللہ

محتاج ہوں پھر شدید قسم کی آگ پر مشتمل بگولوں والی آندھی چلے جو باغ کو جلا کر راکھ کر دے، تو اس وقت آدمی کے رنج وغم اور حسرت ویاس کا کیا عالَم ہوگا؟ یہی حال اس شخص کا ہے جس نے دکھاوے کے لئے نیک اعمال کئے اور اس گمان میں ہو کہ میرے پاس نیکیوں کا ذخیرہ ہے مگر جب شدتِ حاجت کا وقت یعنی قیامت کا دن آئے تو اللہ تعالیٰ یہ اعمال رد کر دے۔ غور کرو کہ اس وقت اسے کتنا رنج اور کتنی حسرت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ یہ آیات اس لئے بیان فرماتا ہے تاکہ اے لوگو! تم غور وفکر کرو اور سمجھو۔ درس: کس قدر دل دہلا دینے والی مثال ہے۔ کاش! ہم سمجھ جائیں اور نماز، ذکر ودرود، تلاوت ونعت خوانی، حج وعمرہ، زکوۃ صدقات وغیرہ تمام اعمال ریاکاری سے پاک کرلیں۔

آیت 267 بعض لوگ صدقہ میں خراب مال دیا کرتے تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا کمایا ہوا پاکیزہ اور صاف ستھرا مال دیا کرو نیز زمین کی پیداوار سے بھی راہِ خدا میں خرچ کیا کرو اور راہِ خدا میں ناقص، گھٹیا اور ردی مال نہ دیا کرو، جب تم اللہ تعالیٰ سے اچھی جزا چاہتے ہو تو اس کی راہ میں مال بھی اچھا دیا کرو۔ غور کرو کہ جس طرح کا گھٹیا مال تم راہِ خدا میں دیتے ہو اگر وہی مال تمہیں دیا جائے تو کیا تم قبول کروگے؟ پہلے تو قبول ہی نہ کروگے اور اگر قبول کر بھی لو تو کبھی خوشدلی سے نہیں بلکہ دل میں برا مناتے ہوئے لوگے تو جب اپنے لئے اچھا لینے کا سوچتے ہو تو راہِ خدا میں خرچ کئے جانے والے کے بارے میں بھی اچھا ہی سوچو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے خرچ سے بے پرواہ اور حمد کے لائق ہے۔ اہم باتیں: (1) جو چیز فی نفسہ اچھی ہو لیکن آدمی کو خود پسند نہیں تو یہ دینے میں حرج نہیں۔ (2) زمین کی پیداوار سے بھی راہِ خدا میں دیا جائے خواہ پیداوار کم ہو یا زیادہ۔

غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٢٦٧﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً

بے پرواہ، حمد کے لائق ہے ○ شیطان تمہیں محتاجی کا اندیشہ دلاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی طرف سے

وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦٨﴾ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ

اور فضل کا وعدہ فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے ○ اللہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسے حکمت دی جائے تو

أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّآ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾ وَمَآ أَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ

اسے بہت زیادہ بھلائی مل گئی اور عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں ○ اور تم جو خرچ کرو یا کوئی نذر

آیت 268 اس آیت میں صدقہ وخیرات کرنے میں پیش آنے والے ایک بڑے وسوسے کا بیان ہے کہ راہ خدا میں خرچ کرنے سے شیطان تمہیں فقیر ونادار ہو جانے کا وسوسہ دلاتا اور بخل وکنجوسی کی طرف بلاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ فرماتا ہے کہ اگر تم اس کی راہ میں خرچ کرو گے تو وہ تمہیں اپنے فضل ومغفرت سے نوازے گا۔ یاد رکھو کہ وہ پاک پروردگار بڑی وسعت والا ہے، صدقہ تمہارا مال گھٹنے نہ دے گا بلکہ اور برکت سے نوازے گا اور وہ خرچ کرنے والے کو جانتا ہے۔ درس: آج بھی ایسے لوگ ہیں جو تنگدستی ومحتاجی کے خوف سے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے لیکن شادی بیاہ میں جائز وناجائز رسومات اور عام زندگی میں بے دریغ خرچ کرتے ہوتے ہیں، انہیں غور کرنا چاہیے۔

آیت 269 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسے حکمت دی جائے تو بیشک اسے بہت زیادہ بھلائی مل گئی کیونکہ یہ اسے ابدی سعادت کی طرف لے جائے گی اور عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں۔ اہم بات: یہاں حکمت سے قرآن، حدیث اور فقہ، علم، تقویٰ اور نبوت مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث سراپا حکمت ہیں اور فقہ اسی سرچشمہ حکمت وہدایت سے فیض یافتہ علم ہے اور تقویٰ حکمت کا تقاضا ہے جبکہ نبوت سراسر حکمت ہے البتہ یہ بات قطعی ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد اب کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔

آیت 270 فرمایا کہ تم تنگی یا بدی میں جو خرچ کرو یا خرچ کرنے کی نذر مانو، اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے، وہ تمہیں اچھے عمل، خرچ اور نذر پر ثواب جبکہ گناہ کے عمل، خرچ اور نذر پر سزا دے گا۔ گناہ کرکے خود پر ظلم کرنے والوں کا کوئی مددگار نہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔ اہم باتیں: (1) شریعت میں نذر عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہو سکتی ہے، اسے نذر شرعی کہتے ہیں البتہ عرف میں ہدیہ اور پیش کش کو بھی نذر کہہ دیتے ہیں جیسے کسی بڑے کو تحفہ دیتے ہوئے کہہ دیا جائے کہ یہ آپ کی نذر کرتا ہوں۔ یہ نذر عرفی کہلاتی ہے۔ (2) شرعی نذر صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں: غیر لازم عبادت کو لازم کر لینا۔ نذر عرفی بمعنی نذرانہ، تحفہ، ہدیہ مخلوق کے لئے بھی ہو سکتی ہے جیسے بزرگان دین کے لئے نذر ونیاز کرنا، اس طرح کی نذروں کا پورا کرنا ضروری نہیں البتہ بہتر ہے۔ (3) کسی گناہ کے کام کی نذر مانی تو وہ صحیح نہیں۔

مِنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ

اللہ اسے جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ○ اگر تم اعلانیہ خیرات دو گے تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے

وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

اور اگر تم چھپا کر فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اور اللہ تم سے تمہاری کچھ برائیاں مٹا دے گا اور اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا

تمہارے کاموں سے خبردار ہے ○ لوگوں کو ہدایت دے دینا تم پر لازم نہیں، ہاں اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے اور تم جو

تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ

اچھی چیز خرچ کرو تو وہ تمہارے لئے ہی فائدہ مند ہے اور تم اللہ کی خوشنودی چاہنے کیلئے ہی خرچ کرو اور جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمہیں

يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی ○ ان فقیروں کے لئے جو اللہ کے راستے میں روک دیئے گئے،

آیت 271 فرمایا کہ اگر تم اعلانیہ نفلی صدقات دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر تم چھپا کر فقیروں کو دو تو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے کچھ گناہ صغیرہ مٹا دے گا، تم خواہ اعلانیہ صدقہ دو یا چھپا کر بہر صورت اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ اہم باتیں: (1) صدقہ خواہ فرض ہو یا نفل جب اخلاص کے ساتھ دیا جائے تو اعلانیہ یا چھپا کر دونوں طرح بہتر ہے مگر فرض صدقہ اعلانیہ اور نفلی چھپا کر دینا افضل ہے، اگر نفلی بھی دوسروں کی ترغیب کے لئے ہو تو اظہار افضل ہے۔ (2) اکثر اعمال میں یہی قاعدہ ہے کہ خفیہ و اعلانیہ دونوں طرح جائز لیکن ریاکاری کے لئے اعلانیہ حرام اور دوسروں کی ترغیب کے لئے ثواب ہے۔ علماء، مشائخ بہت سے اعمال اعلانیہ اسی لئے کرتے ہیں کہ ان کے مریدین و متعلقین کو ترغیب ہو۔ (3) صدقہ غضب الٰہی کو بجھاتا، بری موت دور کرتا، گناہ مٹاتا، برائی کے ستر دروازے بند کرتا، بری قضا ٹالتا، عمر بڑھاتا اور آفتیں دور کرتا ہے۔

آیت 272 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا کام صرف حق کی دعوت دینا ہے اس سے زیادہ نہیں جبکہ ہدایت قبول کروا دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، وہ اپنی حکمت و مشیت سے جسے چاہے، ہدایت دیدے۔ مزید فرمایا: اے لوگو! تم جو خرچ کرتے ہو اس کا فائدہ تمہیں ہی ہو گا کہ دنیا کے اندر مال میں برکت اور آخرت میں ثواب کا ذخیرہ ہے لہٰذا جب اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے خرچ کرو، اخلاص والے عمل کا پورا صلہ دیا جائے گا بلکہ فضل الٰہی سے وہ صلہ 700 گنا سے لے کر کروڑوں گنا تک ہو سکتا ہے۔

آیت 273 فرمایا کہ صدقات کا بہترین مصرف وہ فقراء ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو جہاد اور طاعت الٰہی کیلئے روک رکھا ہے اور ان میں مشغولیت کی وجہ سے یہ تجارت و روزگار کے لئے زمین میں چل پھر نہیں سکتے۔ سوال کرنے سے کترانے کی وجہ سے ناواقف لوگ

لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُ [illegible]

وہ زمین میں چل پھر نہیں سکتے۔ ناواقف انہیں سوال کرنے سے بچنے کی وجہ سے مالدار سمجھتے ہیں۔ تم انہیں ان کی علامت [illegible]

بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝ الَّذِينَ [illegible]

پہچان لوگے۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے اور تم جو خیرات کرو اللہ اسے جانتا ہے ۝ وہ لوگ [illegible]

يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا [illegible]

رات میں اور دن میں، پوشیدہ اور اعلانیہ اپنے مال خیرات کرتے ہیں ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان [illegible]

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَ [illegible]

نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۝ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر اس شخص [illegible]

انہیں مالدار سمجھتے ہیں لیکن غور کرو تو تم انہیں ان کی علامات جیسے چہرے پر ضعف کے آثار، بھوک کی وجہ سے رنگ زرد ہونے [illegible]
مزاج میں تواضع و انکساری سے پہچان لوگے، وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے اور تم جو خیرات کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے جا[illegible]
ہے اور وہ اس کی جزا عطا فرمائے گا۔ اہم بات: یہ آیت اصحاب صفہ کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ ان حضرات کی تعداد چار سو کے قریب
تھی اور یہ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے۔ یہاں نہ ان کا مکان تھا، نہ کنبہ قبیلہ اور نہ ان حضرات نے شادی کی تھی، ان کے
تمام اوقات عبادت میں صرف ہوتے تھے۔ قرآن کریم سیکھنا اور جہاد کے لئے تیار رہنا اور حکم پر جہاد کے لئے جانا ان کا شب و روز کا
معمول تھا۔ یہ صدقات کا بہترین مصرف ہیں۔ انہی حضرات کی صف میں وہ علماء و مشائخ اور طلبہ و مبلغین بھی داخل ہیں جو دینی کاموں
میں مشغولیت کی وجہ سے کمانے کی فرصت نہیں پاتے۔ درس: اصحاب صفہ کی حالت پر اس آیت کا نزول ہمیں سمجھانے، نصیحت کرنے
اور ترغیب دلانے کے لئے ہے۔ علماء و مبلغین کی مالی پریشانیاں ختم کردیں پھر دیکھیں کہ دین کا کام کیسی تیزی سے ہوتا ہے۔

آیت 274 شانِ نزول: راہِ خدا میں خرچ کرنے کا جذبہ رکھنے والے رات اور دن، پوشیدہ اور اعلانیہ جب گنجائش ہوتی ہے یا حاجت
سامنے آتی ہے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے سچے جذبے، اخلاص کے ساتھ مالی قربانی کا اجر و ثواب ان کے رب کے
پاس ہے۔ یہ لوگ مال خرچ کرنے سے پہلے ڈرتے نہیں کہ بعد میں کیا ہوگا اور خرچ کرکے غم نہیں کرتے کہ مال چلا گیا، ایسے لوگ
قیامت میں خوف و غم سے امن میں ہوں گے۔

آیت 275 گزشتہ آیات میں مال خرچ کرکے رضائے الٰہی اور جنت کمانے والوں کا بیان تھا، اب اسی مال کے ذریعے غضب الٰہی اور
جہنم کمانے والوں کا بیان کیا جارہا ہے، ان میں ایک بڑا طبقہ سود خوروں کا ہے، چنانچہ ان کے بارے میں فرمایا کہ سود کھانے والے
قیامت کے دن قبروں سے ایسے بدحواس اور گرتے پڑتے کھڑے ہوں گے جیسے دنیا میں وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے آسیب نے چھو کر
پاگل بنادیا ہو۔ اس سزا کا سبب ان کا مسلمانوں سے یہ کہنا ہے کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے کہ جیسے تجارت میں نفع لیا جاتا ہے ایسے

يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ

کھڑے ہونے کی طرح جسے آسیب نے چھو کر پاگل بنادیا ہو۔ یہ سزا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا: خرید و فروخت بھی تو سود ہی کی

الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى

طرح ہے حالانکہ اللہ نے خرید و فروخت کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا تو جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت آئی پھر وہ باز آگیا

فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

تو اس کیلئے حلال ہے وہ جو پہلے گزر چکا اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو دوبارہ ایسی حرکت کریں گے تو وہ دوزخی ہیں، وہ اس میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾

مدتوں رہیں گے ○ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے، بڑے گنہگار کو پسند نہیں کرتا ○

ہی سود میں بھی ہوتا ہے، پھر تم تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیوں کرتے ہو؟ ان کے جواب میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے، تم ہوتے کون ہو اعتراض کرنے والے، بندے ہو، سر بندگی خم کرو، حکم سب کو دیئے جاتے ہیں لیکن حکمتیں بتانے کے لئے سب نہیں ہوتے۔ لہٰذا حکم الٰہی نازل ہونے کے بعد اب جو آئندہ سود لینے سے باز آگیا تو پہلے جو وہ لیتا رہا اس پر اس کی گرفت نہ ہوگی اور اس کی معافی کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور جو دوبارہ سود کھائے تو وہ جہنم کا مستحق ہے اور اس میں مدتوں رہے گا اور اگر حلال سمجھ کر سود کھایا تو کافر ہے کیونکہ کسی بھی حرام قطعی کو حلال جاننے والا مسلمان نہیں رہتا اور ایسا شخص کفر پر موت کی صورت میں ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ **اہم بات:** غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ تجارت معاشی اور اقتصادی ترقی کے لیے انتہائی اہم ہے۔ اس سے تاجر میں اپنے ہاتھ کی محنت سے کما کر کھانے، غریبوں اور محنت کش مزدوروں کا احساس کرنے، اوروں کی ترقی پر خوش ہونے اور سخاوت سے کام لینے جیسی اخلاقی اچھائیاں پیدا ہوتی ہیں جبکہ سود میں بغیر کسی نقصان کے دوسرے سے صرف نفع نچوڑنا ہوتا ہے جو بلاشک وشبہ معاشی استحصال، مفت خوری، سستی وکاہلی، حرص وطمع، خود غرضی اور مفاد پرستی کو جنم دیتا ہے۔ جو مجبور کو بھی سود کے بغیر قرض نہ دے تو سخاوت و امداد کے طور پر دوسرے کو مال کہاں دے گا۔ اسی لئے آپ کو حقیقی تاجر تو غریبوں پر مفت خرچ کرتے بہت ملیں گے لیکن صرف سود کا لین دین کرنے والے افراد اور کمپنیاں بہت مشکل ہی سے غریبوں پر مفت خرچ کرتی نظر آئیں گی۔ **درس:** جب سود کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے تو ایک مسلمان کی ذمہ داری اس سے بہر صورت بچنا ہے خواہ کوئی کچھ بھی کہے اور کوئی کتنا ہی کفار کی ترقی اور مسلمانوں کی تنزلی کی مثالیں دے۔ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آج دنیا بھر کے ممالک میں کسی کی مجال ہے کہ قانونِ ملکی کی کسی دفعہ پر حرف گیری کرے کہ یہ بیجا ہے، یہ کیوں ہے؟ یوں نہ چاہیے، یوں ہونا چاہیے تھا۔ جب جھوٹی فانی مجازی سلطنتوں کے سامنے چون وچرا کی مجال نہیں ہوتی تو اس ملک الملوک، بادشاہ حقیقی، ازلی، ابدی کے حضور "کیوں" اور "کس لئے" کا دم بھرنا کیسی سخت نادانی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، 17/359)

آیت 276 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے کہ کچھ عرصے کے لئے مال بڑھ جاتا ہے لیکن برکت اور نیکی وسخاوت وہمدردی کے قیمتی

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ

بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کا اجر ان کے رب کے پاس

رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۲۷۷ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا

اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ اے ایمان والو! اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ سے ڈرو اور

مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۲۷۸ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ

سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو ○ پھر اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے لڑائی کا یقین کر

اوصاف مٹ جاتے ہیں اور ایک وقت کے بعد مال بھی زوال کا شکار ہو جاتا ہے اور قیامت میں تو سود مٹ کر عذاب کا سبب بن جائے گا جبکہ صدقہ و خیرات سے دنیا میں برکت اور نیکی و سخاوت و نیک نامی بڑھتی ہے اور قیامت میں تو یقیناً اجر و ثواب بہت بڑھ جائے گا۔ مزید بتایا کہ خدا کے دیئے مال سے اس کے محتاج بندوں پر خرچ نہ کرنے والے ناشکرے اور حق تلفی کرکے گناہ کے مرتکب ہیں، ایسے لوگ خدا کو پسند نہیں۔

آیت 277 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے خصوصاً تمام حقوق و شرائط کے ساتھ نماز قائم کی اور اپنے مال میں واجب زکوٰۃ دی، ان کا اجر و ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر قیامت کے دن نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

آیت 278 شانِ نزول: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو سود حرام ہونے سے پہلے سودی لین دین کرتے تھے اور ان کی کافی بھاری سودی رقمیں دوسروں کے ذمہ باقی تھیں۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اگر سود حرام ہونے سے پہلے مقروض پر سود لازم ہو گیا تھا اور اب تک کچھ سود لے لیا تھا اور کچھ باقی تھا کہ سود کے حرام ہونے کا حکم آ گیا تو اب جو سود اس سے پہلے لیا تھا واپس نہ کیا جائے لیکن اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔

آیت 279 فرمایا کہ سود حرام ہونے کے بعد اب بھی اگر تم نے سودی لین دین جاری رکھا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف سے جنگ کا یقین کر لو، اور اگر تم توبہ کرو تو جو تمہارا دیا ہوا اصل قرض واپس لینا تمہارے لئے جائز ہے، اس کا مطالبہ کر سکتے ہو اور یاد رکھو کہ نہ تم مقروض سے زیادہ لے کر اسے نقصان پہنچاؤ اور نہ اصل قرضے کی رقم سے محروم ہو کر خود کو نقصان پہنچ دو۔ اہم باتیں: (1) اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کی شدید ترین وعید کے بعد سودی معاملے والوں نے اپنے سودی مطالبات چھوڑ دیئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے لڑائی کی ہمیں کیا تاب۔ یہ کہہ کر وہ تائب ہو گئے۔ لیکن افسوس! آج کل کے نام نہاد دانشور سود سے توبہ کی بجائے سود کی اہمیت و ضرورت پر کتابیں، آرٹیکل، مضامین اور کالم لکھ کر خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے اعلانِ جنگ کر رہے ہیں۔ (2) سود حرام ہونے سے پہلے جو سود لیا گیا وہ حلال تھا، وہ رقم اصل قرض سے نہ کٹے گی بلکہ پورا قرض لینا جائز ہوگا۔ درس: اگرچہ یہ آیت سود کے حوالے سے ہے لیکن عمومی زندگی میں بھی شریعت و عقل کا تقاضا

وَرَسُولِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ كَانَ

اور اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے اپنا اصل مال لینا جائز ہے۔ نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ تمہیں نقصان ہو۔ اور اگر مقروض

ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾

تنگدست ہو تو اسے آسانی تک مہلت دو اور تمہارا قرض کو صدقہ کر دینا تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اگر تم جان لو۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۣ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ ع

اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر جان کو اس کی کمائی بھرپور دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ

اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور تمہارے درمیان کسی لکھنے والے کو

یہی ہے کہ نہ ظلم کیا جائے اور نہ ظلم برداشت کیا جائے بلکہ ظلم ختم کرنے کی کوشش کی جائے، ہاں! جہاں عفو و درگزر کی صورت بنتی ہو وہاں اسے اختیار کیا جائے۔

آیت 280 فرمایا کہ اگر قرض دار تنگدستی کی وجہ سے قرض ادا نہ کر سکے تو تنگدستی دور ہونے تک اسے مہلت دو اور اگر تم معاف کر کے تنگدست پر قرض صدقہ کر دو تو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے کیونکہ یہ دنیا میں نیک نامی اور آخرت میں اجرِ عظیم ملنے کا سبب ہے۔ تنگدست قرض دار کو مہلت دینا یا قرض کا کچھ حصہ یا پورا قرض معاف کر دینا بہت بڑا ثواب کا کام ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی تکلیفوں سے نجات دے وہ کسی مفلس کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے۔ (مسلم، حدیث:32(1563))

آیت 281 فرمایا کہ قیامت کے اس دن سے ڈرو جس میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا، پھر تمام لوگوں کو ان کے اچھے برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا کہ بلاوجہ کسی کی نیکیاں کم کر دی جائیں یا گناہ بڑھا دیئے جائیں۔
اہم بات: ایک روایت کے مطابق یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل ہونے والی سب سے آخری آیت ہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم 21 روز، ایک قول کے مطابق 9 راتیں اور ایک قول کے مطابق 7 دن دنیا میں تشریف فرما رہے۔

آیت 282 اس آیت میں تجارت اور باہمی لین دین سے متعلق انتہائی اہم اصول بیان کیا گیا اور مجموعی طور پر یہ احکام دیئے گئے ہیں: (1) جب ادھار کا کوئی معاملہ ہو، خواہ قرض کا لین دین ہو یا خرید و فروخت کا یا کوئی بھی مالی معاملہ ہو تو اس کا معاہدہ لکھ لیا جائے۔ یہ حکم واجب نہیں لیکن اس پر عمل کرنا بہت سی تکالیف سے بچاتا ہے۔ (2) معاہدہ لکھنے والا انصاف سے لکھے کہ کوئی کمی بیشی یا ہیرا پھیری نہ کرے۔ (3) اگر کسی کو خود لکھنا نہیں آتا تو دوسرے سے لکھوالے اور جسے لکھنے کا کہا جائے وہ مدد کرے اور لکھنے سے انکار نہ کرے۔ (4) لکھنے میں یہ چاہئے کہ جس پر قرض کی ادائیگی لازم آرہی ہے وہ لکھے یا لکھوائے اور لکھنے لکھانے کے معاملے میں اپنے رب سے ڈرے اور کوئی کمی نہ کرے۔ (5) جس پر قرض ادا کرنا لازم ہے، وہ اگر بے عقل یا کمزور ہو جیسے چھوٹا بچہ یا بہت بوڑھا

كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۖ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّ

انصاف کے ساتھ (معاہدہ) لکھنا چاہیے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے سکھایا ہے تو اسے لکھ

عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا ۚ فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْ

اور جس شخص پر حق لازم آتا ہے وہ لکھاتا جائے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور اس حق میں سے کچھ کمی نہ کرے پھر جس

سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُو

آتا ہے اگر وہ بے عقل یا کمزور ہو یا لکھوا نہ سکتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ لکھوا دے اور اپنے مردوں میں

شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ ۖ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْ

دو گواہ بنالو پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے (منتخب کرلو) جنہیں تم پسند

مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ

تاکہ (اگر) ان میں سے ایک عورت بھولے تو دوسری اسے یاد دلادے، اور جب گواہوں کو بلایا جائے تو وہ آنے سے انکار نہ کر

إِذَا مَا دُعُوا ۚ وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ

اور قرض چھوٹا ہو یا بڑا اسے اس کی مدت تک لکھنے میں اکتاؤ نہیں۔ یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور اس میں گواہی خوب

عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا ۖ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً

ٹھیک رہے گی اور یہ اس سے قریب ہے کہ تم (بعد میں) شک میں نہ پڑو (ہر معاہدہ لکھا کرو) مگر یہ کہ کوئی ہاتھوں ہاتھ سودا ہو جس کا

ہے یا کسی وجہ سے لکھوا نہ سکتا ہو تو اس معاملے میں اس کا ولی، سرپرست معاہدے کی عبارت لکھوا دے۔ (6) معاہدے پر اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالو، پھر اگر دو مرد موجود نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے منتخب کرلو جنہیں تم دین اور عادل ہونے کے اعتبار سے پسند کرو تاکہ اگر ان میں سے ایک عورت بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلادے۔ (7) جب گواہوں کو گواہی کے لئے بلایا جائے تو وہ آنے سے انکار نہ کریں۔ (8) قرض چھوٹا ہو یا بڑا اسے اس کی مدت تک لکھنے میں اکتاؤ نہیں یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور اس سے گواہی دینے میں بھی آسانی رہتی ہے۔ (9) ہر معاہدہ لکھا کرو مگر جب کوئی ہاتھوں ہاتھ کا معاملہ ہو کہ رقم دی اور سودا لے لیا تو اسے نہ لکھنے میں حرج نہیں۔ (10) جب بھی کوئی خرید و فروخت کرو تو اس پر گواہ بنا لیا کرو تاکہ اختلاف کی صورت میں اسے بآسانی دور کیا جاسکے۔ اس پر عمل کرنا مستحب ہے۔ (11) نہ تو کسی لکھنے والے کو نقصان پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو کہ لکھنے والے کو اپنی ضرورتوں میں مشغول ہونے کے وقت لکھنے پر مجبور کیا جائے۔ لکھنے کا معاوضہ نہ دیا جائے اور گواہ دوسرے شہر سے آیا ہوا ہے سفر کا خرچہ نہ دیا جائے اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ نہ تو لکھنے والا نقصان پہنچائے اور نہ گواہ کہ فرصت اور

تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪

آپس میں لین دین کرو تو اس کے نہ لکھنے میں تم پر کوئی حرج نہیں اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالیا کرو اور نہ کسی لکھنے والے کو کوئی

وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ۬ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

نقصان پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو (یا نہ لکھنے والا کوئی نقصان پہنچائے اور نہ گواہ) اور اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہاری نافرمانی ہوگی اور اللہ سے ڈرو

وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٨٢﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ

اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے○ اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو (قرض خواہ کے) قبضے میں گروی چیز ہو

مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ

اور اگر تمہیں ایک دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ (مقروض) جسے امانت دار سمجھا گیا تھا وہ اپنی امانت ادا کردے اور اللہ سے ڈرے

ع

رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٢٨٣﴾

جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جاننے والا ہے○

فراغت کے باوجود نہ آئیں اور لکھنے میں گڑبڑ کریں۔ اگر تم نے ایسا کیا تو یہ تمہاری نافرمانی ہوگی۔ (12) اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ممنوعات کے معاملے میں اس سے ڈرو، اس کے احکام کی مخالفت نہ کرو اور ممنوعات سے بچو، اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے معاملات کے صحیح اور مفید ترین طریقے سکھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ **اہم بات:** تجارت اور قرض وغیرہ معاملات سے متعلق دینِ اسلام کی یہ تعلیمات اتنی شاندار ہیں کہ اگر ان پر صحیح طریقے سے عمل کرلیا جائے تو کاروبار میں پیش آنے والی بہت سی پریشانیاں ختم ہو جائیں۔

آیت 283 یہاں گروی رکھنے کا مسئلہ بیان کیا جارہا ہے کہ اگر تم سفر میں ہو اور قرض کی ضرورت پیش آجائے اور تمہیں کوئی لکھنے والا یا لکھنے کا موقع نہ ملے کہ اوپر بیان کیے گئے حکم پر عمل ہوسکے تو مقروض قرض خواہ کے قبضے میں کوئی چیز گروی رکھوا دے۔ ہاں! اگر تمہیں ایک دوسرے پر اعتماد ہو اور اس وجہ سے نہ تحریر لکھو، نہ گواہ بناؤ اور نہ کوئی چیز گروی رکھو تو اب مقروض کو چاہئے کہ جب اسے امانت دار سمجھا گیا ہے تو وہ اس حسنِ ظن کو پورا کرے اور اپنی امانت یعنی قرض وقت پر ادا کرے اور اس ادائیگی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ کیونکہ گواہی چھپانا حرام اور دل کے گنہگار ہونے کی علامت ہے کہ اس سے صاحبِ حق کا حق ضائع ہو جاتا ہے اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حالتِ اقامت میں بھی رہن رکھا جاسکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں اپنی زرہ مبارک یہودی کے پاس گروی رکھ کر 20 صاع جو لیے تھے۔ (بخاری، حدیث: 2069، ترمذی، حدیث: 1219) (2) گواہی چھپانا کبیرہ گناہ ہے۔ (3) حساب کتاب کا علم سیکھنا بہت مفید ہے لہٰذا اگر کوئی حسنِ نیت سے اکاؤنٹنگ سیکھتا ہے تو ثواب کا مستحق ہے جبکہ سود وغیرہ کا حساب کتاب رکھنے سے بچے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور جو کچھ تمہارے دل میں ہے اگر تم اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تم سے

بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ

اس کا حساب لے گا تو جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ رسول اس پر ایمان لایا

الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

جو اس کے رب کی طرف سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور مسلمان بھی۔ سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا

اس کے رسولوں پر یہ کہتے ہوئے ایمان لائے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے اور انہوں نے عرض کی:

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا

اے ہمارے رب! ہم نے سنا اور مانا، (ہم پر) تیری معافی ہو اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ اللہ کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ

آیت 284 فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا خالق، حقیقی مالک اور ان میں تصرف کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور دلوں میں موجود برائی کے پختہ ارادے کو ظاہر کیا جائے یا چھپایا جائے، بہر صورت اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا حساب لے گا، پھر وہ اپنے فضل سے جس مسلمان کو چاہے بخش دے گا اور اپنے عدل سے جس مسلمان یا کافر کو سزا دینا چاہے سزا دے گا اور کافر کو سزا ضرور ملے گی، اس کی کوئی بخشش نہیں۔ اہم باتیں: (1) انسان کے دل میں دو طرح کے خیالات آتے ہیں: (۱) بطور وسوسہ (۲) بطور عزم و ارادہ۔ وسوسوں سے دل کو خالی کرنا انسان کے بس میں نہیں، لیکن آدمی انہیں برا سمجھتا ہے اور ان پر عمل کرنے کا ارادہ نہیں کرتا۔ یہ وسوسے اس آیت میں داخل نہیں، یعنی ان پر مؤاخذہ نہیں ہو گا جبکہ وہ خیالات جنہیں انسان اپنے دل میں جگہ دیتا اور انہیں عمل میں لانے کا ارادہ کرتا ہے، ان پر مؤاخذہ ہو گا اور اس آیت میں انہیں کا بیان ہے۔ (2) کفر کا عزم کفر ہے لہٰذا اگر کسی نے سو سال بعد بھی کفر کا ارادہ کیا وہ ارادہ کرتے ہی کافر ہو جائے گا۔

آیت 285 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر اس چیز پر ایمان لائے جو ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل کی گئی اور مسلمان بھی اس پر ایمان لائے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر یہ کہتے ہوئے ایمان لائے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کا انکار کر دیں، اور انہوں نے عرض کی: اے ہمارے رب! ہم نے وہ حکم سنا جو ہمیں دیا گیا اور ہم نے اطاعت کی، ہم تیری بخشش و مغفرت کے سوالی ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں، رسولوں، فرشتوں اور اس کے علاوہ آخرت پر ایمان لانا، ایمان کی بنیادوں میں سے ہے۔

آیت 286 اللہ تعالیٰ کسی پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا لہٰذا غریب پر زکوٰۃ نہیں، نادار پر حج نہیں، بیمار پر نماز میں قیام فرض

وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ

اٹھانا ہے۔ کسی جان نے جو اچھا کمایا وہ اسی کیلئے ہے اور کسی جان نے جو برا کمایا اس کا وبال اسی پر ہے۔ اے ہمارے رب! اگر ہم بھولیں یا

أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا

خطا کریں تو ہماری گرفت نہ فرما، اے ہمارے رب! اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا تھا، اے ہمارے رب!

وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ أَنْتَ مَوْلَانَا

اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہیں اور ہمیں معاف فرمادے اور ہمیں بخش دے اور ہم پر مہربانی فرما، تو ہمارا مالک ہے

فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٢٨٦﴾

پس کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

ع

آیاتھا ۲۰۰ — ۳ سورۃ آلِ عمران مدنیۃ ۸۹ — رکوعاتھا ۲۰

سورۂ آل عمران مدنیہ ہے، اس میں دو سو آیتیں اور بیس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

نہیں، معذور پر جہاد نہیں وغیرہ، آدمی اگر نیکی کرے گا تو اس کا صلہ وہی پائے گا اور اگر برائی کرے گا تو اس کا وبال بھی اسی پر ہے۔ پھر آیت میں خوبصورت دعا ذکر کی گئی ہے جو ترجمہ سے واضح ہے۔ **اہم باتیں:** (1) حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو ان دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے جو مجھے اس کے عرش کے خزانہ سے عطا ہوئیں لہٰذا انہیں سیکھو اور اپنی عورتوں کو سکھاؤ کہ یہ نماز (یعنی نماز میں ان کی قراءت کی جاتی ہے)، قرآن اور دعا ہیں۔ (دارمی، حدیث:3390) (2) بنی اسرائیل پر کئی احکام ہم سے زیادہ سخت تھے جبکہ ہم پر بہت آسانیاں ہیں اور یہ کرم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقے میں ہے۔

سورۂ آل عمران کا تعارف یہ سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 20 رکوع اور 200 آیات ہیں۔ عمران حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے والد کا نام ہے۔ اس سورت میں حضرت عمران کی زوجہ اور بیٹی اور خاندان کے سیرت وفضائل کا ذکر ہے، اس مناسبت سے اس سورت کا نام "آلِ عمران" رکھا گیا ہے۔ **فضائل:** (1) سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریں گی۔ (مسلم، حدیث:253(805)) (2) جو شخص رات میں سورۂ آلِ عمران کی آخری آیتیں پڑھے گا تو اس کے لئے پوری رات عبادت کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔ (دارمی، حدیث:3396) **خلاصۂ مضامین:** سورۂ آلِ عمران میں حضرت مریم کی ولادت، پرورش، حضرت زکریا علیہ السلام کی اولاد کے لئے دعا، حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت، اسلام کے بنیادی عقائد جیسے توحید، نبوت ورسالت، قرآن کی صداقت، دین اسلام ہی مقبول دین ہونے اور روزِ میثاق انبیاء کرام علیہم السلام سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بارے میں لئے

الٓمّٓ ۝۱ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝۲ؕ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

الٓمّٓ ۝ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہ) خود زندہ، دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے ۝ اس نے تم پر یہ سچی کتاب اتاری جو

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ۝۳ۙ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ

پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس نے اس سے پہلے تورات اور انجیل نازل فرمائی ۝ لوگوں کو ہدایت دیتی اور (اللہ نے) حق و باطل

جانے والے عہد کا بیان، مکہ مکرمہ، کعبہ اور امتِ مصطفیٰ کی فضیلت کا ذکر، جہاد اور سود کے متعلق شرعی احکام کا بیان، غزوۂ بدر و احد کا تذکرہ نیز زمین و آسمان کے اسرار و عجائبات میں غور و فکر کرنے کی دعوت ہے۔

آیت 1 یہ حروف، حروفِ مقطعات میں سے ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 2 شانِ نزول: نجران سے عیسائیوں کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مناظرہ کرنے کے ارادے سے مدینہ منورہ حاضر ہوا اس میں عیسائیوں کا سب سے بڑا پیشوا ابو حارثہ بن علقمہ بھی تھا۔ جب انہوں نے گفتگو شروع کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے جواب دیا: ہم آپ سے پہلے اسلام لا چکے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اسلام کا دعویٰ غلط ہے کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد مانتے، صلیب کی پوجا کرتے اور خنزیر کھاتے ہو۔ جواب میں عیسائیوں نے کہا: اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تو بتائیے ان کا باپ کون ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان سے چند سوالات کیے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ سے ضرور مشابہ یعنی ملتا جلتا ہوتا ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ ہے، اس کے لیے موت ناممکن ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت آنے والی ہے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب بندوں کا کارساز، حقیقی حفاظت کرنے اور روزی دینے والا ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے نہیں ہیں؟ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان و زمین کی کوئی شے پوشیدہ نہیں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر اس میں سے کچھ نہیں جانتے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حمل میں رہے، پیدا ہونے والوں کی طرح پیدا ہوئے، بچوں کی طرح انہیں غذا دی گئی، وہ کھاتے پیتے تھے اور ان میں بھی بشری تقاضے تھے؟ عیسائیوں نے سب باتوں کا اقرار کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اس سب کے باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے خدا ہو سکتے ہیں جیسا کہ تمہارا گمان ہے؟ یہ سن کر وہ سب خاموش رہ گئے اور ان سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ اس پر سورۂ آل عمران کی شروع سے تقریباً 80 آیتیں نازل ہوئیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی دو صفات بیان کی گئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ خود زندہ ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) صحیح عقائد کے اثبات اور دفاع کے لئے مناظرہ کرنا سنت ہے۔ (2) یہاں حیّ کا معنیٰ ہے: "ایسا ہمیشہ رہنے والا جس کی موت ممکن نہ ہو" اور قیّوم وہ ہے جو قائم بالذات یعنی بغیر دوسرے کی محتاجی اور تصرف کے خود قائم ہو اور مخلوق کو قائم رکھنے والا ہو۔

آیت 4-3 ان دونوں آیات میں فرمایا کہ اے حبیب! اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ کتاب آہستہ آہستہ اتاری جس کے احکام عدل و انصاف کے عین مطابق اور اس میں دی گئی خبریں اور وعدہ و وعید حق اور سچ ہیں، یہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے تورات اور انجیل ایک ہی بار میں نازل فرمائیں لیکن پچھلی امتوں نے ان کتابوں

الْفُرْقَانَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

میں فرق اتارا۔ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب، بدلہ لینے والا ہے ۝

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۝ ھُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ

بیشک اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں، نہ زمین میں اور نہ ہی آسمان میں ۝ وہی ہے جو ماؤں کے پیٹوں میں جیسی چاہتا ہے تمہاری صورت

كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ھُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ

بناتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہ) زبردست ہے، حکمت والا ہے ۝ وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں

میں تبدیلی کی اور اپنی طرف سے باطل بھی اس میں ملا دیا تو اللہ تعالیٰ نے حق و باطل میں فرق کرنے والا قرآن اتارا جس نے حق و باطل کو جدا کر دیا۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے منکروں کے لئے سخت عذاب ہے۔ **اہم بات:** قرآن کے بعد نہ کوئی کتاب آنے والی ہے اور نہ کوئی نیا نبی تشریف لانے والا ہے کیونکہ قرآن مجید نے گزشتہ کتابوں کی تصدیق کی ہے، بعد میں کسی کتاب کے آنے کی بشارت نہیں دی جبکہ قرآن پاک کو چونکہ تورات و انجیل کے بعد آنا تھا اس لئے ان کتابوں میں قرآن کی بشارت پہلے سے دیدی گئی تھی۔

آیت 5 فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ پر نہ زمین میں کوئی چیز پوشیدہ ہے اور نہ آسمان میں، اس کی شان یہ ہے کہ وہ آسمان و زمین کی ہر چیز کو ہر وقت، تمام تر تفصیلات کے ساتھ، کسی کے سکھائے اور خبر دیئے بغیر جانتا ہے۔ **اہم بات:** مخلوق کا تمام علم خدا کے بتانے سے ہے، اسے علم عطائی کہتے ہیں۔

آیت 6 اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ماؤں کے پیٹوں میں جیسی چاہتا ہے تمہاری صورت بناتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی سلطنت میں زبردست اور اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) ایک بے قدر چیز کو انسانی شکل میں ڈھال دینا، اسے مرد یا عورت، گورا یا کالا، خوب صورت یا بد صورت بنانا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔ (2) قرآن و حدیث کے مطابق ماں کے پیٹ میں بچے کی شکل بنانا، اس میں روح پھونکنا، اس کی تقدیر لکھنا یہ سب کچھ فرشتہ کرتا ہے لیکن فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اختیار سے کرتا ہے اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ماؤں کے پیٹوں میں تمہاری صورت بناتا ہے۔

آیت 7 اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا، اس کی آیتیں دو طرح کی ہیں: (1) **مُحْکَم**۔ یہ وہ آیات ہیں جن کے معانی میں کوئی اشتباہ نہیں بلکہ قرآن سمجھنے کی اہلیت رکھنے والے کو آسانی سے سمجھ آجاتی ہیں۔ یہ آیتیں کتاب کی اصل ہیں یعنی احکام شرعیہ میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا اور حلال و حرام میں انہیں پر عمل کیا جاتا ہے۔ (2) **متشابہ**۔ یہ وہ آیات ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے کہ یا تو ظاہری معنی معلوم ہی نہیں جیسے حروف مقطعات یا ظاہری معنی جو معلوم ہیں وہ مراد نہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کے لئے ید یعنی ہاتھ اور وجہ یعنی چہرے والی آیات، ان کے ظاہری معنی معلوم تو ہیں یعنی گوشت پوست کا بنا ہوا مخصوص جسمانی عضو لیکن یہ معنی مراد نہیں جبکہ حقیقی مرادی معنی و کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ البتہ اب تو وہ دین دشمن لوگ پیدا ہو گئے جو محکم آیات کے

مُحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ

صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے تو وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے

فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَ مَا يَعْلَمُ

وہ (لوگوں میں) فتنہ پھیلانے کی غرض سے اور ان آیات کا (غلط) معنی تلاش کرنے کے لئے ان متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں حالانکہ

تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ

ان کا صحیح مطلب اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور

مَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۷ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا

عقل والے ہی نصیحت مانتے ہیں ○ اے ہمارے رب! تو نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہے، اس کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں

معانی میں بھی تحریف کرتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں۔ فرشتے اور شیطان سے مراد کوئی حقیقی وجود نہیں بلکہ صرف نیکی اور بدی کی قوت ہے۔ جنت و دوزخ سے مراد بھی کوئی حقیقی مقامات نہیں بلکہ صرف انسان کے اندر کی کیفیات ہیں۔ معاذ اللہ۔ یہ سب معانی صاف صاف قرآن کے انکار کے برابر ہیں۔ متشابہ آیات سے متعلق لوگوں کے دو گروہ ہیں، (1) گمراہ اور بدمذہب لوگ۔ یہ ناواقف لوگوں کے دلوں میں شبہات ڈال کر کفر و گمراہی کا فتنہ پھیلانے کی غرض سے متشابہ آیات کے ظاہری معنی مراد لیتے ہیں یا ان کی غلط تاویل کرنے کے لیے ان میں سوچ بچار کرتے ہیں حالانکہ ان کے مرادی معنی کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ (2) پختہ علم والے۔ یہ ان سچے مومنوں کا گروہ ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محکم و متشابہ سارا قرآن ہی ہمارے رب کی طرف سے ہے، متشابہ آیات کے جو بھی مرادی معنی ہیں ان پر ہمارا ایمان ہے اور ان آیات کو نازل فرمانا حکمت کے عین مطابق ہے۔ مزید فرمایا کہ حقیقی طور پر نصیحت وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔ اہم باتیں: (1) متشابہات کا علم اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا ہے اور آپ کے صدقے اولیاء کرام کو بھی ملتا ہے۔ حضرت مجاہد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں ان میں سے ہوں جو متشابہ کی تاویل جانتے ہیں۔ (2) "پختہ علم والے" وہ عالم ہیں جو اپنے علم پر عمل کرتے ہوں۔ ایک قول کے مطابق یہ وہ لوگ ہیں جن میں تقویٰ، ورع، زہد اور مجاہدۂ نفس کی صفات ہوں۔ (3) عقل کی بڑی فضیلت ہے کیونکہ اس کے ذریعے ہدایت ملتی ہے لیکن جس عقل سے ہدایت نہ ملے وہ بدترین حماقت ہے جیسے طاقت اچھی چیز ہے لیکن جو طاقت ظلم کے لئے استعمال ہو وہ کمزوری سے بدتر ہے۔

آیت 8 متشابہ آیات کے پیچھے پڑنا گمراہی کا سبب بنتا ہے اس لئے پختہ علم والے یوں دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہے، اس کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرنا اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت اور ثابت قدمی عطا فرما، بیشک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔ درس: صحیح اسلامی عقیدے پر مرتے دم تک قائم رہنا بہت ضروری ہے۔ اگر خاتمہ غلط عقیدے پر ہوا تو بربادی ہے۔ حدیث پاک میں ہے: اعمال کا دارومدار خاتموں پر ہے۔ (بخاری، حدیث: 6607) اس لیے ہر شخص اپنے خاتمے کے بارے میں فکرمند رہے

مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝٨ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ
اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، بیشک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے ○ اے ہمارے رب! بیشک تو سب لوگوں کو اس دن جمع کرنے والا ہے
فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝٩ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ
جس میں کوئی شبہ نہیں، بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ○ بیشک کافروں کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے عذاب سے انہیں
اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْــًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝١٠ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ
کچھ بھی بچا نہ سکیں گے اور وہی دوزخ کا ایندھن ہیں ○ جیسا فرعون کے ماننے والوں اور ان سے پہلے لوگوں کا طریقہ تھا،
مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝١١
انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو اللہ نے ان کے گناہوں پر انہیں پکڑ لیا اور اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے ○
قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝١٢
ان کافروں سے کہہ دو کہ عنقریب تم مغلوب ہوجاؤ گے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے ○

ع

اور لمحہ بھر کے لئے بھی برے خاتمے سے بے خوف نہ ہو۔ آیت میں مذکور دعا بکثرت مانگتے رہنا بھی خاتمہ بالخیر کے لئے مفید ہے۔

آیت 9 اے ہمارے رب! بیشک تو سب لوگوں کو ان کی موت کے بعد قیامت کے اس دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کسی طرح کا کوئی شبہ نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ بولنے کی نسبت کرنا قطعی کفر ہے اور یہ کہنا کہ ”جھوٹ بول سکتا ہے“ بھی کفر ہے۔

آیت 10 فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، انہیں ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کچھ بھی نہ بچا سکیں گے اور وہ کفار ہی دوزخ کا ایندھن ہیں جس کے ذریعے اسے مزید بھڑکایا جائے گا۔

آیت 11 فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے کے کافروں کا طریقہ ویسا ہی ہے جیسا فرعون کے ماننے والوں اور ان سے پہلے لوگوں عاد اور ثمود وغیرہ کا تھا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان کافروں نے بھی، تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں پر ان کی پکڑ فرمائی اسی طرح ان کے گناہوں پر ان کی بھی پکڑ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور رسولوں کو جھٹلانے والوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

آیت 12 فرمایا گیا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان کافروں سے فرما دیں کہ عنقریب تم دنیا میں مغلوب ہو جاؤ گے اور آخرت میں تمہیں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ یہ غیبی خبر پوری ہوئی اور کچھ ہی عرصے میں یہودی قتل و قید ہوئے اور اہل خیبر پر جزیہ مقرر کیا گیا اور اس کے علاوہ کثیر مواقع پر مشرکین بھی مغلوب ہوئے اور اب قیامت کے دن ان سب کو جہنم کی طرف ہانکا جائے گا۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

بیشک تمہارے لئے ان دو گروہوں میں بڑی نشانی ہے جنھوں نے آپس میں جنگ کی۔ (ان میں) ایک گروہ تو اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور

اُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

دوسرا گروہ کافروں کا تھا جو کھلی آنکھوں سے مسلمانوں کو خود سے دگنا دیکھ رہے تھے اور اللہ اپنی مدد کے ساتھ جس کی چاہتا ہے مدد

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ⑬ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ

فرماتا ہے۔ بیشک اس میں عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت ہے ○ لوگوں کے لئے ان کی خواہشات کی محبت کو آراستہ کر دیا گیا یعنی عورتوں

وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ

اور بیٹوں اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے ڈھیروں اور نشان لگائے گئے گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتیوں کو (ان کے لئے آراستہ کر دیا)

آیت 13 شانِ نزول: یہ آیت غزوۂ بدر کے متعلق نازل ہوئی اور اس میں یہودیوں یا تمام کافروں یا مسلمانوں یا ان سب کو خطاب ہے کیونکہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں اور کافروں سب کے لئے عبرت و نصیحت تھی۔ چنانچہ فرمایا کہ بیشک تمہارے لئے ان دو گروہوں میں عبرت و نصیحت کی بڑی نشانی ہے جنھوں نے میدانِ بدر میں ایک دوسرے سے جنگ کی۔ ان میں ایک گروہ راہِ خدا میں لڑ رہا تھا، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ تھے جن کی کل تعداد 313 تھی اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا جن کی تعداد 950 تھی۔ یہ گروہ کھلی آنکھوں سے مسلمانوں کو خود سے یا مسلمانوں کی اصل تعداد سے دگنا دیکھ رہا تھا۔ اس معرکے میں قلیل تعداد کے باوجود مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی مدد و تائید سے کئی گنا بڑے لشکر پر فتح نصیب ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی مدد کے ساتھ جس کی چاہتا ہے تائید فرماتا ہے خواہ اس کی تعداد قلیل اور سر و سامان کتنا ہی کم ہو۔ بیشک اس واقعہ میں عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

آیت 14 لوگوں کے لئے من پسند چیزوں کی محبت کو خوشنما بنا دیا گیا چنانچہ عورتوں، بیٹوں، سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے ڈھیروں، نشان لگائے گئے گھوڑوں، مویشیوں اور کھیتیوں کی محبت لوگوں کے دلوں میں رچی ہوئی ہے اور اس خوشنما بنائے جانے اور ان چیزوں کی محبت پیدا کئے جانے کا مقصد یہ ہے کہ خواہش پرستوں اور خدا پرستوں کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے، چنانچہ یہ چیزیں ایسی مرغوب ہوئیں کہ کافر تو بالکل ہی آخرت سے غافل ہو گئے اور کفر میں جا پڑے جبکہ دوسرے لوگ بھی انہی چیزوں کی محبتوں کے اسیر ہو گئے حالانکہ یہ تو دنیوی زندگی گزارنے کا سامان ہے، کچھ عرصہ نفع دیتا ہے پھر فنا ہو جاتا ہے اور اچھا ٹھکانہ صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہ جنت ہے لہٰذا اس کی رغبت اور اس کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے۔ **اہم بات:** جو چیز دنیا کے لئے ہو وہ دنیا ہے اور جو اطاعتِ الٰہی میں مدد کے لئے ہو وہ دین بن جاتی ہے جیسے بیوی، اولاد، مال، سواری، زمین وغیرہ چیزیں اگر حفاظتِ دین اور اطاعتِ الٰہی میں مدد کے لئے ہوں تو قربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں۔ درس: اکثر مسلمان انہیں چیزوں کی محبت میں مبتلا ہیں۔ بینک بیلنس، بہترین لباس، عمدہ مکانات اور شاندار گاڑی ہی کو مقصود و مطلوب بنا رکھا ہے۔ اس آیت کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنی زندگی پر غور کرنا چاہئے۔

وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ

کھیتیاں، یہ سب دنیوی زندگی کا سازوسامان ہے اور صرف اللہ کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔ (اے حبیب!) تم فرماؤ، کیا میں تمہیں

بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ان چیزوں سے بہتر چیز بتادوں؟ (سنو، وہ یہ ہے کہ) پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ اَلَّذِيْنَ

ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور (ان کیلئے) پاکیزہ بیویاں اور اللہ کی خوشنودی ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ وہ جو

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ

کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے ہیں، تو تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ صبر کرنے والے

وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ

اور سچے اور فرمانبردار اور راہِ خدا میں خرچ کرنے والے اور رات کے آخری حصے میں مغفرت مانگنے والے (ہیں)۔ اور اللہ نے گواہی دی

آیت 15 یہاں انتہائی حسین اور دلکش انداز میں جنت اور رضائے الٰہی کی طرف دعوت دی جارہی ہے کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دنیا کی حقیقت اور فنائیت سمجھانے کے بعد تم لوگوں سے فرمادو، کیا میں تمہیں عورتوں، بیٹوں، مال واولاد، سونا چاندی، کاروبار، باغات، عمدہ سواریوں اور بہترین مکانات سے اچھی، عمدہ اور بہتر چیز بتادوں؟ سنو، وہ اللہ عزوجل کے قرب کا گھر یعنی جنت ہے جس میں دودھ، شہد، شراب کی نہریں بہہ رہی ہیں، جس میں ایسی پاکیزہ بیویاں ہوں گی جو ہر قسم کے زنانہ عوارض اور ہر ناپسند و قابلِ نفرت چیز سے پاک ہوں گی، اور اس جنت میں پرہیزگاروں کو ہمیشہ رہنا ہے اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ وہاں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے جو سب سے اعلیٰ نعمت ہے۔

آیت 16 دنیا کے طلبگاروں کا ذکر کرنے کے بعد یہاں سے متقی لوگوں کے چند اوصاف بیان کئے جارہے ہیں کہ متقی وہ ہیں جو بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! بیشک ہم ایمان لائے، تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی، تو تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

آیت 17 متقی لوگ طاعتوں اور مصیبتوں پر صبر کرتے، گناہوں سے بچتے پر ڈٹے رہتے، اپنے قول، ارادے اور نیتوں کے سچے، اللہ تعالیٰ کے سچے فرمانبردار، راہِ خدا میں مال خرچ کرنے والے اور رات کے آخری حصے میں اٹھ اٹھ کر اپنے رب عزوجل کی عبادت کرتے، نماز پڑھتے، توبہ واستغفار کرتے، رب تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری اور مناجات کرتے ہیں۔ اہم بات: رات کا آخری پہر انتہائی فضیلت والا اور دعاؤں کی قبولیت کا وقت ہے۔ اس وقت عبادت کرنا اولیاء وصالحین کا طریقہ ہے۔

آیت 18 آیت میں فرمایا گیا کہ نظامِ کائنات کو عدل سے قائم رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں، رسولوں اور کائناتی دلائل کے

أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ

کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہو کر، اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں، عزت

الْحَكِيمُ ﴿١٨﴾ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ

حکمت والا ○ بیشک اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور جنہیں کتاب دی گئی انہوں نے آپس میں اختلاف نہ

إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ

مگر اپنے پاس علم آجانے کے بعد، اپنے باہمی حسد کی وجہ سے۔ اور جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرے تو بیشک اللہ جلد

سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٩﴾ فَإِنْ حَآجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ

لینے والا ہے ○ پھر اے حبیب اگر وہ تم سے جھگڑا کریں تو تم فرمادو: میں تو اپنا منہ اللہ کی بارگاہ میں جھکائے ہوئے ہوں اور میری پیروی

وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَالْأُمِّيّٖنَ ءَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا

کرنے والے بھی۔ اور اے حبیب! اہل کتاب اور ان پڑھوں سے فرمادو کہ کیا تم (بھی) اسلام قبول کرتے ہو؟ پھر اگر وہ اسلام قبول کر

ذریعے یہ واضح کر دیا اور بتادیا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہی گواہی فرشتوں کی بھی ہے اور تعصب سے پاک علم رکھنے والے
بھی دلائل اور حقائق کائنات کے مشاہدے کے بعد اسی بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اہم باتیں
(1) اہل علم بڑی عزت والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ساتھ اپنی توحید کا گواہ بنایا۔ (2) علماء دین سے مراد علماء ربانی ہیں یعنی صحیح
العقیدہ اور صالح علماء ورنہ جس عالم کی صحبت سے خوفِ خدا اور عشق مصطفیٰ میں کمی آئے وہ عالم نہیں، ظالم ہے۔

آیت 19 اسلام ہی وہ دین ہے جو خدا نے اپنے نبیوں کے ذریعے بھیجا اور جس کا سلسلہ پچھلی شریعتوں کو منسوخ کرکے محمد مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ والہ وسلم پر ختم کر دیا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول دین صرف اسلام ہے۔ اب جو بھی آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس دین کو
نہیں مانے گا وہ اسلام کا منکر قرار پائے گا اور جہاں تک خدا کی کتاب تورات و انجیل کا علم رکھنے والے یہودیوں اور عیسائیوں کے محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت میں اختلاف کا تعلق ہے تو یہ اختلاف ان لوگوں کے پاس علم آجانے کے بعد تھا کیونکہ وہ اپنی کتابوں
تورات اور انجیل میں مذکور اوصاف آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں دیکھ کر پہچان چکے تھے کہ یہی وہ نبی ہیں جن کی کتب الہیہ میں خبریں دی
گئی ہیں اور اس انکار و اختلاف کا سبب ان کا باہمی حسد اور دنیوی منافع کی طمع تھی۔

آیت 20 دین اسلام کی حقانیت بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اگر وہ تم سے اسلام کے حق ہونے کے
بارے میں بحث کریں تو تم انہیں جواب دو کہ تم لوگ مانو یا نہ مانو، مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، میں نے خود کو خدا کی بارگاہ میں
جھکا دیا ہے اور میری پیروی کرنے والوں کا بھی یہی عمل ہے اور ان کتابیوں اور ان پڑھ مشرکوں سے فرمادو کہ کیا ہماری طرح تم بھی
اسلام قبول کرتے ہو؟ اگر اسلام قبول کر لیں تب تو یہ بھی ہدایت یافتہ ہو گئے لیکن اگر اس سے منہ پھیریں تو تمہیں کوئی فرق نہیں

فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ ع

جب تو انہوں نے بھی سیدھا راستہ پالیا اور اگر یہ منہ پھیریں تو تمہارے اوپر تو صرف حکم پہنچادینا لازم ہے اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے ○

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ

بیشک وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور نبیوں کو ناحق شہید کرتے ہیں اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو

يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۲۱ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

قتل کرتے ہیں انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنادو ○ یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۲۲ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا

دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ○ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا

مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ

(کہ جب انہیں) اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کا فیصلہ کردے تو پھر ان میں سے ایک گروہ بے رخی کرتے ہوئے

پڑتا کیونکہ تمہاری ذمہ داری تو صرف خدا کا پیغام انہیں پہنچانا تھا۔ باقی ان کا معاملہ اللہ عزوجل کے حوالے کردو، وہ انہیں اور اپنے سب بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

آیت 21 دورِ رسالت کے یہودی تورات اور قرآن کی آیتوں کا انکار کرتے جبکہ ان کے آباؤ اجداد نے بہت سے انبیاء علیہم السلام کو ظلم کرتے ہوئے شہید کیا نیز اپنے قوم کے ان مصلحین و مبلغین کو بھی شہید کیا جو انہیں حق و انصاف اختیار کرنے اور اپنے اخلاق و معاملات میں اعتدال کا راستہ اپنانے کی تلقین کرتے اور زمانہ رسالت کے اہل کتاب اپنے آباؤ اجداد کے ان بدترین افعال سے راضی تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔ حدیث پاک میں ہے کہ بنی اسرائیل نے ایک ساعت کے اندر تینتالیس نبیوں کو شہید کردیا پھر جب ان میں سے ایک سو بارہ عابدوں نے اٹھ کر انہیں نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا تو ان سب کو بھی قتل کردیا۔ (مسند بزار، حدیث: 1285) الامان والحفیظ۔

آیت 22 فرمایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال جیسے صدقہ و خیرات اور صلہ رحمی وغیرہ دنیا و آخرت میں برباد ہوگئے، دونوں جہان میں انہیں ان اعمال کا کوئی صلہ نہ ملے گا بلکہ یہ دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب کے حقدار ٹھہرے اور ان کا کوئی مددگار نہیں جو انہیں عذابِ الٰہی سے بچاسکے۔

آیت 23 بعض روایات کے مطابق رجم کے ایک واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور بہت سی تفاسیر میں مطلقاً اسے بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کو تورات و انجیل عطا کی گئی اور اس کے علوم و احکام سکھائے گئے، یہ کتنے عجیب لوگ ہیں کہ انہیں اللہ کی کتاب یعنی قرآن کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں تحریفیں کرکے اور اپنی طرف سے عقائد ایجاد کرکے جو آپس میں

مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ

منہ پھیر لیتا ہے ○ یہ جرأت انہیں اس لئے ہوئی کہ وہ کہتے ہیں: ہرگز ہمیں آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے چند دن اور انہیں ان کی

وَّغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ

من گھڑت باتوں نے ان کے دین کے بارے میں دھوکے میں ڈالا ہوا ہے ○ تو کیسی حالت ہوگی جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا

فِيْهِ ۟ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ

کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو اس کی پوری کمائی دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا ○ یوں عرض کرو، اے اللہ!

مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۟ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ

ملک کے مالک! تو جسے چاہتا ہے سلطنت عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا

اختلافات پیدا کئے ہوئے ہیں، تو یہ قرآن ان میں حق و باطل کا فیصلہ کر دے لیکن ان لوگوں میں سے ایک گروہ بے رخی کرتے ہوئے اس دعوت کو قبول کرنے سے منہ پھیر لیتا ہے۔

آیت 24 فرمایا کہ یہودیوں کو کتابِ الٰہی اور اس کے احکام سے منہ پھیرنے کی جرأت اس لئے ہوئی کہ انہوں نے اپنی نجات و بخشش کے من گھڑت خیالات پال رکھے ہیں جیسے یہ کہ ہمیں جہنم کی آگ صرف گنتی کے چند دن یعنی 40 دن یا ایک ہفتہ ہی چھوئے گی، اس کے بعد کچھ غم نہیں۔ ان کی ایسی ہی من گھڑت باتوں نے انہیں ان کے دین کے بارے میں دھوکے میں ڈالا ہوا ہے۔ درس: کسی بھی قوم کی تباہی اسی صورت میں ہوتی ہے جب وہ عمل سے منہ پھیر کر صرف آرزو اور امید کی دنیا میں گھومتی رہتی ہے، یونہی جو لوگ اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قریب بھی نہ آئیں اور اپنی نسبتوں پر پھولتے پھریں اور اسے بے عملی کا ذریعہ بنالیں وہ بھی احمقوں کی دنیا کے باسی ہیں اور افسوس یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایسوں کی کثرت ہے۔

آیت 25 جو لوگ صحیح عقائد سے لاتعلق اور اعمالِ صالحہ سے دور ہونے کے باوجود خواب و خیال میں اپنے آپ کو جنت کے بلند و بالا محلات میں قیام پذیر سمجھتے ہیں ان کے متعلق فرمایا کہ ان کی کیسی حالت ہوگی جب ہم انہیں قیامت کے یقینی دن کے لیے اکٹھا کریں گے اور اس دن ہر جان کو اس کے اچھے برے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور لوگوں کی نیکیاں کم اور گناہ زیادہ کرکے ان پر ظلم نہ ہوگا۔

آیت 26 شانِ نزول: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام کو ایران و روم کی سلطنت کی بشارت دی کہ یہ مسلمانوں کے ہاتھ آئے گی۔ اس پر یہودی اور منافق تعجب کرتے ہوئے کہنے لگے، کہاں محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور کہاں فارس و روم کے ملک؟ یہ تو بڑے زبردست اور محفوظ ملک ہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور آخرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔ فرمایا: یوں عرض کرو: اے اللہ! ملک کے مالک! تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے سلطنت عطا فرماتا اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے، تو جسے چاہتا ہے دنیا و آخرت میں عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، ہر بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، یقیناً تو ہر چیز پر خوب قدرت

وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ
اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، تمام بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، بیشک تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ تو رات کا
الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ٘ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ
کچھ حصہ دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کا کچھ حصہ رات میں داخل کر دیتا ہے اور تو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور
الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ٘ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ
زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے۔ مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر
الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّاۤ
کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ کہ
اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸﴾
تمہیں ان سے کوئی ڈر ہو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

رکھنے والا ہے۔ **اہم بات:** تاریخ گواہ ہے کہ کتنی بڑی بڑی سلطنتیں گزریں جن کے زمانے میں کوئی تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ یہ بھی فنا ہوں گی لیکن اللہ تعالیٰ کی زبردست قوت و قدرت کا ایسا ظہور ہوا کہ آج ان کے نام و نشان تک مٹ گئے، یونہی دور دراز کے گاؤں اور غریب خاندان سے تعلق رکھنے والے تخت حکومت پر بیٹھے، غلام بادشاہ بنے اور معزز ترین بلکہ دوسروں کو عزتیں بخشنے والے ذلت و گمنامی کے عمیق گڑھوں میں پڑے۔

آیت 27 اے اللہ! تو رات کا کچھ حصہ دن میں داخل کر دیتا ہے جس سے رات چھوٹی اور دن بڑا ہو جاتا ہے اور دن کا کچھ حصہ رات میں داخل کر دیتا ہے جس سے دن چھوٹا اور رات بڑی ہو جاتی ہے، یہ تیرا ہی بنایا ہوا نظام ہے اور اسے چلانے والا بھی تو ہی ہے اور اے اللہ! تو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے جیسے بے جان نطفے سے جاندار انسان اور بے روح انڈے سے زندہ بچے وغیرہ اور تو ہی زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے جیسے جاندار انسان سے بے جان نطفہ اور زندہ پرندے سے بے جان انڈا وغیرہ اور تو جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے، تو جس کے ہاتھ میں کائنات کا اتنا بڑا نظام ہو اور اس کی قدرت کی یہ شان ہو تو اس کے لئے فارس و روم کی سلطنت غلامانِ مصطفیٰ کو عطا کر دینا کیا بعید ہے۔

آیت 28 آیت میں فرمایا گیا کہ مسلمان مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں کیونکہ کافر خدا کے دشمن ہیں اور ایک مومن اپنے محبوب رب کے دشمنوں سے دوستی نہیں کر سکتا اور جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں البتہ اگر تمہیں ان سے جان یا مال کا ڈر ہو تو صرف ظاہری اچھا برتاؤ کر سکتے ہو۔ اسی طرح اسلام کی تبلیغ کے لئے مدارات یعنی خوش خلقی سے پیش آنے کی اجازت ہے۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا
تم فرمادو کہ تم اپنے دل کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ کو سب معلوم ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ
فِی الْاَرْضِؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۲۹) یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ
زمین میں ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے ○ (یاد کرو) جس دن ہر شخص اپنے تمام اچھے اور برے اعمال اپنے سامنے
مُّحْضَرًا ۚۖۛ وَّ مَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا وَ بَیْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِیْدًاؕ معانقة ۲
موجود پائے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش اس کے درمیان اور اس کے اعمال کے درمیان کوئی دور دراز کی مسافت (حائل) ہو جائے
وَ یُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ(۳۰) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ ع ۱۰
اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے ○ اے حبیب! فرمادو کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو

آیت 29 فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ان سے فرمادو کہ تم اپنے دل کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے۔ تمہارے دلوں کا ایمان ونفاق، طہارت وخباثت، اچھے برے خیالات، نیک وبد ارادے، صحیح وفاسد منصوبے ساری دنیا سے چھپ سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے حضور سب ظاہر ہے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسے سب معلوم ہے اور جب اس کی یہ شان ہے تو تمہارے احوال اس سے کیسے پوشیدہ رہ سکتے ہیں اور یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے تو وہ تمہیں سزا دینے پر بھی قادر ہے۔

آیت 30 آیت میں قیامت کے دن حساب سے ڈرایا گیا ہے، وہ دن ایسا ہے کہ اس میں ہر شخص اپنے تمام اچھے برے اعمال اپنے سامنے موجود پائے گا، خلوتوں، جلوتوں میں کئے ہوئے اعمال، پہاڑوں، سمندروں، غاروں، صحراؤں، جزیروں اور کائنات کے کسی بھی کونے میں کئے گئے اعمال کا ایک ایک ذرہ آدمی کے سامنے موجود ہوگا اور اس وقت برے اعمال والا تمنا کرے گا کہ کاش! اس کے اور ان اعمال کے درمیان کوئی دور دراز کی مسافت حائل ہو جائے اور کسی طرح ان اعمال سے چھٹکارا مل جائے مگر ایسا نہ ہو سکے گا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑا مہربان ہے اسی لیے اس نے تمہیں پہلے ہی اپنے عذاب سے ڈرا دیا اور اپنے علم وقدرت کی پہچان کروا دی، ابھی تمہارے پاس مہلت ہے لہٰذا برے اعمال سے توبہ کرکے نیک اعمال میں مشغول ہو جاؤ۔ اہم بات: آیت 29 اور 30 میں بیان کردہ قیامت کی حاضری، اعمال کی پیشی، زندگی کا حساب، گناہوں پر حسرت وافسوس کا بیان ہر شخص کی اصلاح کے لئے کافی ہیں، ان پر جتنا زیادہ غور کریں اتنا زیادہ دل میں خوفِ خدا پیدا ہوگا اور گناہوں سے نفرت نصیب ہوگی۔

آیت 31 یہودی، عیسائی اور مشرک سب خدا سے محبت کا دعویٰ کرتے تھے خصوصاً یہود ونصاریٰ تو خود کو خدا کے پیارے اور بیٹے قرار دیتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے نبی! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ان سے کہہ دو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اس لئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعوے دار ہو تو میری اتباع کرو اور میرے احکام پر عمل کرو، ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعوے میں سچائی کے لئے حضور

فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣١﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ

میرے فرمانبردار بن جاؤ اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ تم فرمادو کہ اللہ

وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٢﴾ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ

اور رسول کی فرمانبرداری کرو پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا ○ بیشک اللہ نے آدم اور نوح اور

اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٣﴾ ذُرِّيَّةً ۢ بَعْضُهَا مِنْ ۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ

ابراہیم کی اولاد اور عمران کی اولاد کو سارے جہان والوں پر چن لیا ○ یہ ایک نسل ہے جو ایک دوسرے سے ہے اور اللہ سننے والا،

عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾ ۚ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ

جاننے والا ہے ○ (یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے عرض کی: اے میرے رب! میں تیرے لئے نذر مانتی ہوں کہ میرے پیٹ میں جو

اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع ضروری ہے، اس کے بغیر محبت الٰہی کا کوئی دعویٰ بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت کی علامت آپ کے طریقے کی پیروی ہے۔

آیت 32 ﴾ ویسے تو اتباع میں حکم ماننا بھی داخل ہے لیکن اسے جداگانہ صراحت سے بھی بیان کر دیا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرمادیں کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو کہ جو وہ فرمائیں اسی کے مطابق عمل کرو اور اگر اس واضح، صریح، صاف حکم کے بعد بھی وہ لوگ اطاعت سے منہ پھیریں اور انکار کریں تو پھر یہ کافر ہیں اور خدا کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ اہم بات: اطاعتِ مصطفیٰ ہی محبت الٰہی کی دلیل اور اسی پر نجات کا دارومدار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کا حصول، اپنی خوشنودی اور قرب کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی غیر مشروط اطاعت کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔

آیت 33 ﴾ فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم، حضرت نوح علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے بعض جیسے حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور تمام انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کو اور حضرت عمران کی اولاد میں سے بعض کو ان کے زمانے میں سارے جہان والوں پر نبوت و رسالت کے لیے منتخب فرمالیا۔ اہم بات: آیت میں اگر عمران سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد ہیں تو اولاد سے مراد حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام ہیں اور اگر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے والد عمران مراد ہیں تو اولاد سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

آیت 34 ﴾ فرمایا کہ ان برگزیدہ بندوں میں باہم نسلی تعلقات بھی ہیں اور دین کے اندر یہ حضرات ایک دوسرے کے معاون و مددگار بھی ہیں۔ اہم بات: ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا حسین تذکرہ سنتِ الٰہیہ ہے اور اس سے ایمان کو قوت ملتی ہے۔

آیت 35 ﴾ یہاں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت حنہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ بنی اسرائیل میں بعض لوگ اپنے

مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا

اولاد ہے وہ خاص تیرے لئے آزاد (وقف) ہے تو تو مجھ سے (یہ) قبول کر لے بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے ○ پھر جب عمران کی بیوی نے

قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ

بچی کو جنم دیا تو اس نے کہا اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا ہے حالانکہ اللہ بہتر جانتا ہے جو اس نے جنا اور وہ لڑکا (جس کی خواہش تھی)

كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ

اس لڑکی جیسا نہیں (جو اسے عطا کی گئی) اور (اس نے کہا کہ) میں نے اس بچی کا نام مریم رکھا اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے

الرَّجِیْمِ ﴿٣٦﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِیَّا

شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ○ تو اس کے رب نے اسے اچھی طرح قبول کیا اور اسے خوب پروان چڑھایا اور زکریا کو اس کا نگہبان بنا دیا

بیٹوں کو رضائے الٰہی کے لئے اپنی خدمت سے آزاد کر کے بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دیا کرتے تھے چنانچہ اسی طور پر حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! میں تیرے لئے نذر مانتی ہوں کہ میرے پیٹ میں جو اولاد ہے وہ خاص تیرے لئے وقف ہے، تیری عبادت اور بیت المقدس کی خدمت کے سوا کوئی کام اس کے متعلق نہ ہو تو تو مجھ سے یہ قبول فرما لے، بیشک تو ہی دعاؤں کو سننے والا اور نیتوں کو جاننے والا ہے۔ نذر مان لینے کے بعد جب ان کے شوہر حضرت عمران بن ماثان رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو انہوں نے فرمایا: یہ تم نے کیا کیا، اگر لڑکی پیدا ہوئی تو وہ اس قابل کہاں ہو گی؟

آیت 36 حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بیٹا پیدا ہونے کی امید تھی لیکن ان کے ہاں بیٹی کی ولادت ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے اظہارِ افسوس کے طور پر عرض کی: اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کا یہ عرض کرنا منت پوری نہ کر سکنے پر افسوس کی وجہ سے تھا، اس وجہ سے نہیں کہ لڑکی پیدا ہونے کا افسوس تھا کیونکہ یہ کفار کا طریقہ ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے جنم دیا اور جس لڑکے کی اس نے خواہش کی تھی وہ اس لڑکی جیسا نہیں جو اسے عطا کی گئی کیونکہ یہ تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہو گی، روح اللہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ہوں گی اور یہ رب عزوجل کی خاص عطا ہیں۔ حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے مزید عرض کی: میں اس بچی کا نام مریم رکھتی ہوں اور اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

اہم باتیں: (1) بعض عورتیں بعض مردوں سے افضل ہو سکتی ہیں۔ (2) حضرت مریم رضی اللہ عنہا اپنے زمانے میں تمام جہان کی عورتوں سے افضل تھیں، یہ نہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہن سے بھی بڑھ کر ہوں۔ (3) حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کے لیے شیطان کے شر سے پناہ مانگی اور اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ لہٰذا یہ مقبول الفاظ ہیں، اپنی اولاد کے لیے ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگتے رہنا چاہیے، ان شاء اللہ عزوجل کرم ہو گا۔

آیت 37 اللہ تعالیٰ نے نذر میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو اچھی طرح قبول فرما لیا اور انہیں احسن انداز میں پروان چڑھایا اور جب

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ

جب بھی زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے تو اس کے پاس پھل پاتے۔ (زکریا نے) سوال کیا، اے مریم! یہ تمہارے پاس

هٰذَا ۗ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾ هُنَالِكَ

کہاں سے آتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ اللہ کی طرف سے ہے، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے۔ وہیں

دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿٣٨﴾

زکریا نے اپنے رب سے دعا مانگی، عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنی بارگاہ سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا سننے والا ہے۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى

تو فرشتوں نے اسے پکار کر کہا جبکہ وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ بیشک اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے

حضرت حنہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بیت المقدس کے علماء کے سامنے کفالت کے لیے پیش کیا تو سب نے اس سعادت کے حصول میں رغبت ظاہر کی لیکن پھر قرعہ اندازی کے ذریعے آپ حضرت زکریا علیہ السلام کے زیرِ کفالت چلی گئیں۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام محراب میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے تو وہاں بے موسمی پھل پاتے۔ ایک بار آپ علیہ السلام نے ان سے پوچھا: تمہارے پاس یہ پھل کہاں سے آتا ہے؟ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بغیر مشقت کے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے۔

آیت 38 حضرت زکریا علیہ السلام بڑھاپے کی عمر کو پہنچ چکے تھے لیکن اس کے باوجود آپ کے ہاں اولاد نہیں تھی۔ جب آپ علیہ السلام نے یہ دیکھا تو توجہ اس طرف گئی کہ جو پاک ذات حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بے وقت بے موسم اور بغیر ظاہری سبب کے پھل عطا فرمانے پر قادر ہے وہ بیشک اس پر بھی قادر ہے کہ مجھے اس بڑھاپے میں اولاد کی ظاہری امید ختم ہو جانے کے باوجود فرزند عطا فرما دے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے اسی جگہ دعا مانگتے ہوئے عرض کی: اے میرے رب! مجھے اپنی بارگاہ سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بیشک تو ہی دعا سننے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جس جگہ رحمتِ الٰہی کا نزول ہوا ہو وہاں دعا مانگنی چاہیے، جیسے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو غیب سے رزق ملنے کی جگہ حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا مانگی، لہٰذا خانہ کعبہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا روضہ شریف اور مزاراتِ اولیاء پر دعا مانگنے میں زیادہ فائدہ ہے کہ یہ مقامات رحمتِ الٰہی کی بارش برسنے کے ہیں۔ (2) جس جگہ کسی کی دعا قبول ہوئی وہ مقبولیت کے مقامات سے ہے لہٰذا جہاں اولیاء کرام کا وجود ہو یا جہاں وہ رہے ہوں وہاں دعا کرنی چاہیے کیونکہ یہ حضرات بکثرت دعا کرتے ہیں اور ان کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ (3) صرف اولاد کی نہیں بلکہ پاکیزہ کردار و عمل والی اولاد کی دعا کرنی چاہیے تاکہ اس سے دنیا و آخرت کا سکون ملے۔

آیت 39 ایک دن حضرت زکریا علیہ السلام مسجد کا دروازہ بند کر کے محراب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک آپ علیہ السلام نے ایک سفید پوش جوان دیکھا، وہ حضرتِ جبریل علیہ السلام تھے، انہوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرے گا اور وہ سردار، ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا اور صالحین میں سے

مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾

جو اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور وہ سردار ہو گا اور ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا اور صالحین میں سے ایک نبی ہو گا

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ

عرض کی: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہو گا حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی بھی بانجھ ہے؟ اللہ نے فرمایا

كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ

اللہ یوں ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ عرض کی: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرمادے۔ اللہ نے فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ

اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ

تم تین دن تک لوگوں سے صرف اشارہ سے بات چیت کر سکو گے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح

وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ ع

کرتے رہو۔ اور (یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا، اے مریم! بیشک اللہ نے تمہیں چن لیا ہے اور تمہیں خوب پاکیزہ کر دیا ہے اور تمہیں

ایک نبی ہو گا۔ اہم باتیں: (1) حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کی خبر کا تعلق مستقبل کے غیب سے تھا اور حضرت زکریا علیہ السلام اور جبریل علیہ السلام دونوں کو معلوم ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے بندوں کو غیب کا علم عطا فرما دیتا ہے۔ (2) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کلمہ کُن فرما کر بغیر باپ کے پیدا کیا۔ (3) حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے والے حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عمر میں 6 ماہ بڑے تھے۔ (4) حصور یعنی عورتوں سے بچنے والا وہ ہے جو قوت کے باوجود عورت کی طرف راغب نہ ہو۔

آیت 40 بیٹے کی بشارت سن کر حضرت زکریا علیہ السلام نے بطورِ تعجب عرض کی: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہو گا حالانکہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بھی بانجھ ہے، آیا میری جوانی واپس لوٹائی جائے گی اور زوجہ کا بانجھ ہونا دور کیا جائے گا یا ہم دونوں اپنے حال پر رہیں گے؟ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ یوں ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے، بڑھاپے میں فرزند عطا کرنا اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں لہٰذا اس بڑھاپے کی حالت میں فرزند ملے گا۔

آیت 41 حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے میری بیوی کے حاملہ ہونے کی کوئی نشانی مقرر فرمادے تاکہ اس وقت اور زیادہ شکر و عبادت میں مصروف ہو جاؤں۔ ارشاد فرمایا: تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے صرف اشارہ سے بات چیت کر سکو گے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب آپ علیہ السلام کی زوجہ کو حمل ٹھہرا تو آدمیوں کے ساتھ گفتگو کرنے سے زبان مبارک تین دن تک بند رہی اور تسبیح و ذکر پر آپ قادر رہے۔

آیت 42 اس آیت میں حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عظمت و شان کا بیان ہے کہ وہ وقت یاد کرو جب فرشتوں نے کہا: اے مریم!

عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۲﴾ یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَ اسْجُدِیْ وَ ارْكَعِیْ مَعَ

سارے جہان کی عورتوں پر منتخب کرلیا ہے ○ اے مریم! اپنے رب کی فرمانبرداری کرو اور اس کی بارگاہ میں سجدہ کرو اور رکوع والوں

الرّٰكِعِیْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ؕ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ

کے ساتھ رکوع کرو ○ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ

یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ ۪ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ ان میں کون مریم کی پرورش کرے گا اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے ○

یقینا اللہ تعالیٰ نے تمہیں عورت ہونے کے باوجود بیت المقدس کی خدمت کے لیے قبول اور جنتی رزق عطا فرما کر چن لیا ہے اور تمہیں مردوں کے چھونے اور حیض و نفاس وغیرہ سے خوب پاکیزہ کر دیا ہے اور تمہیں سارے جہان کی عورتوں پر منتخب کر لیا ہے۔ اہم باتیں: (1) حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس فرشتے حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ تشریف لائے تھے اور جبریل علیہ السلام کا حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے کلام فرمانا آپ کی انتہائی عظمت کا اظہار ہے لیکن یہ کلام بطور وحی نبوت نہ تھا کیونکہ نبوت کا منصب اللہ تعالیٰ نے صرف مردوں ہی کو عطا فرمایا، کوئی عورت اس منصب پر فائز نہ ہوئی۔ (2) سارے جہان کی عورتوں پر منتخب کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کو آپ کے زمانے کی تمام عورتوں سے افضل بنایا اور مجموعی طور پر آپ سارے جہان کی افضل خواتین میں سے ہیں۔

آیت 43 رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے سے مراد جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ہے۔ اس حکم پر عمل کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا باپردہ اور مردوں کی صف سے جدا کھڑے ہو کر نماز ادا کرتی ہوں، یہ بھی ممکن ہے کہ نماز کے وقت مزید عورتیں بھی حاضر ہوتی ہوں اور آپ رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھتی ہوں۔

آیت 44 فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے واقعات ان غیب کی خبروں میں سے ہیں جو اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ہم نے تمہیں وحی کے ذریعے بتائی ہیں اور تم ان لوگوں کے پاس جسمانی طور پر موجود نہ تھے جو اس لیے اپنے قلم پانی میں ڈال کر قرعہ اندازی کر رہے تھے کہ ان میں سے کون حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پرورش کرے گا اور تم اس وقت بھی ان لوگوں کے پاس نہ تھے جب وہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی کفالت کے مسئلے میں جھگڑ رہے تھے، لہٰذا تمہارا یہ غیبی واقعات بیان فرمانا دلیل ہے کہ یہ تمہیں وحی الٰہی سے معلوم ہوئے ہیں اور تم سچے نبی ہو۔ **اہم باتیں:** (1) تمام انبیا علیہم السلام کے واقعات جو قرآن و حدیث میں آئے سب غیب کی خبریں ہیں اور ان کا بیان کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صداقت و نبوت و علم وسیع کی دلیل ہے۔ (2) بہت سے لوگ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی پرورش کے امیدوار تھے۔ اس لئے قرعہ اندازی پر فیصلہ چھوڑا گیا چنانچہ طے یہ پایا کہ ہر کوئی اپنا قلم پانی میں رکھے، جس کا قلم پانی کے بہاؤ کے الٹی طرف بہنا شروع کر دے وہ کفالت کا حق دار ہوگا۔ سب نے اپنا اپنا قلم پانی میں ڈال دیا تو حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم الٹی طرف بہنا شروع ہو گیا، اس طرح حضرت مریم رضی اللہ عنہا آپ علیہ السلام کی کفالت میں آ گئیں۔ (تفسیر کبیر، 3/219) عام معاملات میں قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا جا سکتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سفر میں ساتھ لے جانے

إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ

اور یاد کرو جب فرشتوں نے مریم سے کہا، اے مریم! اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک خاص کلمے کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح

عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ

عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ وہ دنیا و آخرت میں بڑی عزت والا ہوگا اور اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہوگا۔ اور

النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ

لوگوں سے جھولے میں اور بڑی عمر میں بات کرے گا اور خاص بندوں میں سے ہوگا۔ (مریم نے) عرض کیا: اے میرے رب! میرے ہاں

وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ۖ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۖ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا

بچہ کیسے ہوگا؟ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ اللہ نے فرمایا: یوں ہی، اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرما

فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَ

لیتا ہے تو اسے صرف اتنا فرماتا ہے، "ہو جا" تو وہ کام فوراً ہو جاتا ہے۔ اور اللہ اسے کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائے گا۔ اور

کے لئے ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرمایا کرتے تھے۔

آیت 45 فرمایا کہ وہ وقت یاد کرو جب چند فرشتوں کے ساتھ جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا: اے مریم! اللہ تعالیٰ تجھے ایک خاص کلمہ کی بشارت دیتا ہے جو اس کی طرف سے عطا ہوگا، اس کا نام مسیح، عیسیٰ بن مریم ہوگا، وہ دنیا میں نبوت و رسالت کے منصب پر فائز ہو کر اور آخرت میں بلند درجات اور منصبِ شفاعت پا کر بڑی عزت و وجاہت والا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے ہوگا۔
اہم بات: آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت باپ کی بجائے ماں کی طرف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا ہوئے ہیں اور یہیں اگلی آیات میں اور سورۂ مریم میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

آیت 46 حضرت جبریل علیہ السلام نے مزید کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام جھولے میں یعنی بات کرنے کی عام عمر سے پہلے ہی اور پختہ عمر میں لوگوں سے کلام کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے ہوں گے۔

آیت 47 بیٹے کی بشارت سن کر حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے حیرت سے عرض کی: اے میرے رب! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا حالانکہ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور دستور یہ ہے کہ بچہ مرد و عورت کے ملاپ سے ہوتا ہے تو مجھے بچہ نکاح سے عطا ہوگا یا یوں ہی بغیر مرد کے چھوئے؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ اسی حالت میں یعنی تم کنواری ہی رہو گی اور فرزند پیدا ہو جائے گا کیونکہ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ بڑی قدرت والا ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو اسے صرف اتنا فرماتا ہے، "ہو جا" تو وہ کام ہو جاتا ہے۔

آیت 49،48 اس عظیم فرزند سے متعلق مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب یعنی لکھنا، حکمت یعنی حلال و حرام کا بیان، تورات اور انجیل سکھائے گا اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا۔ پھر جب آپ رسول بن کر بنی اسرائیل کے پاس تشریف لائے تو ان سے

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ

(وہ) بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو گا کہ میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں، وہ یہ کہ میں تمہارے

لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ

لئے مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللہ کے حکم سے فوراً پرندہ بن جائے گی اور میں

الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ

پیدائشی اندھوں کو اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور تمہیں غیب کی خبر دیتا

وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ ﴿۴۹﴾

ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو، بیشک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ

اور مجھ سے پہلے جو توریت کتاب ہے اس کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں اور اس لئے کہ تمہارے لئے کچھ وہ چیزیں حلال کر دوں جو

حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۵۰﴾

تم پر حرام کی گئی تھیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں تو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

فرمایا: میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس اپنے سچا رسول ہونے کی یہ نشانی لایا ہوں کہ تمہارے ایمان لانے کے لئے مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بنا کر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فوراً پرندہ بن جائے گی اور میں پیدائشی اندھوں اور کوڑھ کے مریضوں کو شفا دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردے زندہ کرتا ہوں اور تمہیں اس کی غیبی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو دوسرے دن کے لئے اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو، یقیناً ان باتوں میں میری رسالت سچی ہونے پر تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو تو ان سے نفع اٹھاؤ۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطورِ خاص بنی اسرائیل کے نبی اور رسول تھے۔ (2) آپ علیہ السلام کا شفا دینے، مشکلات دور کرنے، مردوں کو زندہ کرنے، غیب جاننے کی نسبت اپنی طرف کرنا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھا کہ اس کی عطا ہی سے یہ سب قدرتیں تھیں۔ (3) انبیاء و اولیاء کے ایسے تمام واقعات میں یہ پہلو ملحوظ رہنا چاہیے کہ ان کا علم، تصرف، قدرت، مشکل دور کرنا سب عطائے الٰہی سے ہے۔

آیت 50 حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے مزید فرمایا کہ میں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں اور اس لئے بھی آیا ہوں کہ کچھ وہ چیزیں حلال کر دوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تم پر حرام کی گئی تھیں جیسے اونٹ کا گوشت، چربی اور کچھ پرندے وغیرہ، یونہی میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے اپنی رسالت صحیح ہونے پر نشانی لے کر آیا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٥١﴾ فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ

بیشک اللہ میرا اور تمہارا سب کا رب ہے تو اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ پھر جب عیسیٰ

مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللّٰهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ

ان (بنی اسرائیل) سے کفر پایا تو فرمایا: اللہ کی طرف ہو کر کون میرا مددگار ہوتا ہے؟ مخلص ساتھیوں نے کہا: ہم اللہ کے دین کے مددگار

اللّٰهِ ۚ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿٥٢﴾ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنزَلْتَ

ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور آپ اس پر گواہ ہو جائیں کہ ہم یقیناً مسلمان ہیں۔ اے ہمارے رب! ہم اس کتاب پر ایمان لائے

وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٥٣﴾ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ

جو تو نے نازل فرمائی اور ہم نے رسول کی اتباع کی پس ہمیں گواہی دینے والوں میں سے لکھ دے۔ اور کافروں نے خفیہ منصوبہ بنایا

آیت 51 حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی عبدیت یعنی بندہ ہونے کا اقرار کرتے ہوئے گویا فرمایا کہ میں اتنی قدرتوں اور علم کے باوجود بھی خدا نہیں بلکہ خدا کا بندہ ہوں، وہی میرا اور تم سب کا رب ہے تو تم اسی کی عبادت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو، یہ ایمان و اطاعت ہی سیدھا راستہ ہے جو جنت تک لے جاتا ہے۔ درس: انبیاء علیہم السلام و اولیاء اپنے تمام تر معجزات و کرامات و علوم و قدرت کے باوجود خدا کے بندے ہی ہیں اور انہیں اسی بندگی پر فخر ہے۔

آیت 52 پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محسوس کیا کہ میری رسالت سچی ہونے کی اتنی روشن نشانیاں اور معجزات دیکھ کر بھی یہودیوں پر کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ یہ اپنے کفر پر ہی قائم ہیں اور مجھے شہید کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس وقت آپ علیہ السلام نے فرمایا: کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہو کر میرا مددگار بنے؟ یہ سن کر حواریوں نے عرض کی: ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہیں، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور آپ اس پر گواہ ہو جائیں کہ ہم یقیناً مخلص مسلمان ہیں۔ اہم باتیں: (1) حواری وہ مخلص حضرات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کے مددگار تھے اور آپ پر سب سے پہلے ایمان لائے، ان کی تعداد 12 تھی۔ (2) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بندوں سے مدد مانگی کیونکہ مخلوق سے مدد مانگنا خدا کے بنائے ہوئے اسباب میں سے ہے، اس لئے یہ توحید و توکل کے خلاف نہیں۔

آیت 53 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مدد کی یقین دہانی کروانے کے بعد حواریوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے ہمارے رب! ہم اس کتاب انجیل پر ایمان لائے جو تو نے نازل فرمائی اور ہم نے تیرے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی پس تو ہمیں توحید اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے رسول ہونے کی گواہی دینے والوں میں سے لکھ دے۔

آیت 54 بنی اسرائیل کے یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکر کیا کہ دھوکے سے آپ علیہ السلام کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر کا یہ بدلہ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا اور آپ کی شباہت اس شخص پر ڈال دی جو

وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ

نے خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے ۔ یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! میں تمہیں پوری عمر

اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ

تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تجھے کافروں سے نجات عطا کروں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک تیرے

كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ

منکروں پر غلبہ دوں گا پھر تم سب میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو جن باتوں میں تم جھگڑتے تھے ان باتوں کا میں تمہارے درمیان

آپ کو شہید کرنے آیا تھا، چنانچہ یہودیوں نے اس کو اسی شبہ پر قتل کر دیا۔ اہم بات: مکر کا معنی پوشیدگی ہے اس لئے خفیہ تدبیر کو بھی مکر کہتے ہیں، تدبیر اگر اچھے مقصد کے لئے ہو تو محمود اور قبیح غرض سے ہو تو مذموم ہوتی ہے مگر اردو زبان میں مکر کا لفظ فریب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، بلکہ عربی میں بھی اب یہ لفظ دھوکے کے معنی میں معروف ہو گیا ہے، لہٰذا ہرگز شانِ الٰہی میں نہ کہا جائے، آیت میں جہاں کہیں ذکر ہوا وہاں وہ خفیہ تدبیر کے معنی میں ہے۔

آیت 55 فرمایا کہ وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا کہ کفار کے نرغے سے بچالوں گا اور وہ تجھے شہید نہ کر سکیں گے اور ابھی میں تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا کہ بغیر موت کے زمین سے اٹھا کر آسمان پر عزت کی جگہ اور فرشتوں کی جائے قرار میں پہنچا دوں گا اور تجھے کافروں کے برے پڑوس سے نجات عطا کروں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک تیرے منکروں پر دلیل وحجت وغیرہ کے ذریعے غلبہ دوں گا پھر اے پیروکارو اور منکرو! تم سب آخرت میں میری طرف پلٹ کر آؤ گے تو اس دن میں تمہارے درمیان دین کی ان باتوں کا فیصلہ کر دوں گا جن میں تم جھگڑتے تھے۔ اہم باتیں: (1) تَوَفّی کا حقیقی معنی ہے: پورا کرنا اور مجازی معنی ہے موت اور اصول یہ ہے کہ جب تک کوئی واضح قرینہ موجود نہ ہو تب تک لفظ کا حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی مراد نہیں لیا جا سکتا اور یہاں آیت میں ایسا کوئی قرینہ نہیں کہ اس کا معنی موت لیا جائے بلکہ اس کا حقیقی معنی مراد لینے پر واضح قرائن بھی موجود ہیں اور یہ قرائن وہ احادیث ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے اور قربِ قیامت میں واپس تشریف لانے کا ذکر ہے، لہٰذا ان الفاظ کو بنیاد بنا کر یہودیوں اور عیسائیوں کی پیروی میں قادیانیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا دعویٰ کرنا سراسر غلط ہے۔ (2) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے اور انہیں ماننے والوں سے "صحیح پیروی کرنے اور صحیح طور پر ماننے والے" مراد ہیں اور یہ لوگ یقیناً صرف مسلمان ہیں کیونکہ انہوں نے ہی یہ گواہی دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول اور اس کا خاص کلمہ ہیں جبکہ یہودی تو ویسے ہی آپ علیہ السلام کے دشمن ہیں اور عیسائی انہیں خدا مانتے ہیں تو یہ "ماننا" تو بدترین قسم کا "نہ ماننا" ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کو معبود نہ مانو اور یہ کہیں، نہیں، ہم تو آپ کو بھی معبود مانیں گے۔

تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

فیصلہ کردوں گا○ پس جو لوگ کافر ہیں تو میں انہیں دنیا و آخرت میں سخت عذاب دوں

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ

اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا○ اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے تو اللہ انہیں ان کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ

اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا○ یہ جو ہم تمہارے سامنے پڑھتے ہیں کچھ نشانیاں ہیں اور حکمت والی نصیحت ہے○ بیشک

مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ

عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے جسے اللہ نے مٹی سے بنایا پھر اسے فرمایا: "ہو جا" تو وہ فوراً ہو گیا○ اے سننے والے! حق

آیت 57،56 ان دو آیات میں فرمایا کہ بہر حال وہ لوگ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبدیت اور نبوت کا انکار کر کے کفر کیا، میں انہیں دنیا میں قتل، قید اور ذلت و رسوائی سے دوچار کر کے اور آخرت میں نارِ جہنم میں ڈال کر سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہو گا جو انہیں ہمارے عذاب سے بچا سکے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو لوگ ایمان لائے اور ان کے اللہ تعالیٰ کا بندہ و رسول اور خاص کلمہ ہونے کی تصدیق کی اور انہوں نے فرائض و واجبات وغیرہ پر عمل کر کے اچھے کام کیے تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

آیت 58 فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ان کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور حواریوں وغیرہ کے جو واقعات بیان ہوئے، یہ آپ کی نبوت و رسالت پر دلالت کرنے والی کچھ نشانیاں اور حکمت والی نصیحت ہے کیونکہ بغیر کوئی کتاب پڑھے یا کسی سے سنے یہ واقعات وہی جان سکتا ہے جس پر وحی اترتی ہو تو یقیناً یہ وحی کے ذریعے ہی آپ کو معلوم ہوئے ہیں اور وحی کسی نبی یا رسول پر ہی نازل ہوتی ہے کسی اور پر نہیں۔

آیت 59 شانِ نزول: نجران کے کچھ عیسائی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندہ جانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! وہ اس کے بندے، رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے کنواری پاک مریم کو عطا فرمایا۔ اس پر انہوں نے اعتراض کیا کہ کیا کبھی آپ نے بغیر باپ کے بھی انسان دیکھا ہے؟ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں (معاذ اللہ) اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو صرف باپ کے بغیر پیدا ہوئے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر مٹی سے بنایا، اور "کُن" "ہو جا" کے کلمے سے پیدا فرمایا، جب تم انہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور بندہ مانتے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخلوق خدا اور بندۂ الٰہی ماننے میں کیا تعجب ہے؟

آیت 60 فرمایا کہ اے سننے والے! حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بھی چونکہ اللہ تعالیٰ

مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ

تیرے رب کی طرف سے ہے پس تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا○ پھر اے حبیب! تمہارے پاس علم آجانے کے بعد جو تم سے

مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ

عیسیٰ کے بارے میں جھگڑا کریں تو تم ان سے فرمادو: آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو

وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ

اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو (مقابلے میں) بلالیتے ہیں پھر مباہلہ کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالتے ہیں○ بیشک

هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾

یہی سچا بیان ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بیشک اللہ ہی غالب ہے حکمت والا ہے○

نے بیان فرمایا لہٰذا یہ حق ہے اور تم اس میں کوئی شک نہ کرنا۔

آیت 61 ﴾ عیسائیوں کے نجرانی وفد سے کئی دن گفتگو جاری رہی لیکن وہ راہِ راست پر نہ آئے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، تمہارے پاس علم آجانے کے بعد عیسائیوں میں سے جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بحث کریں تو تم انہیں یہ چیلنج کردو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں، عورتوں اور جانوں کو مقابلے میں مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں اور جھوٹوں پر لعنت بھیجتے ہیں، یوں کہ اے اللہ! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں جو جھوٹا ہو اس پر لعنت فرما۔ جب نجران کے عیسائیوں کو یہ آیت پڑھ کر سنا کر دعوتِ مباہلہ دی گئی تو وہ کہنے لگے: ہم مشورہ کرکے کل جواب دیں گے۔ پھر اگلے دن عیسائی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے یہ منظر دیکھا کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی گود میں امام حسین اور دستِ مبارک میں امام حسن کا ہاتھ ہے، حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پیچھے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان سب سے فرما رہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ جب نجران کے سب سے بڑے عیسائی پادری نے ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا: اے عیسائیو! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے پہاڑ ہٹانے کی دعا کریں تو وہ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا دے، ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔ یہ سن کر عیسائیوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ہم مباہلہ نہیں کریں گے۔ آخر کار انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا مگر مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اہم باتیں: (1) مباہلہ کا عمومی مفہوم یہ ہے کہ دو مقابل افراد آپس میں یوں دعا کریں: اگر تم حق پر اور میں باطل پر ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے ہلاک کرے اور اگر میں حق پر اور تم باطل پر ہو تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے پھر یہی بات دوسرا فریق کہے۔ (2) مباہلہ دین کے یقینی مسائل میں ہی ہونا چاہئے لہٰذا اسلام کی حقانیت پر تو مباہلہ ہو سکتا ہے حنفی شافعی اختلافی مسائل میں نہیں۔

آیت 62 ﴾ فرمایا کہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے میں جو باتیں بیان کی گئیں یقیناً یہی سچا بیان ہے نہ کہ وہ

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ

ع ۱۴

پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ فساد کرنے والوں کو جانتا ہے ○ اے حبیب! تم فرمادو، اے اہل کتاب! ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے

سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا

اور تمہارے درمیان برابر ہے ”وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں کوئی ایک

بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

اللہ کے سوا کسی دوسرے کو رب نہ بنائے پھر (بھی) اگر وہ منہ پھیریں تو اے مسلمانو! تم کہہ دو: ”تم گواہ رہو کہ ہم سچے مسلمان ہیں ○“

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ

اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟ حالانکہ توریت اور انجیل تو اتری ہی ان کے بعد ہے۔

باتیں جو عیسائیوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر ان کے حوالے سے پھیلا دی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز خدا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود ہے ہی نہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی اپنی سلطنت میں غالب اور اپنے ہر کام میں حکمت والا ہے۔

آیت 63 فرمایا کہ اگر وہ لوگ پھر بھی توحید اور حق بات سے منہ پھیریں حالانکہ وہ اس کے متعلق روشن دلائل اور مضبوط ترین حجتوں کا معاینہ بھی کر چکے ہیں، تو آپ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں، وہ یقیناً فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ وہی انہیں سزا دے گا۔

آیت 64 دعوت دین کا ایک اسلوب یہ ہے کہ پہلے مشترک اور متفقہ باتیں طے کر لی جائیں کہ اس سے اختلافی امور ممتاز اور کم ہو جائیں گے اور اپنی بات سمجھانا آسان ہو جائے گا اسی طور پر فرمایا گیا کہ یہود و نصاریٰ سے یوں بات کرو کہ اے اہل کتاب! ایسے کلمہ کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے، اس میں نہ تو کسی نبی اور رسول کا اختلاف ہے اور نہ ہی کسی آسمانی کتاب کا، وہ کلمہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی بھی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں خواہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا کوئی اور، اور ہم میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا رب نہ بنائے جیسے پادریوں وغیرہ کے احکام کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے برابر نہ سمجھیں کہ انہوں نے اپنی طرف سے جو چیزیں حلال یا حرام کر دیں اسے اللہ تعالیٰ کے حلال و حرام کردہ کے برابر سمجھ لیں اور اس میں ان کی ویسے ہی پیروی کرنے لگ جائیں جیسے حکم الٰہی کی کی جاتی ہے۔ اب اگر اس دعوت توحید کے بعد بھی وہ لوگ حق سے منہ پھیریں تو ان سے کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم سچے مسلمان ہیں جو خالص توحید پر قائم ہیں۔ **اہم بات:** خدا اور رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مقابلے میں کسی کی بات کو شریعت ماننا حرام ہے جبکہ قرآن و حدیث سے استدلال کرنے والے سچے مجتہدین کی پیروی کرنا بالکل درست، حکم قرآنی اور پوری امت مسلمہ کا ہمیشہ سے معمول ہے۔

آیت 65 عیسائی اور یہودی بلکہ مشرکین بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اپنے دین پر قرار دیتے تھے مثلاً عیسائیوں کا کہنا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام عیسائی تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہودیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اور عیسائیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٥﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ
کیا تمہیں عقل نہیں؟ ○ سن لو: تم وہی لوگ ہو جو پہلے اس معاملے میں جھگڑتے تھے جس کا تمہیں علم تھا تو (اب) اس میں کیوں
فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا
جھگڑتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں؟ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ○ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ
نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ
عیسائی بلکہ وہ ہر باطل سے جدا رہنے والے مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے ○ بیشک سب لوگوں سے زیادہ
بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَدَّتْ
ابراہیم کے حق دار وہ ہیں جو ان کی اتباع کرنے والے ہیں اور یہ نبی اور ایمان والے اور اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے ○ کتابیوں کا
طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٩﴾
ایک گروہ دل سے چاہتا ہے کہ کسی طرح تمہیں گمراہ کردیں اور وہ صرف خود کو گمراہ کر رہے ہیں اور انہیں شعور نہیں ○

کے بعد جاری ہوئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں انبیاء سے کئی سو سال پہلے ہوئے ہیں تو وہ یہودی یا عیسائی کیسے ہو سکتے ہیں؟ والی تورات و انجیل تو آتری ہی ان کے بعد ہے۔ تو کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں کہ کئی سو سال پہلے والا شخص بعد والے گروہ میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اہم بات: علم تاریخ بہت مفید ہے یہاں تاریخ کی بنیاد پر ہی جواب دیا گیا ہے نیز قوموں کے عروج و زوال اور اس کے اسباب تاریخ ہی سے معلوم ہوتے ہیں، البتہ تاریخ میں غلط بیانی، ہیر پھیر اور اپنے مطلب کے نتائج نکالنے کی بھرمار ہے، اس لئے کسی مستند عالم کی رہنمائی میں پڑھنی چاہیے۔

آیت 67،66 ان دونوں آیات میں فرمایا کہ اے یہودیو اور عیسائیو! سن لو، یہ تم ہی ہو کہ اپنی کتابوں میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا چاپیان پڑھنے کے باوجود ایمان نہ لائے بلکہ بحث کرنے لگے تو جب معلوم باتوں میں تم جھگڑا کرتے ہو تو ان باتوں میں کیوں جھگڑتے ہو جن کا ذکر نہ تمہاری کتابوں میں ہے اور نہ تمہیں ان کا علم ہے، یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہودی یا عیسائی قرار دینا تورات و انجیل دونوں میں نہیں ہے۔ حقیقتِ حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے، نہ عیسائی اور نہ مشرک بلکہ ہر باطل سے جدا، خالصتاً اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار مسلمان بندے تھے۔

آیت 68 زمانہ رسالت کے یہودی، عیسائی اور مشرک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب نہیں بلکہ ان کے سب سے زیادہ قریب وہ تھے جو ان کے زمانۂ نبوت میں ان پر ایمان لائے اور ان کی شریعت پر عمل پیرا رہے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب یہ نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان پر ایمان لانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا مددگار ہے۔

آیت 69 اہل کتاب کا ایک گروہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے کوششیں کرتا رہتا تھا، کبھی مسلمانوں کو وسوسے ڈال کر، کبھی یوں

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝٧٠ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

اے کتابیو! اللہ کی آیتوں کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو○ اے کتابیو! حق کو باطل کے ساتھ

تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٧١ وَقَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْ

کیوں ملاتے ہو اور حق کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو○ اور کتابیوں کے ایک گروہ نے کہا

اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا

جو ایمان والوں پر نازل ہوا ہے صبح کو اس پر ایمان لاؤ اور شام کو انکار کردو۔ ہو سکتا ہے (کہ اس طرح مسلمان بھی اسلام سے)

اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝٧٢ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ

پھر جائیں○ اور (مزید آپس میں کہا کہ) صرف اسی کا یقین کرو جو تمہارے دین کی پیروی کرنے والا ہو۔ اے حبیب! تم فرما دو کہ ہدایت

کہ صبح کلمہ پڑھ کر شام کو انکار کردو تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں بھی شک پیدا ہو جائے وغیرہا۔ اس پر فرمایا کہ یہ لوگ صرف خود کو گمراہ کر رہے ہیں کیونکہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کا گناہ انہیں ہی ملے گا جبکہ مسلمان ان کی بات نہیں مانیں گے لیکن ان اہل کتاب کو اس کا شعور ہی نہیں۔ درس: آج بھی کفر و ارتداد کی تحریکیں چلتی رہتی ہیں اور اب تو فلموں، ڈراموں، مزاحیہ پروگراموں اور گانوں نے تباہی مچا رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے، آمین۔

آیت 70 فرمایا کہ اے کتابیو! تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو حالانکہ تم خود اپنی کتابوں تورات و انجیل سے پڑھ کر قرآن اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت کو جانتے ہو اور آج بھی قرآن کی سو فیصد اصلی صورت میں موجودگی، اس کی تعلیم کی آفاقیت اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار کی عظمت اور تعلیمات کی جامعیت ان کی حقانیت کی دلیل ہے۔

آیت 71 اے کتابیو! اپنی کتابوں میں تحریف و تبدیلی کر کے حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو اور ذاتی مفادات کے لئے حق کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ نبی حق ہیں اور تم غلطی پر ہو۔

آیت 72 شانِ نزول: یہودی اس طرح کی سازشیں بھی کرتے کہ ان کے کچھ لوگ صبح کو اسلام لائیں اور شام کو یہ کہہ کر مرتد ہو جائیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ نبی نہیں جن کی ہماری کتابوں میں خبر ہے تاکہ اس حرکت سے مسلمانوں کو اپنے دین میں شبہ پیدا ہو اور وہ مرتد ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ان کا راز فاش کر دیا اور مسلمان پہلے سے ہی خبردار ہو گئے، یوں ان کی سازش ناکام ہو گئی۔ درس: آج بھی ایسی سازشیں جاری ہیں کہ جھوٹی فلموں، رپورٹس اور تصویروں کے ذریعے لوگوں کو اسلام سے متنفر کیا جاتا ہے، کفار میڈیا کو اس مقصد کے لئے بطورِ خاص استعمال کر رہے ہیں، مسلمانوں کو ان کے مکر و فریب سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

آیت 73 یہ بھی یہودیوں کی کارستانی کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ صرف اسی کی بات پر یقین کرو جو تمہارے دین کی پیروی کرنے والا ہو اور اس بات کا بھی یقین نہ کرو کہ کسی اور کو بھی ویسی ہدایت، دین، کتاب و حکمت اور شرافت و فضیلت مل

اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ

(صرف اللہ ہی کی ہدایت ہے۔ (اور یہ سازشی آپس میں کہتے ہیں کہ اس کا بھی یقین نہ کرو) کہ کسی اور کو بھی ویسا مل سکتا ہے جو تمہیں دیا گیا

عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ

یا کوئی تمہارے رب کے پاس تمہارے اوپر غالب آسکتا ہے۔ اے حبیب! تم فرمادو کہ فضل تو یقیناً اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

عطا فرما دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے ○ وہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص فرمالیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○

وَمِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْھُمْ مَّنْ

اور اہل کتاب میں کوئی تو وہ ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک ڈھیر بھی امانت رکھ دو تو وہ تمہیں (پورا پورا) ادا کر دے گا اور انہی میں سے کوئی

اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَاۗىِٕمًا ۭ ذٰلِكَ

وہ ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھ دو تو جب تک تم اس کے سر پر کھڑے نہیں رہو گے وہ تمہیں ادا نہیں کرے گا۔

سکتی ہے جو تم یہودیوں کو دی گئی ہے یا بروزِ قیامت کوئی تمہارے رب کے پاس تمہارے اوپر غالب آسکتا ہے۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ نبوت بنی اسرائیل کے سوا کسی قبیلہ کو نہیں مل سکتی اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بنی اسرائیل سے نہیں لہٰذا آپ نبی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے نبی! آپ ان سے فرمادیں کہ فضل یعنی نبوت تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اہم بات: نبوت اعمال سے نہیں ملتی، یہ محض فضل الٰہی ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس خاص فضل کا سلسلہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ختم فرمادیا ہے لہٰذا اب تا قیامت کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔

آیت 74 ﴾ اللہ تعالیٰ نبوت ورسالت کے ساتھ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا خاص فرمالیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے اور خداوند قدوس نے قصر نبوت میں آخری نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صورت میں آخری اینٹ لگا کر اس محل کو مکمل کر دیا، جس میں اب کوئی نئی نبوت شامل نہیں ہو سکتی اور جو نبوت کا دعویٰ کر کے نقب زنی کی کوشش کرے، امت مسلمہ اسے کان سے پکڑ کر باہر دھکیل دے گی۔

آیت 75 ﴾ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صداقت کا بیان سابقہ کتب میں موجود تھا اور اس بیان کو آگے پہنچانا اور موقع پر بیان کرنا ان پر فرض تھا اور یہ ذمہ داری ان پر علمی اور ایمانی امانت تھی لیکن اکثریت خائن تھی۔ اس آیت میں ان کی مالی خیانت کو بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان خائنوں کی اکثریت سے علمی دیانت کی توقع نہیں کی جاسکتی چنانچہ مالی حوالے سے فرمایا کہ اہل کتاب میں مالی دیانت کے اعتبار سے اچھے لوگ بھی ہیں اور برے بھی کہ کوئی تو ایسا ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک ڈھیر بر ابر مال بھی امانت رکھ دو تو وہ تمہیں وقت پر پورا پورا مال ادا کر دے گا جبکہ ان میں ایسے بھی ہیں کہ اگر تم ایک دینار بھی ان کے پاس بطور امانت رکھو تو جب تک تم اس کے سر پر کھڑے رہ کر بار بار تقاضا نہیں کرو گے تب تک وہ تمہیں ادا نہیں کرے گا گویا اللہ تعالیٰ کے ڈر سے نہیں بلکہ

بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

(ان کی) یہ بددیانتی اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان پڑھوں کے معاملے میں ہم سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی اور یہ اللہ پر جان بوجھ کر

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾

جھوٹ باندھتے ہیں○ کیوں نہیں، جو اپنا وعدہ پورا کرے اور پرہیزگاری اختیار کرے تو بیشک اللہ پرہیزگاروں سے محبت فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

بیشک وہ لوگ جو اللہ کے وعدے اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں، ان لوگوں کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور اللہ

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾

قیامت کے دن نہ تو ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے

لوگوں کے ڈر سے اور بار بار کے تقاضا کرنے پر ہی امانت ادا کرے گا۔ یہودیوں کی اس بددیانتی کی وجہ ان کا یہ باطل گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں ان پڑھوں یعنی دوسرے دین والوں کا مال ہضم کر جانے کی انہیں اجازت دی ہے اور اس معاملے میں ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ آسمانی کتابوں میں ایسا کوئی حکم موجود نہیں اور ان کی یہ بات اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے۔ ایسا ہی سبب اُن کی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی تصدیق نہ کرنے میں ہے اور وہ ان کا یہ باطل گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے ہٹ کر کسی کو نبی نہیں بنائے گا اور محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم تو بنی اسماعیل سے تھے۔ درس: رسول کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی دیانت داری کو کفار بھی تسلیم کر کے آپ کو صادق و امین کہتے تھے۔ اے کاش! ہم مسلمان اپنی عملی حالت پر غور کریں کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی دیانت والی سنت پر عمل پیرا ہیں یا دشمنوں کے طریقے پر؟

آیت 76 ﴿ اس سے پہلی آیت میں یہودیوں کی یہ بات بیان ہوئی کہ "دوسرے مذہب والوں سے بددیانتی کرنے پر ان سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی" اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون بیان فرمادیا کہ دوسروں سے بددیانتی کرنے پر پوچھ گچھ کیوں نہیں ہوگی؟ ضرور ہوگی کیونکہ وعدہ پورا کرنا اور امانت ادا کرنا دونوں چیزیں پرہیزگاری سے تعلق رکھتی ہیں اور پرہیزگاری اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو جو اللہ تعالیٰ کی پسند پر چلے گا وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بنے گا اور جو اللہ تعالیٰ کی پسند کی مخالفت کرے گا، اس سے ضرور مؤاخذہ کیا جائے گا۔

آیت 77 ﴿ شانِ نزول: یہ آیت یہودی علماء اور ان کے کچھ سرداروں مثلاً ابو رافع، کعب بن اشرف، حیی بن اخطب وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا وہ عہد چھپایا جو ان سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر ایمان لانے کے متعلق تورات میں لیا گیا تھا، انہوں نے اسے بدل کر وہاں اپنے ہاتھوں سے کچھ کا کچھ لکھ دیا اور جھوٹی قسم کھائی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یہ سب کچھ انہوں نے اپنی جماعت کے جاہلوں سے رشوتیں اور مال و دولت حاصل کرنے کے لئے کیا۔ اس آیت میں ان کے لیے سخت وعید بیان کی گئی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدے اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی سی قیمت لیتے ہیں، ان لوگوں کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب اس قدر ہوگا کہ قیامت کے دن نہ وہ ان سے کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف رحمت کی نظر کرے

وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلْوُونَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ

اور بیشک ان اہل کتاب میں سے کچھ وہ ہیں جو زبان کو مروڑ کر کتاب پڑھتے ہیں تاکہ تم سمجھو کہ یہ بھی کتاب کا حصہ ہے حالانکہ وہ

الْكِتَابِ ۚ وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ

کتاب کا حصہ نہیں ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں: یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ ہرگز اللہ کی طرف سے نہیں ہے اور یہ لوگ جان بوجھ کر

وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٨﴾ مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ

اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں○ کسی آدمی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ اسے کتاب و حکمت اور نبوت عطا کرے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ

لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِن دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ

اللہ کو چھوڑ کر میری عبادت کرنے والے بن جاؤ بلکہ وہ یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ کیونکہ تم کتاب کی تعلیم دیتے ہو

وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ ﴿٧٩﴾ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَن تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا ۗ

اور اس لئے کہ تم خود بھی اسے پڑھتے ہو○ اور نہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو،

گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور اس گناہ پر ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اہم بات: جھوٹی قسم کھا کر مال لینے والے، رشوت لے کر جھوٹی گواہی دینے، جھوٹے فیصلے یا جھوٹی وکالت کرنے والے سب اس آیت کی وعید میں داخل ہیں۔ حدیث پاک میں ہے: جو کسی مسلمان کا حق مارنے کے لئے قسم کھائے اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام اور دوزخ لازم کر دیتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اگرچہ تھوڑی سی چیز ہو؟ فرمایا: اگرچہ پیلو کی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم، حدیث: 218(137))

آیت 78 یہودیوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ تورات پڑھتے ہوئے اپنی طرف سے کچھ باتیں شامل کر کے اس انداز میں پڑھتے ہیں کہ لوگ سمجھیں کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے حالانکہ وہ کتاب اللہ کا حصہ نہیں ہوتا اور بعض اوقات تو صراحت بھی کر دیتے ہیں کہ یہ کلام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی نازل ہوا ہے حالانکہ وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ ان کا اپنا تحریف شدہ کلام ہوتا ہے۔ یہ بات انہیں اچھی طرح معلوم ہے اس کے باوجود یہ بدبخت لوگ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ یہ وہ مقامات تھے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا بیان تھا یا جہاں ان کی نفسانی خواہشات کے برخلاف احکام دیئے گئے تھے۔

آیت 79، 80 بہت سے لوگ اپنی غلط حرکتوں اور باطل عقیدوں کو مقدس ہستیوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں کہ ہمیں تو انہوں نے ایسا کرنے کا کہا تھا ایسے لوگوں کی تردید میں فرمایا کہ کسی آدمی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب جیسے تورات، انجیل اور قرآن سے نوازے، علم و عمل میں کمال اور نبوت سے سرفراز فرمائے، پھر اتنا عظیم شرف ملنے کے بعد وہ لوگوں سے یوں کہنے لگے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میری عبادت کرنے والے بن جاؤ۔ یہ کسی بھی نبی علیہ السلام سے ناممکن اور اس کی طرف ایسی نسبت بہتان ہے۔ خدا کا پیغمبر تو یہی کہے گا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اللہ والے بن جاؤ کیونکہ تم کتاب کی تعلیم دیتے اور خود بھی اسے پڑھتے ہو،

اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝٨٠ ع وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ

کیا وہ تمہیں تمہارے مسلمان ہونے کے بعد کفر کا حکم دے گا؟○ اور یاد کرو جب اللہ نے نبیوں سے وعدہ لیا کہ میں تمہیں کتاب اور

النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ

عطا کروں گا پھر تمہارے پاس وہ عظمت والا رسول تشریف لائے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو گا تو تم ضرور ضرور

لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى

ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ (اللہ نے) فرمایا: (اے انبیاء!) کیا تم نے (اس حکم کا) اقرار کرلیا اور اس (اقرار) پر میرا بھاری

ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ

لے لیا؟ سب نے عرض کی، "ہم نے اقرار کرلیا" (اللہ نے) فرمایا: تو (اب) ایک دوسرے پر (بھی) گواہ بن جاؤ اور میں خود (بھی) تمہارے ساتھ

الشّٰهِدِيْنَ ۝٨١ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝٨٢ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ

گواہوں میں سے ہوں○ پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد روگردانی کرے گا تو وہی لوگ نافرمان ہوں گے○ کیا لوگ اللہ کے دین کے علاوہ

یونہی وہ تمہیں ہرگز یہ حکم نہیں دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنا کر ان کی عبادت کرنے لگ جاؤ، کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے گا؟ ایسا ہرگز ممکن نہیں۔ اہم باتیں: (1) رَبّانی کے معنی نہایت دیندار، عالم باعمل اور فقیہ کے ہیں۔ (2) علم و تعلیم کا ثمرہ یہ ہونا چاہیے کہ آدمی اللہ والا ہو جائے، جسے علم سے یہ فائدہ نہ ہو اس کا علم ضائع اور بے کار ہے۔ (3) قرآن و سنت کے برخلاف کسی کی بات شریعت کا حکم نہیں ہو سکتی، البتہ مجتہدین کرام کا قرآن و حدیث سے استدلال کر کے امت کو بتانا اور امت کا اسے قبول کرنا خود حکم خدا ہے کہ علماء سے پوچھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

آیت 82،81 ان دو آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کی عظمت کا بیان ہے۔ ان آیات کا ایک معنی یہ ہے کہ تمام نبیوں سے یہ عہد لیا گیا کہ اگر ان کے زمانے میں کوئی دوسرا نبی ظاہر ہو تو یہ اس کی تصدیق اور مدد کریں گے۔ یوں تمام انبیاء علیہم السلام ایک دوسرے کے مصدق و معاون ہوں گے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہ عہد بطورِ خاص ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق لیا گیا اور آپ کی شان، رب العالمین نے بیان فرمائی اور انبیاء علیہم السلام نے اس کا اقرار فرمایا اور یوں کائنات وجود میں آنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر جاری ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تمام نبیوں کا نبی بنایا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو بطورِ خاص آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا حکم دیا۔ پھر ان سے باقاعدہ اس کا اقرار لیا۔ ان سے اس اقرار کا باقاعدہ اعلان کروایا اور اس پر ان سب کو ایک دوسرے پر گواہ بنایا اور پھر اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ تمہارے اس اقرار پر میں خود بھی گواہ ہوں۔ انبیاء علیہم السلام سے اقرار کرنے کے بعد پھر جانا متصور نہیں لیکن پھر بھی فرمایا کہ اس اقرار کے بعد جو پھرے وہ نافرمانوں میں شمار ہو گا۔

آیت 83 فرمایا کہ کیا لوگ اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی بھی ہے

یَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَیْهِ

کوئی اور دین چاہتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کوئی بھی ہے وہ سب خوشی سے یا مجبوری سے اسی کی بارگاہ میں گردن جھکائے

یُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ

ہوئے ہیں اور سب کو اسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اور تم یوں کہو کہ ہم اللہ پر اور جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا ہے اس پر اور جو ابراہیم اور

وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی

اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور نبیوں کو ان کے رب کی طرف

وَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَ نَحْنُ لَهٗ

سے دیا گیا اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ (نیز) ہم ایمان لانے میں ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کی بارگاہ میں

مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ

گردن جھکائے ہوئے ہیں۔ اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں

فرشتے، انسان اور جنات سب خوشی سے یا مجبوری سے اسی کی بارگاہ میں گردن جھکائے ہوئے ہیں اور یاد رکھو کہ روزِ قیامت سب کو اسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اہم بات: فرشتے تو خوشی سے فرمانبردار ہیں کہ ان کی تخلیق ہی معصومیت پر ہے اور مسلمان جن اور انسان دلائل میں نظر کرکے فرمانبردار ہیں جبکہ کافر کسی خوف یا موت کے وقت عذاب دیکھ کر گردن جھکا دیتا ہے لیکن اس وقت کا ایمان نفع نہ دے گا اور قیامت میں تو سب مان ہی جائیں گے۔

آیت 84 ❁ یہودیوں اور عیسائیوں نے تو یہ کیا کہ کچھ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے اور کچھ پر نہیں، ان کے مقابلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمانوں سے فرمایا گیا کہ تم یوں کہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو قرآن ہمارے اوپر نازل کیا گیا اور جو صحیفے حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر نازل کیے گئے، ان پر ایمان لاتے ہیں اور جو حضرت موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام کو دیا گیا جیسے تورات، انجیل اور معجزات وغیرہ اور جو کتابیں اور معجزات دیگر نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیے گئے اس پر بھی ایمان لاتے ہیں، نیز ہم ایمان لانے میں ان میں سے کسی کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے جیسے یہودیوں اور عیسائیوں نے کیا بلکہ ایمان کے تمام تر تقاضوں کے مطابق ان پر ایمان لاتے ہیں اور ہم خدا کی بارگاہ میں ہی گردن جھکائے ہوئے ہیں۔ اہم بات: سب نبیوں اور ان پر نازل ہوئی کتابوں، صحیفوں اور ان کے معجزات وغیرہ پر ایمان لانا ضروری ہے البتہ ہمارا عمل صرف قرآن پر اور اطاعت و اتباع صرف ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ہوگی۔

آیت 85 ❁ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ جو کوئی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں ثواب سے محروم ہو کر اور ہمیشہ کے لیے عذاب جہنم کا حقدار ٹھہر کر نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا

نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ اللہ ایسی قوم کو کیسے ہدایت دے گا جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کو اختیار کیا اور وہ

اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٦﴾

گواہی دے چکے تھے کہ (یہ) رسول سچا ہے اور ان لوگوں کے پاس روشن نشانیاں بھی آچکی تھیں اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿٨٧﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

یہی وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور انسانوں سب کی لعنت ہے۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے

لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿٨٨﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا

نہ ان سے عذاب ہلکا ہوگا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے کفر کے بعد توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی

اہم باتیں: (1) بارگاہِ الٰہی میں مقبول دین صرف اسلام ہے اس کے علاوہ کوئی دین وہاں مقبول نہیں۔ (2) اسلام کے علاوہ کوئی کسی دین کی اخلاقی باتوں پر جتنا چاہے عمل کرلے جب تک وہ مکمل طور پر بطورِ عقیدہ اسلام کو اختیار نہیں کرے گا اس کا کوئی عمل بھی بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں۔ آخرت کی نجات صرف اسلام میں ہے اور اس وقت اسلام وہ دین ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لے کر آئے۔

آیت 86 یہودی اور عیسائی علماء نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے لوگوں کو ان کی خوشخبریاں دیتے اور ان کے طفیل دعائیں مانگتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد ذاتی مفادات اور بنی اسماعیل میں نبوت آنے پر حسد کی وجہ سے آپ کے مخالف ہوگئے، ان کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیوں ایمان کی توفیق دے گا جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کو اختیار کیا اور جو پہلے گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول سچا ہے نیز ان لوگوں کے پاس قرآن کی حقانیت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرنے والی روشن نشانیاں بھی آچکی تھیں اور وہ روشن معجزات دیکھ چکے تھے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جنہوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کرکے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

آیت 87، 88 ان دو آیات میں جان بوجھ کر کفر اختیار کرنے والے یہودی اور عیسائی علماء کی سزا کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا کہ ایمان کے بعد کفر اختیار کرنے والے ہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے عمل کے بدلے میں اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے، یہ ہمیشہ لعنت و عذاب میں رہیں گے، نہ ان سے عذاب ہلکا ہوگا اور نہ ایک وقت سے دوسرے وقت تک عذاب مؤخر کرکے انہیں مہلت دی جائے گی۔

آیت 89 فرمایا کہ لعنت و دائمی عذاب کی سزا ان لوگوں کے لیے نہیں جنہوں نے کفر سے توبہ کرلی اور اپنے اعمال کی اصلاح کرلی، بیشک اللہ تعالیٰ انہیں بخشنے والا اور ان پر مہربانی کرنے والا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٨٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا
تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ بیشک وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے پھر کفر میں اور بڑھ گئے
كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
تو ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی اور یہی لوگ گمراہ ہیں○ بیشک وہ لوگ جو کافر ہوئے
وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا
اور کافر ہی مرگئے، ان میں سے کوئی اگرچہ اپنی جان چھڑانے کے بدلے میں پوری زمین کے برابر سونا بھی دے
وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٩١﴾ ع
تو ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا○

آیت 90 جو یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ایمان لائے لیکن بعد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کے ساتھ کفر کیا پھر کفر میں مزید بڑھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن کے ساتھ بھی کفر کیا یا وہ یہود و نصاریٰ جو اپنی کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت وصفت دیکھ کر آپ پر ایمان رکھتے تھے لیکن تشریف آوری کے بعد کافر ہوگئے پھر اپنے کفر پر قائم رہ کر اور لوگوں کو دین اسلام سے روک کر یہ کفر میں اور شدید ہوگئے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ یہاں توبہ قبول نہ ہونے کا یہ معنیٰ ہے کہ انہیں معافی نہیں ملے گی کیونکہ یہ توبہ ہی نہیں کرتے، یا یہ معنیٰ کہ چونکہ یہ دل سے نہیں بلکہ منافقانہ طور پر فقط زبان سے توبہ کرتے ہیں ایسی توبہ ہرگز قبول نہیں اور یہی لوگ مکمل طور پر گمراہ ہیں۔ اہم باتیں: (1) ایمان و کفر میں شدت کی کیفیت کے اعتبار سے کمی زیادتی ہوتی ہے یعنی کسی کا ایمان زیادہ قوی اور مضبوط جبکہ کسی کا کمزور اور کسی کا کفر زیادہ شدید جبکہ کسی کا کم شدت والا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت جتنی زیادہ اتنا ہی ایمان مضبوط اور معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جتنا کسی کو بغض زیادہ، اتنا ہی اُس کا کفر شدید ہے۔ (2) خلوص دل سے کی جانے والی توبہ ضرور مقبول ہے۔

آیت 91 اس آیت میں کفر پر مرنے والوں کے لیے شدید وعید کا بیان ہے کہ ایسے لوگ اگر بالفرض اپنی جان چھڑانے کے لئے زمین بھر سونا بھی دیدیں تب بھی ان کی خلاصی نہ ہوگی، ان کے لیے جہنم کا دردناک عذاب ہے اور روز قیامت ان کا کوئی مددگار نہ ہو گا جو انہیں عذاب سے بچا سکے۔ الامان والحفیظ۔ آخرت کی نجات کا دارومدار ایمان پر خاتمے پر ہے، اگر کوئی شخص تمام عمر مومن رہا اور مرتے وقت کافر ہو گیا تو وہ اس آیت میں شامل ہے اور اگر کوئی شخص ساری عمر کافر رہا لیکن مرتے وقت مومن ہو کر مرا تو وہ اس آیت سے خارج ہے۔ اسی لئے صالحین سب سے زیادہ فکر، ایمان پر خاتمے ہی کی کرتے اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے ایمان کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ۬ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۹۲﴾

تم ہرگز بھلائی کو نہیں پاسکو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ

تمام کھانے بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے سوائے ان کھانوں کے جو یعقوب نے تورات نازل کیے جانے سے پہلے

قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۹۳﴾

اپنے اوپر حرام کرلئے تھے۔ تم فرماؤ، تورات لاؤ اور اسے پڑھو اگر تم سچے ہو۔

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾

پھر اس کے بعد بھی جو اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

آیت 92 فرمایا کہ تم ہرگز بھلائی کو نہیں پاسکو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اس کی راہ میں عمدہ اور پسندیدہ چیز خرچ کرتے ہو یا ناکارہ اور ناپسندیدہ چیز، جیسی خرچ کرو گے اسی کے مطابق جزا ملے گی۔ یہاں بھلائی سے مراد تقویٰ یا فرمانبردار بندہ بننا یا نیکی کا ثواب یعنی جنت ہے اور خرچ میں واجب اور نفلی تمام صدقات داخل ہیں۔

(خازن، 1/ 271-272)

آیت 93 شانِ نزول: مدینہ منورہ کے یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر اعتراض کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ تو اونٹ کا گوشت کھاتے اور نہ اونٹنی کا دودھ پیتے تھے جبکہ آپ یہ دونوں چیزیں استعمال کرتے ہیں تو آپ ملتِ ابراہیمی پر کیسے ہوئے؟ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: یہ چیزیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر حلال تھیں۔ یہودی بولے: یہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام پر حرام تھیں اور ہم تک حرام ہی چلی آئی ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ یہودیوں کا دعویٰ غلط ہے، یہ چیزیں حضرت نوح، ابراہیم اور یعقوب علیہم السلام پر حلال تھیں، البتہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کسی سبب سے انہیں اپنے اوپر حرام فرمایا اور یہ حرمت ان کی اولاد میں باقی رہی۔ یہودیوں نے اس کا انکار کیا تو حکم ہوا: ان سے فرمادیجئے کہ تورات میں یہ مضمون موجود ہے، اگر تمہیں اس سے انکار ہے اور تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تورات لے آؤ۔ یہودی تورات میں یہ نہ دکھا سکے اور ان کا جھوٹ ظاہر ہو گیا۔ اہم باتیں: (1) احکام کا منسوخ ہونا ہمیشہ سے ہوتا آرہا ہے۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تورات و انجیل پڑھے بغیر اس کے مضمون کی خبر دی، یہ دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا علم شریف اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے۔

آیت 94 فرمایا کہ بنی اسرائیل پر کچھ کھانے حرام ہونے کی حقیقت واضح ہو جانے کے بعد بھی جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرے اور کہے کہ ملتِ ابراہیمی میں اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ حرام تھے تو وہی لوگ حق کی بجائے باطل کو اختیار کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اہم باتیں: (1) علم کے باوجود گناہ کرنا زیادہ سخت ہے۔ (2) حلال کو اپنی طرف سے بلا دلیل حرام کہنا اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۗ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۵﴾

اے محبوب! تم فرماؤ، اللہ نے سچ فرمایا لہٰذا تم ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے ○

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾

بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لیے ہدایت ہے ○

فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَ لِلّٰهِ عَلَى

اس میں کھلی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور جو اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر

النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ

کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے اور جو انکار کرے تو اللہ سارے جہان سے

آیت 95 بنی اسرائیل پر کچھ کھانے حرام ہونے کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے سچ بیان فرمائی جیسا کہ اس کی ہر بات سچی ہی ہے، لہٰذا تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرک نہ تھے۔ **اہم بات:** دینِ ابراہیمی پر چلنے سے مراد اسلام پر چلنا ہے کیونکہ اس کی پیروی ہی ملتِ ابراہیمی کی پیروی ہے کہ یہ اس ملت کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔

آیت 96 **شانِ نزول:** ایک بار یہودیوں نے کہا: بیت المقدس ہمارا قبلہ ہے، یہ کعبہ سے افضل اور اس سے پہلے کا ہے، نیز یہ انبیاء علیہم السلام کا مقامِ ہجرت اور قبلۂ عبادت رہا ہے۔ مسلمانوں نے کہا کہ کعبہ افضل ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ سب سے پہلا مکان جسے اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت کے لیے مقرر کیا گیا، نماز کا قبلہ اور حج و طواف کی جگہ بنایا گیا وہ خانہ کعبہ ہے جو مکہ معظمہ میں واقع ہے، برکت والا اور سارے جہان والوں کے لیے ہدایت ہے کیونکہ یہ ان کا قبلہ ہے اور یہاں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت و حکمت پر دلالت کرنے والی حیرت انگیز نشانیاں موجود ہیں۔ خانہ کعبہ کی بہت سی خصوصیات ہیں، جیسے یہ سب سے پہلی عبادت گاہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی طرف نماز پڑھی، تمام لوگوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا، یہاں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے۔

آیت 97 خانہ کعبہ کی عظمت و شان کا بیان چل رہا ہے، اسی ضمن میں یہاں تین باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (1) کعبہ میں بہت سی کھلی نشانیاں ہیں جو اس کی فضیلت و حرمت پر دلالت کرتی ہیں، ان میں سے ایک مقامِ ابراہیم ہے۔ (2) جو حرم میں داخل ہوا امن والا ہو گیا کہ یہاں کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ (3) جو یہاں آنے کی استطاعت رکھتا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کے لیے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کا یا حج کی فرضیت کا انکار کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے بلکہ سارے جہان اور ان کی عبادت سے بے نیاز ہے۔ **اہم باتیں:** (1) مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیرِ کعبہ کے وقت کھڑے ہوئے۔ ابھی تک اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کے کچھ نشان باقی ہیں۔ (2) نبی کے قدم چھونے سے پتھر بابرکت اور خدا کی نشانی بن گیا تو خود نبی کی عظمت و شان کا کیا عالم ہوگا۔ (3) کعبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پورا حرم امن والا بنا دیا ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی قتل و جرم کر کے حدودِ حرم

عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٧﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ

بے پرواہ ہے۝ تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب! تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو حالانکہ اللہ تمہارے اعمال پر

عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٨﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

گواہ ہے؟۝ تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب! تم ایمان لانے والوں کو اللہ کے راستے سے کیوں

مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٩﴾

روکتے ہو؟ تم اس میں بھی ٹیڑھا پن چاہتے ہو حالانکہ تم خود اس پر گواہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۝

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اے ایمان والو! اگر تم اہلِ کتاب میں سے کسی گروہ کی اطاعت کرو تو وہ

میں داخل ہو جائے تو وہاں نہ اسے قتل کیا جائے گا اور نہ ہی اس پر حد قائم کی جائے گی۔ (4) حرم سے مراد خانہ کعبہ کے اردگرد کئی کلومیٹر کا علاقہ ہے، جہاں نشانات لگا کر باقاعدہ اسے ممتاز کر دیا گیا ہے۔ (5) حج فرض ہونے کے لئے استطاعت شرط ہے اور اس سے مراد زادِ راہ اور سواری ہے۔ کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہیے کہ جا کر واپس آنے تک اس کے لئے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل وعیال کے خرچے کے علاوہ ہونا چاہئے، نیز راستے کا امن بھی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر حج کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی۔

آیت 98 یہاں اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے مراد قرآن کی آیات اور تورات وانجیل میں موجود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کے شواہد ہیں نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرنے والے عقلی دلائل بھی آیات کے مفہوم میں شامل ہیں۔ اس آیت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے اہل کتاب سے فرمایا گیا کہ تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال پر گواہ ہے اور وہ تمہیں ان کا بدلہ دینے پر بھی خوب قادر ہے۔

آیت 99 یہاں بھی اہل کتاب سے فرمایا گیا کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں تورات کی آیتیں چھپا کر اور یہ کہہ کر کمزور ایمان والوں کو دینِ خدا سے کیوں بہکاتے ہو کہ یہ وہ نبی نہیں جن کی خبر تورات وانجیل میں ہے، اس طریقے سے تم اللہ کے دین میں ٹیڑھا پن چاہتے ہو حالانکہ تم خود اس بات کے گواہ ہو کہ تورات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان لکھی ہوئی ہے اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول دین صرف اسلام ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے ہرگز بے خبر نہیں، بس وہ تمہیں ایک وقت تک مہلت دے رہا ہے۔

آیت 100 شانِ نزول: شمر شاس بن قیس یہودی کو انصار کے قبیلوں اوس اور خزرج کی باہمی محبت، اچھا سلوک اور اتفاق دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی، اس نے ایک نوجوان یہودی کے ذریعے انہیں گزشتہ جنگیں یاد دلا کر آپس میں لڑا دیا۔ قریب تھا کہ خونریزی ہو جاتی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: یہ جاہلیت کی حرکتیں کرتے ہو حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور روتے ہوئے ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اہم باتیں: (1) یہاں کفر سے مراد کافروں والے کام ہیں یعنی اپنی انا کے لئے آپس میں جنگ کرنا۔ (2) فتنہ فساد برپا کرنا اور مسلمانوں کو آپس میں

يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٠﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ

تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کفر کی حالت میں لوٹا دیں گے○ اور (ایمان والو اب) تم کیوں کفر کرو گے حالانکہ تمہارے سامنے اللہ کی آیتیں

اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٠١﴾ ع

پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف فرما ہے اور جس نے اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لیا تو اسے یقیناً سیدھا راستہ دکھا دیا گیا○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٢﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ضرور تمہیں موت صرف اسلام کی حالت میں آئے○

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو

...کافروں کا کام ہے جبکہ آپس میں پیار محبت پیدا کرنا اور صلح کروانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

آیت 101 یہاں ابتداءً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب ہے کہ اے صحابہ! تم کافروں کی طرح آپس میں کیسے لڑ سکتے ہو جبکہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحبت یافتہ اور ان کی زبان مبارک سے قرآن مجید سنتے ہو۔ مزید فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کا سہارا یعنی اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے دین کو مضبوطی سے تھام لیا اور زندگی کے جملہ امور میں اسی کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے وہ ضرور ہدایت پا جائے گا۔ درس: یہاں ہمارے لئے بھی نصیحت ہے کہ ہمارے درمیان قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات موجود ہیں تو پھر آپس میں نفسانی لڑائی کیوں ہوتی ہے؟

آیت 102 فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ایسا ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے اور اپنی طرف سے ہر لمحہ اسلام پر ہی رہنے کی کوشش کرو تاکہ جب تمہیں موت آئے تو حالتِ اسلام پر ہی آئے۔ ایمان پر خاتمہ سب سے بڑی چیز ہے، اس کی بہت فکر کی حاجت ہے۔

آیت میں فرمایا، اللہ سے ایسے ڈرو جیسے ڈرنے کا حق ہے، اس سے مراد ہے کہ جتنی تم طاقت رکھتے ہو اتنا اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

آیت 103 یہاں مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے والے افعال و حرکات سے منع کیا جا رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں فرقوں میں تقسیم نہ ہو جاؤ جیسے یہودیوں اور عیسائیوں نے فرقے بنا لئے۔ مزید فرمایا کہ اے مسلمانو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کرو جن میں سے ایک یہ ہے کہ جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اور تمہارے درمیان طویل عرصے سے جنگیں جاری تھیں تو اسلام کی بدولت عداوت و دشمنی دور ہو کر آپس میں دینی محبت پیدا ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہاری دشمنیاں مٹا دیں، جنگ کی آگ ٹھنڈی کر دی اور آپس میں الفت و محبت پیدا کر دی اور تمہیں ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنا دیا ورنہ تم لوگ اپنے کفر کی وجہ سے جہنم کے گڑھے کے کنارے پر پہنچے ہوئے تھے اور اگر اسی حال پر مر جاتے تو جہنم میں جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے دولتِ ایمان عطا کر کے تمہیں اس تباہی سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ تم سے اسی طرح اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ اہم باتیں: (1) صلح راستہ اور

إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا

جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ پیدا کر دیا پس اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی

وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ

اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اللہ تم

اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٠٣﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ

یوں ہی اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ○ اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے

إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ

بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے منع کریں اور یہی لوگ

طریقہ مذہب اہل سنت ہے، اس کے سوا کوئی راہ اختیار کرنا دین میں تفریق کرنا ہے اور یہ ممنوع ہے۔ بعض لوگ اس آیت سے اہل سنت سمیت سب کو غلط قرار دیتے ہیں یہ سراسر غلط ہے کیونکہ حکم یہ ہے کہ جس طریقے پر مسلمان چلتے آرہے ہیں، جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے جاری اور سنت سے ثابت ہے اس سے نہ ہٹو۔ اہل سنت و جماعت سنت رسول اور جماعت صحابہ کے طریقے پر ہی چلتے آرہے ہیں تو کہیں ان لوگوں کو جائے گا جو اس سے ہٹے نہ کہ اصل طریقے پر چلنے والوں کو کہا جائے کہ تم اپنا طریقہ چھوڑ دو۔ (2) حبل اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی رسی سے مراد قرآن ہے یا جماعت اور جماعت مسلمانوں کی اکثریت کو کہتے ہیں، یہ نہیں کہ تین آدمی مل کر جماعۃ المسلمین نام رکھ لیں اور بولیں کہ قرآن نے ہماری ٹولی میں داخل ہونے کا کہا ہے۔ (3) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کی سب سے اعلیٰ نعمت اور ہمارے لئے نجات کا سب سے بڑا وسیلہ ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کرنا اور ایک دوسرے کو یاد دلانا بہت عمدہ عبادت ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہمارے لئے کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہیں۔ میلاد شریف یا سیرت طیبہ یا محفل معراج وغیرہ سب نعمت خداوندی یاد کرنے کے اسی حکم الٰہی پر عمل کی صورتیں ہیں۔

آیت 104 فرمایا گیا کہ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ تمام مسلمان ایک ہی کام میں لگ جائیں لیکن اتنا ضرور ہونا چاہئے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ ایسا ہو جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے، اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کرے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اہم باتیں: (1) مجموعی طور پر تبلیغ دین فرض کفایہ ہے۔ اس کی بہت صورتیں ہیں جیسے تصنیف، تقریر، انفرادی طور پر نیکی کی دعوت وغیرہ۔ (2) جہاں کوئی شخص کسی برائی کو روکنے پر قادر ہو وہاں اس پر برائی سے روکنا فرض عین ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے: تم میں سے جو برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل میں برا جانے اور یہ کمزور ایمان والا ہے۔ (مسلم، حدیث: 177) درس: ہمارے معاشرے میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے حوالے سے مجموعی طور پر صورتِ حال افسوس ناک ہے۔ والدین اپنی اولاد، اساتذہ اپنے شاگردوں اور افسر اپنے نوکروں کے برے اعمال سے چشم

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا

فلاح پانے والے ہیں○ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو آپس میں متفرق ہو گئے اور انہوں نے اپنے پاس

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٥﴾ يَّوْمَ

روشن نشانیاں آجانے کے بعد (بھی) آپس میں اختلاف کیا اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے○ جس دن

تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ

کئی چہرے روشن ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے

پوشی کرتے ہیں، اسی طرح شوہر بیوی، بھائی بہن اور عزیز رشتہ دار ایک دوسرے کو نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں نہ قدرت کے باوجود برائی سے روکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلم قوم دنیا بھر میں ذلت و رسوائی کا شکار اور رفتہ رفتہ تباہی کی طرف بڑھتی جا رہی ہے۔

آیت 105 ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! تم ان یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح نہ ہو جانا جو دین سے متعلق فرقہ بندی میں پڑ گئے اور انہوں نے ایک کلمہ حق پر متفق کرنے والی روشن نشانیاں اپنے پاس آجانے کے بعد بھی ایک دوسرے سے اختلاف کیا، تورات و انجیل کی آیتیں چھپائیں اور دنیا کا حقیر مال حاصل کرنے کے لیے ان میں تحریفات کیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے بڑا عذاب ہے۔ اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ اے مسلمانو! آپس میں اس طرح اختلاف اور پھوٹ میں نہ پڑ جانا جیسے تم دورِ جاہلیت کے وقت متفرق اور ایک دوسرے سے بغض و عناد میں بھرے پڑے تھے۔ پہلا معنی عقیدے اور دوسرا معنی عمل کے اعتبار سے ہے۔

اہم باتیں: (1) اس آیت میں مسلمانوں کو آپس میں اتفاق و اجتماع کا حکم دیا گیا، اختلاف اور اس کے اسباب پیدا کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ (2) نااتفاقی اور پھوٹ کا مجرم وہ شخص ہے جو سنتِ نبوی اور طریقہ صحابہ کو چھوڑ کر نئی راہ نکالے اور اس صحیح راستے کی علامت حدیث میں فرمائی کہ جس عقیدے پر مسلمانوں کی اکثریت ہو۔ حدیث پاک میں ہے: میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہو گی، جب تم اختلاف دیکھو تو بڑی جماعت کو لازم پکڑ لو۔ (ابن ماجہ، حدیث: 3950)

آیت 106 یہاں قیامت کے دن کا منظر بیان ہوا ہے کہ اس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے جو یقیناً اہل ایمان کے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے جو یقیناً کفار کے ہوں گے اور کافروں سے کہا جائے گا کہ کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے؟ تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔ اہم باتیں: (1) چہرے روشن اور سیاہ ہونے سے یا تو ان کے حقیقی معنیٰ مراد ہیں یا مجازی طور۔ مجازی معنی کی تفصیل یہ ہے کہ چہرے روشن ہونے سے مراد یہ ہے کہ فضل و نعمت الٰہی ملنے پر خوشی و مسرت کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہوں گے اور چہرے سیاہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ خوف اور حزن و ملال کی شدت سے ان کے چہروں کا رنگ اڑا ہو گا۔ (2) آیت کے اس حصے "کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے" میں خطاب یا تو تمام کفار سے ہے، اس صورت میں معنی یہ ہے کہ کیا تم روزِ میثاق ایمان لا کر دنیا میں کافر ہو گئے تھے۔ یا یہاں خطاب منافقین سے ہے جنہوں نے زبان سے اظہارِ ایمان کیا اور دل سے منکر رہے یا وہ اہل کتاب مخاطب ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت سے پہلے آپ پر ایمان لائے لیکن بعد میں کافر ہو گئے یا

اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝

(ان سے کہا جائے گا کہ) کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تھے؟ تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

اور وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلِلّٰهِ

یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم حق کے ساتھ تمہارے سامنے پڑھتے ہیں اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا ○ اور اللہ ہی کا

ع مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ كُنْتُمْ خَيْرَ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں ○ (اے مسلمانو!) تم بہترین

مخاطب وہ مرتدین ہیں جو اسلام سے پھر گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت کی رُوسیاہی سے بچائے۔

آیت 107 فرمایا کہ وہ لوگ جن کے چہرے روشن اور سفید ہوں گے یعنی اطاعت گزار مومن، تو وہ رحمتِ الٰہی کی جگہ جنت میں ہوں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس گروہ میں شامل فرمائے۔

آیت 108 فرمایا کہ نیک لوگوں کو انعام ملنے اور کفار کو عذاب ہونے کے بیان پر مشتمل یہ آیتیں اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ تمہارے سامنے پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا کہ نہ کسی کو بے جرم عذاب دیتا ہے اور نہ کسی کی نیکی کا ثواب کم کرتا ہے، لوگ اپنے برے اعمال کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔

آیت 109 فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور بندوں کے تمام امور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تو جو جیسی جزا و سزا کا مستحق ہو گا ویسی ہی پائے گا۔

آیت 110 شانِ نزول: کچھ یہودیوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا: ہم تم سے افضل ہیں اور ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے مسلمانو! تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی ہدایت کے لئے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے، برائی سے منع کرتے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا لیکن ان میں کچھ ہی لوگ ایمان لائے جیسے یہودیوں میں سے حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی، عیسائیوں میں سے حضرت نجاشی اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم۔ اس کے برعکس یہود و نصاریٰ کی اکثریت نے اسلام قبول نہ کیا۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں امتِ محمدیہ کو تمام امتوں سے افضل فرمایا گیا اور بعض آیات میں بنی اسرائیل کو بھی عالمین یعنی تمام جہانوں سے افضل فرمایا گیا ہے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا افضل ہونا ان کے زمانے کے وقت ہی تھا جبکہ امتِ محمدیہ کا افضل ہونا دائمی ہے۔ (2) چونکہ یہ بہترین امت ہے اس لئے اس امت کا اتفاق و اتحاد بہت بڑی دلیل شرعی ہے جو اس سے ہٹ کر چلے وہ گمراہی کے راستے پر ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا

أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ

امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر

بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ

ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا، ان میں کچھ مسلمان ہیں

وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ

اور ان کی اکثریت نافرمان ہیں ○ یہ تمہیں ستانے کے علاوہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر تم سے لڑیں گے تو تمہارے سامنے سے

الْاَدْبَارَ قف ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ

پیٹھ پھیر جائیں گے پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی ○ یہ جہاں بھی پائے جائیں ان پر ذلت مسلط کردی گئی سوائے اس کے کہ انہیں

امت رحمت، جماعت پر ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ دوزخ میں گیا۔(ترمذی، حدیث:2173) درس: نیکی کی دعوت دینا وہ عظیم منصب ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو عطا فرمایا اور جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مبعوث فرما کر نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا تو امتِ محمدیہ کو اس منصب تبلیغ پر فائز فرما کر انہیں سب سے بہترین امت قرار دیا۔

آیت 111 شانِ نزول: جو لوگ یہودیت چھوڑ کر مسلمان ہوئے، یہودی سردار ان کے دشمن ہو گئے اور انہیں تکلیف پہنچانے کی فکر میں رہتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مطمئن کر دیا کہ زبانی طعن و تشنیع اور دھمکیوں کے علاوہ یہ ان مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے اور اگر یہ اہل کتاب مسلمانوں کے مقابلے میں آئے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، مقابلہ نہ کر سکیں گے اور انہیں کہیں سے مدد بھی نہ ملے گی۔ یہ تمام غیبی خبریں پوری ہوئیں چنانچہ بعد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شام، روم وغیرہ تمام علاقوں میں فتح حاصل کی۔

آیت 112 اس آیت میں بتایا گیا کہ یہودی کسی جگہ اور کسی بھی زمانے میں ہوں، یہ ذلت و خواری سے کسی صورت نہیں بچ سکتے سوائے دو صورتوں کے، ایک یہ کہ انہیں خدائی سہارا مل جائے یعنی مسلمان ہو جائیں تو حقیقی عزت حاصل کر سکتے ہیں۔ دوسری صورت ہے کہ انہیں لوگوں کی طرف سے سہارا مل جائے جیسے ان سے معاہدہ کر لیں، اسلامی حکومت کے ذمی بن جائیں یا کافر حکومتوں سے بھیک مانگیں اور تعاون حاصل کریں تو دنیوی عزت پا سکتے ہیں اور ایسی صورت میں ان کی سلطنت بھی بن سکتی ہے۔ مزید فرمایا کہ یہودی غضب الٰہی کے مستحق ہیں اور ہر طرف سے ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی، یہ سب اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور نبیوں کو ناحق شہید کرتے تھے اور نافرمانی اور سرکشی کرنے والے تھے۔ اہم باتیں: (1) کفار کے تعاون سے یہودی سلطنت کا موجودہ وجود قرآن کی صداقت کے خلاف نہیں بلکہ صداقت کی بڑی صاف دلیل ہے کہ وہ دیگر کافر حکومتوں کے تعاون سے ہی قائم ہوئی ہے۔ (2) یہودیوں پر محتاجی مسلط کیے جانے کا ایک معنی یہ ہے کہ ان کے دل حریص و فقیر و محتاج رہیں گے اگرچہ یہ ظاہری طور

مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الْمَسْكَنَةُ

اللہ کی طرف سے سہارا مل جائے یا لوگوں کی طرف سے سہارا مل جائے۔ یہ اللہ کے غضب کے مستحق ہیں اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ

یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق شہید کرتے تھے

بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ لَیْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىِٕمَةٌ یَّتْلُوْنَ

اور اس لئے کہ وہ نافرمان اور سرکش تھے ○ یہ سب ایک جیسے نہیں، اہل کتاب میں کچھ وہ لوگ بھی ہیں جو حق پر قائم ہیں وہ رات کے

اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَ هُمْ یَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ

لمحات میں اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں ○ یہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں

وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ

اور بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں

وَ اُولٰٓىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ مَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ یُّكْفَرُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ

اور یہ لوگ (اللہ کے) خاص بندوں میں سے ہیں ○ اور یہ لوگ جو نیک کام کرتے ہیں ہرگز اس نیکی پر ان کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ

پر کتنے ہی مالدار اور خوشحال ہوں۔

آیت 113 شانِ نزول: جب حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی ایمان لائے تو یہودیوں نے کہا: یہ برے لوگ ہیں اگر برے نہ ہوتے تو اپنے باپ دادا کا دین نہ چھوڑتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اہلِ کتاب سب ایک جیسے نہیں، ان میں سے کچھ وہ لوگ بھی ہیں جو حق پر قائم ہیں جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم، وہ رات کے لمحات میں قرآن کی آیتیں تلاوت کرتے اور سجدہ کرتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) نمازِ تہجد اعلیٰ عبادت ہے۔ یہاں رات کو اٹھ کر عبادت کرنے والوں کی بطورِ خاص تعریف کی گئی ہے۔ (2) رات کی عبادت، نماز اور تلاوت دن کی ان عبادات سے افضل ہیں کیونکہ جو دل کی یکسوئی رات میں میسر ہوتی ہے دن میں نہیں ہوتی۔

آیت 114 حق پر قائم لوگوں کے مزید اوصاف بیان کئے جا رہے ہیں کہ یہ شریعت کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے، بھلائی کا حکم دیتے، برائی سے منع کرتے اور نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے ہیں۔

آیت 115 شانِ نزول: یہودیوں نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے کہا کہ تم دینِ اسلام قبول کر کے خسارے میں پڑے، اس پر فرمایا گیا کہ یہ لوگ جو نیک کام کرتے ہیں ہرگز اس نیکی پر ان کی ناقدری نہیں کی جائے گی بلکہ یہ تو بارگاہ

بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ

ڈرنے والوں کو جانتا ہے○ وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کے مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کے عذاب سے

مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ

کچھ بچا نہ سکیں گے اور یہی لوگ جہنمی ہیں، یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے○ اس دنیاوی زندگی میں جو خرچ کرتے ہیں

فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا

اس کی مثال اس ہوا جیسی ہے جس میں شدید ٹھنڈ ہو، وہ ہوا کسی ایسی قوم کی کھیتی کو جا پہنچے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہو

اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

تو وہ ہوا اس کھیتی کو ہلاک کردے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ

اے ایمان والو! غیروں کو راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کریں گے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ

الٰہی میں بلند درجات کے مستحق ہوئے اور اپنی نیکیوں کی جزا پائیں گے، یہودیوں کی بات فضول ہے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کو جانتا ہے۔ اس میں متقی لوگوں کے لیے ثواب کی بشارت ہے۔

آیت 116 اپنے مال واولاد پر ناز کرنے والے اور مال کی وجہ سے ایمان قبول نہ کرنے والوں سے فرمایا کہ مال واولاد میں سے کوئی بھی ان کے کام آنے والا اور انہیں عذاب الٰہی سے بچانے والا نہیں۔ نجات صرف حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہونے میں ہے۔

آیت 117 اس آیت میں کافر کے خرچ اور ریاکاری کے طور پر خرچ کرنے والے کی مثال بیان فرمائی گئی کہ ان کے خرچ کو ان کا کفر یا ریاکاری ایسے تباہ کر دیتے ہیں جیسے برفانی ہوا کھیتی کو برباد کر دیتی ہے اور ان کے ساتھ یہ معاملہ ظلم نہیں بلکہ ان کے کفر، نفاق یا ریاکاری کا انجام ہے تو یہ خود ان کا اپنی جانوں پر ظلم ہے۔ اہم بات: ریاکار کو چونکہ رضائے الٰہی مقصود نہیں ہوتی لہٰذا ریاکاری کے طور پر کیے گئے عمل کا آخرت میں کوئی ثواب نہیں جبکہ کافر کے تمام اعمال برباد ہیں، وہ ثواب آخرت کی نیت سے عمل کرے تب بھی ثواب نہیں پاسکتا کہ خدا نے ایمان کو قبولیت اعمال کی شرط قرار دیا ہے۔

آیت 118 شانِ نزول: بعض مسلمان اپنے پڑوسی اور رشتہ دار یہودیوں سے پڑوس یا رشتہ داری کی بنا پر دوستی اور میل جول رکھتے تھے۔ ان کے بارے یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! غیروں یعنی یہودیوں، عیسائیوں اور منافقین کو اپنا راز دار نہ بناؤ کیونکہ یہ لوگ تمہاری برائی چاہنے میں کوئی کمی نہیں کریں گے، ان کی تو خواہش ہی یہ ہے کہ مسلمان تکلیف ومشقت میں پڑے رہیں۔ ان کی دشمنی ان کے الفاظ تیز کردار سے ظاہر ہو چکی ہے اور ان کے دلوں میں چھپا بغض وعداوت تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

وَدُّوۡا مَا عَنِتُّمۡ ۚ قَدۡ بَدَتِ الۡبَغۡضَآءُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ ۖۚ وَمَا تُخۡفِىۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَكۡ

تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ بیشک (ان کا) بغض تو ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی بڑ

قَدۡ بَيَّنَّا لَـكُمُ الۡاٰيٰتِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰۤاَنۡتُمۡ اُولَاۤءِ تُحِبُّوۡنَهُمۡ وَلَا يُحِبُّوۡنَكُ

بیشک ہم نے تمہارے لیے کھول کر آیتیں بیان کر دیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔ خبردار: یہ تم ہی ہو جو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں پسند نہ

وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوۡكُمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوۡا عَضُّوۡا عَلَيۡ

حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لا چکے ہیں اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں

الۡاَنَامِلَ مِنَ الۡغَيۡظِ ؕ قُلۡ مُوۡتُوۡا بِغَيۡظِكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنۡ

کے مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں۔ اے حبیب! تم فرما دو، اپنے غصے میں مر جاؤ۔ بیشک اللہ دلوں کی بات کو خوب جانتا ہے۔ اگر تم

اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامنے اپنی آیتیں بہت واضح طور پر بیان فرما دی ہیں۔ اگر تم عقل رکھتے ہو تو ان سے دوستی نہ کرو۔ اہم باتیں: (1) کفار سے دوستانہ تعلقات، دلی محبت و اخلاص حرام اور انہیں رازدار بنانا ناجائز ہے اور تجربات سے بھی یہی ثابت ہے کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ (2) مسلمان حکمرانوں کو چاہئے کہ کافروں اور مرتدوں کو اہم عہدوں پر نہ لگائیں جس سے انہیں غداری کا موقع ملے۔ درس: قرآن پاک کی جامعیت اور حقانیت سمجھنا ہو تو پچھلی ایک صدی میں اسلامی ملکوں اور مسلمانوں کے ساتھ کفار نے کیا سلوک کیا اور کیسے انہیں برباد کیا ہے اس پر غور کر لیں۔ سو فیصد واضح ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ قطعی طور پر حق اور سچ ہے اور یہی حقیقت ماضی بعید سے قریب تک کی تاریخ سے سامنے آتی ہے۔ لیکن افسوس! ابھی بھی ہماری آنکھیں خواب غفلت میں ہیں، ہمارے لوگ ابھی بھی انہیں کو اپنا مشکل کشا و حاجت روا مانتے ہیں جنہیں اپنا رازدار بنانے سے بھی اللہ تعالیٰ منع فرما رہا ہے۔

آیت 119 فرمایا کہ اے مسلمانو! خبردار! یہ صرف تم ہو جو رشتہ داری اور دوستی وغیرہ تعلقات کی بنا پر ان سے محبت کرتے ہو جبکہ وہ تمہیں پسند نہیں کرتے اور دینی مخالفت کی بنا پر تم سے دشمنی رکھتے ہیں حالانکہ تم قرآن کے علاوہ ان کی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہو لیکن وہ تمہاری کتاب پر ایمان نہیں رکھتے تو جب وہ اپنے کفر میں اتنے پختہ ہیں تو تم اپنے ایمان میں پختہ کیوں نہیں ہوتے اور ان میں سے منافقین کا حال یہ ہے کہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم ایمان لا چکے ہیں اور جب تنہائی میں ہوتے ہیں تو غصے کے مارے تم پر انگلیاں چباتے ہیں لہٰذا اے مسلمانو! ان سے بچو۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کے اس غیظ و غضب پر آپ ان سے فرما دیں کہ تم مرتے دم تک اپنے غصے پر قائم رہو اور اس جلن میں جلتے رہو لیکن یاد رکھو! اس سے اسلام اور مسلمانوں کا کچھ نہیں بگڑے گا بلکہ تمہارے لئے ہی یہ غصہ عذاب کا باعث ہوگا کیونکہ تمہاری یہ قلبی حالت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو دلوں کی باتیں بھی خوب جانتا ہے۔

آیت 120 اے مسلمانو! کفار کی عمومی حالت یہ ہے کہ اگر دشمنوں پر غلبے، غنیمت اور مسلسل لوگوں کے دین اسلام قبول کرنے کی صورت میں تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو حسد کی وجہ سے انہیں برا لگتا ہے اور اگر دشمنوں کی طرف سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر خوش ہوتے ہیں، جب ان کا یہ حال ہے تو پھر ان سے محبت دوستی کیوں رکھتے ہو، تمہیں ان سے بچنا چاہئے اور اگر تم صبر و استقامت کا

تَمۡسَسۡكُمۡ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۫ وَ اِنۡ تُصِبۡكُمۡ سَيِّئَةٌ يَّفۡرَحُوۡا بِهَا ؕ وَ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَ تَتَّقُوۡا

کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگتا ہے اور اگر تمہیں کوئی برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کا

لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ مُحِيۡطٌ ﴿۱۲۰﴾ وَ اِذۡ غَدَوۡتَ

مکر و فریب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ بیشک اللہ ان کے تمام کاموں کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ اور یاد کرو اے حبیب! جب صبح کے وقت

مِنۡ اَهۡلِكَ تُبَوِّئُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مَقَاعِدَ لِلۡقِتَالِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذۡ هَمَّتۡ

تم اپنے دولت خانہ سے نکل کر مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر مقرر کر رہے تھے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ جب تم میں سے

طَّآئِفَتٰنِ مِنۡكُمۡ اَنۡ تَفۡشَلَا ۙ وَ اللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲۲﴾

دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ بزدلی دکھائیں اور اللہ ان کو سنبھالنے والا تھا اور اللہ ہی پر مسلمانوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔

راستہ اپناؤ اور ان سے محبت و دوستی وغیرہ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو خدا کی مدد تمہارے شاملِ حال ہوگی جس سے ان کافروں کا کوئی مکر و فریب تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا کیونکہ ان کفار کے تمام اعمال خدا کی قدرت و علم کے احاطے میں ہیں۔

آیت 121 یہاں سے غزوۂ احد کا بیان ہو رہا ہے، جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ جنگِ بدر میں شکست کھانے سے کفار کو بڑا رنج تھا اور انتقام کے لیے بے تاب تھے، اسی سلسلے میں انہوں نے ایک بڑا بھاری لشکر تیار کر لیا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خبر ملی کہ لشکرِ کفار اُحد میں پہنچا ہوا ہے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرمایا اور بالآخر یہ طے پایا کہ مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر کفار سے لڑنا چاہئے۔ مشرکین دو تین دن سے اُحد میں پہنچے ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نمازِ جمعہ کے بعد ایک انصاری کی نمازِ جنازہ پڑھ کر روانہ ہوئے اور 15 شوال 3 ہجری بروز اتوار اُحد میں پہنچے۔ یہاں لشکرِ اسلام کے پیچھے پہاڑ کا ایک درہ تھا، اس طرف سے اندیشہ تھا کہ کسی وقت دشمن پیچھے سے آکر حملہ نہ کر دے، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ وہاں مقرر فرما دیا کہ اگر دشمن اس طرف سے حملہ آور ہو تو تیروں کے ذریعے اس کا حملہ ناکام کر دیا جائے اور حکم دیا کہ کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا اور یہ جگہ نہ چھوڑنا، خواہ فتح ہو یا شکست۔

آیت 122 یہ دونوں گروہ انصار میں سے تھے، ایک قبیلہ بنی سلمہ جس کا تعلق خزرج سے تھا اور ایک بنی حارثہ جس کا تعلق اوس سے تھا، یہ دونوں لشکر کے بازو تھے۔ یہ واقعہ کچھ یوں ہوا کہ معرکے میں شریک عبد اللہ بن ابی منافق مشورے میں اپنی رائے قبول نہ ہونے پر برہم تھا، اس نے مسلمانوں کے لشکر میں افراتفری پھیلانے کے لیے اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ منصوبہ بنایا کہ جب کفار کا لشکر سامنے آئے تو سب بھاگ جائیں، چنانچہ منصوبے کے مطابق جب عبد اللہ بن ابی اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگا تو انصار کے ان قبیلوں نے بھی واپسی کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے انہیں بھاگنے سے محفوظ رکھا اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ مزید فرمایا کہ مسلمانوں کو اپنے تمام امور میں صرف اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔ **اہم بات:** توکل کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی کارساز ہونے کا یقین رکھتے ہوئے اپنے کام اس کے سپرد کر دینا۔ خدا کے بنائے ہوئے اسباب اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور بیشک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سر و سامان تھے تو اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

یاد کرو اے حبیب! جب تم مسلمانوں سے فرما رہے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر

مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ

تمہاری مدد کرے ○ ہاں کیوں نہیں، اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور کافر اسی وقت تمہارے اوپر حملہ آور ہو جائیں تو تمہارا

رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ

رب پانچ ہزار نشان والے فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا ○ اور اللہ نے اس امداد کو صرف تمہاری خوشی کے لئے کیا اور اس لئے

آیت 123 یہاں اللہ تعالیٰ اپنا عظیم احسان بیان فرما رہا ہے کہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی تعداد اور ہتھیار کم جبکہ کفار تعداد اور جنگی قوت میں مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھے تو اس بے سر و سامانی کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور انہیں کفار پر فتح عطا فرمائی لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہیں تاکہ شکر گزار ہو جائیں۔ اہم باتیں: (1) جنگ بدر 17 رمضان 2 ہجری میں جمعہ کے دن ہوئی۔ مسلمان 313 جبکہ کفار تقریباً ایک ہزار تھے۔ (2) جنگ بدر میں فرشتوں نے مسلمانوں کی مدد کی، ان کے مدد کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کرنا فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا مدد کرنا در حقیقت اللہ تعالیٰ کا ہی مدد کرنا ہے۔

آیت 124 یہاں وہ وقت یاد دلایا جا رہا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حوصلہ دیتے ہوئے فرمایا: اپنی ہمت بلند رکھو، کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد فرمائے۔

آیت 125 مزید فرمایا کہ صرف تین ہزار فرشتوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اگر تم صبر و استقامت و تقویٰ اختیار کرو اور اسی وقت کافر تم پر حملہ آور ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ پانچ ہزار ممتاز فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا۔ یہ خدائی وعدہ پورا ہوا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صبر و تقویٰ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے پانچ ہزار فرشتے اتار کر میدان بدر میں مسلمانوں کی مدد کی۔ اس وعدے کے پورا ہونے سے معلوم ہوا کہ بدر میں شریک تمام صحابہ صابر و متقی تھے۔

آیت 126 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اتار کر تمہاری مدد صرف تمہاری خوشی کے لئے کی اور اس لئے کی کہ اس سے تمہارے دلوں کو اطمینان ہو، دشمن کی کثرت سے پریشانی اور بے قراری نہ ہو اور مسلمانوں کو ویسے ہی یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ حقیقی مدد اسباب سے نہیں بلکہ اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے جو زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔ اہم باتیں: (1) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوشی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔ (2) حقیقی مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے لہٰذا بندہ صرف اسباب پر نہیں بلکہ مُسَبِّبُ الاسباب

وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿١٢٦﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا

اور اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے اور مدد صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے جو زبردست ہے حکمت والا ہے○ اس لئے کہ وہ کافروں

مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنقَلِبُوا خَائِبِينَ ﴿١٢٧﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ

کا ایک حصہ کاٹ دے یا انہیں ذلیل ورسوا کردے تو وہ نامراد ہو کر لوٹ جائیں○ اے حبیب! آپ کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں،

أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٢٨﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا

اللہ چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دیدے اور چاہے تو انہیں عذاب میں ڈال دے کیونکہ یہ ظالم ہیں○ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

ع فِي الْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٩﴾

اور جو کچھ زمین میں ہے۔ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے○

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

اے ایمان والو! دُگنا در دُگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں

پر نظر رکھے اور اسی پر توکل کرے۔

آیت 127 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد اس لئے بھی فرمائی کہ کافروں کے بڑے بڑے سردار مارے جائیں، گرفتار کیے جائیں یوں ان کی قوت ختم ہو یا انہیں شکست سے ذلیل ورسوا کردے تو وہ نامراد ہو کر لوٹ جائیں، چنانچہ میدان بدر میں ایسا ہی ہوا۔

آیت 128 شانِ نزول: ہجرت کے چوتھے سال ماہِ صفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے 70 قاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ اور عسفان کے درمیان ایک جگہ بئر معونہ کی طرف بھیجے تاکہ وہ لوگوں کو قرآن پاک اور دینی مسائل سکھائیں۔ عامر بن طفیل نامی شخص نے دھوکے سے انہیں شہید کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کافروں کے لئے بربادی کی دعا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی حکمت سے روک دیا، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان کے خلاف کوئی دعا نہ کریں بلکہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دے اور چاہے تو عذاب میں ڈال دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔ اہم بات: یہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وہ مبارک تربیت ہے جو ربُّ العالمین نے خود فرمائی اور ہر جگہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کامل رہنمائی فرمائی۔

آیت 129 فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کا خالق ومالک اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا اسی کے پاس اختیار ہے کہ جسے چاہے ایمان وتوبہ کی توفیق دے کر بخش دے اور جسے چاہے اس کے کفر وبد عملی پر عذاب دے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔

آیت 130 اس آیت میں سود کھانے کی حرمت کا بیان ہے، فرمایا کہ اے ایمان والو! دُگنا در دُگنا سود نہ کھاؤ اور اسے کھانے کے

تُفْلِحُونَ ﴿١٣٠﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿١٣١﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ

کامیابی مل جائے○ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے○ اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٣٢﴾ وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ

تاکہ تم پر رحم کیا جائے○ اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کی وسعت آسمانوں اور

وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٣﴾ الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ

برابر ہے۔ وہ پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے○ وہ جو خوشحالی اور تنگدستی میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ پینے

معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اسے چھوڑ دو تاکہ اس کا ثواب پاکر آخرت میں تمہیں کامیابی مل جائے۔ اہم باتیں: (1) سود اضافہ کو کہتے ہیں جو کسی سے بطورِ شرط طے کرکے اصل سے زائد لیا جائے جیسے ایک لاکھ قرض دے کر ایک لاکھ دس ہزار لینا۔ (2) یہاں دُگنا دَر دُگنا سود کھانے سے منع کیا گیا اس کا پس منظر یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں قرض پر سود لیا جاتا اور قرض کی ادائیگی کے لیے الگ الگ مدت مقرر کی جاتی، اگر مقروض وقت پر سود ادا نہ کرپاتا تو قرض دینے والا تقاضا کرتا کہ تم سود کی رقم بڑھادو تو میں قرض ادائیگی کی مدت بڑھادوں گا، سود دینے کی مدت پوری ہونے پر یہ عمل بار بار کیا جاتا، اس لیے اسے دُگنا دَر دُگنا کہا گیا ہے۔ سود کی یہ صورت بھی حرام ہے اور صرف ایک مرتبہ سود والی صورت بھی حرام ہے۔ جدید دور کے بعض لوگ اس میں وسوسے ڈالتے ہیں، وہ سب باطل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود لکھنے والے اور گواہی دینے والے پر لعنت کی اور فرمایا: یہ سب اس گناہ میں برابر ہیں۔ (مسلم، حدیث: 4093)

آیت 131 فرمایا کہ کسی حرام قطعی کو حلال نہ جان کر اس آگ سے بچو جو کافروں کو عذاب دینے کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اہم بات: سود حرام قطعی ہے، اسے حلال جاننے والا کافر ہے۔

آیت 132 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو تمہیں حکم دیا اور جس چیز سے منع کیا اس میں فرمانبرداری کرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اپنی دعاؤں میں ہم رحم کی دعائیں مانگتے ہیں اور اس آیت میں خدا کا رحم پانے کا طریقہ بتایا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت کرو۔

آیت 133 فرمایا گیا کہ صحیح عقائد، گناہوں سے توبہ، فرائض کی ادائیگی، نیک اعمال اور ان میں اخلاص پیدا کرکے اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف جلدی کرو۔ پھر جنت کی وسعت اس طرح بیان فرمائی کہ لوگ سمجھ سکیں کیونکہ لوگ جو سب سے وسیع چیز دیکھتے ہیں وہ آسمان اور زمین ہے اس سے وہ اندازہ کرسکتے ہیں کہ اگر تمام آسمانوں اور زمین کو ترتیب سے ایک لائن میں رکھ کر جوڑ دیا جائے تو جو وسعت بنے گی اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کتنی وسیع ہے۔ مزید فرمایا کہ جنت پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اہم بات: آیت میں جنت کے تیار ہوجانے کا ذکر ماضی کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔ اسی لئے اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ جنت و دوزخ پیدا ہوچکی ہیں اور شبِ معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جنت کی سیر اور جہنم کا مشاہدہ بھی کیا تھا۔

آیت 134 پرہیزگاروں کے لیے جنت ہے اور پرہیزگار وہ لوگ ہیں جو خوشحالی و تنگدستی دونوں حالتوں میں راہِ خدا میں خرچ

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ ۚ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً

اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیک لوگوں سے محبت فرماتا ہے O اور وہ لوگ کہ جب کسی بے حیائی کا ارتکاب کرلیں

اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۪ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪

یا اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اللہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کرسکتا ہے

وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ

اور یہ لوگ جان بوجھ کر اپنے برے اعمال پر اصرار نہ کریں O یہ وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے بخشش ہے

وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ ؕ قَدْ

اور وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ (یہ لوگ) ہمیشہ ان (جنتوں) میں رہیں گے اور نیک اعمال کرنے والوں کا کتنا اچھا بدلہ ہے O تم سے

کرتے، غصہ دکھادینے کی قدرت کے باوجود غصہ پی لیتے ہیں اور ظلم وزیادتی کرنے والوں کو معاف کردیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے محبت فرماتا ہے، وہ انہیں ان کی نیکیوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔ درس: جنت میں جانا ہے تو ان اوصاف کو زندگی کا حصہ بنالیں، دنیا کا سکون بھی ملے گا اور آخرت کا بھی۔

آیت 135 یہاں پرہیزگاروں کا وصف بیان فرمایا کہ اگر ان سے کوئی کبیرہ یا صغیرہ گناہ سرزد ہوجائے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کو یاد کرکے اس گناہ سے توبہ کرتے، گناہ پر شرمندہ ہوتے، اسے چھوڑ دیتے، آئندہ کے لیے اس سے باز رہتے اور جان بوجھ کر برے اعمال پر اصرار نہیں کرتے۔ یہی سچی توبہ کی شرائط ہیں۔ درس: آیت میں فرمایا گیا کہ "اللہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کرسکتا ہے" اس میں سچی توبہ کرنے والوں کے لیے تسلی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے گناہ معاف فرمادے گا اور گناہگاروں کے لیے توبہ کی ترغیب بھی ہے کہ وہ مایوسی چھوڑ کر سچی توبہ کرلیں۔

آیت 136 فرمایا کہ ان صفات کے حامل پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کی طرف سے بخشش اور ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، یہ لوگ ہمیشہ ان جنتوں میں رہیں گے اور یہ نیک عمل والوں کا کتنا اچھا بدلہ ہے۔

آیت 137 فرمایا گیا کہ اے لوگو! انبیاء ومرسلین علیہم السلام کی تبلیغ کے آغاز میں کافروں کو مہلت دینے، پھر ان کی گرفت کرنے کے حوالے سے سابقہ امتوں میں بھی کئی طریقے گزر چکے ہیں، انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کے باوجود انہیں بارگاہِ الٰہی سے مہلت ملی اور جب وہ کسی صورت راہِ راست پر نہ آئے تو انہیں مختلف عذابوں سے ہلاک کردیا گیا تو اے لوگو! ان زمینوں کی طرف سفر کرو جہاں پہلے وہ کفار آباد تھے جن پر اپنے رسولوں کی مخالفت کے سبب عذابِ الٰہی آیا، ان کی تباہ حال اور اجڑی بستیاں دیکھ کر ان کے انجام سے عبرت پکڑو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مخالفت سے بچ کر ان پر ایمان لاؤ۔ اہم باتیں: (1) عذابِ الٰہی کا شکار ہونے والی گزشتہ امتوں کے کچھ آثار اب بھی باقی ہیں جیسے مدائنِ صالح، قومِ لوط کی بستیاں، بحرِ مردار، مدین والوں اور قومِ عاد کی ہلاکت کی

خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ

پہلے کئی طریقے گزر چکے ہیں تو زمین میں چل پھر کر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیسا انجام

هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٨﴾ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا

یہ لوگوں کے لئے ایک بیان اور رہنمائی ہے اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے○ اور تم ہمت نہ ہارو اور غم نہ

وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ

اگر تم ایمان والے ہو تو تم ہی غالب آؤ گے○ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف

قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا

پاچکے ہیں اور یہ دن ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کرا

وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٠﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ

اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمادے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا○ اور اس لئے کہ

جگہ وغیرہ، عبرت و نصیحت کے حصول کے لیے یہاں کا سفر مفید ہے۔(2) جیسے نزولِ عذاب کی جگہ جا کر عبرت ملتی ہے ایسے ہی
رحمت کی جگہ جا کر برکت و نصیحت بھی حاصل ہوتی ہے، اس کے حصول کے لیے مزاراتِ اولیاء کی طرف سفر بھی مفید ہے۔

آیت138 فرمایا کہ یہ قرآن تمام لوگوں کے لئے اعمال کے انجام کا ایک بیان اور صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی ہے ا
پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔ دورانِ تلاوت ہدایت و عبرت لینے کی نیت ذہن میں رکھی جائے اور اس نیت سے قرآن میں مذ
نافرمان قوموں کا انجام، قیامت کی سختیاں اور جہنم کے دردناک عذابات وغیرہ کو پڑھا جائے۔

آیت139 غزوۂ احد میں نقصان اٹھانے کے بعد مسلمان بہت غمزدہ تھے اور اس کی وجہ سے بعض کے دل سستی کی طرف مائل
ان کی اصلاح کے لیے یہاں فرمایا گیا کہ غزوۂ احد میں تمہارے ساتھ جو پیش آیا اس کی وجہ سے سستی کا مظاہرہ نہ کرو، ہمت جواں
اور غم نہ کھاؤ۔ اگر تم سچے ایمان والے اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے والے ہو تو بالآخر تم ہی کامیاب ہو گے اور کفار پر غالب آؤ گے

آیت140 فرمایا گیا کہ اے مسلمانو! اگر اس وقت میدانِ احد میں تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف اس
پہلے میدانِ بدر میں پاچکے ہیں اور یہ قانونِ الٰہی ہے کہ وہ دنوں کو لوگوں کے درمیان پھیرتا رہتا ہے کہ کبھی ایک کی فتح ہوتی ہے تو
دوسرے کی، نیز یہ بھی یاد رکھو کہ کبھی کفار کو غلبہ اس لئے حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کی پہچان کروانا چاہتا ہے کہ ان
کون ہر حال میں صبر و استقامت کا پیکر رہتا ہے اور کون بزدل بنتا ہے، نیز کافروں کی فتح کے ذریعے اللہ تعالیٰ تم میں سے کچھ لوگوں
شہادت کا مرتبہ عطا فرمانا چاہتا ہے۔ کافروں کے غلبے میں بھی بہت سی حکمتیں ہیں لہٰذا ہر حال میں رضائے الٰہی پر راضی رہو۔

آیت141 یہاں جہاد کی ایک اور حکمت بیان کی جا رہی ہے کہ کفار سے مسلمانوں کو پہنچنے والی تکلیفیں مسلمانوں کے لئے گناہو

اٰمَنُوْا وَ يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ

مسلمانوں کو نکھار دے اور کافروں کو مٹا دے۔ کیا تم اس گمان میں ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے تمہارے

الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَ لَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ

مجاہدوں کا امتحان نہیں لیا اور نہ (ہی) صبر والوں کی آزمائش کی ہے۔ اور تم موت کا سامنا کرنے سے پہلے تو اس کی

اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ ع ۱۳ ۵

تمنا کیا کرتے تھے، اب تم نے اسے آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا۔ اور محمد ایک رسول ہی ہیں، ان سے پہلے بھی

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡىٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ

کئی رسول گزر چکے ہیں تو کیا اگر وہ وصال کر جائیں یا انہیں شہید کر دیا جائے تو تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے؟ اور جو

سے پاکیزگی کا ذریعہ بنتی ہیں جبکہ مسلمانوں کا غلبہ کفار اور کفر کی طاقت کی بربادی کا ذریعہ بنتا ہے۔

آیت 142 یہاں مسلمانوں پر آنے والی آزمائشوں کی ایک حکمت کا بیان ہے کہ اگر تمہیں آزمائشیں آتی ہیں تو اس پر بے قرار ہونے کی ضرورت نہیں کہ ہم تو مسلمان ہیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کیوں تکلیفوں میں مبتلا فرما رہا ہے؟ یاد رکھو! تمہارا امتحان کیا جائے گا اور تمہیں ایمان کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کتنی تکلیف اٹھاتے اور کتنا ثابت قدم رہتے ہو۔ جنت میں داخلہ مطلوب ہے تو ان آزمائشوں پر پورا اترنا پڑے گا۔

آیت 143 شہدائے بدر کے فضائل و درجات سن کر دوسرے مسلمانوں نے بھی جہاد میں حاضر ہونے اور شہادت پانے کی تمنا کی اور انہی حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے احد پر جانے کا اصرار کیا تھا۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ تم موت کا سامنا کرنے سے پہلے تو شہادت کی موت پانے کی تمنا کرتے تھے، اب تم نے اسے آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا تو بھاگنے کیوں لگے ہو۔

آیت 144 شانِ نزول: جنگِ احد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شہادت کی افواہ سن کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت اضطراب ہوا اور کچھ لوگ میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے پھر سلامتی کی خبر سن کر ایک جماعت واپس آ گئی۔ اس پر انہیں جب ملامت کی گئی تو انہوں نے عرض کی: ہمارے ماں باپ آپ پر قربان! آپ کی شہادت کی خبر سن کر ہمارے دل ٹوٹ گئے اور ہم ٹھہر نہ سکے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد بھی امتوں پر ان کے دین کی پیروی لازم رہتی ہے اگر ایسا ہوتا بھی کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم شہید ہو جاتے یا ان کا وصال ہو جاتا تب بھی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دین کی پیروی اور حمایت لازم رہتی کیونکہ رسولوں کی بعثت کا مقصد اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہوتا ہے نہ کہ اپنی قوم کے درمیان ہمیشہ موجود رہنا تو جیسے پہلے رسول گزر گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی تشریف لے جائیں گے اور جو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد دینِ اسلام سے پھرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑے گا بلکہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور جو دینِ اسلام پر ثابت قدم رہا وہ شکر گزاروں میں شمار کیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنی ثابت

عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾ وَمَا كَا

الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا اور عنقریب اللہ شکر ادا کرنے والوں کو صلہ عطا فرمائے گا

لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّ

جان اللہ کے حکم کے بغیر نہیں مر سکتی، سب کا وقت لکھا ہوا ہے اور جو شخص دنیا کا انعام چاہتا ہے ہم اسے دنیا کا

نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۭ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ

دیدیں گے اور جو آخرت کا انعام چاہتا ہے ہم اسے آخرت کا انعام عطا فرمائیں گے اور عنقریب ہم شکر ادا کرنے والوں کو صلہ عطا کریں

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَ

اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا، ان کے ساتھ بہت سے اللہ والے تھے تو انہوں نے اللہ کی راہ میں پہنچنے والی تکلیفوں کی وجہ

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ

نہ تو ہمت ہاری اور نہ کمزوری دکھائی اور نہ (دوسروں سے) دبے اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے

قدمی سے نعمت اسلام کا شکر ادا کیا، ایسے لوگ اللہ تعالیٰ سے ثواب و جزا کے امیدوار ہیں۔

آیت 145 اس آیت میں جہاد کی ترغیب ہے اور کفار کے مقابلے میں ہمت کا مظاہرہ کرنے کے لیے مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے
کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں مر سکتا، چاہے وہ کتنی ہی ہلاکت خیز لڑائی میں شرکت کرے اور کتنے ہی تباہ کن میدان
میں چلا جائے، اس کے برعکس جب موت کا وقت آجائے تو کوئی تدبیر بچا نہیں سکتی خواہ وہ ہزاروں پہرے دار اور محافظ مقرر کر
اور مضبوط قلعوں میں جا چھپے، کیونکہ ہر ایک کی موت کا وقت لکھا ہوا ہے اور وہ وقت آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ مزید فرمایا کہ جو
اپنے عمل سے صرف دنیا کی نعمتیں اور آسائشیں چاہتا ہے تو ہم اسے دنیا دے دیتے ہیں، یعنی اس کے عمل پر اسے دنیا کا فائدہ مل
ہے اور چونکہ آخرت اس کا مطلوب نہیں اس لیے ثوابِ آخرت سے محروم رہتا ہے اور جو شخص اپنے عمل سے آخرت کا طالب
ہے اسے اخروی ثواب عطا فرمایا جاتا ہے جبکہ دنیا تو سب کو مل ہی جاتی ہے اور شکر گزار بندے جو اپنے اعمال سے رضائے الٰہی
آخرت کے طالب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزا عطا فرمائے گا۔

آیت 146 یہاں سابقہ امتوں کا جذبۂ جہاد سنا کر مسلمانوں کا حوصلہ بڑھایا جا رہا ہے کہ تم سے پہلے بہت سے انبیاء علیہم السلام نے
کیا، ان کے ساتھ ان کے صحابہ بھی ہوتے تھے۔ انہوں نے راہِ خدا میں جہاد کی تکالیف کے باوجود نہ ہمت ہاری، نہ کمزوری دکھائی
نہ کافروں کے سامنے پسپائی کا مظاہرہ کیا بلکہ ڈٹ کر کفار کا مقابلہ کیا اور صبر و استقامت کے ساتھ تمام تکالیف کو برداشت کیا، تو
مسلمانو! تم تو ان تمام امتوں سے افضل ہو لہٰذا تمہاری بہادری، استقامت، ہمت و حوصلہ اور صبر سب سے زیادہ ہونا چاہیے اور
تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّآ أَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَإِسْرَافَنَا

اور وہ لبِ اس دعا کے سوا کچھ بھی نہ کہتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو اور ہمارے معاملے میں جو ہم سے زیادتیاں ہوگئیں

فِيْٓ أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ

انہیں بخش دے اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما○ تو اللہ نے

ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع ۱۵

انہیں دنیا کا انعام (بھی) عطا فرمایا اور آخرت کا اچھا ثواب بھی اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے○

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى أَعْقَابِكُمْ

اے ایمان والو! اگر تم کافروں کے کہنے پر چلے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پھیر دیں گے

فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

پھر تم نقصان اٹھا کر پلٹو گے○ بلکہ اللہ ہی تمہارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہترین مددگار ہے○

آیت 147 یعنی رسولوں کے ساتھی تکالیف پر بے صبری نہ دکھاتے اور دین کی حمایت اور جنگ کے مقامات میں ان کی زبان پر کوئی ایسا کلمہ نہ آتا جس میں گھبراہٹ، پریشانی اور ڈگمگانے کا شائبہ بھی ہوتا، بلکہ وہ ثابت قدم رہتے اور مغفرت، ثابت قدمی اور کفار کے مقابلے میں فتح و نصرت کی دعا کرتے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھیوں نے دعا میں خود کو گنہگار کہا، یہ عاجزی و انکساری اور بارگاہِ الٰہی کے آداب میں سے ہے۔

آیت 148 انبیاء کرام علیہم السلام کی معیت میں دین خدا کے لیے جدوجہد کرنے والوں کے متعلق فرمایا گیا کہ ان کے حسن عمل اور حسن نیت کے سبب اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کا انعام بھی عطا فرمایا اور آخرت کا اچھا ثواب بھی کہ دنیا میں انہیں فتح و نصرت سے نوازا اور دشمنوں پر غلبہ عطا فرمایا جبکہ آخرت میں ان کے لئے مغفرت، جنت اور رضائے الٰہی کا انعام رکھا۔ معلوم ہوا کہ دین کی خدمت کرنے والے کو دنیا بھی ملتی ہے۔

آیت 149 یہاں مسلمانوں کو سمجھایا جارہا ہے کہ اگر تم کافروں کے کہنے پر یا ان کے پیچھے چلو گے خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی، منافق ہوں یا مشرک، تو وہ تمہیں کفر و بے دینی اور بدعملی کی طرف لے جائیں گے اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم آخرت کے ساتھ ساتھ اپنی دنیا بھی تباہ کر بیٹھو گے۔ لیکن افسوس! ہم پھر بھی اپنے نظام، کردار، کلچر، گھریلو معاملات، کاروبار وغیرہ ہر جگہ کافروں کے کہنے اور خلافِ شرع طریقے پر چل رہے ہیں۔

آیت 150 مزید فرمایا کہ یہ کافر تمہارے مددگار نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہترین مددگار ہے لہٰذا تم اسی کی اطاعت کرو۔

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ

عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرایا جس کی اللہ نے

سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْ

دلیل نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانہ آگ ہے اور وہ ظالموں کا کتنا برا ٹھکانہ ہے ○ اور بیشک اللہ نے تمہیں اپنا وعدہ سچا

اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓي اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ

جب تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی دکھائی اور حکم میں آپس میں اختلاف کیا اور تم

مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ

بعد نافرمانی کی جب اللہ تمہیں وہ کامیابی دکھا چکا تھا جو تمہیں پسند تھی۔ تم میں کوئی دنیا کا طلبگار ہے اور تم میں کوئی آخرت کا طلبگار ہے

آیت 151 یہ آیت جنگِ اُحد کے موقع پر نازل ہوئی جس میں ایک غیبی خبر دی گئی کہ عنقریب ہم کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک ٹھہرایا جنہیں شریک ٹھہرانے پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری، روزِ قیامت ان کفار کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور وہ کفر کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کا کتنا برا ٹھکانہ ہے۔ یہ خبر اس طرح پوری ہوئی کہ جنگِ اُحد کے دن کفار کے دلوں پر خوف طاری ہوا اور مسلمانوں پر غالب آجانے اور انہیں ختم کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود کفار نے لڑنا چھوڑ دیا اور واپس لوٹ گئے۔ راستے میں مسلمانوں کو ختم کرنے کا خیال آیا اور اس ارادے سے واپس لوٹنے لگے تو پھر ان سب کے دلوں پر مسلمانوں کا ایسا رعب طاری ہوا کہ دوبارہ حملے کی ہمت نہ ہوئی اور لوٹنے کی بجائے مکہ چلے گئے۔

آیت 152 یہاں غزوۂ اُحد ہی کی بات ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگِ احد میں اپنا یہ وعدہ پورا فرمادیا کہ تم ہی غالب ہو گے اگر سچے مسلمان ہو چنانچہ مسلمان غالب رہے لیکن مزید فرمایا کہ پھر جب تم نے بزدلی دکھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس پہاڑی درے پر قائم رہنے کا حکم دیا تھا اس کے متعلق آپس میں اختلاف کیا اور اس حکم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری پسندیدہ کامیابی دکھا چکا تھا، اس کے باوجود تم میں سے بعض نے مالِ غنیمت کی خاطر دنیا طلبی کے لیے درہ چھوڑ دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمہیں بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ غزوہ اُحد میں اس مقام پر جن لوگوں سے خطا ہوئی بیشک اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا ہے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) یہاں دنیا طلب کرنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے وہ درہ چھوڑ دیا اور مالِ غنیمت حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے اور آخرت کے طلبگاروں سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے امیر حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (2) غزوۂ اُحد میں جن سے خطا ہوئی انہیں اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا، لہٰذا جو اس طرح کے واقعات کو لے کر صحابہ کرام

صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٥٢﴾

اس نے تمہارا منہ ان سے پھیر دیا تاکہ تمہیں آزمائے اور بیشک اس نے تمہیں معاف فرمادیا ہے اور اللہ مسلمانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے○

إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ

جب تم منہ اٹھائے چلے جارہے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور تمہارے پیچھے رہ جانے والی دوسری جماعت میں ہمارے رسول

فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۗ

تمہیں پکار رہے تھے تو اللہ نے تمہیں غم کے بدلے غم دیا اور معافی اس لئے سنادی تاکہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا نہ تو اس پر غم کرو

وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّن بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا

اور نہ ہی اس تکلیف پر جو تمہیں پہنچی ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے○ پھر اس نے تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری

رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کرے وہ بدبخت ہے کہ ان کی معافی کا اعلان خود اللہ تعالیٰ فرماچکا ہے۔

آیت 153 جنگ احد میں کفار نے درہ خالی دیکھ کر پیچھے سے حملہ کیا تو مسلمان گھبرا کر بھاگ پڑے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ یہاں اس کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ اے مسلمانو! یاد کرو جب تم افراتفری میں منہ اٹھائے چلے جارہے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور تمہارے پیچھے ثابت قدم رہ جانے والی دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے لیکن تم سن ہی نہ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں غم دیا اس لئے کہ تم نے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات نہ مان کر انہیں غم پہنچایا تھا لیکن اس کے ساتھ معافی کی بشارت بھی سنادی تاکہ راہِ خدا میں اخلاص کے ساتھ کوشش کرنے کے باوجود جو مال غنیمت تمہارے ہاتھ سے نکل گیا، تمہارے بہت سے ساتھی شہید ہوئے اور تمہیں زخم آئے ان پر غم نہ کرو اور یہ معافی کا اعلان تمہارے دلوں پر مرہم ہو جائے اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال اور تمہارے ارادوں سے خبردار ہے۔

اہم بات: اس آیت وواقعہ میں اللہ کریم کی بارگاہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبہ کا بھی اظہار ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جاں نثاری واخلاص کی عزت افزائی بھی کہ ان کی دلجوئی کے لئے ان کی معافی کا اعلان فرمادیا۔

آیت 154 غزوۂ احد میں تکالیف اٹھانے کے بعد مخلص مومنوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص کرم نوازی ہوئی اور وہ یہ کہ ان کی پریشانی دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری جس سے ان مخلص مومنوں کے دلوں پر طاری رعب وہیبت ختم ہو گیا اور وہ سکون واطمینان کی کیفیت میں آگئے۔ دوسری طرف منافقوں کا گروہ تھا جنہیں اپنی جان کی فکر پڑی تھی، وہ اللہ تعالیٰ پر بدگمانیاں کررہے تھے کہ وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد نہ فرمائے گا یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوگئے اور اب آپ کا دین باقی نہ رہے گا۔ یہ صرف جاہلیت کے گمان تھے۔ پھر منافقین کے بارے میں فرمایا کہ یہ اپنے دلوں میں کفر، اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر بے اعتمادی اور جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ آنے پر افسوس چھپائے ہوئے ہیں لیکن یہ باتیں مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہیں کرسکتے۔ یہ کہتے ہیں کہ

يَغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْ

جو تم میں سے ایک گروہ پر چھاگئی اور ایک گروہ وہ تھا جسے اپنی جان کی فکر پڑی ہوئی تھی وہ اللہ پر ناحق گمان کر

ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ

جاہلیت کے سے گمان۔ وہ کہہ رہے تھے کہ کیا اس معاملے میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے؟ تم فرمادو کہ اختیار تو سارا اللہ

يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ

یہ اپنے دلوں میں وہ باتیں چھپا کر رکھتے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں، اگر ہمیں بھی اس معاملے میں کچھ اختیار ہوتا تو ہم

مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِ

نہ مارے جاتے۔ اے حبیب! تم فرمادو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جاچکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف

مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

نکل کر آجاتے اور اس لئے ہوا کہ اللہ تمہارے دلوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے اسے کھول کر رکھ دے اور اللہ

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٥٤﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّ

دلوں کی بات جانتا ہے ○ بیشک تم میں سے وہ لوگ جو اس دن بھاگ گئے جس دن دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، انہیں شیطان نے

اگر ہماری بھی کچھ چلتی ہوتی اور جنگِ احد کے بارے میں ہمارا مشورہ مان لیا جاتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ فرمادیں کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا تقدیر میں لکھا جاچکا تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل کر آجاتے کیونکہ جس نے جہاں، جیسے مرنا ہے وہ وہاں، ویسے ہی مرے گا، تقدیر کے سامنے ساری تدبیریں بے کار ہو جاتی ہیں۔ آیت کے آخر میں غزوۂ اُحد کی حکمت بیان فرمائی کہ غزوۂ احد میں جو کچھ ہوا وہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے اخلاص اور منافقت آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے اسے سب کے سامنے کھول کر رکھ دے۔

اہم باتیں: (1) آزمائش کے وقت کھرے کھوٹے کی پہچان ہوتی ہے۔ (2) مسلمان کو سب سے زیادہ فکر دین اور منافق کو اپنی دنیا کی ہوتی ہے۔ (3) مومن ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور حسنِ ظن رکھتا ہے جبکہ منافق معمولی سی تکلیف پر بدگمانیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔

آیت 155 جنگِ اُحد میں 14 اصحاب میدانِ جنگ میں ڈٹے رہے جن میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے، ان کے علاوہ باقی سب اصحاب کے قدم اکھڑ گئے خصوصاً وہ حضرات جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑی مورچے پر مقرر کیا اور ہر حال میں وہیں ڈٹے رہنے کا حکم دیا تھا لیکن پہلے حملے میں مسلمانوں کو غالب دیکھ کر یہ وہاں سے ہٹ گئے اور سمجھے کہ فتح ہو چکی ہے اب ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔ بھاگتے ہوئے کفار نے درہ خالی دیکھ کر اس طرف سے مسلمانوں

اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع

نے ان کے بعض اعمال کی وجہ سے لغزش میں مبتلا کیا اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرمادیا ہے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا حلم والا ہے ○

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا

اے ایمان والو! ان کافروں کی طرح نہ ہونا جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا جب وہ سفر میں یا جہاد میں گئے

فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ

کہ اگر یہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے۔ (ان کی طرح یہ نہ کہو) تاکہ اللہ ان کے دلوں میں اس بات کا

ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾

افسوس ڈال دے اور اللہ ہی زندہ رکھتا اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے ○

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

اور بیشک اگر تم اللہ کی راہ میں شہید کردیے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت اس دنیا سے بہتر ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں ○

پر حملہ کردیا جس سے جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ یہاں اسی کا ذکر فرمایا گیا کہ انہیں شیطان ہی نے وسوسے کے ذریعے ان کے بعض اعمال جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم کے خلاف درہ چھوڑنے کی وجہ سے لغزش میں مبتلا کیا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا ہے، بیشک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور بڑا حلم والا ہے۔ **اہم بات:** ان حضرات سے لغزش ضرور سرزد ہوئی لیکن چونکہ یہ مخلص مومن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سچے جانثار تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی معافی کا اعلان فرمادیا تاکہ اگر ان کی لغزش سامنے آئے تو بارگاہِ الٰہی میں ان کی عظمت بھی سامنے رہے۔

آیت 156 یہاں کافروں سے کافر اصلی اور منافق دونوں مراد ہوسکتے ہیں، ہم منافقین والا معنی سامنے رکھ کر تفسیر کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! عبد اللہ بن اُبَی اور اس جیسے منافقوں کی طرح نہ ہونا جن کے نسبی یا منافقت میں بھائی بند سفر یا جہاد میں مر گئے تو انہوں نے کہا کہ اگر وہ ہمارے پاس رہتے اور سفر و جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ اے ایمان والو! تم ان کی طرح کوئی بات نہ کہنا تاکہ ان کی یہ بات اور عقیدہ ان کے دلوں میں باعثِ حسرت بن جائے۔ حقیقی مسلمان تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ موت و حیات اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو مسافر اور غازی کو سلامت لے آئے اور محفوظ گھر میں بیٹھے ہوئے کو موت دیدے اور اگر مجاہد کو موت آ بھی جائے تو شہادت کے سبب یہ گھر کی موت سے کئی درجے بہتر ہے۔

آیت 157 فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کردیئے جاؤ یا وہاں تمہیں طبعی موت آئے تو یہ موت مغفرت اور رحمت کا سبب ہے اور ایسی موت دنیا کے جمع کردہ مال و دولت سے بہتر ہے۔ **اہم بات:** راہِ خدا میں مرنا یہ ہے کہ جہاد کے راستے میں یا دورانِ جہاد موت آئے نیز عبادت، ذکر، علمی خدمت یا تبلیغِ دین کرتے ہوئے مرنا اسی حکم میں داخل ہے۔

وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ

اور اگر تم مرجاؤ یا مارے جاؤ (بہرحال) تمہیں اللہ کی بارگاہ میں جمع کیا جائے گا۔ تو اے حبیب! اللہ کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ آپ ان کے لئے نرم دل ہیں

وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ

اور اگر آپ ترش مزاج، سخت دل ہوتے تو یہ لوگ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے تو آپ ان کو معاف فرماتے رہو اور ان کی مغفرت کی دعا کرتے رہو

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

اور کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہو پھر جب کسی بات کا پختہ ارادہ کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ

اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر اس کے بعد کون تمہاری مدد کرسکتا ہے؟

آیت 158 فرمایا کہ اگر تم طبعی طور پر مرجاؤ یا جہاد وغیرہ میں شہید کردیے جاؤ بہرحال تمہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں جمع کیا جائے گا اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

آیت 159 یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اخلاقِ کریمہ کا بیان ہو رہا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی آپ پر کتنی بڑی رحمت ہے کہ اس نے آپ کو نرم دل، شفیق اور رحیم و کریم بنایا حتی کہ غزوۂ اُحد جیسے موقع پر بھی آپ نے غضب کا اظہار نہ فرمایا حالانکہ اس میں آپ کو بہت اذیت و تکلیف پہنچی تھی اور اگر آپ سخت مزاج ہوتے اور میل برتاؤ میں سختی سے کام لیتے تو یہ لوگ آپ سے دور ہو جاتے تو اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان کی غلطیوں کو معاف کردیں اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرمادیں نیز اہم کاموں میں ان سے مشورہ لیتے رہیں کیونکہ اس میں ان کی دلجوئی اور عزت افزائی بھی ہے اور یہ فائدہ بھی کہ مشورہ سنت ہو جائے اور آئندہ امت اس سے نفع اٹھاتی رہے، مشورے کے بعد جب آپ کسی بات کا پختہ ارادہ کرلیں تو اپنا کام پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت فرماتا، ان کی مدد کرتا اور انہیں اس چیز کی طرف ہدایت دیتا ہے جو ان کے لئے بہتر ہو۔ اہم بات: توکل کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا اور کاموں کو اس کے سپرد کر دینا۔ اس کا مطلب اسباب کو ترک کرنا نہیں بلکہ یہ ہے کہ اسباب تو اختیار کئے جائیں لیکن دلی اعتماد خدا پر ہو۔

آیت 160 ارشاد فرمایا کہ اگر دشمنوں کے خلاف اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے جیسا کہ بدر کے دن کی، تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں چھوڑ دے جیسا کہ اُحد کے دن ہوا تو اس کے چھوڑنے کے بعد کون تمہاری مدد کرسکتا ہے، یقیناً کوئی نہیں کرسکتا اور جب حقیقت یہی ہے تو مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کی مدد وہی پاتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے۔ غزوۂ بدر میں کفار تعداد، اسلحہ اور جنگی طاقت میں مسلمان سے کہیں زیادہ تھے مگر مسلمانوں کا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر تھا چنانچہ یہ غالب آئے اور غزوۂ حنین میں بعض مسلمانوں نے اپنی عددی کثرت پر فخر کا اظہار کیا تو مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٦٠﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ
اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے ○ اور کسی نبی کا خیانت کرنا ممکن ہی نہیں اور جو خیانت کرے تو وہ قیامت کے دن اس
بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦١﴾
(چیز) کو لے کر آئے گا جس میں اس نے خیانت کی ہو گی پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ○
اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ
کیا وہ شخص جو اللہ کی خوشنودی کے پیچھے چلا وہ اس شخص کی طرح ہے جو اللہ کے غضب کا مستحق ہوا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہو؟
وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٣﴾ لَقَدْ
اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ○ لوگوں کے اللہ کی بارگاہ میں مختلف درجات ہیں اور اللہ ان کے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے ○ بیشک
مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ
اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا جب ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی

آیت 161 شانِ نزول: ایک جنگ میں مالِ غنیمت کی ایک چادر گم ہو گئی۔ بعض منافقوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے لئے رکھ لی ہو گی۔ اس پر یہ آیت اتری اور فرمایا گیا: کسی نبی کا خیانت کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ شانِ نبوت کے خلاف ہے اور جو کسی چیز میں خیانت کرے وہ قیامت کے دن اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے لے کر آئے گا، پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ثواب کم کر کے یا عذاب میں اضافہ کر کے ان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اہم بات: نبی گناہوں سے معصوم ہیں اور اللہ تعالیٰ ان پر سے لوگوں کی تہمتیں دور فرما کر ان کی ناموس کی حفاظت کرتا ہے اور عظمت وشان وناموسِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور عقیدۂ ختمِ نبوت کا تحفظ کرنے والے مسلمان بہت عظیم ہیں کہ عظیم فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

آیت 162 ان دو آیات میں فرمایا کہ جو شخص صحیح عقیدہ اپنانے اور تقویٰ وپرہیزگاری کی زندگی گزارنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کی کوشش میں ہے کیا وہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنے گناہوں کے سبب اللہ تعالیٰ کے عظیم غضب کا مستحق ہوا اور قیامت کے دن اس کا ٹھکانہ جہنم ہو، یقیناً یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

آیت 163 فرمایا کہ لوگوں کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مختلف درجات اور ہر ایک کی منزلیں اور مقامات جداگانہ ہیں، بروں کے مقام الگ اور اچھوں کے الگ ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال دیکھ رہا ہے اور انہیں ان کے اعمال کے مطابق جزا وسزا دے گا۔

آیت 164 ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر عظیم احسان فرمایا کہ انہیں اپنا سب سے عظیم رسول عطا فرمایا جو انہی میں سے ہے تاکہ وہ سہولت کے ساتھ ان کا مبارک کلام سمجھ سکیں اور صدق وامانت وغیرہ ان کے احوال جان سکیں، وہ ان کے سامنے قرآن کی آیتیں تلاوت فرماتا، برے عقائد واعمال کی گندگی سے انہیں پاک کرتا اور کتاب وحکمت یعنی قرآن وسنت کی تعلیم

اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ

آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٦٤﴾ اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ النصف

کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے ○ کیا جب تمہیں کوئی ایسی تکلیف پہنچی جس سے دگنی تکلیف تم پہنچا چکے تھے تو تم کہنے لگے

اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٦٥﴾

کہ یہ کہاں سے آگئی؟ اے حبیب! تم فرمادو کہ اے لوگو! یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے آئی ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے ○

وَ مَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٦٦﴾

اور دو گروہوں کے مقابلے کے دن تمہیں جو تکلیف پہنچی تو وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اس لئے (پہنچی) کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کروا دے ○

وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَ قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اور اس لئے (پہنچی) کہ اللہ منافقوں کی پہچان کروا دے اور (جب) ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو یا دشمنوں سے

دیتا ہے، اگرچہ ان کی تشریف آوری اور تزکیہ و تعلیم سے پہلے یہ لوگ یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان ہیں اور دنیا و آخرت کی ہر نعمت آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہی وسیلے سے ہے اور حکمت و پاکیزگی آپ ہی کی نظر کرم کا صدقہ ہے۔

آیت 165 میدان احد میں 70 مسلمان شہید ہوئے جبکہ میدان بدر میں کفار کے 70 آدمی مارے گئے اور 70 گرفتار ہوئے تو کفار کا دگنا نقصان ہوا، اس پر فرمایا گیا کہ احد میں جب تمہیں ایسی تکلیف پہنچی جس سے دگنی تکلیف تم کافروں کو بدر میں پہنچا چکے تھے تو تم کہنے لگے کہ ہمیں یہ تکلیف کیسے آگئی جبکہ ہم مسلمان ہیں اور ہم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرمادیں کہ یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے آئی ہے کیونکہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مرضی کے خلاف مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے پر اصرار کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شدید ممانعت کے باوجود غنیمت کے لئے مرکز کو چھوڑا، یہی بات تمہارے قتل و نقصان کا سبب بنی۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے، وہ مدد کرنے اور روک لینے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

آیت 166 فرمایا کہ میدان احد میں کافروں اور مسلمانوں کے مقابلے کے دن تمہیں جو تکلیف پہنچی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی اور اس لئے پہنچی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی پہچان کروا دے لہٰذا اپنے رب کے فیصلے پر راضی رہو۔

آیت 167 یہاں مزید حکمت بیان فرمائی جارہی ہے کہ مسلمان لشکر کو میدان احد میں اس لئے تکلیف پہنچی تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو منافقوں کی پہچان کروا دے، کیونکہ منافقوں کی حالت یہ تھی کہ جب جنگ شروع ہونے سے پہلے عبد اللہ بن ابی وغیرہ منافقوں سے کہا گیا: آؤ! راہ خدا میں جہاد کرو یا صرف ساتھ مل کر ہماری تعداد بڑھاؤ جس سے دفاع مضبوط ہوگا تو وہ کہنے لگے: اگر ہم اچھے طریقے

أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ

دور کرو، تو کہنے لگے: اگر ہم اچھے طریقے سے لڑنا جانتے (یا کہنے لگے کہ اگر ہم اس لڑائی کو صحیح سمجھتے) تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔ یہ لوگ اس دن

أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ

ظاہری ایمان کی نسبت کھلے کفر کے زیادہ قریب تھے۔ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں اور اللہ

أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾ الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا

بہتر جانتا ہے جو باتیں یہ چھپا رہے ہیں○ وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور خود بیٹھے رہے کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے

مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٦٨﴾

تو نہ مارے جاتے۔ اے حبیب! تم فرمادو اگر تم سچے ہو تو اپنے سے موت دور کر کے دکھادو○

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾

اور جو اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے○

سے لڑنا جانتے، یا کہنے لگے: اگر ہم اس لڑائی کو صحیح سمجھتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے۔ درحقیقت اس دن یہ لوگ اپنے ظاہری ایمان کی نسبت کھلے کفر کے زیادہ قریب تھے۔ یہ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں یعنی منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ہم جنگ کرنا نہیں جانتے جبکہ دل میں کہتے ہیں کہ کفار کو اپنا دشمن نہ بناؤ مسلمانوں کو ان کے ہاتھوں تباہ ہو جانے دو، انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو بہتر جانتا ہے جو یہ چھپا رہے ہیں۔

آیت 168 ﴾ منافقوں نے شہدائے اُحد کے بارے میں کہا کہ اگر یہ ہماری بات مان کر ہماری طرح گھر بیٹھے رہتے تو نہ مارے جاتے۔ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ فرمادیں کہ اگر تم سچے ہو تو اپنے آپ سے موت کو دور کر کے دکھادو۔ یقیناً موت تو آکر رہے گی خواہ آدمی کہیں ہو، تو یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ اگر لوگ ہماری بات مان کر جہاد میں نہ جاتے تو نہ مارے جاتے۔

آیت 169 ﴾ شانِ نزول: اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت شہدائے اُحد کے حق میں نازل ہوئی، حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ نے شہداء کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسم عطا فرمائے، وہ جنتی نہروں پر سیر کرتے، جنتی میوے کھاتے اور عرش کے نیچے لٹکنے والی سونے کی قندیلوں میں رہتے ہیں۔ جب ان شہداء کرام نے کھانے، پینے اور رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا کہ پیچھے دنیا میں رہ جانے والے ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے بیٹھ نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں انہیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا چنانچہ یہ آیت نازل کی۔ (ابوداؤد، حدیث: 2520) اور فرمایا کہ وہ لوگ جو راہِ خدا میں شہید کئے گئے، انہیں ہرگز مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور دوسرے زندہ لوگوں کی طرح انہیں بھی رزق دیا جاتا ہے۔ اہم باتیں: (1) ارواح باقی ہیں، یہ جسم کے فنا ہونے کے ساتھ فنا نہیں ہوتیں۔ (2) شہیدوں کی حیات عام مومنین سے بلند تر ہے اور نبیوں کی حیات شہیدوں سے بڑھ کر ہے۔

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ

(وہ) اس پر خوش ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اور اپنے پیچھے (رہ جانے والے) اپنے بھائیوں پر بھی خوش ہیں جو ابھی ان سے

مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ

نہیں ملے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○ وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر خوشیاں منا رہے ہیں

وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

اور اس بات پر کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرمائے گا ○ وہ لوگ جو اللہ اور رسول کے بلانے پر

مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾

زخمی ہونے کے باوجود (فوراً) حاضر ہو گئے ان نیک بندوں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا ثواب ہے ○

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ

یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے لئے (ایک لشکر) جمع کر لیا ہے سو ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو گیا

آیت 170، 171 ان دو آیات میں شہدا کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا مقرب بنایا، انہیں شہادت کی توفیق، موت کے بعد اعلیٰ قسم کی زندگی، جنتی رزق اور اس کی نعمتیں عطا فرمائیں نیز وہ اس بات پر بھی خوش ہیں کہ ان کے بعد دنیا میں رہ جانے والے ان کے مسلمان بھائی ایمان و تقویٰ پر قائم ہیں اور جب وہ بھی شہید ہو کر ان کے ساتھ ملیں گے تو وہ بھی یہ کرم نوازیاں پائیں گے اور قیامت کے دن امن اور چین کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ شہدا اللہ تعالیٰ کے فضل و نعمت اور اس بات پر خوشیاں منا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرمائے گا۔

آیت 172 شانِ نزول: جب احد سے واپسی پر کفار "روحا" نامی جگہ پہنچے تو انہیں افسوس ہوا کہ مسلمانوں کو مکمل طور پر ختم کیوں نہ کر دیا چنانچہ انہوں نے یہیں سے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خبر پہنچی تو آپ نے ان کے تعاقب کے لئے روانگی کا ارادہ فرمایا۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جن کی تعداد 70 تھی، زخموں سے چور ہونے کے باوجود حاضر ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کے ساتھ کفار کے تعاقب پر روانہ ہوئے۔ جب حمراء الاسد کے مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ کفار خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے ہیں۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بلانے پر زخمی ہونے کے باوجود فوراً حاضر ہو گئے، ان نیک بندوں اور پرہیزگاروں کے لئے جنت کی صورت میں بڑا ثواب ہے۔

آیت 173، 174 شانِ نزول: جنگ احد سے واپسی پر ابو سفیان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو پکار کر کہہ دیا تھا کہ اگلے سال ہماری آپ کی مقام بدر میں جنگ ہو گی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اِنْ شَآءَ اللّٰہ۔ جب وہ وقت آیا اور ابو سفیان اہل مکہ کو لے کر جنگ کے لئے روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں خوف ڈال دیا اور انہوں نے واپس ہونے کا ارادہ کر لیا۔ اس موقع پر ابو سفیان کی نعیم

وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ

اور کہنے لگے: ہمیں اللہ کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے ○ پھر یہ اللہ کے احسان اور فضل کے ساتھ واپس لوٹے،

لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ

انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور انہوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○ بیشک وہ تو

الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے تو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو ○

بن مسعود سے ملاقات ہوئی جو عمرہ کرنے آیا تھا۔ ابوسفیان نے اس سے کہا: اے نعیم! اس زمانہ میں میری لڑائی مقام بدر میں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ طے ہے اور اب مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں جنگ میں نہ جاؤں لہٰذا اگر تم مدینے جا کر کسی تدبیر سے مسلمانوں کو میدانِ جنگ میں جانے سے روک دو تو میں تجھے دس اونٹ دوں گا۔ نعیم نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں سے کہا: تم جنگ کے لئے جانا چاہتے ہو حالانکہ اہلِ مکہ نے تمہارے لئے بڑے لشکر جمع کئے ہیں۔ خدا کی قسم! تم میں سے ایک بھی سلامت واپس نہ آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! میں ضرور جاؤں گا چاہے میرے ساتھ کوئی بھی نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم 70 صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے اور بدر میں پہنچ کر 8 دن قیام کیا۔ مالِ تجارت ساتھ تھا اسے فروخت کیا اور خوب نفع ہوا، پھر سلامتی کے ساتھ مدینہ طیبہ واپس آئے اور جنگ نہ ہوئی۔ اس واقعہ کے متعلق یہ دو آیات نازل ہوئیں اور فرمایا گیا: یہ وہ لوگ ہیں جن سے ایک شخص نعیم بن مسعود نے کہا: "بیشک ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے تمہارے لئے ایک لشکر جمع کر لیا ہے تاکہ تمہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکیں، لہٰذا تم ان سے ڈرو اور جنگ کے لئے میدان میں نہ نکلو۔" اس کی بات سن کر ڈرنے کی بجائے ان کے اللہ تعالیٰ پر یقین و ایمان میں مزید اضافہ ہو گیا اور کہنے لگے: ہمارے معاملے میں اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ پھر یہ بدر گئے اور وہاں سے اللہ تعالیٰ کے احسان اور فضل کے ساتھ واپس لوٹے، انہیں قتل و زخم کی صورت میں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور انہوں نے جہاد کے لیے نکلنے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ اپنے اطاعت گزاروں پر بڑے فضل والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس واقعہ کو بدرِ صغریٰ کہتے ہیں۔ (2) اس واقعے سے بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت واضح ہوتی ہے کہ جب انہیں کفار کے بڑے بڑے لشکروں سے ڈرایا جا رہا تھا تو ڈرنے اور بزدلی دکھانے کی بجائے ان کی ہمت و حوصلہ مزید بڑھ جاتا ہے۔

آیت 175 یہاں پچھلے واقعے کا ہی بیان ہے کہ بیشک وہ تو شیطان ہی ہے جو مسلمانوں کو مشرکین کی کثرت سے ڈراتا ہے جیسا کہ نعیم بن مسعود نے کیا، لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ان منافقین و مشرکین سے نہ ڈرو جو شیطان کے دوست ہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرو کیونکہ ایمان کا تقاضا ہے کہ بندے کو خدا کا خوف ہو اور جب یہ خوف پیدا ہو جائے تو کوئی اور خوف باقی نہیں رہتا۔ **درس:** کافروں سے ڈرانے کے لئے ان کے سامنے کفار کی طاقت بڑھا چڑھا کر پیش کرنا کفار و منافقین کا طریقہ ہے۔ ہمارے ہاں بھی اخبار و مضامین کے ذریعے یہ حرکت کرنے والوں کی کمی نہیں جنہیں مسلمانوں کو تو حوصلہ دینے کی توفیق نہیں لیکن کفار کی طاقت خوب بڑھا چڑھا کر پیش کریں گے۔

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ يُرِيْدُ

اور اے حبیب! تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اللہ یہ

اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ

کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ بیشک وہ لوگ جنہوں نے ایمان کے

بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

کفر اختیار کیا وہ ہرگز اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور کافر ہرگز یہ گمان نہ کریں

اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ

کہ ہم انہیں جو مہلت دے رہے ہیں یہ ان کے لئے بہتر ہے، ہم تو صرف اس لئے انہیں مہلت دے رہے ہیں کہ ان کے گناہ اور زیادہ ہو جائیں

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ

اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ اللہ کی یہ شان نہیں کہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑے جس پر (ابھی) تم ہو جب تک وہ ناپاک

آیت 176 یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان لوگوں کا غم نہ کریں جو کفر میں دوڑے جاتے اور اس کے لیے کوشش کرتے ہیں خواہ وہ کفارِ قریش ہوں یا منافقین، یہودیوں کے سردار ہوں یا مرتدین، یہ سب آپ کے مقابلہ کے لیے کتنے ہی لشکر جمع کرلیں، کامیاب نہ ہوں گے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ملنے والے ثواب میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے، اسی لیے انہیں کفر و سرکشی میں بھٹکتا چھوڑ دیا اور اخروی ثواب سے محرومی کے علاوہ ان کے لیے جہنم کا بڑا عذاب بھی ہے تو اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، جن کے لئے ناکامی، محرومی اور دردناک عذاب مقدر ہو چکا ان سے کوئی اندیشہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

آیت 177 ارشاد فرمایا کہ وہ منافقین جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے یا وہ لوگ جو ایمان پر قادر ہونے کے باوجود کافر ہی رہے یہ ہرگز اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے بلکہ ان کے کفر کا وبال انہی کے سر آئے گا اور ان کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

آیت 178 عموماً اللہ تعالیٰ گناہ پر فوراً گرفت نہیں فرماتا، بلکہ مہلت دیتا اور دنیوی آسائشوں کا سلسلہ جاری رکھتا ہے، اس سے بہت لوگ اس دھوکے میں رہتے ہیں کہ ان کا کفر و سرکشی کچھ نقصان دہ نہیں، یہاں ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ کافروں کو لمبی عمر ملنا، انہیں فوری عذاب نہ ہونا اور مہلت دیا جانا ایسی چیز نہیں جسے وہ اپنے حق میں بہتر سمجھیں بلکہ توبہ نہ کرنے کی صورت میں یہی مہلت ان کے گناہوں میں اضافے اور تباہی و بربادی کا سبب بننے والی ہوتی ہے۔ درس: لمبی عمر پانا اچھا بھی ہو سکتا ہے اور برا بھی جیسا کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون شخص اچھا ہے؟ فرمایا: جس کی عمر دراز اور عمل اچھے ہوں۔ عرض کیا: اور بدتر کون ہے؟ فرمایا جس کی عمر دراز اور عمل خراب ہوں۔ (ترمذی، حدیث: 2337)

آیت 179 شانِ نزول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: میری امت پیدائش سے پہلے جب مٹی کی شکل میں تھی، اس وقت

مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ

پاک سے جدا نہ کردے اور (اے عام لوگو!) اللہ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ اللہ اپنے رسولوں کو منتخب فرمالیتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

جنہیں پسند فرماتا ہے تو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے ○

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ

اور جو لوگ اس چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے وہ ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ یہ بخل ان کے لئے برا ہے۔

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

عنقریب قیامت کے دن ان کے گلوں میں اسی مال کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا اور اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا

میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ اس پر منافقین نے استہزا کے طور پر کہا: محمد مصطفیٰ ان لوگوں کو جاننے کا گمان کرتے ہیں جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے کہ کون ان پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا جبکہ ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ ہمیں پہچانتے نہیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں، آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دے دوں۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: حذافہ۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، قرآن کے امام وپیشوا ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوئے، ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کیا تم باز آؤ گے؟ پھر منبر سے اتر آئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے صحابہ! یہ حال نہیں رہے گا کہ منافق ومومن ملے جلے رہیں بلکہ عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ذریعے مسلمانوں اور منافقوں کو جدا جدا کر دے گا اور اے عام لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا البتہ وہ اپنے رسولوں کو منتخب فرمالیتا اور ان برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم چونکہ رسولوں میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں، اس لیے انہیں سب سے بڑھ کر غیب کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔ تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ ایمان لانے میں اس بات کی تصدیق بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کیا ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور متقی بنو تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔ **اہم باتیں:** (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قیامت تک کی تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے جو بکثرت آیات واحادیث سے ثابت ہے۔ (2) آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علم غیب پر اعتراض کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔

آیت 180 یہاں بخل کرنے والوں کے بارے میں سخت وعید بیان کی گئی ہے کہ وہ لوگ جو اس مال میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا، وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے کے مقابلے میں بخل کرنا ان کے لیے اچھا ہے، بلکہ یہ

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ

وارث ہے اور اللہ تمہارے تمام کاموں سے خبردار ہے ○ بیشک اللہ نے ان کا قول سن لیا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج

وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ

اور ہم مالدار ہیں۔ اب ہم ان کی کہی ہوئی بات اور ان کا انبیاء کو ناحق شہید کرنا لکھ رکھیں گے اور کہیں گے

ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ

جلادینے والے عذاب کا مزہ چکھو ○ یہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور اللہ بندوں پر ظلم

لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا

نہیں کرتا ○ وہ لوگ جو کہتے ہیں (کہ) اللہ نے ہم سے وعدہ لیا تھا کہ ہم کسی رسول کی اس وقت تک تصدیق نہ کریں جب تک وہ ایک

بخل ان کے لئے برا ہے کیونکہ ان کے مال ان کے پاس نہ رہیں گے جبکہ بخل کا وبال ان پر باقی رہے گا۔ عنقریب قیامت کے دن ان کے گلوں میں اسی مال کا طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا وارث ہے، وہی ہمیشہ باقی رہنے والا اور ساری مخلوق فانی ہے، ایک دن ان سب لوگوں کی ملک باطل ہونے والی ہے، تو انتہائی نادانی ہے کہ اس مال ناپائیدار پر بخل کیا جائے اور راہ خدا میں نہ دیا جائے اور اے لوگو! یاد رکھو! اللہ تعالیٰ تمہارے تمام کاموں سے خبردار ہے، تمہارا راہ خدا میں خرچ کرنا اور بخل کرنا دونوں اسے معلوم ہیں اور وہ تمہیں ان کی جزا و سزا دے گا۔ اہم باتیں: (1) اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہاں بخل سے زکوٰۃ نہ دینا مراد ہے۔ (2) بخل یہ ہے کہ جہاں شرعاً یا عرف وعادت کے اعتبار سے خرچ کرنا واجب ہو وہاں خرچ نہ کرے۔ زکوٰۃ، صدقۂ فطر وغیرہ میں خرچ کرنا شرعاً واجب ہے اور دوست احباب، عزیز رشتہ داروں پر خرچ کرنا عرف وعادت کے اعتبار سے واجب ہے۔ شرعی واجب کا ترک گناہ ہوتا ہے اور عرفی واجب کا ترک اخلاقی برائی اور گھٹیا پن ہوتا ہے۔

آیت 181 شانِ نزول: جب آیت "مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا" نازل ہوئی کہ کون ہے جو رب تعالیٰ کو اچھا قرض دے، تو یہودیوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہم سے قرض مانگ رہا ہے تو ہم غنی ہوئے اور اللہ تعالیٰ فقیر۔ اس پر فرمایا گیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ان گستاخوں کی بات سن لی ہے جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے اور ہم مالدار۔ اب ہم ان کے اعمال ناموں میں ان کی کہی ہوئی بات اور ان کے دوسرے کفریات جیسے انبیاء علیہم السلام کو شہید کرنا لکھ رکھیں گے اور قیامت کے دن ان کی ان گستاخیوں کے بدلے میں کہیں گے کہ اب جلا دینے والے عذاب کا مزہ چکھو۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کی گستاخی اور انبیاء علیہم السلام کو شہید کرنا بدترین جرم ہیں نیز شانِ انبیاء میں گستاخی کرنے والا، شانِ الٰہی میں گستاخی کرنے والے کی طرح جہنم کا مستحق ہے۔

آیت 182 فرمایا کہ یہ عذاب کفر و شرک وغیرہ ان گناہوں کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ بغیر گناہ کے عذاب دے کر بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا۔

آیت 183 شانِ نزول: یہودیوں کی ایک جماعت نے کہا: ہم سے تورات میں عہد لیا گیا ہے کہ دعوئ نبوت کرنے والا شخص اگر ایسی

بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ بِالَّذِیْ

قربانی پیش نہ کرے جسے آگ کھا جائے۔ اے حبیب! تم فرمادو (کہ) بیشک مجھ سے پہلے بہت سے رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور وہی

قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ

(معجزات) لے کر آئے جو تم نے کہے تھے پھر اگر تم سچے ہو تو تم نے انہیں کیوں شہید کیا؟ ○ تو اے حبیب! اگر وہ تمہاری تکذیب کرتے ہیں

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَیِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ

تو تم سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے ○ ہر جان موت کا

الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تمہیں تمہارے اجر پورے پورے دیئے جائیں گے تو جسے آگ سے بچا لیا گیا

وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

اور جنت میں داخل کردیا گیا تو وہ کامیاب ہوگیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے ○

قربانی پیش نہ کرسکے جسے آسمان سے سفید آگ اتر کر کھائے تو اس پر ہم ایمان نہ لائیں۔ اس پر فرمایا گیا کہ ان سے فرمادو کہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور تمہارے مطالبہ والے معجزات لے کر آئے اس کے باوجود تم نے انہیں نہ مانا بلکہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کو شہید کردیا، اگر تم سچے تھے تو انہیں کیوں شہید کیا؟ تمہارا سابقہ کردار اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ تمہارا مقصد صرف حیلے بہانے کرکے اسلام قبول کرنے سے بچنا اور جاہلوں کو ورغلانا ہے۔ اہم بات: نبی کی صداقت کے لئے کوئی بھی معجزہ دکھادینا کافی ہے، اس کے باوجود کسی خاص معجزے کا اصرار خواہ مخواہ کی ضد ہے۔

آیت 184 یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے حبیب! اگر یہ کفار تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم غمزدہ نہ ہو کیونکہ تم سے پہلے ان رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی ہے جو صاف نشانیاں، صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے، لہذا آپ بھی ان کی طرح صبر واستقامت سے خدا کا پیغام پہنچاتے رہیں۔

آیت 185 فرمایا کہ ہر جان خواہ وہ انسان ہو، جن ہو یا فرشتہ، الغرض اللہ تعالیٰ کے سوا ہر زندہ کو موت آنی اور ہر چیز فانی ہے اور قیامت کے دن تمہارے اچھے برے اعمال کی جزا تمہیں پوری پوری دی جائے گی تو اس دن جسے جہنم کی آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا اسی نے حقیقی کامیابی حاصل کی اور دنیا کی لذتیں، خواہشات اور رعنائیاں صرف دھوکے کا سامان ہے کیونکہ ان کا ظاہر تو بہت خوبصورت نظر آتا ہے لیکن باطن فساد سے بھرپور ہے۔ دنیا کی عیش وعشرت اور زیب وزینت کتنی ہی زیادہ ہو، یہ دھوکے کے سامان کے علاوہ کچھ نہیں۔ آدمی دنیا کی رنگینیوں سے ہرگز دھوکہ نہ کھائے اور حقیر دنیا کو حاصل کرنے کے لئے اپنی قیمتی ترین آخرت ہرگز تباہ نہ کرے۔ اہم باتیں: (1) "موت" روح کے جسم سے جدا ہونے کا نام ہے۔ (2) دنیوی کامیابی آخرت میں نقصان کا سبب ہو تو پھر حقیقت میں یہ خسارہ ہے۔

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ

بیشک تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں کے بارے میں تمہیں ضرور آزمایا جائے گا اور تم ضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب

الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

اور مشرکوں سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرتے رہو اور پرہیزگار بنو تو یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ

اور یاد کرو جب اللہ نے ان لوگوں سے عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم ضرور اس کتاب کو لوگوں سے بیان کرنا اور اسے چھپانا

فَنَبَذُوْهُ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ

تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کرلی تو یہ کتنی بری خریداری ہے

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا

ہرگز گمان نہ کرو ان لوگوں کو جو اپنے اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور پسند کرتے ہیں کہ ان کی ایسے کاموں پر تعریف کی جائے

آیت 186 یہاں مسلمانوں سے خطاب ہے کہ مختلف اعمال فرض کرکے، بیماریوں، پریشانیوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنے کے ذریعے تمہارے مالوں اور جانوں کے بارے میں تمہیں ضرور آزمایا جائے گا، لہٰذا تم اس کے لیے تیار رہنا اور ان تمام امتحانات میں کامیابی حاصل کرنا، نیز دینی معاملات میں کافروں کی طرف سے تمہیں بہت تکالیف پہنچیں گی تو اگر تمام معاملات میں تم صبر کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور پرہیزگاری اختیار کیے رہو تو یہ تمہارے لئے نہایت بہتر رہے گا کیونکہ یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔ مصیبتوں کو برداشت کرنا اور ایسی حالت میں بھی نیکیاں نہ چھوڑنا اور گناہوں کی طرف نہ جانا اور بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرنا بڑی ہمت والے کام ہیں۔

آیت 187 اللہ تعالیٰ نے تورات و انجیل کے علماء سے عہد لیا تھا کہ ان کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نبوت کے دلائل لوگوں کو اچھی طرح واضح کرکے سمجھادیں اور ہرگز نہ چھپائیں لیکن انہوں نے اس عہد پر عمل کرنے کی بجائے اسے پس پشت ڈال دیا اور رشوتیں لے کر آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے اوصاف کو چھپایا تو ان کی یہ کتنی بری خریداری ہے۔ اہم باتیں: (1) بلا اجازت شرعی علم دین چھپانا گناہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جس سے کچھ پوچھا گیا جسے وہ جانتا ہے اور اس نے اسے چھپایا تو روز قیامت اسے آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔ (ترمذی، حدیث: 2658) (2) علما کی ذمہ داری ہے کہ اپنے علم سے فائدہ پہنچائیں، حق ظاہر کریں۔

آیت 188 یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے پر خوش ہوتے اور نادان و جاہل ہونے کے باوجود یہ پسند کرتے کہ انہیں عالم کہا جائے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ انہیں آخرت میں ہرگز عذاب سے دور نہ سمجھو بلکہ یہ ایک مکان یعنی جہنم میں ہوں گے جس میں انہیں عذاب دیا جائے گا اور ایسی حرکتوں کے سبب ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ درس: اس آیت میں خود پسندی کرنے والوں اور حبِ جاہ یعنی عزت، تعریف، شہرت کی تمنا میں مبتلا لوگوں کے لئے وعید ہے۔

لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٨٨﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ

انہوں نے کیے ہی نہیں، انھیں ہر گز عذاب سے دور نہ سمجھو اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ○ اور اللہ ہی کے لیے

ع السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٨٩﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ بیشک آسمانوں اور زمین کی

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا

پیدائش اور رات اور دن کی باہم تبدیلی میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں ○ جو کھڑے اور بیٹھے

وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا

اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب!

مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ

تونے یہ سب بیکار نہیں بنایا۔ تو پاک ہے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے ○ اے ہمارے رب! بیشک جسے تو دوزخ میں داخل کرے گا

جب کسی شخص کے دل میں یہ آرزو پیدا ہونے لگے کہ لوگ اس کے شیدائی ہوں، اس کی تعریف کریں، اسے عزت دیں، ملک و قوم کے لیے کچھ کیے بغیر ہی اسے معمارِ قوم، محسنِ قوم قرار دیا جائے وغیرہ تو یہ خود پسندی کی واضح علامت ہے۔

آیت 189 اس آیت میں ان گستاخوں کا رد ہے جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کے دائرے میں آنے والی ہر چیز کا مالک ہے لہٰذا اس کی طرف فقر کی نسبت کس طرح کی جاسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قادر ہے تو وہ ان گستاخوں کو سزا دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

آیت 190 فرمایا کہ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش، ان میں موجود عجائبات اور رات دن کے آنے جانے، چھوٹا اور بڑا ہونے میں عقل مندوں کے لیے قدرتِ الٰہی پر دلالت کرنے والی نشانیاں ہیں۔ اہم بات: اچھی نیت جیسے مسلمانوں کی خدمت یا عظمتِ الٰہی کی معرفت کے لیے علم جغرافیہ و سائنس حاصل کرنا ثواب ہے لیکن یہ شرط ہے کہ اسلامی عقائد کے خلاف نہ ہو۔

آیت 191، 192 ان دو آیات میں عقل مندوں کے بارے میں بتایا جارہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کھڑے، بیٹھے، بستر پر لیٹے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور کائنات کے دیگر عجائبات میں غور و فکر کرتے ہیں تاکہ ان کے خالق کی عظمت و قدرت کی پہچان ہو۔ کائنات میں غور و فکر کرنے کے بعد عظمتِ الٰہی ان پر آشکار ہو جاتی ہے اور وہ یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تونے یہ سب بیکار نہیں بنایا بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ تیرے کمالِ قدرت پر دلالت کرتا ہے، تو اس سے پاک ہے کہ کسی چیز کو بیکار بنائے، بس تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے رب! بیشک جسے تو ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخل کرے گا اسے تو نے ضرور رسوا کر دیا اور کفر کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کا کوئی مددگار نہیں جو ان سے عذابِ الٰہی دور کرسکے۔ اہم بات: اللہ

فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ

اسے تو نے ضرور رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے ○ اے ہمارے رب! بیشک ہم نے ایک ندا دینے والے کو ایمان کی ندا دیتے

لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا

ہوئے سنا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے پس اے ہمارے رب! تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں مٹا دے

وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا

اور ہمیں نیک لوگوں کے گروہ میں موت عطا فرما ○ اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ سب عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ فرمایا

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ

ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا ○ تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ میں تم میں سے عمل کرنے

عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا

والوں کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا وہ مرد ہو یا عورت۔ تم آپس میں ایک ہی ہو، پس جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے

تعالیٰ کی عظمت، قدرت، حکمت، وحدانیت اور اس کے علم کی پہچان حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ اس کی پیدا کی ہوئی یہ کائنات ہے اس میں موجود تمام چیزیں اپنے خالق کی وحدانیت پر دلالت کرتی اور اس کے جلال و کبریائی کو ظاہر کرتی ہیں۔

آیت 193، 194 ان دو آیات میں عقلمندوں کی مزید دعاؤں کا ذکر ہے، چنانچہ فرمایا کہ وہ یوں دعا مانگتے ہیں: اے ہمارے رب! بیشک ہم نے ایک ندا دینے والے کو ایمان کی ندائیں دیتے ہوئے سنا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ، تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب! بس تو ہمارے گناہ بخش دے، ہم سے ہماری برائیاں مٹا دے، ان پر سزا دے کر انہیں ظاہر مت فرما اور ہمیں انبیاء صالحین کے گروہ میں موت عطا فرما۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنے فضل و رحمت سے وہ سب عطا فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں عذاب دے کر قیامت کے دن رسوا نہ کرنا، بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اہم بات: ندا دینے والے سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم یا قرآن کریم ہے۔ درس: (1) پہلی آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے کہ نیک لوگوں کے ساتھ یعنی ان کی فرمانبرداری کرتے ہوئے موت آنے کی دعا کرو۔ آدمی کو چاہیے کہ زندگی میں نیک لوگوں کے ساتھ رہے اور انہی کے گروہ میں موت ملنے کی دعا کرے تاکہ ان کے صدقے جنت کی اعلیٰ ترین نعمتیں نصیب ہوں، نیز موت کے بعد نیک لوگوں کے قرب میں دفن ہونے کی وصیت کرے۔ (2) "رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا" سے لے کر "اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ" تک بہت پیاری دعا ہے۔ اسے اپنے معمولات میں شامل کر لینا چاہیے۔

آیت 195 ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں وہ عطا کر دیا جو انہوں نے مانگا تھا اور ان سے فرمایا کہ اے ایمان والو! میں تم میں سے کسی مرد یا عورت کا عمل ضائع نہیں کروں گا بلکہ اس عمل پر ثواب عطا فرماؤں گا۔ تم سب آپس میں ایک ہی

مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ

نکالے گئے اور میری راہ میں انہیں ستایا گیا اور انہوں نے جہاد کیا اور قتل کر دیئے گئے تو میں ضرور ان کے سب گناہ ان سے مٹادوں گا

وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

اور ضرور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (یہ) اللہ کی بارگاہ سے اجر ہے

وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿١٩٥﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ﴿١٩٦﴾

اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے ○ اے مخاطب! کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز تجھے دھوکا نہ دے ○

مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٩٧﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ

(یہ زندگی گزارنے کا) تھوڑا سا سامان ہے پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہو گا اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ○ لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں

لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے (یہ) اللہ کی طرف سے مہمان نوازی کا سامان ہے

ہو یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنہا کی اولاد ہی ہو یا یہ معنی ہے کہ اطاعت پر ثواب ملنے اور نافرمانی پر سزا ملنے میں تم سب ایک ہی ہو۔ مزید فرمایا کہ وہ لوگ جنہوں نے میرے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت کے لئے اپنے وطنوں سے ہجرت کی اور مشرکوں کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں کے سبب اپنے پسندیدہ گھروں سے نکلنے پر مجبور ہو گئے اور مجھ پر ایمان لانے کی وجہ سے انہیں مشرکوں کی طرف سے ستایا گیا اور انہوں نے میری راہ میں کافروں کے ساتھ جہاد کیا اور شہید کر دیئے گئے تو میں ضرور ان کے سب گناہ ان سے مٹادوں گا اور ضرور انہیں ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ان کے لئے اجر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔ **اہم بات:** سابقہ آیات میں جو دعا گزری اس میں پانچ بار "رَبَّنَا" آیا ہے اور یہاں دعا قبول ہونے کا بیان ہے، اس لئے علما نے فرمایا ہے کہ اگر دعا میں پانچ مرتبہ "یَا رَبَّنَا" کہہ دیا جائے تو قبولیت کی امید ہے۔

آیت 196، 197 **شانِ نزول:** مسلمانوں کی ایک جماعت نے کہا: اللہ تعالیٰ کے دشمن کفار و مشرکین تو آرام میں جبکہ ہم تنگی و مشقت میں ہیں۔ اس پر فرمایا گیا کہ اے مخاطب! کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا، ان کا وسیع مال و دولت اور سکون و راحت کے دنیوی اسباب ہرگز تجھے دھوکا نہ دیں۔ ان کا یہ عیش و آرام دنیوی زندگی گزارنے کا تھوڑا سا سامان ہے، اس کی ان نعمتوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے تیار کر رکھی ہیں، پھر ان کفار کا انجام بہت برا ہے کہ تھوڑے سے سامان کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن ان کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لیے جہنم ہو گا اور وہ کافروں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

آیت 198 ارشاد فرمایا کہ البتہ وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس کے حکم و ممانعت کی خلاف ورزی نہیں کرتے، ان کے

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ

اور جو اللہ کے پاس ہے وہ نیکوں کے لئے بہترین چیز ہے ○ اور بیشک کچھ اہل کتاب ایسے ہیں جو اللہ پر اور جو تمہاری طرف

اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِمْ خٰشِعِیْنَ لِلّٰهِ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ

نازل کیا گیا اس پر اور جو ان کی طرف نازل کیا گیا اس پر اس حال میں ایمان لاتے ہیں کہ ان کے دل اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں، وہ اللہ کی آیتوں

ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

کے بدلے ذلیل قیمت نہیں لیتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

ع یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾

اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور اسلامی سرحد کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی مہمان نوازی کا سامان ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس دائمی وکثیر سامان ہے وہ نیکوں کے لئے اس فانی وقلیل سامان سے بہتر ہے جس میں کفار کو تصرف کا اختیار دیا گیا ہے۔

آیت 199 شانِ نزول: جب شاہ حبشہ حضرت اصحمہ نجاشی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے اصحاب کو لے کر جنت البقیع میں تشریف لائے۔ یہاں سرزمین حبشہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے کی گئی اور حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ سامنے ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان پر چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے استغفار فرمایا۔ منافقین نے اعتراض کیا کہ دیکھو حبشہ کے نصرانی پر نماز پڑھتے ہیں جس کو آپ نے نہ کبھی دیکھا اور نہ وہ آپ کے دین پر تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کی شان میں فرمایا گیا کہ منافق جنہیں عیسائی کہہ رہے ہیں وہ حقیقت میں مسلمان ہیں کیونکہ کچھ اہل کتاب ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ، پچھلی کتابوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور آپ پر نازل ہونے والے قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی حالت یہ ہے کہ ان کے دل عاجزی وانکساری اور تواضع واخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ وہ یہودی سرداروں کی طرح اللہ تعالیٰ کی آیتیں بیچ کر ذلیل قیمت نہیں لیتے بلکہ سچے دل سے ایمان رکھتے ہیں تو ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اجر وثواب کا خزانہ ہے اور اللہ تعالیٰ جلد حساب کرنے والا ہے۔

آیت 200 ارشاد فرمایا کہ اے ایمان والو! نیکیاں کرنے، گناہوں سے بچنے کی مشقت، دنیوی مصیبتوں اور آفتوں پر صبر کرو اور جنگ کی سختیوں کے موقع پر صبر کرنے میں کفار پر غالب رہو، صبر واستقامت میں ان سے کم تر ثابت نہ ہونا اور اسلامی سرحد پر اپنے جسموں اور گھوڑوں کو کفار سے جہاد کے لئے تیار رکھو، یا "رَابِطُوْا" کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کمربستہ رہو اور تمام احوال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ تم جہنم سے نجات پا کر جنت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔

اٰیاتُھا ۱۷۶ — ۴ سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ ۹۲ — رُکوعاتُھا ۲۴

سورۂ نساء مدنی ہے، اس میں ایک سو چھہتر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا پیدا کیا

وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ

اور ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتوں (کو توڑنے سے بچو۔)

سورۂ نساء کا تعارف سورۂ نساء مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ عربی میں عورتوں کو "نساء" کہتے ہیں اور اس سورت میں بہ کثرت عورتوں سے متعلق احکام بیان ہوئے ہیں، اس لئے اس کا نام "سورۂ نساء" ہے۔ **فضیلت:** حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سورۂ بقرہ، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ، سورۂ حج اور سورۂ نور سیکھو کیونکہ ان سورتوں میں فرض علوم بیان کئے گئے ہیں۔ (مستدرک، حدیث: 3545) **خلاصہ مضامین:** اس سورت میں یتیم بچوں اور عورتوں کے حقوق، مہر سے متعلق چند مسائل، مال وراثت میں عورتوں کے حصوں کا تقرر، جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کا بیان، والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، پڑوسیوں، مسافروں اور لونڈی غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم، کبیرہ گناہوں سے بچنے کی فضیلت، جہاد، قتل اور ہجرت کے احکام، نمازِ خوف کا طریقہ، اخلاقی و ملکی معاملات کے اصول، منافقوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے خطرات سے مسلمانوں کو آگاہی وغیرہ کا ذکر ہے۔

آیت 1 یہاں تمام انسانوں سے خطاب ہے اور انہیں تقویٰ کا حکم دیا جا رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے وجود سے ان کا جوڑا یعنی حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا کیا اور انہی دونوں حضرات سے زمین میں نسل در نسل کثرت سے مرد و عورت کا سلسلہ جاری کیا اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو یعنی کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھے یہ دو، وہ دو۔ نیز رشتے داری توڑنے سے بچو اور اس معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم سے صادر ہونے والے تمام اقوال و افعال اور دلوں میں موجود خیالات تک جانتا ہے اور وہ تمہیں ان کے مطابق جزا عطا فرمائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) کافروں کے لئے تقویٰ یہ ہے کہ وہ ایمان لائیں اور اعمال صالحہ کریں اور مسلمانوں کے لئے تقویٰ یہ ہے کہ ایمان پر ثابت قدم رہیں، گناہوں سے بچیں اور اچھے کام کریں۔ (2) انسانوں کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ اسی لئے آپ علیہ السلام کو ابو البشر یعنی انسانوں کا باپ کہتے ہیں۔ **درس:** قرآن و حدیث میں رشتہ داری توڑنے کی شدید مذمت اور رشتے داروں سے تعلق رکھنے کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ

بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے ○ اور یتیموں کو ان کے مال دیدو اور پاکیزہ مال کے

بِالطَّیِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا

مال نہ لو اور ان کے مالوں کو اپنے مالوں میں ملا کر نہ کھا جاؤ بیشک یہ بڑا گناہ

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ

اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرسکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں، دو دو اور تین تین

وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ

چار چار پھر اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ تم انصاف نہیں کرسکو گے تو صرف ایک (سے نکاح کرو) یا لونڈیوں (پر گزارا کرو) جن کے تم مالک

آیت 2 شانِ نزول: ایک شخص کی نگرانی میں اس کے یتیم بھتیجے کا بہت زیادہ مال تھا۔ جب یتیم بالغ ہوا اور اپنا مال طلب کیا تو اس نے دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: جب یتیم اپنا مال طلب کریں تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو جبکہ دیگر شرعی تقاضے پورا کر لئے ہوں اور اپنے حلال مال کے بدلے یتیم کا مال نہ لو جو تمہارے لئے حرام ہے، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ اپنا گھٹیا مال یتیم کو دے کر اس کا عمدہ مال لے لو۔ تمہارا گھٹیا مال تمہارے لئے عمدہ ہے کیونکہ یہ تمہارے لئے حلال ہے اور یتیم کا مال تمہارے لئے گھٹیا اور خبیث ہے کیونکہ وہ تمہارے لئے حرام ہے نیز یتیموں کا مال اپنے مالوں میں ملا کر ہڑپ نہ کر جاؤ، بیشک یہ گناہ ہے لہٰذا اس سے بچو۔ اہم باتیں: (1) یتیم اس نابالغ لڑکے یا لڑکی کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو جائے۔ (2) یتیم کو تحفہ دے سکتے ہیں مگر اس کا تحفہ لے نہیں سکتے۔ (3) کوئی شخص فوت ہوا اور اس کے ورثا میں یتیم بچے بھی ہیں تو ختم، چالیسویں، نیاز، فاتحہ میں یتیم کا حصہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔

آیت 3 اس آیت کے معنی میں چند اقوال ہیں: (1) پہلے زمانہ میں اہل مدینہ اپنے زیر سرپرستی یتیم لڑکیوں سے ان کے مال کی وجہ سے نکاح کر لیتے لیکن ان کے حقوق پورے نہ کرتے اور مال کے وارث بننے کے لئے ان کی موت کے منتظر رہتے، اس آیت میں انکو اس حرکت سے روکا گیا۔ (2) لوگ یتیموں کی سرپرستی کرنے سے گھبراتے تھے لیکن زنا کی پرواہ نہ کرتے، انہیں بتایا گیا کہ اگر تم ناانصافی کے ڈر سے یتیموں کی سرپرستی سے گریز کرتے ہو تو زنا سے بھی خوف کرو اور اس سے بچنے کے لئے جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں ان سے نکاح کرو اور حرام کے قریب مت جاؤ۔ (3) لوگ یتیموں کی سرپرستی میں تو ناانصافی کرنے سے ڈرتے تھے لیکن کثرت سے نکاح کرنے میں کچھ خطرہ محسوس نہ کرتے، انہیں بتایا گیا کہ جب زیادہ عورتیں نکاح میں ہوں تو ان کے حق میں ناانصافی سے بھی ڈرو جیسے یتیموں کے حق میں ناانصافی سے ڈرتے ہو اور اتنی ہی عورتوں سے نکاح کرو جن کے حقوق ادا کر سکو۔ (4) قریش دس بلکہ اس سے بھی زیادہ عورتیں کرتے اور جب ان کا بوجھ نہ اٹھا سکتے تو اپنی زیر سرپرست یتیم لڑکیوں کے مال خرچ کر

أَدْنٰٓى أَلَّا تَعُوْلُوْا ③ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ

اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو○ اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو پھر اگر وہ خوش دلی سے مہر میں سے تمہیں کچھ

نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓــًٔا مَّرِيْٓــًٔا ④ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ

دے دیں تو اسے پاکیزہ، خوشگوار (سمجھ کر) کھاؤ○ اور کم عقلوں کو ان کے وہ مال نہ دو جسے اللہ نے تمہارے لئے

ڈالتے، انہیں فرمایا گیا کہ اپنی مالی پوزیشن دیکھ لو اور چار سے زیادہ نکاح نہ کرو تا کہ تمہیں یتیموں کا مال خرچ کرنے کی حاجت پیش نہ آئے۔ اس کے ساتھ مزید فرمایا کہ اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی صورت میں سب کے درمیان عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک سے شادی کرو یا ان لونڈیوں پر گزارا کرو جن کے تم مالک ہو کیونکہ ان کے وہ حقوق نہیں جو بیویوں کے ہیں۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ اہم باتیں: (1) مرد کے لئے ایک وقت میں چار عورتوں تک سے نکاح جائز ہے۔ (2) ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان عدل کرنا فرض ہے۔ اس میں نئی، پرانی، کنواری، دوسرے کی مطلقہ یا بیوہ سب برابر ہیں۔ یہ عدل لباس، کھانے پینے، رہنے کی جگہ اور رات کو ساتھ رہنے میں ہے۔ ان امور میں سب کے ساتھ یکساں سلوک ہو۔ (3) اگر کوئی چار میں عدل نہیں کر سکتا لیکن تین میں کر سکتا ہے تو تین شادیاں کر سکتا ہے اور یہی معاملہ تین، دو میں ہے۔

آیت 4 اس آیت میں شوہروں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کریں، پھر اگر ان کی بیویاں خوش دلی سے مہر کا کچھ حصہ انہیں تحفے کے طور پر دے دیں تو وہ اسے پاکیزہ اور خوشگوار سمجھ کر کھائیں، اس میں ان کا کوئی دنیوی یا اخروی نقصان نہیں ہے۔ اہم باتیں: (1) مہر کی مستحق عورت ہے، اس کا سرپرست نہیں، لہٰذا اگر سرپرست نے مہر وصول کر لیا ہو تو اس پر لازم ہے کہ عورت تک پہنچا دے۔ (2) مہر بوجھ سمجھ کر نہیں بلکہ عورت کا شرعی حق سمجھ کر اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کی نیت سے خوشی خوشی دینا چاہئے۔ (3) عورت سے زبردستی مہر واپس لینا جائز نہیں البتہ اگر عورت اپنی خوشی سے پورا یا کچھ مہر دیدے تو وہ حلال ہے۔ ہمارے ہاں لوگ عورت کو مہر واپس دینے یا معاف کرنے کا مطالبہ تو نہیں کرتے لیکن حیلے بہانے، غصہ، ناراضگی، منہ بگاڑ کر مختلف طریقوں سے عورت کو اس پر مجبور کر دیتے ہیں، یہ بھی ممنوع ہے۔

آیت 5 یہاں سرپرستوں سے فرمایا ہے کہ جن بچوں کی پرورش تمہارے ذمہ اور اُن کا مال تمہارے پاس ہے اور ابھی وہ بچے اتنی سمجھ نہیں رکھتے کہ مال کا مصرف پہچانیں، اگر ان کا مال ان پر چھوڑ دیا جائے تو وہ اسے جلد ضائع کر دیں گے، تو جب تک انہیں مال کی اچھی طرح سمجھ بوجھ حاصل نہ ہو جائے تب تک ان کے مال ان کے حوالے نہ کرو بلکہ ان کی ضروریات جیسے کھانے پینے اور پہننے کے اخراجات ان کے مال سے پورے کرتے رہو اور ان سے اچھی بات کہتے رہو جس سے ان کے دل کو تسلی رہے مثلاً ان سے کہو کہ بھائی! مال تمہارا ہی ہے، جب تم ہوشیار، سمجھ دار ہو جاؤ گے تو یہ تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔ اہم بات: اچھی بات کہنے کا معنی یہاں مفسرین نے وہ لیا ہے جو اوپر بیان ہوا البتہ مطلقاً اچھی بات میں یہ بھی داخل ہے کہ انہیں آدابِ زندگی یعنی کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، بات چیت کرنے وغیرہ کے آداب سکھاؤ اور سب کاموں میں ان کی تربیت کرو۔

قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۵ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى

گزر بسر کا ذریعہ بنایا ہے اور انہیں اس مال میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو ۝ اور یتیموں (کی سمجھداری) کو آزماتے

حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ

یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھداری دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر

وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ

اور ان کے مال فضول خرچی سے اور (اس ڈر سے) جلدی جلدی نہ کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے اور جسے حاجت نہ

وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ

تو وہ بچے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھا سکتا ہے پھر جب تم ان کے مال ان کے حوالے کر

فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۶ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ

تو ان پر گواہ کرلو اور حساب لینے کے لئے اللہ کافی ہے ۝ مردوں کے لئے اس (مال) میں سے (وراثت کا) حصہ ہے جو ماں باپ

وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ

اور رشتے دار چھوڑ گئے اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ گئے ، مال وراثت تھوڑا

آیت 6 اس آیت میں یتیموں سے متعلق 4 بہت واضح احکام دیے گئے ہیں، (1) جن یتیموں کا مال تمہارے پاس ہو ان کی سمجھداری آزماتے رہو جس کی ایک صورت یہ ہے کہ ان کا مال دے کر وقتاً فوقتاً انہیں دیکھو کہ کیسے خرچ کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں یعنی بالغ ہو جائیں تو اگر تم ان میں سمجھداری کے آثار دیکھو کہ وہ مالی معاملات اچھے طریقے سے کر لیتے ہیں تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔ (2) ان کے مال فضول خرچی سے استعمال نہ کرو اور اس ڈر سے جلدی جلدی نہ کھاؤ کہ جب وہ بڑے ہو جائیں گے تو سب واپس کرنا پڑے گا، اس ڈر سے زیادہ زیادہ کھا جانا حرام ہے۔ (3) یتیم کا سرپرست اگر خود مالدار ہو اور اسے یتیم کا مال استعمال کرنے کی حاجت نہ ہو تو وہ اس کا مال استعمال کرنے سے بچے اور جو حاجت مند ہو وہ بقدر مناسب کھا سکتا ہے یعنی جتنی معمولی سی ضرورت ہو اور اس میں بھی کوشش کرے کہ کم سے کم کھائے۔ (4) جب تم یتیموں کے مال ان کے حوالے کرنے لگو تو اس پر گواہ بنا لو تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ ہو اور حساب لینے کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔

آیت 7 زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو وراثت میں سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا، ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا: مردوں اور عورتوں دونوں کا ان کے والدین اور رشتے داروں کی وراثت میں حصہ ہے، چاہے مال کم ہو یا زیادہ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مقرر حصہ بنایا ہے۔ اہم بات: بیٹا بیٹی دونوں میراث کے حق دار ہیں، بیٹیوں کو میراث سے محروم رکھنا صریح ظلم اور قرآن کے خلاف ہے۔ عورتوں

أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ

یا زیادہ۔ (اللہ نے یہ) مقرر حصہ (بنایا ہے۔)○ اور جب تقسیم کرتے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجائیں

فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝٨ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا

تو اس مال میں سے انہیں بھی کچھ دیدو اور ان سے اچھی بات کہو○ اور وہ لوگ ڈریں جو اگر اپنے پیچھے

مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝٩

کمزور اولاد چھوڑتے تو ان کے بارے میں کیسے اندیشوں کا شکار ہوتے تو انہیں چاہئے کہ اللہ سے ڈریں اور درست بات کہیں○

پر ہونے والے اس قسم کے مظالم سے اسلام نے انہیں نجات عطا فرمائی۔ وراثت کے حصے کی مقدار آیت نمبر ۱۱ میں ہے۔

آیت 8 یہاں محتاجوں اور ان رشتے داروں کے متعلق فرمایا جارہا ہے جن کا وراثت میں حصہ نہیں کہ وراثت تقسیم کرنے سے پہلے مال میں سے کچھ ان افراد کو بھی دیدیا کرو اور ان سے اچھی بات کہو جیسے یہ کہ یہ مال تو شرعی طور پر تو صرف وارثوں کا حصہ ہے لیکن تمہیں ویسے ہی تھوڑا سا دیا گیا ہے یونہی ان کے لئے دعا کر دی جائے۔ اہم بات: اس آیت میں غیر وارثوں کو وراثت کے مال میں سے کچھ دینے کا حکم مستحب ہے۔ اس پر عمل کی ایک صورت یہ ہے کہ بعض اوقات کوئی بیٹا یتیم بچے چھوڑ کر فوت ہو جاتا ہے اور اس کے بعد باپ کا انتقال ہوتا ہے تو وہ یتیم بچے چونکہ پوتے بنتے ہیں اور چچا یعنی فوت ہونے والے کا دوسرا بیٹا موجود ہونے کی وجہ سے یہ پوتے دادا کی میراث سے محروم ہوتے ہیں تو دادا کو چاہئے کہ ایسے پوتوں کو وصیت کرکے مال کا مستحق بنا دے اور اگر دادا نے ایسا نہ کیا ہو تو وارثوں کو چاہئے کہ اوپر والے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے حصہ میں سے انہیں کچھ دے دیں البتہ نابالغ اور غیر موجود وارث کے حصہ میں سے دینے کی اجازت نہیں۔

آیت 9 یتیموں کے سرپرستوں سے فرمایا جارہا ہے کہ وہ یتیموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور یہ سمجھ کر ان کی پرورش کریں کہ اگر ہمارے بچے یتیم رہ جائیں اور کوئی دوسرا ان کی پرورش کرے تو وہ کیسی پرورش چاہتے ہیں؟ تو ایسی ہی پرورش وہ دوسرے کے یتیموں کی کریں۔ ان سرپرستوں کو چاہئے کہ وہ یتیموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ان سے اچھی اور صحیح بات کہیں مثلاً یہ کہ تم فکر نہ کرو ہم بھی تمہارے باپ جیسے ہیں، تمہیں پریشانی نہیں آنے دیں گے۔ اہم بات: ہمیشہ دوسرے کے ساتھ وہ معاملہ کرنا چاہئے جو اپنے ساتھ پسند ہے۔ حدیث مبارک میں ہے کہ تم میں کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری، حدیث: 13)

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا

بیشک وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے

وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴿١٠﴾ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ع ١٢

اور عنقریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے○ اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر

فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ

پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کے لئے ترکے کا دو تہائی حصہ ہوگا اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا حصہ

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ

اور اگر میت کی اولاد ہو تو میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے ترکے سے چھٹا حصہ ہوگا پھر اگر میت کی اولاد

يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ

اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کے لئے تہائی حصہ ہے پھر اگر اس (میت) کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا، (یہ سب احکام) اس وصیت

مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ

(کو پورا کرنے) کے بعد (ہوں گے) جو وہ (فوت ہونے والا) کر گیا اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے۔) تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم

آیت 10 یتیموں کا مال ناحق کھانے سے منع کرنے کے بعد اب اس کی سخت وعید بیان کی جا رہی ہے کہ جو لوگ ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں یعنی یتیموں کا مال ناحق کھانا گویا آگ کھانا ہے کیونکہ یہ مال کھانا جہنم کی آگ میں جانے کا سبب ہے اور عنقریب یہ لوگ بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) یتیم کا مال ناحق کھانا کبیرہ گناہ اور سخت حرام ہے۔ (2) بعض لوگ لاعلمی کی وجہ سے بھی مال یتیم کھا جاتے ہیں مثلاً جب میت کے ورثا میں کوئی یتیم ہو تو اس کے مال سے یا اس کے مال سمیت مشترک مال سے فاتحہ وغیرہ کا کھانا حرام ہوتا ہے کہ اس میں یتیم کا حق شامل ہے۔

آیت 11 اس آیت میں وارثوں کے حصوں کی مقدار بیان کرتے ہوئے چند باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (1) اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ (2) اگر اولاد میں صرف لڑکیاں ہوں اور وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے چھوڑے ہوئے مال کا دو تہائی (2/3) اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا (1/2) حصہ ہے۔ (3) اگر میت کی اولاد ہو تو میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا (1/6) حصہ اور اگر اولاد نہ ہو اور ماں باپ زندہ ہیں تو ماں کے لیے ایک تہائی (1/3) حصہ ہے۔ (4) اگر اس میت کے کئی بھائی بہن ہوں (خواہ سگے ہوں یا ماں یا باپ کی طرف سے) تو ماں کا چھٹا (1/6) حصہ ہے۔ (5) یہ سب احکام قرض کی ادائیگی اور اس وصیت کو پورا کرنے کے بعد ہوں گے جو فوت ہونے والا کر گیا

أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۱۱﴾

معلوم نہیں کہ ان میں کون تمہیں زیادہ نفع دے گا، (یہ) اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حصہ ہے۔ بیشک اللہ بڑے علم والا، حکمت والا ہے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ

اور تمہاری بیویاں جو (مال) چھوڑ جائیں اگر ان کی اولاد نہ ہو تو اس میں سے تمہارے لئے آدھا حصہ ہے، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ

فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ

میں سے تمہارے لئے چوتھائی حصہ ہے۔ (یہ حصے) اس وصیت کے بعد (ہوں گے) جو انہوں نے کی ہو اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے) اور اگر

مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ

تمہارے اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں سے عورتوں کے لئے چوتھائی حصہ ہے، پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں

مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّورَثُ كَلَالَةً

حصہ ہے (یہ حصے) اس وصیت کے بعد (ہوں گے) جو وصیت تم کر جاؤ اور قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوں گے۔) اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم

أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ

کیا جاتا ہو جس نے ماں باپ اور اولاد (میں سے) کوئی نہ چھوڑا اور (صرف) ماں کی طرف سے اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہوگا

فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصَىٰ بِهَا

پھر اگر وہ (ماں کی طرف والے) بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہوں گے (یہ دونوں صورتیں بھی) میت کی اس وصیت اور قرض (کی

ہے۔ (6) تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے وارثوں میں کون تمہیں دنیا و آخرت میں زیادہ نفع دے گا۔ اسے جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اسی لیے اس نے تم پر میراث کے حصے مقرر فرما دیے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑے علم والا، حکمت والا ہے۔

آیت 12 اس آیت میں وراثت کے مزید احکام بیان کیے گئے ہیں: (1) تمہاری فوت ہونے والی بیویاں جو مال چھوڑ جائیں اور ان کی اولاد نہ ہو تو تمہارے (یعنی شوہروں) کے لیے اس مال کا آدھا (1/2) حصہ ہے اور اگر ان کی اولاد ہو تو تمہارے لیے چوتھائی (1/4) حصہ ہے۔ یہ حصے قرض کی ادائیگی اور ان کی وصیت پوری کرنے کے بعد ہوں گے۔ (2) (تمہارے فوت ہونے کی صورت میں) بیویوں کے لیے تمہارے ترکے کا چوتھائی (1/4) حصہ ہے جبکہ تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر اولاد ہو تو بیویوں کا آٹھواں (1/8) حصہ ہے۔ یہ حصے بھی قرض کی ادائیگی اور وصیت پوری کرنے کے بعد ہوں گے۔ (3) اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کیا جاتا ہو جس نے ماں باپ اور اولاد میں سے کوئی نہ چھوڑا اور صرف ماں کی طرف سے اس کا ایک بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا (1/6) حصہ ہوگا اور اگر یہ ماں کی طرف والے بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی (1/3) حصے میں شریک ہوں گے اور یہ دونوں صورتیں بھی قرض

اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝١٢ تِلْكَ
وا ئیگی) کے بعد ہوں گی جس (وصیت) میں اس نے (ورثہ کو) نقصان نہ پہنچایا ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ بڑے علم والا، بڑے حلم والا ہے۔ یہ
حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرے تو اللہ اسے جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝١٣ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ
ہمیشہ ان میں رہیں گے، اور یہی بڑی کامیابی ہے ○ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی (تمام) حدوں سے گزر جائے
ع ٢ ١٣ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝١٤ وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ
تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں (وہ) ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے ○ اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں
فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى
ان پر اپنوں میں سے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند کردو یہاں تک کہ

کی ادائیگی اور میت کی وصیت کے بعد ہوں گی جس میں اس نے ورثا کو نقصان نہ پہنچایا ہو (جس کی صورت یہ ہے کہ تہائی (1/3) سے زیادہ کی یا وارث کے لئے وصیت کر جائے۔)(4) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والا، بڑے حلم والا ہے۔

اہم باتیں: (1) احکام وراثت میں بہت تفصیل ہے، بیان کردہ حصوں کے ساتھ بہت سے اصول و قواعد ملا کر میراث کا مسئلہ حل کیا جاتا ہے، لہٰذا عام مسلمانوں کو چاہئے کہ وراثت کا مسئلہ از خود حل کرنے کی بجائے کسی علم میراث کے ماہر عالم سے حل کروا کر اس پر عمل کریں۔ (2) ان آیات میں تمام ورثا کے حالات بیان نہیں کئے گئے، لہٰذا تفصیل کے لئے میراث کی کتابوں کا مطالعہ یا علماء کی طرف رجوع کریں۔

آیت 13، 14 ان دو آیات میں فرمایا کہ یتیم، وصیت اور وراثت کے مذکورہ احکام اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں جو اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کی ہیں تاکہ وہ ان پر عمل کریں اور ان سے تجاوز نہ کریں تو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نافرمانی کرے اور اس کی تمام حدوں سے گزر جائے تو اللہ تعالیٰ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔ **اہم بات:** کسی بھی حدِ شرعی کو توڑنا حرام جبکہ تمام حدود کو توڑنے والا کافر ہے یعنی جو ایمان کی حد بھی توڑ دے۔ **درس:** بیٹیوں، بہنوں وغیرہا کو وراثت سے محروم کرنا حرام ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جو اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جنت میں اس کے حصے سے محروم کر دے گا۔ (ابن ماجہ، حدیث: 2703)

آیت 15 ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! تمہاری جو عورتیں زنا کر بیٹھیں تو ان پر زنا کے ثبوت کے لئے چار مسلمان مردوں کا گواہ ہونا

يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ

موت ان (کی زندگی) کو پورا کردے یا اللہ ان کے لئے کوئی راستہ بنادے ○ اور تم میں جو مرد عورت ایسا کام کریں ان کو تکلیف پہنچاؤ

فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ

پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے ○ وہ توبہ جس کا قبول کرنا

عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ

اللہ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی دیر میں توبہ کرلیں ایسوں پر

ضروری ہے جو ان کے زنا کرنے کی گواہی دیں۔ ایک قول کے مطابق یہاں حکام سے خطاب ہے کہ وہ چار مردوں سے گواہی لیں، پھر اگر وہ ان کے زنا کرنے کی گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند کر دو یہاں تک کہ موت ان کی زندگی پوری کر دے یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے اس قید و بند کی صعوبت سے نکلنے کا کوئی راستہ بنادے۔ **اہم باتیں:** (1) گواہی سے زنا کے ثبوت کے لئے ضروری ہے کہ گواہ چار، عاقل، بالغ، مسلمان مرد، نیک و متقی ہوں، سب نے ایک وقتِ معین میں زنا کا یوں مشاہدہ کیا ہو جیسے سرمہ دانی میں سلائی، نیز چاروں حلفِ شرعی کے ساتھ گواہی دیں۔ اگر ان میں سے ایک بات بھی کم ہوئی تو گواہی سے زنا ثابت نہ ہوگا اور گواہی دینے والے شرعاً 80،80 کوڑوں کے مستحق ہوں گے۔ (2) زانیہ عورت کو موت تک گھر میں قید رکھنے کا حکم کوڑوں اور رجم کی سزا مقرر ہونے سے پہلے کا ہے، جب یہ سزا مقرر ہوئی تو قید کا یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

آیت 16 بے حیائی کا ارتکاب کرنے والوں کے متعلق سزا کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میں سے جو مرد و عورت بے حیائی کا ارتکاب کریں انہیں جھڑک کر، شرم دلا کر، جوتیاں وغیرہ مار کر زبانی اور بدنی دونوں طرح سے ایذا دو، پھر اگر وہ پچھلے گناہوں پر نادم ہو کر سچی توبہ اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کرلیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کی توبہ بہت قبول کرنے والا، مہربان ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہ آیت بھی حدِ زنا کی آیت سے منسوخ ہے کیونکہ زنا کی سزا پہلے "ایذا دینا" مقرر ہوئی پھر قید کرنا پھر کوڑے مارنا یا سنگسار کرنا۔ بعض علما کے نزدیک پچھلی آیت میں فاحشہ سے مراد مساحقت (یعنی عورت کا عورت سے جنسی تسکین لینا) ہے اور اس آیت میں مراد مرد کا مرد سے لواطت کرنا ہے۔ اس صورت میں یہ آیت منسوخ نہیں۔ (2) لواطت اور مساحقت میں حد (معین سزا) نہیں بلکہ تعزیر ہے یعنی قاضی اپنی صوابدید کے مطابق جو چاہے سزا دے سکتا ہے۔ (3) تعزیر کا مستحق مجرم تعزیر سے پہلے سچی توبہ کرلے تو اس پر تعزیر لگانا ضروری نہیں۔ (4) توبہ کے معنی ہیں: رجوع کرنا، لوٹنا۔ اگر یہ بندے کی صفت ہو تو معنی ہوں گے: گناہ یا ارادۂ گناہ سے رجوع کرنا اور اگر رب تعالیٰ کی صفت ہو تو معنی ہوں گے: بندے کی توبہ قبول فرمانا یا اپنی رحمت کو بندے کی طرف متوجہ کرنا۔

آیت 17 پچھلی آیت میں توبہ قبول کرنے کا جو وعدہ گزرا یہاں اس کی وضاحت کی جا رہی ہے کہ وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر تھوڑی دیر میں یعنی موت کے وقت غیب کا معاملہ ظاہر

يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ

اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے○ اور ان لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہوں

السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ

لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہنے لگے اب میں نے توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی (کوئی توبہ)

يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

جو کفر کی حالت میں مریں۔ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے○ اے ایمان والو! تمہارے لئے

لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ

حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور عورتوں کو اس نیت سے روکو نہیں کہ جو مہر تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو

ہونے سے پہلے توبہ کر لیں، ایسوں پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو جاننے والا اور اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** اسلام میں توبہ کا قانون عین حکمت پر مبنی ہے۔ جن دینوں میں توبہ نہیں ان کے ماننے والے گناہ پر زیادہ دلیر ہوتے ہیں کیونکہ مایوسی جرم پر دلیر کر دیتی اور معافی کی امید توبہ پر ابھارتی ہے۔

آیت 18 یہاں ان لوگوں کے بارے میں بتایا جا رہا ہے جن کی توبہ قبول نہیں چنانچہ فرمایا گیا کہ جو لوگ کفر کے علاوہ دیگر گناہوں میں ملوث رہے، وہ موت کے وقت غیب کا مشاہدہ کر لینے اور روح حلق تک آ پہنچنے کے بعد توبہ کریں تو ان کی توبہ مقبول نہیں اور نہ ہی ان لوگوں کی توبہ قبول ہے جو حالت کفر میں مر جائیں۔ ایک قول کے مطابق آیت میں سیئات سے مراد کفر ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ وہ کفار جو غیب کا مشاہدہ کرنے کے بعد کفر سے توبہ کر کے ایمان لائیں ان کی یہ توبہ اور ایمان لانا قبول نہیں یونہی جو لوگ حالت کفر میں مر گئے یعنی بوقت موت بھی کفر سے توبہ نہ کی تو وہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی سزا پائیں گے۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ **اہم بات:** مسلمانوں کی ناقص توبہ مقبول نہ بھی ہو تب بھی وہ ہمیشہ جہنم میں نہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ چاہے تو آخرت میں بخش دے اور چاہے تو سزا دے لیکن پھر جنت میں جائیں گے البتہ کافر ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ **مسئلہ:** جو کافر کے لئے اس کے مرنے کے بعد اس کے کفر کا علم ہونے کی صورت میں دعائے مغفرت کرے یا کسی مردہ مرتد کو مغفور کہے وہ خود کافر ہے۔

آیت 19 اسلام سے پہلے اہل عرب مال کی طرح اپنے رشتہ داروں کی بیویوں کے بھی وارث بن جاتے، پھر اگر چاہتے تو مہر کے بغیر انہیں اپنی زوجیت میں رکھتے، یا کسی اور کے ساتھ شادی کر دیتے اور مہر خود لے لیتے، یا انہیں آگے کسی سے شادی نہ کرنے دیتے تاکہ وہ وراثت میں ملا ہوا مال ان لوگوں کو دے دیں تب ان کی جان چھوڑیں، یا اس لئے روک رکھتے کہ ان کے مرنے کے بعد یہ روکنے والے لوگ ان کے وارث بن جائیں۔ الغرض عورتیں ان کے ہاتھوں میں بالکل مجبور، بے بس اور بے اختیار تھیں، اس رسم کو مٹانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی گئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو! تمہارے لیے حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔ آیت

إِلَّآ أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ

سوائے اس صورت کے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو پھر اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں

أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿١٩﴾ وَإِنْ أَرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ

تو ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے ○ اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے

مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ

دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم کوئی جھوٹ باندھ کر

کے اگلے حصے کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت اس شخص کے متعلق ہے جو اپنی بیوی کو ناپسند رکھتے ہوئے اس لئے بد سلوکی کرے کہ وہ پریشان ہو کر مہر واپس یا معاف کر دے۔ ایک قول یہ ہے کہ لوگ عورت کو بار بار طلاق دے کر رجوع کرتے رہتے اس طرح عورت نہ ان کے پاس آرام پا سکتی نہ دوسری جگہ شادی کر سکتی۔ انہیں اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ عورتوں کو اس نیت سے نہ روکو کہ جو مہر تم نے انہیں دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو سوائے اس صورت کے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں مثلاً شوہر کی نافرمانی کرے اور بدکلامی کرکے شوہر اور اس کے گھر والوں کو ایذا دے، اگر وہ ایسا کرے تو تم خلع (مال لے کر طلاق دینے) میں معذور ہو۔ مزید فرمایا کہ ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو پھر اگر بد خلقی یا صورت اچھی نہ ہونے کی وجہ سے تمہیں وہ پسند نہ ہو تو صبر کرو اور طلاق دینے میں جلدی نہ کرو کیونکہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی بیوی سے تمہیں ایسی اولاد دے جو نیک و فرماں بردار ہو، بڑھاپے کی بیکسی میں تمہارا سہارا بنے۔ **اہم بات:** اگر کسی کام یا چیز میں خرابی کی صورت پائی جا رہی ہو تو اس کے اچھے پہلوؤں پر بھی غور کر لینا چاہئے، ہو سکتا ہے کہ اچھے پہلو زیادہ ہوں یا اچھا پہلو زیادہ فائدے مند ہو۔ اس طریقے کو مثبت ذہنی سوچ کہتے ہیں۔ اس سے زندگی کی بہت سی تلخیاں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ **درس:** زمانہ جاہلیت کے بیان کئے گئے حالات پر غور کیجئے، ظلم و ستم کی ایسی کئی صورتیں ہمارے معاشرے میں بھی پائی جاتی ہیں جیسے بیویوں کو مارنا، ان سے جبراً مہر معاف کروانا، بات چیت بند کر دینا، دوسروں کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ کرنا وغیرہ۔ اللہ کرے قرآن کی یہ آیتیں ان لوگوں کو سمجھ آجائیں اور وہ اپنی بُری روش سے باز آجائیں نیز جو لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں عورتوں پر بہت سختیاں ہیں وہ دیکھیں کہ اسلام میں عورتوں پر سختیاں کی گئی ہیں یا انہیں سختیوں سے نجات دلائی گئی ہے؟

آیت 20 اہل عرب میں ایک طریقہ یہ بھی رائج تھا کہ جب کوئی عورت پسند آجاتی تو اپنی بیوی پر تہمت لگاتے تا کہ وہ پریشان ہو کر جو کچھ لے چکی ہے اسے واپس کر کے طلاق حاصل کر لے، اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اگر تمہارا ارادہ پہلی بیوی کو چھوڑ کر دوسری بیوی کرنے کا ہو تو مہر کی صورت میں جو ڈھیروں مال تم پہلی بیوی کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ کیا تم کوئی بہتان باندھ کر اور کھلا گناہ کر کے ان سے مال مہر واپس لو گے۔ **اہم بات:** زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے اگرچہ بہتر کم مہر ہے یا اتنا جس کی ادائیگی آسان ہو۔

بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ

اور کھلے گناہ کے مرتکب ہو کر وہ لوگے ○ اور تم وہ (مال) کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم (تنہائی میں) ایک دوسرے سے مل چکے ہو

مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾ وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ

تم سے مضبوط عہد (بھی) لے چکی ہیں ○ اور اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو البتہ جو پہلے ہو چکا (وہ معاف ہے)

اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ ع ۴

بیشک یہ بے حیائی اور غضب کا سبب ہے، اور یہ بہت برا راستہ ہے ○ تم پر حرام کردی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں

وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ

اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا

آیت 21 مہر کی واپسی سے منع کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ تم وہ مال عورتوں سے کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم تنہائی میں ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور وہ تم سے اچھے طریقے سے رکھنے اور اچھے طریقے سے چھوڑنے کا مضبوط عہد بھی لے چکی ہیں۔ میاں بیوی کے درمیان کو مضبوط عہد قرار دیا کیونکہ نکاح کے ذریعے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا پکا وعدہ کیا جاتا ہے نیز عہد کو آسانی سے توڑا نہیں جاتا۔ یہ الفاظ نکاح کی حکمتوں کی طرف بھی اشارہ ہیں۔ **اہم بات:** خلوتِ صحیحہ ہو جانے سے پورا مہر دینا پڑتا ہے۔ خلوت صحیحہ یہ ہے کہ میاں بیوی کسی ایسی جگہ جمع ہو جائیں جہاں ہم بستری کرنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہ ہو۔

آیت 22 زمانۂ جاہلیت میں باپ کے انتقال کے بعد بیٹا اپنی سوتیلی ماں (یعنی باپ کی دوسری بیوی) سے شادی کر لیتا تھا، یہاں اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو البتہ زمانۂ جاہلیت میں تم نے جو ایسے نکاح کر لئے اور اب وہ عورتیں بھی مر چکیں اس کا تم پر گناہ نہیں کیونکہ وہ گناہ قانون بننے سے پہلے تھے۔ بیشک ان عورتوں (یعنی اپنی سوتیلی ماؤں) سے نکاح کرنا بے حیائی اور غضب الٰہی کا سبب ہے اور یہ بہت بُرا راستہ ہے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں آیت میں نکاح سے **"عقدِ نکاح"** مراد ہو تو معلوم ہوا کہ سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے اگرچہ باپ نے خلوت سے پہلے طلاق دے دی ہو، اور اگر نکاح سے "صحبت کرنا" مراد ہو تو معلوم ہوا کہ جس عورت سے اپنا باپ صحبت کرے خواہ نکاح کرکے ہو یا زنا کی صورت میں یا لونڈی بنا کر بہر صورت وہ عورت بیٹے پر حرام ہے کیونکہ یہ بیٹے کی ماں کی طرح ہے۔ (2) مجوسی اسلام لایا اور اس کے نکاح میں اپنی ماں یا بہن ہے تو اسے چھوڑ دینا فرض ہے لیکن زمانۂ کفر میں جو نکاح کئے اور ان سے جو اولاد ہو چکی وہ حلالی ہو گی کیونکہ کفار پر اس طرح کے شرعی احکام جاری نہیں۔

آیت 23 اس آیت میں ان عورتوں کا بیان ہے جن سے نکاح کرنا مرد کے لیے حرام ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ تم پر حرام کردی گئیں تمہاری مائیں اور بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں اور خالائیں، تمہاری بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور رضاعی بہنیں، تمہاری بیویوں کی مائیں، تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں اور یہ ان بیویوں سے

وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ وَ رَبَآىٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ

پلایا اور دودھ (کے رشتے) سے تمہاری بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں

مِّنْ نِّسَآىٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ٘ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ

(جو ان بیویوں سے ہوں) جن سے تم ہم بستری کر چکے ہو پھر اگر تم نے ان (بیویوں) سے ہم بستری نہ کی ہو

فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ٘ وَ حَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْۙ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا

تو ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں

بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاۙ (٢٣)

اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنا (حرام ہے۔) البتہ جو پہلے گزر گیا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جن سے تم ہم بستری کر چکے ہو اور اگر تم نے ان بیویوں سے ہم بستری نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنا حرام ہے البتہ زمانۂ جاہلیت میں جو تم نے ایسا نکاح کیا اس کا تم پر گناہ نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ **اہم باتیں:** (1) وہ عورتیں جس کی طرف باپ یا ماں کے ذریعے نسب بنتا ہے یعنی دادیاں، نانیاں خواہ قریب کی ہوں یا دور کی سب مائیں ہیں۔ بیٹیوں میں پوتیاں اور نواسیاں داخل ہیں اور بہنوں میں سوتیلی بہنیں بھی شامل۔ یونہی پھوپھی اور خالہ میں ماں باپ کی پھوپھیاں اور خالائیں شامل ہیں اور بھانجیوں اور بھتیجیوں میں ان کی اولاد بھی داخل ہے اور ان سب عورتوں سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ (2) رضاعی ماں اور بہن کے ساتھ ساتھ رضاعی بھتیجے، بھانجے، خالہ اور ماموں وغیرہ سے بھی نکاح حرام ہے۔ (3) منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز اور رضاعی بیٹے کی بیوی سے حرام ہے کیونکہ یہ نسبی بیٹے کے حکم میں ہے۔ (4) بیٹوں میں پوتے پڑپوتے داخل ہیں لہٰذا ان کی بیویوں سے نکاح حرام ہے۔ (5) دو بہنوں کو اکٹھا کرنا یعنی ایک کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری سے بھی نکاح کر لینا حرام ہے اور حدیث شریف میں عورت کی بھتیجی یا بھانجی کو بھی اس کے ساتھ نکاح میں جمع کرنا حرام فرمایا گیا ہے۔ (بخاری، حدیث: 5109) البتہ یہ آخری والی حرمت ہمیشہ کے لیے نہیں، جب بیوی کا انتقال ہو جائے یا اسے طلاق دیدے تو اس کی بہن، بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کر سکتا ہے۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْۚ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ

اور شوہر والی عورتیں تم پر حرام ہیں سوائے کافروں کی عورتوں کے جو تمہاری ملک میں آجائیں۔ یہ تم پر اللہ کا لکھا ہوا ہے اور ان عورتوں کے سوا

ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ

سب تمہیں حلال ہیں کہ تم انہیں اپنے مالوں کے ذریعے نکاح کرنے کو تلاش کرو نہ کہ زنا کرنے کے لئے تو ان میں سے جن عورتوں سے نکاح کرنا

فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةًؕ وَ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا تَرٰضَیْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِیْضَةِؕ

ان کے مقررہ مہر انہیں دیدو اور مقررہ مہر کے بعد اگر تم آپس میں (کسی مقدار پر) راضی ہو جاؤ تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا(۲۴) وَ مَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ یَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ

بیشک اللہ علم والا، حکمت والا ہے○ اور تم میں سے جو کوئی اتنی قدرت نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرے

آیت 24 ان عورتوں کا بیان جاری ہے جن سے نکاح حرام ہے، چنانچہ فرمایا گیا: جو عورت پہلے ہی کسی کے نکاح میں ہے وہ تم پر حرام ہے البتہ کافروں کی وہ عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں جن کے تم مالک بن جاؤ اور حرام کردہ عورتوں کے علاوہ باقی عورتوں سے نکاح کرنا تمہارے لیے حلال ہے کہ مہر کے بدلے نکاح کر لو، نہ کہ بدکاری کے لئے عورتیں تلاش کرو، تو ان عورتوں میں جن سے تم شرعی نکاح کر کے جماع وغیرہ کا فائدہ حاصل کرنا چاہو تو انہیں ان کے مقرر کردہ مہر ادا کرو اور مقررہ مہر کے بعد اگر تم باہم رضامندی سے مہر میں کمی یا زیادتی کرنا چاہو تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحت کا خوب علم رکھنے والا اور انہیں شرعی احکام دینے میں حکمت والا ہے۔ اہم باتیں: (1) شوہر والی عورت دوسرے مرد پر اس وقت تک حرام ہے جب تک پہلے کے نکاح یا طلاق و وفات کی عدت میں ہے۔ (2) کافرہ عورتوں کا مالک بننے کی صورت یہ ہے کہ وہ میدانِ جنگ سے گرفتار ہوں اور ان کے شوہر دار الحرب میں ہوں، پھر بادشاہِ اسلام یا لشکر کا مجاز امیر یہ عورتیں مجاہدین میں تقسیم کر دے تو جو قیدی عورت جس مجاہد کے حصے میں آئے وہ اس کے لئے حلال ہے کیونکہ ملک مختلف ہونے کی وجہ سے ان کا سابقہ نکاح ختم ہو گیا۔ اب اگر وہ عورت حاملہ ہے تو وضع حمل کے بعد ورنہ ایک ماہواری آجانے کے بعد اس سے ہم بستری جائز ہے۔ (3) نکاح سے مقصود محض شہوت پوری کرنا نہیں بلکہ نفس کو حرام سے بچانا، اولاد کا حصول اور نسل کی بقا ہونا چاہئے۔ اس میں زانی کو تنبیہ ہے کیونکہ اس کا مقصود صرف نفسانی خواہش کی تکمیل ہوتا ہے۔ مسائل: (1) مہر کی کم از کم مقدار 10 درہم ہے۔ چاندی میں اس کا وزن 2 تولے 7.5 ماشے ہے، اس کی جو قیمت ہو وہ مہر کی کم از کم مقدار ہے، زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ (2) آیت میں مال کے بدلے نکاح کا فرمایا، معلوم ہوا کہ مہر کا مال ہونا ضروری ہے لہٰذا شوہر کا بیوی کو قرآنِ مجید یا علمِ دین پڑھانا وغیرہ مہر نہیں بن سکتا۔

آیت 25 اس آیت میں نکاح سے متعلق مزید احکام بیان فرمائے گئے جو ترجمے سے واضح ہیں کہ آزاد عورت سے نکاح کی قدرت نہ ہو تو کسی مومنہ کنیز کے ساتھ اس کے مالک کی اجازت سے نکاح کر لے۔ مزید فرمایا کہ تم سب آپس میں ایک جیسے ہو۔ اس کا ایک معنی

مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ

تو ان مسلمان کنیزوں سے نکاح کرلے جو تمہاری ملک ہیں اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ تم سب آپس میں

مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ

ایک جیسے ہو تو ان کے مالکوں کی اجازت سے ان سے نکاح کرو اور اچھے طریقے سے انہیں ان کے مہر دیدو اس حال میں کہ وہ نکاح کرنے والی ہوں،

غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ

نہ زنا کرنے والی اور نہ پوشیدہ آشنا بنانے والی۔ پھر جب ان کا نکاح ہوجائے تو اگر وہ کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر آزاد عورتوں کی نسبت

مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ

آدھی سزا ہے۔ یہ تم میں سے اس شخص کے لئے مناسب ہے جسے بدکاری (میں پڑ جانے) کا اندیشہ ہے اور تمہارا صبر کرنا تمہارے لئے بہتر ہے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ع

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کردے اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کے طریقے بتادے

ہے کہ تم سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو، لہٰذا کنیزوں سے نکاح کرنا باعث شرم نہیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تم سب ایمان میں مشترک ہو کہ تمہارا دین اسلام ہے۔ اس لئے جب کنیزوں سے نکاح کی حاجت ہو تو شرماؤ نہیں، ان کا ایمان والا ہونا کافی ہے البتہ کتابیہ باندی سے بھی نکاح جائز ہے۔ نیز زمانہ جاہلیت میں یہ بھی ہوتا تھا کہ باقاعدہ نکاح کے بغیر کوئی شخص اجرت دے کر اعلانیہ عورت کے ساتھ رہتا اور وہ دونوں میاں بیوی والے تمام معاملات کرتے، یونہی مرد و عورت خفیہ آشنائی قائم کرکے بدکاری کرتے۔ اسلام نے دونوں صورتوں کو حرام قرار دے کر فرمایا کہ کنیزوں سے باقاعدہ نکاح کرو نہ یہ کہ وہ علانیہ زنا کرنے والی ہوں یا پوشیدہ آشنا بنانے والی۔ افسوس کہ آج جدید زمانے میں بھی وہ قدیم جہالت موجود ہے۔ بڑے بڑے پیسے والے لوگ طوائفوں یا اداکاراؤں کو بغیر نکاح کے بنگلے، کوٹھیاں دے کر رکھتے اور بدکاری کرتے ہیں جس کی خبریں منظر عام پر آتی رہتی ہیں۔ **اہم بات:** لونڈی چاہے کنواری ہو یا شادی شدہ، اگر زنا کرے تو اس کی سزا 50 کوڑے ہے، شادی شدہ لونڈی کو آزاد عورت کی طرح رجم نہیں کیا جائے گا کیونکہ رجم کو آدھا کرنا ممکن نہیں۔ **مسئلہ:** جو شخص آزاد عورت سے نکاح کی قدرت رکھتا ہو اسے بھی مسلمان کنیز سے نکاح جائز ہے البتہ اگر آزاد عورت نکاح میں ہو تو اب باندی سے نکاح نہیں کرسکتا۔

آیت 26 ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کردے اور تمہیں تم سے پہلے لوگوں کے طریقے بتادے۔ اس کا ایک معنی یہ ہے کہ عورتوں کے حرام یا حلال ہونے کے معاملے میں تمہیں پہلے کے انبیاء و صالحین کے طریقے بتادے کیونکہ یہی عورتیں پچھلی شریعتوں میں بھی اسی طرح حرام و حلال تھیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ تمہارے لئے جس کام میں بہتری ہے اللہ تعالیٰ وہ بیان کردے جیسے پہلے لوگوں سے بیان کیا تھا۔ مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم میں سے جو اپنے گناہوں سے توبہ

وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٦﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۟ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ
اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے ○ اور اللہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا چاہتا ہے اور جو لوگ
يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ
خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت دور ہو جاؤ ○ اللہ چاہتا ہے کہ تم پر آسانی کرے اور
الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿٢٨﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ
کمزور بنایا گیا ہے ○ اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ البتہ یہ (ہو) کہ تمہاری

کرے تو اپنی رحمت سے اس کی توبہ قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ **اہم بات:** گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے جو شرعی احکام قرآن یا حدیث میں بلا تردید منقول ہوئے وہ ہمارے لئے بھی لائق عمل ہیں اور جس سے ہماری شریعت میں منع کر دیا گیا ان پر ہمیں عمل جائز نہیں۔

آیت 27 کفار و مشرکین نے نفسانی خواہشات کی وجہ سے بہت سی حرام عورتوں سے بھی نکاح حلال قرار دیا ہوا تھا، جیسے مجوسیوں نے سگی بہنوں سے اور مشرکوں نے سوتیلی ماں سے نکاح کو جائز قرار دے رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت فرمانا چاہتا ہے جبکہ نفسانی خواہشات کے غلام یہودی، عیسائی اور مشرک چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح نفسانی خواہشات میں پڑ کر سیدھی راہ سے بہت دور ہو جاؤ۔ اب تو دنیا بھر میں کفار کا معاملہ پہلے سے بھی بدتر ہو چکا ہے کہ تقریباً تمام ممالک نے نکاح تو ایک سے زائد منع کر رکھا ہے لیکن سینکڑوں عورتوں سے بدکاری کی اجازت دے رکھی ہے، بغیر نکاح کے مرد و عورت رہتے اور بچے پیدا کرتے ہیں، یونہی ہم جنس پرستی کو قانوناً جائز قرار دیا ہوا ہے اور چاہتے ہیں کہ اپنی عالمی طاقت کے زور اور ترقی انسانی کے نام پر مسلمانوں میں بھی یہی قانون رائج کر دیں۔

آیت 28 ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ تم پر آسانی کرے، اسی لیے وہ تمہیں نرم احکام دیتا اور مشکل معاملات میں رخصتیں عطا فرماتا ہے جیسے نکاح کے معاملے میں کتنی آسانیاں دی ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کے ایک پہلو کو بیان فرمایا کہ آدمی کمزور بنایا گیا ہے، اسی لیے وہ نفسانی خواہش کی مخالفت کرنے سے عاجز ہو جاتا اور اس کا مقابلہ کرنے پر کمزور پڑ جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم فرماتے ہوئے انہیں احکام شریعت کے مطابق عورتوں سے نفع اٹھانے کی اجازت دی اور صرف ان عورتوں سے منع کیا جن سے نفع اٹھانے میں انفرادی یا معاشرتی طور پر فساد عظیم کا خدشہ تھا۔ انسان کی اس کمزوری کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان کی طاقت، بلند ہمتی، قوت ارادی، صبر و استقامت اور تعلیم و ہدایت کی نعمتیں فراہم کی ہیں کہ اگر انسان ان خوبیوں کو اپنائے تو اپنی کمزوری پر غالب آ سکتا ہے۔

آیت 29 نکاح کے ذریعے نفس میں تصرف کی وضاحت کے بعد مال میں تصرف کا شرعی طریقہ بتایا جا رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا اے ایمان والو! باطل یعنی شرعاً حرام طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کا مال حاصل نہ کرو، ہاں باہمی رضامندی کے ساتھ آپس میں

تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ

باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ بیشک اللہ تم پر مہربان ہے○ اور جو

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ

ظلم و زیادتی سے ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے○ اگر

تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے دوسرے گناہ بخش دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ داخل کریں گے○

خرید و فروخت کرو تو اب ایک دوسرے کا مال لینا تمہارے لیے حلال ہے۔ مزید فرمایا کہ اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ اس کے تین مطلب ہیں، ایک یہ کہ لین دین میں ناجائز طریقے نہ برتو اور جھوٹ دھوکہ وغیرہ نہ دو کہ اس کا نتیجہ لڑائی اور قتل و غارت ہی ہوتا ہے۔ دوسرا معنیٰ یہ کہ کسی کو قتل نہ کرو کہ یہ خود ہی کو قتل کرنا ہے کہ قتل کا قصاص قتل ہے یا قتل کا نتیجہ لڑائی، جنگ اور قتل ہی ہوتا ہے۔ تیسرا معنیٰ کہ خودکشی نہ کرو۔ ان تمام تعلیمات سے بہت واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے اسی لیے اس نے تمہیں ان چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) جس طریقے سے بھی مال حاصل کرنا شرعاً حرام ہے جیسے سود، چوری، جوا، جھوٹی قسم، جھوٹی وکالت، خیانت اور غصب وغیرہ وہ سب طریقے باطل ہیں، اگرچہ دنیا کے کچھ قوانین ان کی اجازت دیں جیسے سود کی دنیا بھر میں اجازت ہے لیکن خدا کے ہاں یہ باطل و مردود و حرام ہے۔ (2) حرام کمائی آخرت کی تباہی ہے۔ حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ نے اس جسم پر جنت حرام فرمادی ہے جو حرام غذا سے پلا بڑھا ہو۔ (کنز العمال، حدیث: 9257)

آیت 30 فرمایا کہ جو ظلم و زیادتی کے طور پر حرام کاموں کا ارتکاب اور اپنی یا کسی کی جان لے گا تو عنقریب قیامت کے دن اسے جہنم میں داخل کیا جائے گا جس میں وہ جلتا رہے گا اور یہ سزا دینا خدا کے لئے بہت آسان ہے۔

آیت 31 بعض کبیرہ گناہوں پر وعید سنانے کے بعد اس آیت میں کبیرہ گناہوں سے بچنے پر صغیرہ گناہ بخشنے اور عزت کی جگہ داخل کرنے کا وعدہ ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو جن سے تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور دیگر عبادات بجالاتے رہو تو ہم تمہارے دوسرے صغیرہ گناہ اپنے فضل سے معاف فرمادیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ جنت میں داخل کریں گے۔ **اہم باتیں:** (1) کبیرہ گناہ وہ ہے جس کا مرتکب قرآن و سنت میں بیان کی گئی کسی خاص سخت وعید کا مستحق ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا، جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا، زکوٰۃ ادا نہ کرنا، رمضان کا روزہ چھوڑ دینا، قدرت کے باوجود حج نہ کرنا، شراب بنانا، بیچنا، پینا، ناپ تول میں کمی کرنا اور یتیم کا مال ناحق کھانا وغیرہ۔ (2) کبیرہ گناہ سچی توبہ سے ہی معاف ہوتے ہیں البتہ حج مقبول پر بھی کبیرہ گناہ معاف ہونے کی بشارت ہے۔ (3) گناہوں کی معافی اور جنت میں داخلہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و مرضی پر ہے، وہ جس مسلمان کے چاہے گناہ معاف کردے اور جس کے چاہے نہ کرے، جسے چاہے جنت میں داخل کرے اور جسے چاہے نہ کرے، ہاں اس نے جس عمل پر جو وعدہ فرمایا ہے اسے وہ اپنے فضل و کرم سے پورا فرمائے گا کیونکہ وعدے کی خلاف ورزی اس کی شان کے لائق نہیں۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُ

اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ

وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا

اور عورتوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ بیشک اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُكُمْ

اور ماں باپ اور رشتے دار جو کچھ مال چھوڑیں ہم نے سب کے لئے (اس مال میں) مستحق بنا دیئے ہیں اور جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا

آیت 32 ﴿ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے مختلف لوگوں کو مختلف خوبیوں سے نوازا ہے جن میں کچھ تبدیل نہیں ہو سکتیں جیسے رنگ روپ، آواز، قد، مرد و عورت کا فرق وغیرہ اور کچھ چیزیں وہ ہیں جن میں انسانی کوشش سے تبدیلی ہو سکتی ہے جیسے مال و منصب وغیرہ جہاں کوشش کام کر دیتی ہے، حسد تو وہاں بھی نہیں کیا جائے گا لیکن وہاں جائز طریقے سے کوشش کی جا سکتی ہے، لیکن جہاں جائز طریقے سے تبدیلی نہیں ہو سکتی جیسے عورت خود کو مرد بنالے تو ایسی جگہ ایک دوسرے پر نہ تو حسد کیا جائے اور نہ ہی اپنے دل میں فضول تمنائیں پالی جائیں کہ اس سے احساس کمتری، خدا کے فیصلے پر راضی نہ ہونا اور زندگی تکلیف میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ ان صورتوں میں راہِ عافیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسے جو فضیلت دی اسے عین حکمت سمجھتے ہوئے بندہ اللہ کی رضا پر راضی رہے۔ مزید فرمایا: مردوں کے لئے ان کے اعمال سے حصہ ہے۔ آیت کے اس حصے کا شانِ نزول یہ ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر ہم بھی مرد ہوتے تو جہاد کرتے اور مردوں کی طرح جان فدا کرنے کا ثواب عظیم پاتے، اس پر ان کی تسکین کے لئے فرمایا گیا کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کو اس کے اپنے نیک اعمال کی جزا ملے گی، مرد جہاد سے ثواب حاصل کر سکتے ہیں تو عورتیں شوہروں کی فرمانبرداری اور پاکدامنی سے ثواب حاصل کر سکتی ہیں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کہ حقیقت میں سب سے بڑی چیز اس کا فضل و کرم ہے۔ اعمال میں کسی کو لاکھ گنا زیادہ ثواب ملے تب بھی وہ فضلِ الٰہی کا محتاج ہے کیونکہ جنت میں داخلہ محض فضلِ الٰہی سے ہو گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والا ہے، وہ جانتا ہے کہ کون دوسرے پر فضیلت کا مستحق ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ مانگنے والے کے لیے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں۔ اہم باتیں: (1) کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر تمنا کرنا کہ یہ نعمت اس سے چھن کر مجھے مل جائے، حسد ہے اور حسد حرام ہے۔ اگر اس سے نعمت چھن جانے کی تمنا نہ ہو بلکہ یہ آرزو ہو کہ اس جیسی مجھے بھی مل جائے تو یہ غبطہ ہے، یہ مذموم نہیں۔ (2) دل کے صبر و قرار کا نسخہ رضائے الٰہی پر راضی رہنا ہے اگر دل کو آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز بنائے رکھا تو ہزاروں نعمتیں پاس ہو کر بھی دل کو قرار نہیں مل سکتا۔ حدیث پاک میں ہے: تم اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اور جو تم سے اوپر ہو اسے نہ دیکھو، یہ اس سے بہتر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اپنے اوپر نعمت کو حقیر جانو۔ (مسلم، حدیث: 7430)

آیت 33 ﴿ فرمایا کہ ماں باپ اور رشتے دار جو کچھ مال چھوڑ جائیں ہم نے سب کے لئے اس مال میں حقدار بنا دیئے ہیں اور جن سے تمہارا معاہدہ یعنی عقدِ موالات ہو چکا ہے انہیں میراث میں سے ان کا حصہ دو۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے معاہدوں سمیت ہر شے پر گواہ ہے۔

فَاٰتُوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا۠ ﴿٣٣﴾ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ

انہیں ان کا حصہ دو۔ بیشک اللہ ہر شے پر گواہ ہے۔ مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں

بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ

ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں (شوہروں کی) اطاعت کرنے والی (اور) ان کی

حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ

عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت و توفیق سے حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور (نہ سمجھنے کی

اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ

صورت میں) ان سے اپنے بستر الگ کر لو اور (پھر نہ سمجھنے پر) انہیں مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو (اب) ان پر (زیادتی کرنے کا) راستہ تلاش نہ کرو۔

اہم بات: عقد موالات کی صورت یہ ہے کہ ایسا شخص جس کا نسب معلوم نہیں، وہ دوسرے سے کہے: تو میرا اَمولیٰ ہے، میں مر جاؤں تو تو میرا وارث ہوگا اور میں کوئی جرم کروں تو تجھے دیت دینی ہوگی۔ دوسرا اسے قبول کرلے تو یہ عقد صحیح ہو جاتا ہے اور قبول کرنے والا وارث اور دیت کا ذمہ دار بن جاتا ہے۔ اگر پہلا شخص بھی اسی طرح کا ہو اور دوسرا بھی یہی کہے اور یہ قبول کرلے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کا وارث اور دیت کا ذمہ دار ہوگا۔

آیت 34 **شانِ نزول:** حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو کسی خطا پر طمانچہ مارا جس سے ان کے چہرے پر نشان پڑ گیا، یہ اپنے والد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت لے کر حاضر ہوئیں تو آپ نے قصاص لینے کا حکم فرمایا، تب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قصاص سے منع فرما دیا۔ اس میں بتایا گیا کہ عورت کی ضروریات، حفاظت، ادب سکھانے اور دیگر کئی امور میں مرد کو عورت پر برتری حاصل ہے، گویا کہ عورت رعایا اور مرد بادشاہ ہے، اس لیے عورت پر مرد کی اطاعت لازم ہے اور مرد کو عورت پر جو حکمرانی عطا ہوئی اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت بخشی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد عورتوں پر مہر اور نان نفقہ کی صورت میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ اس کے بعد نیک عورتوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ نیک عورتیں اپنے شوہر کی موجودگی میں ان کی اطاعت کرتی، نافرمانی سے بچتی اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں مصروف رہتی ہیں اور جب وہ موجود نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے مال و عزت کی حفاظت کرتی ہیں۔ مزید نافرمان عورت کی اصلاح کا طریقہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں بیوی کی نافرمانی کا اندیشہ ہو تو سب سے پہلے اسے اپنی اطاعت کے فوائد، نافرمانی کے نقصانات اور قرآن و حدیث میں اس تعلق سے بیان کردہ فضائل اور وعیدیں بتا کر سمجھاؤ، اگر اس کے بعد بھی نہ مانے تو اس سے اپنا بستر الگ کرلو، پھر بھی نہ مانے تو مناسب انداز میں مارو، پھر اگر وہ اپنے قصور کی معافی طلب کرے اور نافرمانی چھوڑ کر اطاعت گزار بن جائے تو اس کی معذرت قبول کرلو اور اس پر زیادتی کرنے کا راستہ تلاش نہ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بلند، بہت بڑا ہے لہٰذا اس بات سے ڈرو کہ اگر تم نے عورت پر ظلم کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی سزا دے گا۔ اہم باتیں: (1) میاں بیوی کے حقوق ایک جیسے نہیں بلکہ

إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا ۝٣٤ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ

بیشک اللہ بہت بلند، بہت بڑا ہے ۝ اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک منصف مرد کے گھر والوں کی طرف سے بھیجو

حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِنْ يُّرِيدَا إِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ

ایک منصف عورت کے گھر والوں کی طرف سے (بھیجو) یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان اتفاق پیدا کر دے گا، بیشک اللہ

عَلِيمًا خَبِيرًا ۝٣٥ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّ

خوب جاننے والا، خبردار ہے ۝ اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرو اور

بِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ

رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور قریب کے پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور پاس بیٹھنے والے ساتھی

اللہ تعالیٰ نے شوہر کے حقوق بیوی سے زیادہ رکھے ہیں اور ایسا ہونا بیوی کے ساتھ ناانصافی یا ظلم نہیں بلکہ عین انصاف اور تقاضائے حکمت کے مطابق ہے۔ (2) مناسب انداز سے مارنے کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ یا مسواک جیسی چیز سے چہرے اور نازک اعضاء کے علاوہ دیگر بدن پر ایک دو ضربیں لگا دے۔ جو مار ہمارے ہاں جاہلوں میں رائج ہے کہ مار مار کر لہولہان کر دیتے ہیں یہ حرام و ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے۔ درس: اس آیت سے وہ لوگ نصیحت حاصل کریں جو عورت کے ہزار بار معذرت کرنے، گڑگڑانے اور پاؤں پڑنے کے باوجود اپنی ناک نیچی نہیں کرتے اور صنفِ نازک کو مشقِ ستم بنا کر اپنی بزدلی کو بہادری سمجھتے ہیں اور یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ شوہر کو بیوی پر حاکم بنایا ہے، فرعون نہیں۔ بعض لوگ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ فرعونیت کی اجازت ملی ہوئی ہے اور وہ بھی صرف بیوی پر نہیں بلکہ پورے سسرال پر۔ معاذ اللہ

آیت35 جب بیوی کو سمجھانے، الگ رکھنے اور مارنے کے باوجود اصلاح کی صورت نہ بن رہی ہو تو نہ مرد طلاق دینے میں جلدی کرے اور نہ عورت خلع کے مطالبے پر اصرار کرے بلکہ دونوں کے خاندان کے خاص قریبی رشتہ داروں میں سے ایک ایک شخص کو منصف مقرر کر لیا جائے، یہ مناسب طریقے سے اس مسئلے کا حل نکال لیں گے اور اگر یہ منصف میاں بیوی میں صلح کروانے کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین اتفاق پیدا کر دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا اور ظاہر کی طرح باطن سے بھی خبردار ہے۔ اہم بات: منصف کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو یہ معاملہ صلح کے ذریعے حل کرے لیکن یہ یاد رکھے کہ اسے میاں بیوی میں جدائی کروا دینے کا اختیار نہیں یعنی یہ جدائی کا فیصلہ کرے اور شرعاً ان میں جدائی ہو جائے ایسا نہیں ہو سکتا۔

آیت36 اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق ادا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، چنانچہ فرمایا کہ اے لوگو! تم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں، دور و نزدیک کے پڑوسی، پاس بیٹھنے والے ساتھی، مسافر اور اپنے لونڈی غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو متکبر اور لوگوں پر فخر کرنے والا ہو۔ اہم باتیں: (1) حسن سلوک مختلف لوگوں سے مختلف ہے: والدین سے یہ ہے کہ ان کا ادب و اطاعت کرے، نافرمانی

وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ﴿۳۶﴾

اور مسافر اور اپنے غلام لونڈیوں (کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔) بیشک اللہ ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو متکبر، فخر کرنے والا ہو۔

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ

وہ لوگ جو خود بخل کرتے ہیں اور دیگر لوگوں کو بخل کا کہتے ہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں (ان کے لئے شدید وعید ہے)

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾ۚ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ

اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے ○ اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں

سے بچے، ہر وقت خدمت کے لئے تیار رہے اور ان پر خرچ کرنے میں بخل نہ کرے، رشتہ داروں سے یہ ہے کہ صلہ رحمی کرے اور قطع رحمی سے بچے، یتیموں سے یہ ہے کہ ان کی پرورش کرے، نرمی سے پیش آئے، مسکین سے یہ ہے کہ ان کی امداد کرے، خالی ہاتھ نہ لوٹائے، لونڈی غلام سے یہ ہے کہ انہیں طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دے، سخت کلامی نہ کرے، بقدر ضرورت کھانا کپڑا وغیرہ دے۔ (2) قریبی ہمسایہ وہ ہے جس کا گھر اپنے گھر سے ملا ہوا ہو اور دور کا ہمسایہ وہ ہے جو محلہ دار تو ہو مگر گھر اپنے گھر سے ملا ہوا نہ ہو یا جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی وہ قریب کا ہمسایہ ہے اور جو پڑوسی ہو رشتہ دار نہیں وہ دور کا ہمسایہ یا جو پڑوسی بھی ہو اور مسلمان بھی وہ قریب کا ہمسایہ ہے اور جو پڑوسی ہو مسلمان نہیں وہ دور کا ہمسایہ ہے۔ (3) پاس بیٹھنے والے سے مراد بیوی ہے یا وہ جو صحبت میں رہے جیسے رفیق سفر، ساتھ پڑھنے یا مجلس و مسجد میں برابر بیٹھنے والا حتیٰ کہ لمحہ بھر کے لئے بھی جو پاس بیٹھے اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم ہے۔

آیت 37 بخل کا شرعی معنی یہ ہے کہ جو چیز ذمہ میں واجب ہو اسے ادا نہ کرنا۔ بخل ایک مذموم صفت ہے کیونکہ اسی کی وجہ سے انسان گھٹیا خصلتوں کا اظہار کرتا اور اپنے رشتے داروں سے تعلق توڑ لیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: بخل سے بچو، کیونکہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ بخل نے انہیں قطع رحمی پر آمادہ کیا تو انہوں نے قطع رحمی شروع کر دی اور اس نے ان کو گناہوں پر ابھارا تو وہ گناہوں کا ارتکاب کرنے لگے۔ (ابو داؤد، حدیث:1698) یہودی لوگ انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بطور نصیحت کہتے تھے کہ تم مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اپنے مال خرچ نہ کرو، ہمیں ڈر ہے کہ کہیں تم فقیر و محتاج نہ ہو جاؤ۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ لوگ جو خود بخل کرتے اور دوسروں کو بخل کا حکم دیتے ہیں۔ بخل میں علم کا بخل بھی شامل ہے کہ یہودی علماء نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تورات میں بیان کردہ عظمت و شان بیان کرنے میں بخل کرتے تھے۔ آیت میں مزید اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نعمتوں کو بلا مقصد صحیح چھپانے کی مذمت کی گئی ہے۔ اچھے مقصد سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار شکر ہے اور اسی لئے آدمی کو اپنی حیثیت کے لائق جائز لباس پہننا مستحب ہے۔

آیت 38 شہرت اور ناموری کا شوق ایک مذموم صفت ہے جو دنیا و آخرت دونوں میں انسان کے لئے نقصان دہ ہے۔ ایسے لوگ شیطان کے زیر اثر ہوتے ہیں۔ فرمایا گیا کہ جو لوگ اپنے مال دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور وہ خدا و آخرت پر ایمان نہیں رکھتے جیسے منافقین اور کفار مکہ تو شیطان ایسوں کا ساتھی بن جاتا ہے اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے تو کتنا برا ساتھی ہوگا اور ان سے کس قدر شیطانی کام کروائے گا۔ **اہم بات:** دنیا میں شیطان کا ساتھی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی شیطانی کام کر کے اسے خوش کرے اور

وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَاۗءَ قَرِيْنًا

اور نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی آخرت کے دن پر (تو ان کے لئے شدید وعید ہے۔) اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے تو کتنا برا ساتھی ہو گیا

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ

اور اگر وہ اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے تو ان کا کیا نقصان تھا اور اللہ ان کو

عَلِيْمًا ۝39 اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ

جانتا ہے ○ بیشک اللہ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں فرماتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو وہ اسے کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب

اَجْرًا عَظِيْمًا ۝40 فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰي هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا ۝41

عطا فرماتا ہے ○ تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے ○

يَوْمَىِٕذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ

اس دن کفار اور رسول کی نافرمانی کرنے والے تمنا کریں گے کہ کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کر دی جائے اور وہ کوئی بات اللہ سے

شیطان اس کے ساتھ رہے حتی کہ کھانے پینے، رات گزارنے اور دیگر کئی معاملات میں شریک ہو جاتا ہے، اسی لئے حکم ہے کہ ہر جائز کام بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا جائے تاکہ شیطان کے لئے روک ہو اور آخرت میں شیطان کا ساتھی ہونا یہ ہے کہ وہ ایک شیطان کے ساتھ آتشی زنجیر میں جکڑا ہو گا۔

آیت 39 یہاں ریاکاروں کو تنبیہ ہے کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر صحیح ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے تو اس میں ان کا نقصان نہیں بلکہ سراسر نفع ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں خوب جانتا ہے وہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

آیت 40 اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی پر ظلم فرمائے، یہاں ذرہ برابر بھی ظلم نہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ کسی کے نیک اعمال بلاوجہ ضائع کر کے جزا سے محروم کر دینا یا مجرم کو جرم سے زیادہ سزا دینا اس کی شان کے لائق نہیں بلکہ وہ اپنے فضل و رحمت سے نیکی کا ثواب عمل کے مقابلے میں کئی گنا بڑھا دیتا اور اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب عطا فرماتا ہے۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کرنا اور اسے ظالم کہنا کفر ہے۔

آیت 41 اس آیت میں کفار و منافقین اور یہود و نصاریٰ کے لئے شدید وعید ہے کہ بروز قیامت تمام انبیا علیہم السلام اپنی امت کے ہر نیک و بد کے ایمان، کفر، نفاق اور تمام اچھے برے اعمال کی گواہی دیں گے، پھر ان سب پر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو گواہ بنایا جائے گا تو اس وقت ان کا انجام کیا ہو گا۔

آیت 42 قیامت کی ہولناکی اور اپنے اعمال کا بدلہ دیکھ کر کفار تمنا کریں گے کہ کاش! زمین پھٹ جائے اور ہم اس میں دفن ہو جائیں یا

حَدِیْثًا ۞ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ع

چھپانہ سکیں گے ۞ اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ جب تک سمجھنے نہ لگو وہ بات جو تم کہو

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ

اور ناپاکی کی حالت میں (نماز کے قریب جاؤ) حتی کہ تم غسل کرلو سوائے اس کے کہ تم حالت سفر میں ہو (تو تیمم کرلو) اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو

اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا

یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے ہم بستری کی ہو اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو

ہمیں مٹی بنا کر ختم کر دیا جاتا۔ قیامت میں ان کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور ان کے اعضاء اعمال بیان کردیں گے اور وہ کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔ درس: یہ آیت اگرچہ کافروں کے متعلق نازل ہوئی لیکن ہر آدمی کو عذابِ الٰہی سے ڈرنا چاہئے۔ ہمارے اسلاف قیامت کی ہولناکی اور عذابِ جہنم کی شدت سے خوفزدہ رہتے اور بعض تمنا کرتے کہ کاش انہیں پیدا ہی نہ کیا گیا ہوتا۔

آیت 43 شانِ نزول: شروع اسلام میں جب شراب حرام نہیں تھی تو بعض حضرات نے کسی دعوت میں کھانے کے بعد شراب پی لی پھر مغرب کی نماز پڑھی تو امام نے نشے کی حالت میں سورۂ کافرون کی تلاوت کی تو کلمہ "لا" چھوڑ گئے جس سے "نہ" کی جگہ "ہاں" بن گیا اور معنی غلط ہوگئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک اپنی کہی ہوئی بات سمجھنے نہ لگ جاؤ۔ اسی طرح جب تم جنابت کی حالت میں ہو تو جب تک غسل نہ کرلو، نماز کے قریب نہ جاؤ۔ ہاں اگر سفر کی حالت میں ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کرکے نماز پڑھ لو۔ مزید فرمایا: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو۔ آیت کے اس حصے کا شانِ نزول یہ ہے کہ غزوۂ بنی مصطلق کے سفر میں ایک مقام پر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوگیا جس کی تلاش کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وہاں قیام فرمایا۔ جب صبح ہوئی تو پانی نہ تھا اس پر آیت تیمم نازل ہوئی، یہ دیکھ کر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے آلِ ابوبکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں یعنی تمہاری برکت سے مسلمانوں کو بہت آسانیاں اور فوائد ملے، پھر جب اونٹ اٹھایا گیا تو اس کے نیچے سے ہار بھی مل گیا۔ آیت میں فرمایا گیا کہ اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو اور تمہیں وضو یا غسل کی حاجت ہو یا قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آؤ اور وضو کی حاجت ہو یا عورتوں سے ہم بستری کی جس سے غسل فرض ہوگیا، ان تمام صورتوں میں اگر تم پانی موجود نہ ہونے، دور ہونے، حاصل کرنے کا سامان نہ ہونے یا سانپ، درندہ، دشمن وغیرہ کے ڈر کے باعث پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کرتے ہوئے اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرلو۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہ معاف کرنے والا اور انہیں بخشنے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت کے بعد مسلمانوں نے نماز کے اوقات میں شراب ترک کردی، پھر سورۂ مائدہ میں شراب کو بالکل حرام کر دیا گیا۔ (2) اگر حالتِ نشہ میں کوئی شخص کفریہ کلمہ بول دے تو وہ کافر نہیں ہوتا۔ (3) تیمم کی اجازت سفر کے ساتھ خاص نہیں، آیت میں سفر کی قید اس لیے ہے کہ پانی نہ ملنا اکثر سفر میں ہی ہوتا ہے، ورنہ سفر میں پانی میسر ہو تو تیمم کی اجازت نہیں، یونہی اگر سفر کی حالت میں نہیں لیکن ایسی بیماری میں مبتلا ہے جس میں پانی کا استعمال نقصان دہ ہے تو تیمم کی

فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝٤٣ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرلیا کرو بیشک اللہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے ۝ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا

اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ؕ ۝٤٤ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ

کتاب سے ایک حصہ ملا کہ وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راستے سے بھٹک جاؤ ۝ اور اللہ تمہارے دشمنوں

بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ٘ وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝٤٥ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ

خوب جانتا ہے اور حفاظت کے لئے اللہ ہی کافی ہے اور اللہ ہی کافی مددگار ہے ۝ یہودیوں میں کچھ وہ ہیں جو کلمات کو ان کی

اجازت ہے۔ (4) تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ تیمم کرنے والا پاکی حاصل کرنے کی نیت کرے اور جو چیز مٹی کی جنس سے ہو جیسے گرد، ریت، پتھر، مٹی کا فرش وغیرہ اس پر دو مرتبہ ہاتھ مارے، ایک مرتبہ ہاتھ مار کر چہرے پر پھیر لے اور دوسری مرتبہ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر پھیر لے۔ (5) ہار گم ہونے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نہ بتانے میں بہت سی حکمتیں تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وہاں قیام فرمانا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت و مرتبہ ظاہر کرتا ہے اور صحابہ کرام کے ہار تلاش کرنے میں اس بات کی ہدایت ہے کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی خدمت مسلمانوں کے لئے سعادت ہے نیز اس واقعے سے تیمم کا حکم بھی معلوم ہو گیا جس سے قیامت تک مسلمان نفع اٹھاتے رہیں گے۔

آیت 44 یہاں یہودیوں کے متعلق فرمایا گیا کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی تورات ملی جس سے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تو پہچانا لیکن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق جو کچھ تورات میں بیان تھا اس حصہ سے محروم رہے اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کے منکر ہو گئے، یہ کتاب الٰہی رکھنے کے باوجود ہدایت کے بجائے گمراہی کے پیروکار ہوئے اور اس کے ساتھ اے مسلمانو! تمہیں بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

آیت 45 فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اس نے تمہیں بھی ان کی دشمنی پر خبردار کر دیا ہے لہٰذا ان سے بچتے رہو۔ تمہاری ان سے حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور ان کی سازشیں ناکام بنانے میں اللہ تعالیٰ ہی کافی مددگار ہے۔ اہم بات: یقیناً اللہ تعالیٰ ہم سے زیادہ ہمارے دشمنوں کو جانتا ہے لہٰذا جسے وہ دشمن فرما دے وہ یقیناً ہمارا دشمن ہے جیسے شیطان اور کفار و منافقین۔

آیت 46 اس آیت کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہودیوں کی بری عادتوں میں سے ایک یہ ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں مذکور تورات کے کلمات بدل دیتے ہیں۔ دوسری یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم انہیں کچھ حکم فرمائیں تو زبان سے کہتے ہیں: ہم نے مان لیا لیکن دل سے کہتے ہیں: ہم نے نہیں مانا۔ تیسری یہ ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں ایسے ذو معنی جملے کہتے ہیں جس کا ایک معنی برا ہو، تاثر اچھے معنی کا دیتے ہیں لیکن دل میں خبیث معنی مراد لیتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ سنئے اور آپ کو نہ سنایا جائے۔ "نہ سنایا جائے" کا ظاہری معنی ہے کہ کوئی ناگوار بات آپ کے سننے میں نہ آئے اور دوسرا معنی جو وہ مراد لیتے یہ ہے کہ آپ کو سننا نصیب نہ ہو۔ اسی کی دوسری مثال "راعنا" کا کلمہ ہے۔ جس کا ظاہری معنی ہے: ہماری رعایت فرمائیے جبکہ یہودی اس کا معنی وہ لیتے جو شان

الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَ اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ
جگہ سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہم نے سنا اور مانا نہیں اور آپ سنیں، آپ کو نہ سنایا جائے اور "راعنا" کہتے ہیں زبانیں مروڑ کر
وَ طَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ
اور دین میں طعنہ کے لئے، اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور ہم پر نظر فرمائیں تو یہ ان کے لئے بہتر
وَ اَقْوَمَ ۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۴۶ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا
اور زیادہ درست ہوتا لیکن ان پر تو اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کردی تو وہ بہت تھوڑا یقین رکھتے ہیں○ اے کتاب والو!
الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا
جو ہم نے تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرنے والا (قرآن) اتارا ہے اس پر ایمان لے آؤ، اس سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں پھر انہیں
عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۴۷
ان کی پیٹھ کی صورت پھیر دیں یا ان پر بھی ایسے ہی لعنت کریں جیسے ہفتے والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہو کر ہی رہتا ہے○

مبارک کے لائق نہ ہو، حالانکہ اس لفظ کے استعمال سے منع فرمادیا گیا تھا، پھر یہ دین پر طعنہ کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہتے کہ ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو برا بھلا کہتے ہیں، اگر آپ نبی ہوتے تو اسے جان لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ بھی اہل ادب کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے انہی کی طرح کہتے کہ یارسول اللہ! ہم نے سنا اور دل وجان سے تسلیم کیا، حضور! ہماری بات سنئے اور ہم پر نظر کرم فرمائیے، تو یہ ان کے لئے دنیا و آخرت میں ہر اعتبار سے بہتر ہوتا لیکن چونکہ یہ ملعون ہیں لہٰذا انہیں ادب کی توفیق نہیں ہو گی۔

آیت 47 یہاں یہودیوں سے خطاب ہے کہ اے اہل کتاب! ہم نے تمہارے پاس موجود کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا قرآن اتارا ہے، اس پر ایمان لے آؤ ورنہ ایسا نہ ہو کہ ہم آنکھ، ناک، کان، ابرو وغیرہ مٹا کر تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور سر کے پچھلے حصے کی طرح آگے سے بھی ایک کھال کی طرح کر دیں یا ان پر بھی ایسے ہی لعنت کریں جیسے ہفتہ کے دن نافرمانی کرنے والے یہودی گروہ پر کی تھی اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کا حکم ہو کر ہی رہتا ہے، لہٰذا اگر ایمان نہ لائے تو ان دونوں میں سے ایک بات یعنی چہرے بگڑنا یا ہفتے کے روز نافرمانی کرنے والوں کی طرح لعنت ضرور واقع ہو گی۔ اہم باتیں: (1) اس وعید سے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، بعض مفسرین کے نزدیک یہ وعید دنیا کے اعتبار سے ہے اور بعض کے نزدیک آخرت کے اعتبار سے۔ بعض کہتے ہیں کہ واقع ہو چکی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ابھی انتظار ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ چہرے بگڑنے کی وعید اس صورت میں تھی جبکہ کوئی یہودی ایمان نہ لاتا چونکہ بہت سے یہودی ایمان لے آئے اس لئے وعید اٹھ گئی۔ (2) جب یہ آیت نازل ہوئی تو اسے سن کر ایک بہت بڑے یہودی عالم حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ آیت سن کر حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ
بیشک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہتا ہے معاف فرمادیتا ہے اور جس نے اللہ کا

بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى إِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ أَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ
شریک ٹھہرایا تو بیشک اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا ۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو خود اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾ أُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَكَفٰى بِهٖ
پاکیزہ بنادیتا ہے اور ان پر کھجور کے اندر کی جھلی کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا ۔ دیکھو یہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھ رہے ہیں اور کھلے گناہ کے لئے

إِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾ ع أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ
یہی جھوٹ کافی ہے ۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا وہ بت اور شیطان پر ایمان لاتے ہیں

آیت 48 اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے اور اسی حالتِ کفر و شرک میں مرجائے تو اللہ تعالیٰ اسے نہیں بخشے گا، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عذاب میں ہی مبتلا رہے گا اور جس نے کفر و شرک نہ کیا وہ خواہ کتنا ہی گناہگار اور کبیرہ گناہوں میں ملوث ہو اور توبہ کیے بغیر بھی مرجائے تب بھی وہ ہمیشہ کے لیے داخلِ جہنم نہ ہوگا بلکہ اس کی مغفرت و بخشش اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، چاہے تو وہ کریم معاف فرمادے اور چاہے تو اسے اس کے گناہوں پر عذاب دینے کے بعد اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمادے اور جس نے کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا تو بیشک اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا۔ **اہم بات:** گناہ بخشے جانے کی امید پر گناہوں میں پڑنا بہت خطرناک ہے بلکہ اگر گناہ کو ہلکا سمجھا تو کفر ہے۔

آیت 49 **شانِ نزول:** یہ آیت ان یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو خود کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور اس کا پیارا بتاتے اور کہتے تھے کہ ہمارے سوا کوئی جنت میں نہ جائے گا۔ یوں یہ اپنی تعریف کرتے اور وہ بھی جھوٹی۔ چنانچہ فرمایا کہ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جو خود اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں، یہ اپنی ان باتوں سے خود کو پاکیزہ نہیں بنا سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ایمان عطا فرما کر پاکیزہ بنادیتا ہے۔ یہود و نصاریٰ اپنی ان جھوٹی باتوں پر پوری پوری سزا پائیں گے اور ان پر کھجور کے اندر کی جھلی کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔
اہم بات: جسے اللہ تعالیٰ کوئی دینی یا دنیوی نعمت عطا کرے اور وہ اسے اپنی ذاتی کاوش کا نتیجہ سمجھے اور اس پر ناز کرے، یہ خود پسندی ہے۔
حدیث پاک میں ہے: جس نے کسی نیک عمل پر اپنی تعریف کی تو اس کا شکر ضائع ہوا اور عمل برباد ہوگیا۔ (کنز العمال، حدیث: 7674)

آیت 50 فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ان یہودیوں اور عیسائیوں کو دیکھئے کہ یہ کیسی بے باکی سے خود کو بے گناہ اور مقبولِ بارگاہ بتا کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور کھلے گناہ کے لئے یہی جھوٹ کافی ہے۔

آیت 52،51 **شانِ نزول:** کعب بن اشرف کے ساتھ 70 یہودیوں نے مشرکینِ مکہ کو مسلمانوں سے جنگ کے لئے آمادہ کیا اور انہیں اپنی طرف سے اطمینان دلانے کے لئے بتوں کو سجدہ بھی کرلیا۔ ابو سفیان نے کہا: بتاؤ! ہم ٹھیک راستے پر ہیں یا محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)؟ کعب بن اشرف نے کہا: تم ٹھیک راہ پر ہو۔ اس پر یہ آیت اتری اور فرمایا گیا کہ کیا تم نے ان لوگوں یعنی یہودیوں کو نہ دیکھا جنہیں

وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هٰٓؤُلَآءِ أَهْدٰى مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا سَبِيلًا ﴿٥١﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ
کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ (مشرک) مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں○ یہی وہ لوگ ہیں جن پر
لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۖ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيرًا ﴿٥٢﴾ أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ
اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کر دے تو ہرگز تم اس کے لیے کوئی مددگار نہ پاؤ گے○ کیا ان کے لیے سلطنت کا کچھ حصہ ہے؟
فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ﴿٥٣﴾ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ
ایسا ہوتا تو یہ لوگوں کو تل برابر بھی کوئی شے نہ دیتے○ بلکہ یہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے
فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ إِبْرٰهِيمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿٥٤﴾ فَمِنْهُم مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ
پس بیشک ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انھیں بہت بڑی سلطنت دی○ پھر ان میں کوئی تو اس پر ایمان لے آیا
وَمِنْهُم مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ﴿٥٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ
اور کسی نے اس سے منہ پھیر اور عذاب کے لیے جہنم کافی ہے○ بیشک وہ لوگ جنھوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو

کتاب کا ایک حصہ ملا، وہ بت اور شیطان پر ایمان لاتے اور کافروں کو کہتے ہیں کہ مشرک مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کر دے تو ہرگز تم اس کے لیے کوئی مددگار نہ پاؤ گے جو اس سے اللہ تعالیٰ کا عذاب روک سکے۔ **اہم بات:** اس آیت میں طاغوت کا لفظ آیا ہے۔ طاغوت وہ ہے جو رب تعالیٰ سے سرکش ہو اور دوسروں کو سرکش بنائے خواہ شیطان ہو یا انسان۔

آیت 53 یہودی کہتے تھے کہ ہم سلطنت و نبوت کے زیادہ حق دار ہیں تو ہم کیسے عربوں کی اتباع کریں۔ ان کے اس دعوے کی تردید میں فرمایا گیا کہ ان کا سلطنت میں کوئی حصہ نہیں ہے، اگر بالفرض ایسا ہوتا تو یہ اپنے بخل کی وجہ سے لوگوں کو تل برابر بھی کوئی شے نہ دیتے۔

آیت 54 اس آیت میں یہودیوں کا اصل مرض بیان کرتے ہوئے فرمایا: حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نبوت اور ان کے غلاموں کو جو نصرت، غلبہ، عزت وغیرہ نعمتیں عطا فرمائی ان پر یہ لوگ حسد کرتے ہیں۔ یہ فعل سراسر جہالت و حماقت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر فضل فرمایا، کسی کو کتاب، کسی کو نبوت، کسی کو حکومت اور کسی کو اکٹھی کئی چیزیں عطا فرمائیں تو اگر وہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کتاب اور نبوت و رسالت عطا فرماتا ہے تو اے یہودیو! تم اس سے کیوں جلتے اور حسد کرتے ہو۔

آیت 55 یہودیوں میں سے کسی کو تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کی توفیق ملی جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور کئی محروم رہے جیسے کعب بن اشرف، تو جو ایمان نہ لایا اس کے لیے جہنم کی بھڑکتی آگ کافی ہے۔

آیت 56 یہاں کافروں کے سخت عذاب اور عذاب جہنم کی شدت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار

نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ

آگ میں داخل کریں گے۔ جب کبھی ان کی کھالیں خوب جل جائیں گی تو ہم ان کی کھالوں کو دوسری کھالوں سے بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿٥٦﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ

بیشک اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے ○ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے عنقریب ہم انہیں

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ

باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لیے وہاں پاکیزہ بیویاں ہیں

وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿٥٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا

اور ہم انہیں وہاں داخل کریں گے جہاں سایہ ہی سایہ ہوگا ○ بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں ان کے سپرد کرو اور یہ کہ جب

حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا

تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو بیشک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے، بیشک اللہ سننے والا

بَصِيْرًا ﴿٥٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ

دیکھنے والا ہے ○ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے حکومت والے ہیں

کیا، عنقریب ہم انہیں آگ میں داخل کریں گے اور جہنم میں جل کر آدمی چھوٹ نہیں جائے گا بلکہ عذاب ہوتا رہے گا، کھالیں جلتی رہیں گی اور اللہ تعالیٰ نئی کھالیں پیدا فرماتا رہے گا تاکہ عذاب کی شدت میں کمی نہ آئے۔ بیشک اللہ تعالیٰ زبردست ہے اسے کوئی عاجز نہیں کر سکتی اور لوگوں کو ان کے اعمال کی سزا دینے میں حکمت والا ہے۔

آیت 57 قرآن پاک میں کافروں کے افعال و عذاب ذکر کرنے کے ساتھ عموماً مومنین کے اعمال و جزا کا ذکر بھی ہوتا ہے، چنانچہ یہاں مومنین کے متعلق فرمایا کہ عنقریب انہیں ایسے باغوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، انہیں وہاں پاکیزہ بیویاں ملیں گے۔ وہاں دھوپ نہیں ہوگی بلکہ نورِ الٰہی کی تجلی سے روشنی ہوگی، درخت ہوں گے اور لطف راحت و آسائش ہوگی جو انسانی فہم اور بیان سے بالاتر ہے۔

آیت 58 اس آیت میں دو حکم بیان کئے گئے ہیں: (1) امانتیں ان کے حوالے کر دو جن کی ہیں۔ (2) جب فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جس عدل و انصاف اور امانتیں ادا کرنے کا حکم فرما رہا ہے یہ بہت اچھی چیزیں ہیں، بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات سننے والا اور ہر فعل دیکھنے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) یہ دونوں حکم امن و امان کے قیام اور حقوق کی ادائیگی میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ (2) حدیث پاک میں ہے: انصاف کرنے والوں کو قربِ الٰہی میں نور کے منبر عطا کئے جائیں گے۔ (مسلم، حدیث: 4721)

آیت 59 اس آیت میں اللہ تعالیٰ، رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا، اس کے بعد فرمایا کہ اگر

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ

پھر اگر کسی بات میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اگر اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس بات کو اللہ اور رسول کی بارگاہ میں

الْاٰخِرِؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا(۵۹) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا

پیش کرو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے ○ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں

بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْۤا

جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا، وہ چاہتے ہیں کہ فیصلے شیطان کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں تو یہ حکم دیا گیا تھا

اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖؕ وَ یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا(۶۰) وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا

کہ اسے بالکل نہ مانیں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں بھٹکاتا رہے ○ اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کی

ع

کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اگر اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرو یعنی کتاب وسنت کی طرف رجوع کرو۔ یہ آپس میں جھگڑنے اور ذاتی رائے کے ذریعے فیصلہ کرنے سے بہتر اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) آیت میں "اُولِی الْاَمْر" کی اطاعت کا حکم ہے، اس میں امام، امیر، بادشاہ، حاکم، قاضی، علما سب داخل ہیں۔ ہاں! اگر یہ حق کے خلاف حکم دیں تو ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ (2) اس آیت سے معلوم ہوا کہ احکام 3 طرح کے ہیں، (1) جو ظاہر کتاب یعنی قرآن سے ثابت ہوں۔ (2) جو ظاہر حدیث سے ثابت ہوں۔ (3) جو قرآن وحدیث کی طرف قیاس کے ذریعے رجوع کرنے سے معلوم ہوں۔

آیت 61،60 **شانِ نزول:** بشر نامی منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا ہوا۔ یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیصلہ کرانے کا کہا لیکن منافق نے یہ سوچ کر کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کی رعایت نہیں فرمائیں گے، کعب بن اشرف یہودی کو پنچ بنانا چاہا۔ یہودی جانتا تھا کہ کعب بن اشرف رشوت خور ہے لہٰذا وہ اسے پنچ بنانے پر راضی نہ ہوا۔ ناچار منافق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آنا پڑا۔ معاملہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فیصلہ دیا وہ یہودی کے موافق ہوا اور منافق کے مخالف۔ یہاں سے فیصلہ سننے کے بعد منافق یہودی کو مجبور کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ یہودی نے عرض کی: میرا اور اس کا معاملہ آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طے فرما چکے ہیں لیکن یہ ان کے فیصلے پر راضی نہیں بلکہ آپ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ منافق سے اس بات کی تصدیق کرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! میں ابھی آکر فیصلہ کرتا ہوں، پھر گھر تشریف لے گئے اور تلوار لا کر اسے قتل کر دیا اور فرمایا: جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے سے راضی نہیں، اس کا میرے پاس یہی فیصلہ ہے۔ منافق کے وارث قصاص کا مطالبہ لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو یہ آیات نازل ہو گئیں جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کی تائید ہو رہی تھی اس لیے وارثوں کا مطالبہ مسترد کر دیا گیا۔ **اہم بات:** آیات کا مفہوم ترجمے سے

اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَیْف

اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف آؤ تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں ○ تو کیسی (حالت ہو

اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ یَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَاۤ

جب ان پر ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت آپڑے پھر اے حبیب! قسمیں کھاتے ہوئے تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہ ہمارا مقصد

اِحْسَانًا وَّ تَوْفِیْقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ عِظْهُمْ

تو صرف بھلائی اور اتفاق کرانا تھا ○ ان کے دلوں کی بات تو اللہ جانتا ہے پس تم ان سے چشم پوشی کرتے رہو اور انہیں سمجھاتے

وَ قُلْ لَّهُمْ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِیْغًا ﴿۶۳﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

اور ان کے بارے میں ان سے پُر اثر کلام کرتے رہو ○ اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو اے حبیب! تمہاری بارگاہ میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (بھی) ان کی مغفرت

واضح ہے البتہ پہلی آیت میں شیطان کے پاس فیصلہ لے کر جانے سے مراد کعب بن اشرف یہودی کے پاس فیصلہ لے کر جانا ہے۔

آیت 63،62 منافقوں کے بارے میں فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ویسے تو یہ آپ سے منہ پھیرتے ہیں لیکن جب ان پر اپنے اعمال کی وجہ سے ملامت یا سزا کی صورت میں کوئی مصیبت آپڑے تو اس وقت اپنے کرتوتوں کی تاویلیں کرنے کے لئے قسمیں کھاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی اور دو فریقوں میں اتفاق کرانا تھا، اس لئے ہمارا آدمی یہودیوں کے پاس فیصلے کے لئے جانے لگا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کا نفاق اور جھوٹے عذر جانتا ہے پس اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے چشم پوشی کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ کا خوف دلا کر انہیں سمجھاتے رہیں اور ان سے ان کی جانوں کے بارے میں ترغیب و ترہیب پر مشتمل ایسا کلام کرتے رہیں جو ان کے دلوں میں اتر جائے، تاکہ یہ کفر و نفاق چھوڑ کر سچے مسلمان بن جائیں۔

آیت 64 یہاں رسولوں کی تشریف آوری کا مقصد بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتا ہی اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے۔ مزید فرمایا: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے۔ آیت کے اس حصے میں اگرچہ ایک خاص واقعے کے اعتبار سے کلام ہے لیکن اس میں موجود حکم قیامت تک ہر مسلمان کے لئے ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ کی بارگاہ میں آجائیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں بھی شفاعت کے لئے عرض کریں اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کی سفارش فرما دیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کی بارشیں برسنا شروع ہو جائیں گی اور اس پاک بارگاہ میں آکر یہ خود بھی گناہوں سے پاک ہو جائیں گے۔ اہم باتیں: (1) انبیاء و رسل علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں کیونکہ اگر یہ خود گناہ کریں گے تو دوسرے ان کی اتباع کیا کریں گے۔

الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝٦٤ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ

رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان پاتے ○ تو اے حبیب! تمہارے رب کی قسم، یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے

فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝٦٥

آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنالیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں ○

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ

اور اگر ہم ان پر فرض کردیتے کہ اپنے آپ کو قتل کردو یا اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں تھوڑے ہی ایسا کرتے

وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝٦٦ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ

اور اگر وہ ہر وہ کام کرلیتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو ان کے لئے بہت بہتر اور ثابت قدمی کا ذریعہ ہوتا ○ اور ایسا ہوتا تو ہم ضرور انہیں

(2) اطاعتِ الٰہی کا طریقہ ہی یہ ہے کہ رسول کی اطاعت کی جائے، لہٰذا جو رسول کی اطاعت کا انکار کرے وہ کافر ہے اگرچہ ساری زندگی سر پر قرآن اٹھا کر پھرتا رہے۔ (3) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونا ظاہر تھا مگر اب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مزارِ پُر انوار پر حاضر ہوا جائے جیسا کہ ہمیشہ سے اولیاء و علماء کا معمول چلتا آرہا ہے۔

آیت 65 ﴾ شانِ نزول: ایک انصاری کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے اس بات پر جھگڑا ہوا کہ کون پہلے اپنے باغ کو پانی دے گا۔ یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو پہلے پانی دینے کی اجازت عطا فرمائی کیونکہ ان کا کھیت پہلے آتا تھا، نیز انصاری سے احسان کرنے کا حکم فرمایا لیکن مجموعی فیصلہ انصاری کو ناگوار گزرا اور ان کی زبان سے نکلا کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتادیا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم کرنا فرض قطعی اور تسلیم نہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ اہم باتیں: (1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حکم، خدا ہی کا حکم ہے۔ (2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حکم دل و جان سے ماننا ضروری ہے، اسی لیے آیت کے آخر میں فرمایا کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حکم فرمادیں اس کے متعلق اپنے دلوں میں کوئی رکاوٹ نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں۔ (3) اسلامی احکام ماننا فرض اور نہ ماننا، ان پر اعتراض کرنا اور ان کا مذاق اڑانا کفر ہے۔

آیت 66-68 ﴾ ان تین آیات میں مخلص و منافق سب کے اعتبار سے فرمایا گیا کہ یہ کہنا تو آسان ہے لیکن واقعی اپنے آپ کو قتل کرنے، لیے کافر رشتے داروں کے مقابلے میں تلوار اٹھانے اور اپنے گھروں سے نکل جانے کا حکم دے دیا جاتا تو ایک بڑی تعداد اس حکم پر عمل نہ کرتی، البتہ اگر وہ ہر اس حکم پر عمل کریں جو انہیں دیا جائے خواہ خود کو جان سے مار دینے کا ہو یا گھروں سے نکل جانے کا تو یہ ان کے لئے بہت بہتر اور ایمان پر ثابت قدمی کا ذریعہ ہوتا اور اس پر ہم انہیں عظیم اجر و ثواب عطا فرماتے اور انہیں صراط مستقیم کی اعلیٰ درجے کی ہدایت عطا فرماتے۔ اہم بات: یہاں جو بتایا گیا کہ اگر خود کو قتل کرنے یا گھر چھوڑ کر نکل جانے کا حکم ہوتا تو بڑی تعداد عمل نہ کرتی

مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

اپنے پاس سے بہت بڑا ثواب عطا فرماتے ○ اور ہم انہیں ضرور سیدھے راستے کی ہدایت دیتے ○ اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ

تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں ○ یہ اللہ کا فضل ہے، اور اللہ جاننے والا کافی ہے ○ اے ایمان والو

اس میں بطورِ خاص منافقین یا کچھ نئے نئے مسلمان ہونے والے داخل ہیں چنانچہ منافقین اکثر جہاد سے راہ فرار اختیار کرتے تھے نئے نئے مسلمان ہونے والے بھی کچھ حضرات جنگوں میں ثابت قدم نہ رہ سکے اور جہاں تک جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کا تعلق ہے تو کتنے ہی صحابہ نے مختلف جنگوں میں خود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے آگے کر دیا اور آپ پر اپنی جانیں قربان کر دیں۔

آیت 69 شانِ نزول: ایک دن حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ اس قدر غمگین حاضر ہوئے کہ چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کا سبب پوچھا تو عرض کیا: مجھے نہ کوئی بیماری ہے اور نہ درد سوائے اس کے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سامنے نہیں ہوتے تو انتہا درجے کی وحشت و پریشانی ہو جاتی ہے۔ جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو اندیشہ ہوتا ہے کہ وہاں میں کس طرح دیدار کر سکوں گا، آپ اعلیٰ ترین مقام میں ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے جنت بھی دی تو اس مقام عالی تک رسائی کہاں؟ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور انہیں تسکین دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمانبردار ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔ اہم باتیں: (1) انبیاء علیہم السلام کے مخلص فرمانبردار جنت میں ان کی صحبت و دیدار سے محروم نہ ہوں گے، مقام و مرتبہ کے فرق کے باوجود انہیں انبیاء علیہم السلام کی بارگاہ میں حاضری اور قرب کی نعمت حاصل ہوگی۔ (2) صدیقین، انبیاء علیہم السلام کے ان سچے پیروکاروں کو کہتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ ان کی راہ پر قائم رہیں۔ یہاں صدیقین سے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے پہلے مراد ہیں جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ شہداء سے مراد وہ حضرات ہیں جنہوں نے راہِ خدا میں جانیں دیں اور صالحین سے مراد وہ دین دار لوگ ہیں جو حق العباد اور حق اللہ دونوں ادا کریں اور ان کے احوال و اعمال اور ظاہر و باطن اچھے اور پاک ہوں۔ درس: اس واقعہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت بھی معلوم ہوئی اور یہ بھی کہ جو آخرت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا قرب چاہتا ہے وہ آپ کی محبت اور اطاعت کا راستہ اختیار کرے۔

آیت 70 ارشاد فرمایا کہ اطاعت گزاروں کا ان مقرب ہستیوں کے ساتھ ہونا فضل خداوندی ہے۔

آیت 71 یہاں مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ دنیا کے دیگر معاملات کی طرح دشمن کے مقابلے میں بھی ہوشیاری اور سمجھداری سے کام لو، دشمن کی گھات سے بچو، اسے اپنے اوپر موقع نہ دو اور اپنی حفاظت کا سامان ساتھ رکھو، پھر موقع محل کی مناسبت سے دشمن

خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿٧١﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ
ہوشیاری سے کام لو پھر دشمن کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو○ اور تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو ضرور دیر لگائیں گے
فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿٧٢﴾ وَ
پھر اگر تم پر کوئی مصیبت آ پڑے تو دیر لگانے والا کہے گا: بیشک اللہ نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا○ اور
لَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ
اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فضل ملے تو (تکلیف پہنچنے والی صورت میں تو) گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہی نہ تھی
يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧٣﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ
(جبکہ اب) ضرور کہے گا: اے کاش میں (بھی) ان کے ساتھ ہوتا تو بڑی کامیابی حاصل کر لیتا○ پس جو لوگ دنیا کی زندگی کو
يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ
آخرت کے بدلے میں بیچ دیتے ہیں انہیں چاہیے کہ اللہ کی راہ میں لڑیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر شہید کر دیا جائے یا غالب آ جائے

کی طرف تھوڑے تھوڑے ہو کر نکلو یا اکٹھے چلو یعنی جہاں جو مناسب ہو امیر کی اطاعت میں رہتے ہوئے اور تجربات و عقل کی روشنی میں مفید تدبیریں اختیار کرو۔ اہم باتیں: (1) اسباب اختیار کرنا ضروری ہے، توکل ترک اسباب کا نام نہیں بلکہ اسباب اختیار کر کے امیدیں اللہ تعالیٰ سے وابستہ کرنے کا نام ہے۔ (2) یہ آیت جنگی تیاریوں، جنگی چالوں، دشمنوں کی حربی طاقت کے اندازے لگانے، معلومات رکھنے، ان کے مقابلے میں بھرپور تیاری اور بہترین جنگی حکمتِ عملی کے جملہ اصولوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

آیت 72، 73 ان دو آیات میں منافقوں کا بیان ہے کہ یہ حتی الامکان میدانِ جنگ کی طرف جانے میں دیر لگائیں گے تاکہ کسی طرح ان کی جان چھوٹ جائے۔ پھر اگر واقعی ایسا ہو جائے کہ مسلمانوں کو کوئی مصیبت آ پہنچے اور منافقین وہاں موجود نہ ہوں تو یہ بڑی خوشی سے کہیں گے: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں وہاں موجود نہ تھا ورنہ میں بھی مصیبت میں پڑ جاتا اور اگر اس کی بجائے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل یعنی فتح اور مالِ غنیمت حاصل ہو جائے تو اب وہی تکلیف کے وقت اجنبی اور بیگانے بننے والے کہیں گے: اے کاش! ہم بھی ان کے ساتھ ہوتے تو ہمیں بھی کچھ مال مل جاتا۔ درس: خود غرضی، موقع شناسی، مفاد پرستی اور مال کی ہوس منافقوں کا طریقہ ہے۔ دنیا میں وہ شخص کبھی کامیاب نہیں ہوتا جو تکلیف کے موقع پر تو کسی کا ساتھ نہ دے لیکن اپنے مفاد کے موقع پر آگے آگے ہوتا پھرے۔

آیت 74 یہاں اہلِ ایمان کا بیان ہے کہ جن لوگوں کی نگاہیں اخروی زندگی پر لگی ہوئی ہیں اور وہ آخرت کی خاطر دنیا کی زندگی قربان کرنے کو تیار ہیں انہیں کسی دنیوی نفع کا خیال دل میں لائے بغیر محض اللہ تعالیٰ کی رضا، دینِ اسلام کی سربلندی اور حق کا بول بالا کرنے کے لئے راہِ خدا میں لڑنا چاہئے۔ جب اس نیت سے کوئی جہاد کرے پھر شہید ہو جائے یا بچ کر آ جائے بہر صورت بارگاہِ الٰہی میں مقبول اور عظیم اجر و ثواب کا مستحق ہو جائے گا۔

فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ

تو عنقریب ہم اسے بہت بڑا ثواب عطا فرمائیں گے○ اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے راستے میں نہ لڑو اور کمزور

الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ

مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر (نہ لڑو جو) یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس شہر سے نکال دے جس کے باشندے

اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنادے اور ہمارے لئے اپنی بارگاہ سے کوئی مددگار بنادے○ ایمان والے

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ

اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو تم شیطان کے دوستوں سے

الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ ع

جہاد کرو بیشک شیطان کا مکروفریب کمزور ہے○ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھ روکے رکھو

آیت 75 ارشاد فرمایا کہ جہاد فرض ہے اور اسے چھوڑ دینے کا تمہارے پاس کوئی عذر نہیں تو تمہیں کیا ہو گیا کہ تم راہِ خدا میں جہاد نہ کرو حالانکہ دوسری طرف مسلمان مرد، عورتیں اور بچے ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں، ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں اور وہ دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں اس بستی کے ظالموں سے نجات عطا فرما اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور مددگار عطا فرما۔ تو جب مسلمان مظلوم ہیں اور تم انہیں بچانے کی طاقت رکھتے ہو تو ان کی مدد کے لیے کیوں نہیں اٹھتے۔ اہم باتیں: (1) جہاد فرض ہے، البتہ فرضیتِ جہاد کی کچھ شرائط ہیں جن میں اہم شرط استطاعت یعنی جنگ کی طاقت ہونا ہے۔ (2) اس آیت میں کمزوروں سے مراد مکہ مکرمہ کے وہ مسلمان ہیں جنہیں مشرکین نے مکے میں روکا ہوا تھا اور انہیں ایذائیں دیتے تھے۔ (3) حقیقی ولی و ناصر یعنی مددگار تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن ظاہری و باطنی اسباب کی دنیا میں فرشتے وغیرہ بھی ولی اور ناصر یعنی مددگار ہیں۔

آیت 76 فرمایا کہ ایمان والے رضائے الٰہی پانے اور دینِ اسلام کی سربلندی کے لئے راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں، تو اے مسلمانو! تم شیطان کے دوستوں سے جہاد کرو اور ان پر غالب آؤ۔ بیشک مؤمنین کے ساتھ شیطان کا مکرو فریب کمزور ہے، لہٰذا تم شیطان کے دوستوں سے نہ ڈرو کیونکہ ان کا اعتماد ایک کمزور چیز پر ہے۔

آیت 77 شانِ نزول: مشرکین مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو بہت ایذائیں دیتے تھے، اس لیے ہجرت سے پہلے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کفار کے ساتھ لڑنے کی اجازت طلب کی، اس وقت انہیں جہاد کی اجازت نہ دی گئی اور نماز و زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہوا۔ اسی کے متعلق فرمایا گیا کہ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جن سے شروعِ اسلام میں مکہ مکرمہ میں کہا گیا کہ ابھی جہاد سے اپنے ہاتھ روک کر رکھو اور ابھی صرف نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔ پھر جب مدینہ منورہ میں جہاد فرض ہوا تو اس وقت ایک عرصے تک

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں ایک گروہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ سے

كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ

ڈرا جاتا ہے یا اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے: اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ تھوڑی سی مدت تک ہمیں اور مہلت کیوں نہ

اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَلَا تُظْلَمُوْنَ

عطا کر دی؟ اے حبیب! تم فرما دو کہ دنیا کا ساز و سامان تھوڑا سا ہے اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی

فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ

ظلم نہ کیا جائے گا۔ تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور ان (منافقوں) کو کوئی

تکالیف میں مبتلا رہنے کے بعد کچھ سکون ملنے پر فوراً ہی حکم جہاد نازل ہونے کی وجہ سے وہ طبعی خوف کا شکار ہو گئے جو انسانی فطرت ہے اور حالت یہ تھی کہ ان میں ایک گروہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہوتا ہے یا اس سے بھی کچھ زیادہ ہی خوف زدہ تھا اور کہنے لگے: اے ہمارے رب! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا، اس کی حکمت کیا ہے؟ تھوڑی سی مدت تک ہمیں اور مہلت کیوں نہ عطا کر دی؟ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرما دیں: دنیا کا ساز و سامان تھوڑا سا ہے، فنا ہونے والا ہے جبکہ پرہیزگاروں کے لئے آخرت تیار کی گئی ہے اور وہی ان کے لئے بہتر ہے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا لہٰذا جہاد میں خوشی سے شرکت کرو۔ **اہم بات:** ان حضرات کا یہ سوال حکمت دریافت کرنے یا طلبِ سہولت کے لئے تھا، اعتراض کے لئے نہیں، اسی لئے انہیں اس سوال پر زجر و توبیخ نہ فرمائی گئی بلکہ تسلی بخش جواب دیا گیا۔

آیت 78 فرمایا گیا کہ اے جہاد سے ڈرنے والو! موت سے رہائی پانے کی کوئی صورت ہے ہی نہیں، تم جہاں کہیں بھی ہو گے، موت تمہیں ضرور پکڑ لے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو، لہٰذا جب موت ناگزیر ہے تو بستر پر مرنے سے راہِ خدا میں جان دینا بہتر ہے کیونکہ یہ آخرت کی کامیابی کا سبب ہے۔ اس کے بعد منافقین کے متعلق بتایا گیا کہ اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچے جیسے مال میں کثرت یا پیداوار میں اضافہ ہو جائے؛ تو کہتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے جیسے قحط یا کوئی اور مصیبت آ جائے؛ تو کہتے ہیں: اے محمد! یہ آپ کی وجہ سے آئی ہے، جب سے آپ آئے ہیں تب سے ایسی ہی سختیاں پیش آ رہی ہیں۔ محبوب کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دفاع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، تم ان سے فرما دو کہ رزق میں کمی بیشی، قحط یا خوشحالی، رنج یا راحت، فتح یا شکست سب حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں کہ اس کے ارادہ فرمانے سے آتی ہے، ہاں ابتداءً اس کے اسباب مہیا کر لیتے ہیں۔ جب اصل حقیقت یہی ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ کسی بات کو سمجھنے کے قریب ہی نہیں آتے۔ **درس:** موت سے فرار ممکن نہیں بلکہ اس کا آنا قطعی اور یقینی ہے لیکن یہ کس سال، کس مہینے، کس دن، کس وقت اور کس طرح آئے گی یہ ہمیں معلوم نہیں ہے لہٰذا ہر وقت اس کے لیے تیار رہنا اور اسے یاد رکھنا چاہئے۔ حدیث میں فرمایا: لذتوں کو ختم کر دینے والی یعنی موت کا بکثرت

حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ

بھلائی پہنچے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچے تو کہتے ہیں: (اے محمد) یہ آپ کی وجہ سے

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۝ مَآ اَصَابَكَ

اے حبیب! تم فرمادو: سب اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا کہ کسی بات کو سمجھنے کے قریب ہی نہیں آتے ○ اے سننے والے! تجھے جو

مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ

بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور تجھے جو برائی پہنچتی ہے وہ تیری اپنی طرف سے ہے اور اے حبیب! ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے

رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝٧٩ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى

رسول بنا کر بھیجا ہے اور گواہی کے لئے اللہ ہی کافی ہے ○ جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ موڑا

فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝٨٠ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ

تو ہم نے تمہیں انہیں بچانے کے لئے نہیں بھیجا ○ اور کہتے ہیں: ہم نے فرمانبرداری کی پھر جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو ان میں

ذکر کرتے رہا کرو۔ (ترمذی، حدیث: 2314)

آیت 79 فرمایا کہ اے سننے والے! تمہیں جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیری اپنی وجہ سے ہے کہ اپنے گناہوں کے سبب تو اس کا مستحق ہوا اور اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ صرف اہل عرب کے رسول نہیں بلکہ ہم نے آپ کو عرب و عجم سب لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس پر گواہی کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ اہم باتیں: (1) یہاں بھلائی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اور برائی کی نسبت بندے کی طرف کی گئی جبکہ اس سے پہلی آیت میں دونوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، خلاصہ یہ ہے کہ بندہ جب مؤثرِ حقیقی کی طرف نظر کرے تو ہر چیز کو اسی کی طرف سے جانے اور جب اسباب پر نظر کرے تو برائیوں کو اپنی شامتِ اعمال سمجھے۔ (2) آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام انسانوں کے رسول ہیں اور تمام لوگ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے امتی ہیں۔

آیت 80 شانِ نزول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اُس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ اس پر بعض منافقوں نے کہا: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو رب مانا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کلام کی تصدیق فرمادی کہ بیشک رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور فرمایا: جس نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت سے منہ موڑا تو اس کا وبال اسی پر ہے کیونکہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس لئے نہیں بھیجا کہ بہر صورت انہیں جہنم سے بچائیں بلکہ صرف تبلیغ کے لئے بھیجا ہے۔

آیت 81 شانِ نزول: یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے کہتے کہ ہم آپ پر

طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

ایک گروہ آپ کے فرمان کے برخلاف رات کو منصوبے بناتا ہے اور اللہ ان کے رات کے منصوبے لکھ رہا ہے تو اے حبیب! تم ان سے چشم پوشی کرو

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ

اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کافی کارساز ہے ○ تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ

غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ

کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے ○ اور جب امن یا خوف کی کوئی بات ان کے پاس آتی ہے

ایمان لائے اور آپ کی اطاعت ہم پر فرض ہے لیکن وہاں سے اٹھ کر جانے کے بعد اس کے برخلاف حرکتیں کرتے تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان کے سب منصوبے ان کے نامۂ اعمال میں لکھے جارہے ہیں اور انہیں اس کا بدلہ بھی ملے گا، لیکن چونکہ یہ ظاہری طور پر کلمہ پڑھتے اور اعلانیہ کفر سے باز رہتے تھے اس لئے اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے چشم پوشی کریں یعنی ان کے کافروں والے احکام نہیں، ہاں! چونکہ ان کی طرف سے خطرہ پایا جاتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور دنیا میں ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ آپ کو کفایت کرے گا۔

آیت 82 یہاں قرآن کی حقانیت کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا کہ کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اس کے علوم و حکمتوں کو نہیں دیکھتے کہ اس نے اپنی فصاحت سے تمام مخلوق کو مقابلے سے عاجز کر دیا، غیبی خبروں سے منافقین کے احوال اور مکر و فریب کھول کر رکھ دیئے اور اولین و آخرین کی خبریں دے دیں، اگر یہ قرآن میں غور کریں تو یقیناً اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ یہ کلام الٰہی اور اسے لانے والا اللہ کا رسول ہے۔ یہ حقانیتِ قرآن پر ایک عام فہم دلیل دی جارہی ہے کہ اگر قرآن اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس کی دی ہوئی غیبی خبریں سو فیصد پوری نہ ہوتیں۔ اسی طرح اس کے مضامین میں بھی اختلاف ہوتا کہ کہیں کوئی بات کہہ دی اور کہیں اس کے برخلاف، یونہی فصاحت و بلاغت ہمیشہ معیاری نہ رہتی لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ یہ تمام شواہد اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ قرآن پاک کلام الٰہی ہے، کسی انسان کا بنایا ہوا کلام ہرگز نہیں۔ **اہم بات:** قرآنِ پاک میں غور و فکر کرنا اعلیٰ درجے کی عبادت ہے لیکن قرآن میں وہی غور و فکر قابل اعتبار ہے جو صاحب قرآن کے فرامین، صحابہ کرام اور ان سے تربیت یافتہ تابعین رضی اللہ عنہم کے علوم کی روشنی میں ہو، جو غور و فکر اس کے برخلاف ہے وہ گمراہی ہے۔

آیت 83 یہاں اگرچہ خاص سیاق و سباق میں ایک حکم بیان کیا گیا ہے لیکن یہ ہماری زندگی کے ہزاروں گوشوں میں اصلاح کے لیے کافی ہے، اس کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب کبھی امن مثلاً مسلمانوں کی فتح یا خوف مثلاً مسلمانوں کی شکست کی کوئی بات لوگوں کے پاس آتی ہے جو فساد کا باعث بن سکتی ہے تو وہ فوراً اسے پھیلانے لگتے ہیں حالانکہ اگر اس بات کو یہ لوگ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صاحب رائے و بصیرت اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں پیش کرتے اور خود کچھ دخل نہ دیتے تو سمجھدار لوگ ضرور اپنی عقل و دانش یا تحقیق کی روشنی میں اس خبر کی حقیقت جان لیتے اور یوں بات کا بتنگڑ بننے کے بجائے حقیقتِ حال کھل کر سامنے آجاتی۔ اگر اللہ

اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ

تو اسے پھیلانے لگتے ہیں حالانکہ اگر اس بات کو رسول اور اپنے بااختیار لوگوں کی خدمت میں پیش کرتے تو ضرور ان میں سے نتیجہ نکالنے کی

يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ

رکھنے والے اس (خبر کی حقیقت) کو جان لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم میں سے چند ایک کے علاوہ سب شیطان کے پیچھے

اِلَّا قَلِيْلًا ۝۸۳ فَقَاتِلْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ

لگ جاتے ۝ تو اے حبیب اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ آپ کو آپ کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے گی اور مسلمانوں کو (جہاد کی) ترغیب دیتے

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ۝۸۴

عنقریب اللہ کافروں کی طاقت روک دے گا اور اللہ کی طاقت سب سے زیادہ مضبوط ہے اور اس کا عذاب سب سے زیادہ شدید ہے۔

تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھیج کر اور قرآن نازل فرما کر تم پر اپنا فضل نہ فرماتا اور تمہیں ہدایت دے کر تم پر اپنی رحمت نہ فرماتا تو ضرور تم میں سے چند ایک کے علاوہ سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔ اہم باتیں: (1) امورِ دینیہ میں ہر شخص کو دخل جائز نہیں بلکہ جو اہل ہو وہی ان میں غور کرے۔ (2) یہ آیت قیاس جائز ہونے کی ایک دلیل ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک علم وہ ہے جو قرآن و حدیث سے صراحت کے ساتھ حاصل ہوتا ہے اور ایک وہ ہے جو استنباط و قیاس کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ درس: اس آیت کو سامنے رکھ کر ہم اپنے گھروں، ملکی، بین الاقوامی اور صحافتی معاملات کو جانچ سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں جھوٹی باتیں، مسلمانوں اور اسلام کو بدنام کرنے کے لیے افواہیں اور جھوٹی خبریں دن رات پھیلائی جاتی ہیں۔ یہی معاملہ گھروں میں ہے کہ کسی نے کچھ بات کہی، وہ پھیلتے دس گنا اضافوں کے ساتھ ایسی ہو گئی کہ خاندانوں میں لڑائیاں چھڑ گئیں۔ ان سب کے لیے قرآن نے یہ اصول دیا ہے کہ جب بھی ایسی کوئی بات پہنچے تو اہلِ دانش اور سمجھ دار لوگوں تک پہنچا دی جائے، وہ غور و فکر اور تحقیق سے اس کی حقیقت معلوم کر لیں گے اور یوں بات کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ نہیں بنے گا۔

آیت 84 شانِ نزول: جب ابو سفیان سے طے شدہ بدرِ صغریٰ یعنی چھوٹے غزوہ بدر کی جنگ کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس کے لئے لوگوں کو بلایا، کچھ افراد کو یہ بات بھاری محسوس ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ جہاد کے لئے جائیں، آپ کو آپ کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جائے گی خواہ کوئی آپ کا ساتھ دے یا نہ دے۔ ہاں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیتے رہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ کافروں کی طاقت روک دے گا اور اللہ تعالیٰ کی طاقت سب سے زیادہ مضبوط اور اس کا عذاب سب سے زیادہ شدید ہے۔ یہ حکم پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بدرِ صغریٰ کی جنگ کے لئے روانہ ہوئے اور ستر سوار ہمراہ تھے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں بیان کردہ غیبی خبر بھی پوری ہوئی اور کفار مسلمانوں کے چھوٹے سے لشکر سے ایسے مرعوب ہوئے کہ مقابلے میں ہی نہ آئے۔ (2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم شجاعت میں بھی سب سے اعلیٰ ہیں کہ آپ کو تنہا کفار کے

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ
جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس کا اجر ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے
كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝٨٥ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ
حصہ ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے○ اور جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ سے جواب دو
اَوْ رُدُّوْهَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۝٨٦ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ لَيَجْمَعَنَّكُمْ
یا وہی الفاظ کہہ دو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے○ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ ضرور تمہیں
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۗ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝٨٧ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ
قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی○ تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں

النصف ع ۹

مقابل تشریف لے جانے کا حکم ہوا اور آپ آمادہ ہوگئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بہادر، طاقتور، سخی اور پسندیدہ کسی کو نہیں دیکھا۔ (الشفاء، 1/116)

آیت 85 فرمایا کہ جو لوگوں کے درمیان اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس سفارش کا ثواب ہے اور جو بری سفارش کرے اس کے لئے اس کے بوجھ میں سے حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے چنانچہ وہ ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا۔ **اہم بات:** اچھی سفارش وہ ہے جس میں کسی کو جائز نفع پہنچایا جائے یا تکلیف سے بچایا جائے، اس پر ثواب ہے اور بری سفارش وہ ہے جس میں غلط سفارش کی جائے، ظالم کو غلط طریقے سے بچایا جائے یا کسی کی حق تلفی کی جائے یا ناجائز کام میں سفارش کی جائے۔ یہ سب حرام ہے۔

آیت 86 ارشاد فرمایا: جب تمہیں کسی لفظ سے سلام کیا جائے مثلاً کوئی کہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ تو تم اس سے بہتر لفظ سے جواب دو مثلاً یہ کہو: وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، یا وہی الفاظ کہہ دو جو سلام کرنے والے نے کہے تھے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے چنانچہ وہ اس کی بھی جزا عطا فرمائے گا۔ **اہم بات:** اسلام سے پہلے اہل عرب ایک دوسرے سے ملتے وقت یہ کہتے تھے: حَيَّاكَ اللّٰهُ یعنی اللہ تعالیٰ تجھے زندہ رکھے۔ دین اسلام میں اس کلمے کو سلام سے تبدیل کر دیا گیا اور سلام ان الفاظ کی نسبت زیادہ کامل ہے کیونکہ جو سلامت ہوگا وہ زندہ بھی ہوگا جبکہ زندہ شخص سلامت بھی ہو یہ ضروری نہیں۔ **مسئلہ:** سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض۔ جواب میں افضل یہ ہے کہ سلام کرنے والے کے سلام پر کچھ بڑھائے مثلاً پہلا شخص اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہے تو دوسرا شخص وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہے اور اگر پہلے نے وَرَحْمَةُ اللّٰهِ بھی کہا تو یہ وَبَرَكَاتُهٗ بڑھائے۔ اس سے زیادہ سلام و جواب میں کوئی اضافہ نہیں ہے۔

آیت 87 فرمایا کہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ ضرور تمہیں تمہاری قبروں سے قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کوئی نہیں کیونکہ اس کا جھوٹ بولنا ناممکن و محال ہے کہ جھوٹ عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔

آیت 88 **شانِ نزول:** اہل مکہ کی ایک جماعت کھلم کھلا مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملی یا پھر منافقوں کے ایک گروہ نے یہ حرکت کی۔

فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ

دو گروہ ہو گئے حالانکہ اللہ نے ان کے اعمال کے سبب ان (کے دلوں) کو الٹا دیا ہے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم اسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا

اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو ہرگز تو اس کے لئے (ہدایت کا) راستہ نہ پائے گا○ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے کاش کہ تم بھی ویسے ہی

فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا

پھر تم سب ایک جیسے ہو جاؤ۔ تو تم ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں پھر اگر وہ منہ پھیریں

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا

تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو نہ دوست بناؤ اور نہ ہی مددگار○ مگر (ان لوگوں کو قتل نہ کرو)

الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ

جو ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں کہ تمہارے اور ان کے درمیان (امن کا) معاہدہ ہو یا تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ ان کے دل تنگ آچکے ہوں

ان کے بارے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دو گروہ ہو گئے، ایک گروہ انہیں قتل کرنے پر اصرار اور دوسرا اس سے منع کر رہا تھا۔ اس معاملے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ بن گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ارتداد اور مشرکوں کے ساتھ جا ملنے کی وجہ سے ان کے دلوں کو الٹا دیا ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا اسے ہدایت کی راہ دکھا دو! یہ محال ہے کیونکہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تم ہرگز اس کے لئے ہدایت کا کوئی راستہ نہ پاؤ گے۔ اس آیت میں مزید تفسیری اقوال بھی ہیں۔

آیت 89 منافقوں کی سرکشی کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ اے مسلمانو! منافق تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے وہ کافر ہوئے، کاش کہ تم بھی ویسے ہی کافر ہو جاؤ؛ پھر تم سب کفر میں ایک جیسے ہو جاؤ۔ جب ان کا یہ حال ہے تو تم ان میں سے کسی کو اس وقت تک اپنا دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت نہ کر لیں جس سے اس بات کا ثبوت مل جائے کہ یہ واقعی مومن ہیں لیکن اگر وہ ہجرت نہ کریں تو اے مسلمانو! (دوران جہاد) انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کر دو اور اگر وہ تم سے دوستی کا دعویٰ کریں اور دشمنوں کے خلاف تمہاری مدد کے لئے تیار ہوں تو انہیں دوست و مددگار نہ بناؤ کیونکہ یہ بھی دشمن ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اہل مکہ میں جو مسلمان ہوئے اور قدرت کے باوجود مکے سے ہجرت نہ کی جو اس وقت فرض تھی تو وہ اس حکم کا مصداق ہیں اور انہیں ہجرت نہ کرنے کی صورت میں کفار کے حکم میں رکھ کر ان سے ایسا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا۔

آیت 90 گزشتہ آیت میں قتل کا جو حکم دیا گیا، یہاں اس حکم سے خارج لوگوں کے متعلق بتایا جا رہا ہے، چنانچہ فرمایا کہ ان لوگوں کو قتل نہ کرو جن کا ایسی قوم سے تعلق ہو جن سے تمہارا امن کا معاہدہ ہو چکا ہو یا جن کے دل تنگ آچکے ہوں کہ تم سے لڑائی کریں یا

اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ

کہ تم سے لڑائی کریں یا اپنی قوم سے لڑیں اور اللہ اگر چاہتا تو ضرور انہیں تم پر مسلط کر دیتا تو وہ بے شک تم سے لڑتے پھر اگر وہ تم سے دور رہیں

فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۝۹۰ سَتَجِدُوْنَ

اور نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو (صلح کی صورت میں) اللہ نے تمہیں ان پر (لڑائی) کا کوئی راستہ نہیں رکھا۔ عنقریب تم کچھ

اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ

دوسروں کو پاؤ گے جو چاہتے ہیں کہ وہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں (لیکن) جب کبھی انہیں فتنے کی طرف پھیرا جاتا ہے

اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ

تو اس میں اوندھے جا پڑتے ہیں۔ پھر اگر وہ تم سے کنارہ کشی نہ کریں اور تمہارے ساتھ صلح نہ کریں اور اپنے ہاتھ تم (سے لڑنے) سے نہ روکیں

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝۹۱

تو تم انہیں پکڑ لو اور جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے خلاف ہم نے تمہیں کھلا اختیار دیا ہے۔

تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑیں یعنی دونوں میں سے کسی کے ساتھ جنگ نہیں کرنا چاہتے۔ مزید اپنا احسان بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور انہیں تم پر مسلط کر دیتا تو وہ یقیناً تم سے لڑتے اور تم پر غالب بھی آجاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھا؛ پھر اگر کفار تم سے دور رہیں اور لڑنے کی بجائے صلح کا پیغام بھیجیں تو اس صورت میں تمہیں ان سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں۔ **اہم بات:** بعض مفسرین کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے اور اب سلطانِ اسلام کو صلح کرنے، نہ کرنے کا اختیار ہے۔

آیت 91 **شانِ نزول:** مدینہ منورہ کے دو قبیلوں اسد اور غطفان کے لوگ مسلمانوں کے سامنے کلمہ پڑھتے اور خود کو مسلمان ظاہر کرتے لیکن جب اپنی قوم سے ملتے اور وہ لوگ پوچھتے کہ تم کس چیز پر ایمان لائے ہو؟ تو یہ اسلام کا مذاق اڑاتے اور نہایت غلیظ جملے کہتے۔ اس انداز سے ان کا مقصد یہ تھا کہ دونوں طرف تعلقات رکھیں اور کسی جانب سے انہیں نقصان نہ پہنچے۔ یہ لوگ منافق تھے، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: یہ لوگ تم سے بھی امن چاہتے ہیں اور اپنی قوم سے بھی لیکن در حقیقت تمہارے ساتھ نہیں ہیں کیونکہ جب انہیں کسی فتنے مثلاً شرک یا مسلمانوں سے جنگ کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ مسلمانوں کے دشمنوں ہی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ جنگ کرنے سے باز آکر ایک طرف نہ ہو جائیں اور تمہارے ساتھ صلح نہ کریں تو ان کے کفر، غداری اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے سبب ہم نے تمہیں ان کو قتل کرنے کا کھلا اختیار دیا ہے، تو تم انہیں پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کر دو۔

وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ

اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو قتل کرے مگر یہ کہ غلطی سے ہو جائے اور جو کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر دے تو ایک

رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ

غلام کو آزاد کرنا اور دیت دینا لازم ہے جو مقتول کے گھر والوں کے حوالے کی جائے گی سوائے اس کے کہ وہ معاف کر دیں پھر اگر وہ مقتول تمہاری

عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ

قوم سے ہو اور وہ مقتول خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا لازم ہے اور اگر وہ مقتول اس قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان

بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

درمیان معاہدہ ہو تو اس کے گھر والوں کے حوالے دیت کی جائے اور ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے پھر جسے (غلام لونڈی نہ ملے)

آیت 92 **شانِ نزول:** یہ آیت عیاش بن ربیعہ مخزومی کے بارے میں نازل ہوئی، اس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ آپ ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے اور گھر والوں کے خوف سے مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کر لی۔ ماں نے آپ کے سوتیلے بھائیوں حارث اور ابوجہل سے کہا: جب تک تم اسے واپس نہ لاؤ گے میں کچھ بھی کھاؤں، پیوں گی نہیں۔ یہ دونوں حارث بن زید کو ساتھ لے کر گئے اور دین سے متعلق چھیڑ چھاڑ نہ کرنے کی یقین دہانی کروا کر عیاش کو واپسی پر راضی کر لیا۔ مدینہ منورہ سے باہر نکلتے ہی آپ کو کوڑے مار کر باندھا اور مکہ مکرمہ پہنچ کر ایسے ہی تپتی دھوپ میں ڈال دیا گیا۔ ان مصیبتوں میں مبتلا ہو کر عیاش نے اپنا دین ترک کر دیا۔ اس پر حارث بن زید نے اسے ملامت کی تو اس نے انہیں قتل کرنے کی قسم کھالی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد پہلے عیاش نے، پھر حارث بن زید نے بھی اسلام قبول کر لیا اور دونوں مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔ جب حارث بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اس وقت وہاں حضرت عیاش رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے اس لیے انہیں حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کی خبر نہ ہوئی۔ قبا کے قریب انہوں نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو انہیں قتل کر دیا اور جب ان کے قبول اسلام کا پتا چلا تو بہت افسوس ہوا اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس آیت میں قتل کی چار صورتوں کا اور تین صورتوں میں کفارے کا بیان ہے۔ (1) ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔ (2) کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو غلطی سے قتل کر دے (جیسے شکار کو مارا ہو مگر گولی مسلمان کو لگ جائے یا کسی کو حربی کافر سمجھ کر مارا بعد میں پتا چلا کہ مقتول مسلمان ہے) تو قاتل پر ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا لازم ہے اور وہ دیت بھی دے گا جو مقتول کے وارثوں کو دی جائے گی، ہاں اگر مقتول کے وارث دیت معاف کر دیں تو وہ معاف ہو جائے گی۔ (3) اگر مقتول کا تعلق دشمن قوم سے ہو لیکن وہ بذاتِ خود مسلمان ہو تو صرف ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا لازم ہے، دیت وغیرہ کچھ لازم نہ ہو گی۔ (4) اگر مقتول کا تعلق اس قوم سے ہو جن کے ساتھ تمہارا باہمی معاہدہ ہے (جیسے وہ کافر ہو جس کے جان و مال کی حفاظت کا بادشاہِ اسلام نے جزیہ کے بدلے ذمہ لیا ہو، یا وہ کافر ہو جو مسلمان حکومت کی اجازت سے مسلم ملک میں آیا ہو۔ پہلے کو اصطلاح میں ذمی اور دوسرے کو مستامن کہتے ہیں۔) تو اس کے گھر والوں کو دیت دی جائے گی اور ایک مسلمان غلام یا لونڈی کو آزاد کیا جائے گا، البتہ اگر

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٩٢﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا

مہینے کے مسلسل روزے (لازم ہیں۔ یہ) اللہ کی بارگاہ میں توبہ (ہے) اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر دے

فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿٩٣﴾

تو اس کا بدلہ جہنم ہے عرصہ دراز تک اس میں رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ

اے ایمان والو! جب تم اللہ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے اسے یہ نہ

السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ

کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ تم دنیوی زندگی کا سامان چاہتے ہو پس اللہ کے پاس بہت سے غنیمت کے مال ہیں۔ پہلے تم بھی

غلام لونڈی نہ ملے (جیسے ہمارے زمانے میں ہے) تو پھر دو مہینے کے مسلسل روزے رکھنا لازم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی توبہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو جاننے والا اور انہیں حکم دینے میں حکمت والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) دیت مقتول کے ترکے کے حکم میں ہے یعنی یہ وراثت کی طرح تقسیم ہو گی، اس سے مقتول کا قرضہ بھی ادا کیا جائے گا اور وصیت بھی پوری کی جائے گی۔ (2) قتل خطا کے کفارے میں کافر غلام آزاد نہ کیا جائے گا۔ باقی کفارات میں حنفی مذہب کے مطابق ہر طرح کا غلام آزاد کر سکتے ہیں جیسے روزے یا ظہار کا کفارہ ہو۔

آیت 93 گزشتہ آیت میں مسلمان کے غلطی سے قتل کا حکم بیان ہوا اور یہاں جان بوجھ کر قتل کی اخروی وعید بیان کی جا رہی ہے جو آیت کے ترجمے سے واضح ہے۔ **اہم بات:** مسلمانوں کا قتل حلال سمجھ کر کرنا کفر ہے جس کی سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے اور اگر حرام جانتے ہوئے قتل کیا تو یہ شدید ترین کبیرہ گناہ ہے، ایسا شخص مدتِ دراز تک جہنم میں رہے گا۔ **درس:** افسوس! فی زمانہ غنڈہ گردی، دہشت گردی، ڈکیتی اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر قتل کے واقعات عام ہیں۔ حدیث پاک میں ہے: بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ایک کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا ہے۔ (بخاری، حدیث: 6871)

آیت 94 **شانِ نزول:** فدک کے رہنے والوں میں سے صرف مرداس بن نہیک رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا۔ جب اس قوم کو لشکرِ اسلام اپنی طرف آنے کی خبر ملی تو حضرت مرداس کے علاوہ سب لوگ بھاگ گئے۔ لشکرِ اسلام کی آمد کا یقین ہونے پر یہ اپنی بکریاں لے کر ان کے پاس آئے اور کہنے لگے: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ یہ دھوکہ دینے کے لئے ایمان ظاہر کر رہے ہیں کیونکہ اہلِ فدک تو سب کافر ہیں۔ اس خیال سے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کر دیا اور ان کی بکریاں لے آئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بتایا گیا تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بکریاں ان کے اہل خانہ کو واپس کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے یا جس میں اسلام کی علامت پاؤ تو جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہو جائے اس پر

كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِي

ایسے ہی تھے تو اللہ نے تم پر احسان کیا تو خوب تحقیق کر لو بیشک اللہ تمام اعمال سے خبردار ہے ○ عذر والوں کے

الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

جو مسلمان جہاد سے بیٹھے رہے وہ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے برابر

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ

اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر اللہ نے درجے کے اعتبار سے فضیلت عطا فرمائی ہے اور اللہ نے سب سے بھلائی کا

الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ

وعدہ فرمایا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے ○ اس کی طرف سے بہت سے درجات

ہاتھ نہ ڈالو اور اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ تم دنیوی زندگی کا سامان چاہتے ہو پس اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سے غنیمت کے مال ہیں۔ مسلمانوں کو سمجھانے کے لیے مزید فرمایا کہ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے یعنی جب تم اسلام لائے تو تمہارا اظہارِ ایمان بے اعتبار نہ سمجھا گیا بلکہ زبان سے کلمۂ شہادت سن کر تمہارے جان و مال محفوظ کر دیے گئے، تمہیں بھی اسلام میں داخل ہونے والوں کے ساتھ یہی سلوک کرنا چاہیے اور یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ تمہیں اسلام پر استقامت بخشی اور تمہارا مومن ہونا مشہور کیا لہٰذا خوب تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں تمہارے ہاتھوں کوئی مسلمان نہ قتل ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمام اعمال سے خبردار ہے اور وہ تمہیں ان کا بدلہ دے گا۔

آیت 95 اس آیت میں جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے 4 باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (1) عذر والوں کے علاوہ جہاد نہ کرنے والے اور راہِ خدا میں اپنے مال و جان کے ساتھ جہاد کرنے والے اجر و ثواب میں برابر نہیں ہیں۔ (2) اپنے جان و مال کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہونے والوں پر درجے کے اعتبار سے فضیلت عطا فرمائی ہے کیونکہ شرکتِ جہاد کی نیت میں اگرچہ دونوں برابر ہیں لیکن عملی طور پر جہاد کرنے کی وجہ سے مجاہدین کا درجہ بڑا ہے۔ (3) ان دونوں گروہوں سے ان کے اچھے عقیدے اور سچی نیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو جہاد نہ کرنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اہم باتیں: (1) جب اس آیت کا ابتدائی حصہ نازل ہوا تو حضرت عبد اللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! میں نابینا ہوں، جہاد میں کیسے جا سکتا ہوں۔ اس پر یہ حصہ "غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ" نازل ہوا، جس میں بتایا گیا کہ جو لوگ بیماری، بڑھاپے، نابینائی، ہاتھ پاؤں ناکارہ ہونے وغیرہ عذر کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہو سکیں انہیں اجر و ثواب سے محروم نہ کیا جائے گا۔ (2) نیت بہت عظیم عمل ہے کہ عمل کے بغیر بھی سچی نیت ہونے کی صورت میں ثواب مل جاتا ہے۔

آیت 96 یہاں مجاہدین کا اجر بیان فرمایا گیا کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کے بہت سے درجات، گناہوں کی بخشش اور جنت کی نعمتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ جہاد کرنے والوں کو بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے جنت میں 100 درجے مہیا فرمائے، ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہو گا جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ (بخاری، حدیث: 2790)

مَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٩٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ

بخشش اور رحمت (ہے) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ بیشک وہ لوگ جن کی جان فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر

اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ

ظلم کرنے والے ہوتے ہیں ان سے (فرشتے) کہتے ہیں: تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے۔ تو فرشتے کہتے ہیں: کیا اللہ کی زمین

وَاسِعَةً فَتُھَاجِرُوْا فِيْھَا ۭ فَاُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىھُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿٩٧﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ

کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے ○ مگر وہ مجبور

مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٩٨﴾ فَاُولٰۗىِٕكَ

مرد اور عورتیں اور بچے جو نہ تو کوئی تدبیر کرنے کی طاقت رکھتے ہوں اور نہ راستہ جانتے ہوں ○ تو عنقریب

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْھُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿٩٩﴾ وَمَنْ يُّھَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اللہ ان لوگوں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ معاف فرمانے والا، بخشنے والا ہے ○ اور جو اللہ کی راہ میں ہجرت کرے

آیت 97 شان نزول: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے زبان سے کلمۂ اسلام تو پڑھا مگر فرض ہونے کے باوجود ہجرت نہ کی پھر جنگ بدر میں کفار کے ساتھ آئے اور ساتھ ہی مارے گئے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ لوگ جن کی روح فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ فرض ہجرت ترک کرکے اور کافروں کا ساتھ دے کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں ان کی موت کے وقت فرشتے انہیں جھڑکتے ہوئے کہتے ہیں: تم اپنے دین کے معاملے میں کس حال میں تھے؟ وہ عذر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہم زمین میں کمزور لوگ تھے اور کافروں کی سرزمین میں رہنے کی وجہ سے دین کے احکام پر عمل کرنے سے عاجز تھے۔ تو فرشتے ان کا عذر رد کرتے اور ڈانٹتے ہوئے کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم سرزمین کفر سے ایسی جگہ ہجرت کر کے چلے جاتے جہاں تم دین کے احکام پر عمل کر سکتے؟ تو جن کے یہاں برے احوال بیان ہوئے یہ وہ لوگ ہیں جن کا آخرت میں ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ **اہم بات:** جو شخص کسی جگہ اپنے دینی فرائض ادا نہیں کر سکتا جبکہ دوسری جگہ کر سکتا ہے تو اس پر وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانا فرض ہے۔ کفار کے درمیان رہنے والے وہ مسلمان اس آیت میں غور کریں جو کفار کے خوف سے اپنے دینی فرائض ادا نہیں کر سکتے۔

آیت 98، 99 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مجبور مرد، عورتیں اور بچے جو نہ ہجرت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں، نہ ان کے پاس اخراجات ہوں اور نہ وہ ہجرت گاہ کا راستہ جانتے ہوں تو ایسے عاجز و مجبور لوگ ہجرت نہ کرنے پر قابلِ گرفت نہیں، عنقریب اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ معاف فرمانے والا، بخشنے والا ہے۔

آیت 100 فرمایا کہ جو راہِ خدا میں ہجرت کرے تو وہ رزق پانے یا اپنا دین ظاہر کرنے کے تعلق سے زمین میں بہت جگہ اور وسعت

يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ

تو وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف ہجرت

وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝١٠٠ ع

کرتے ہوئے نکلا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہوگیا اور اللہ بخشنے والا، مہربان ہے۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو

اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝١٠١ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ

کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بیشک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں○ اور اے حبیب! جب تم ان میں تشریف فرما ہو

پائے گا۔ مزید فرمایا: جو اپنے گھر سے اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا تو اگرچہ ہجرت مکمل نہ کرسکے اور راستے ہی میں اسے موت آجائے پھر بھی اسے ثواب ملے گا۔ آیت کے اس حصے کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت جندع بن ضمرہ لیثی رضی اللہ عنہ بہت بوڑھے تھے، لوگ انہیں چارپائی پر ہجرت کے لئے لے کر چلے لیکن مکہ کے قریب ہی مقام تنعیم میں انتقال فرماگئے۔ یہ خبر سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: کاش وہ مدینہ پہنچتے تو ان کا اجر کتنا بڑا ہوتا اور مشرک ہنستے ہوئے کہنے لگے: جس مطلب کے لئے نکلے تھے وہ نہ ملا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کی شان بیان فرمائی کہ جو راہِ خدا میں ہجرت کرے پھر منزل تک پہنچنے سے پہلے اسے موت آجائے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے وعدے اور فضل و کرم سے اس کے ذمۂ کرم پر ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، مہربان ہے۔

آیت 101 اس آیت میں نماز کو قصر کرنے کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے، یعنی سفر کی حالت میں ظہر، عصر اور عشاء میں چار فرضوں کی بجائے دو پڑھیں گے۔ اہم بات: کافروں کا خوف قصر کے لئے شرط نہیں۔ آیت نازل ہونے کے وقت چونکہ سفر اندیشہ سے خالی نہ ہوتے تھے اس لئے آیت میں اس کا ذکر ہوا ہے ورنہ خوف اور اندیشہ ہونا قصر کے لئے شرط نہیں ہے۔ مسائل: (1) سفر میں چار رکعت والی نماز کو پورا پڑھنا جائز نہیں، ہاں اگر مقیم امام کی اقتدا میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے تو اب چار رکعتیں پوری پڑھنی ہوں گی۔ (2) جس سفر میں نماز قصر کی جائے گی، فی زمانہ ہمارے زمینی، میدانی سفر کے اعتبار سے اس کی کم از کم مسافت 92 کلو میٹر ہے۔ (3) قصر صرف فرضوں میں ہے، سنتوں میں نہیں اور سفر میں سنتیں پڑھنی چاہئیں۔

آیت 102 شانِ نزول: غزوۂ ذات الرقاع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز ظہر باجماعت ادا فرمائی۔ یہ دیکھ کر مشرکین کو افسوس ہوا کہ انہوں نے اس وقت حملہ کیوں نہ کیا۔ بعض کفار نے کہا: اس کے بعد ایک اور نماز ہے جو مسلمانوں کو اپنے ماں باپ سے زیادہ پیاری ہے یعنی نمازِ عصر، لہٰذا جب مسلمان اس نماز کے لئے کھڑے ہوں تو پوری قوت سے حملہ کرکے انہیں قتل کردو۔ اس وقت حضرت جبریل امین علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے اور عرض کی: یہ نمازِ خوف ہے، یعنی اب اس طرح نماز پڑھیں کہ حاضرین کو دو جماعتوں میں تقسیم کردیا جائے، ایک آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ساتھ رہے اور آپ انہیں نماز

فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا

پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں

فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ ۪ وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَ

تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھیں اور

لْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ

(انہیں بھی) چاہئے کہ اپنی حفاظت کا سامان اور اپنے ہتھیار لیے رہیں۔ کافر چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ

فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ

تو ایک ہی دفعہ تم پر حملہ کردیں اور اگر تمہیں بارش کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو تو تم پر کوئی مضائقہ نہیں

مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾

کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی حفاظت کا سامان لئے رہو۔ بیشک اللہ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ

پھر جب تم نماز پڑھ لو تو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے اللہ کو یاد کرو پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ

پڑھ جائیں اور دوسری دشمن کے مقابلے میں کھڑی رہے۔ پہلی جماعت ایک رکعت پڑھ کر اور مغرب میں دو رکعتیں پڑھ کر دشمن کے سامنے چلی جائے اور دوسری جماعت آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پیچھے آجائے پھر بعد میں وہ اپنی ایک ایک بقیہ رکعت پڑھ لیں اور جن کی دو باقی ہیں وہ دو پڑھ لیں اور دونوں جماعتیں ہر وقت اسلحہ ساتھ رکھیں یعنی نماز میں بھی مسلح رہیں۔ مزید فرمایا: کافر چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہو جاؤ تو ایک ہی دفعہ تم پر حملہ کردیں۔ مزید فرمایا: اگر تمہیں تکلیف ہو۔ آیت میں حکم یہ تھا اپنی حفاظت کا سامان ہر وقت اپنے ساتھ رکھو لیکن حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے لئے زخمی ہونے کے باعث ہتھیار رکھنا بہت تکلیف دہ تھا، ان کے حق میں آیت کا یہ حصہ نازل ہوا اور حالت عذر میں ہتھیار کھول کر رکھنے کی اجازت دی گئی۔ **اہم بات:** نماز کی جماعت ایسی اہم ہے کہ سخت جنگ میں بھی جماعت کا طریقہ سکھایا گیا۔ افسوس ان پر جو بلاوجہ جماعت چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ اس میں 27 گنا زیادہ ثواب ہے۔

آیت 103 فرمایا کہ پھر جب تم بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نمازِ خوف پڑھ کر فارغ ہو جاؤ تو تسبیح و تہلیل کے ذریعے کھڑے، بیٹھے، کروٹوں پر لیٹے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور ذکرِ الٰہی میں غفلت سے بچو، اور جب تمہارے دل پر سکون ہو جائیں اور جنگ ختم ہونے کے بعد امن و امان ہو جائے تو پہلے کی طرح ارکان و شرائط کی رعایت کرتے ہوئے نماز ادا کرو۔ بیشک نماز مسلمانوں پر مقررہ وقت میں فرض ہے، لہٰذا اسے اس کے وقت سے ہرگز مؤخر نہ کیا جائے۔ اہم باتیں: (1) نماز کے بعد ذکرِ الٰہی کرنا چاہیے جیسا

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ

تو حسب معمول نماز قائم کرو بیشک نماز مسلمانوں پر مقررہ وقت میں فرض ہے○ اور کافروں کی تلاش میں

الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ

سستی نہ کرو۔ اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو جیسے تمہیں دکھ پہنچتا ہے ویسے ہی انہیں بھی دکھ پہنچتا ہے حالانکہ تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو

مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٠٤﴾ ع اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ

جو وہ نہیں رکھتے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے○ اے حبیب! بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری تاکہ تم لوگوں میں

بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿١٠٥﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ

اس (حق) کے ساتھ فیصلہ کرو جو اللہ نے تمہیں دکھایا ہے اور تم خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا نہ کرنا○ اور اللہ کی بارگاہ میں استغفار کرو

کہ آیت میں ہے اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بخاری و مسلم میں ثابت ہے اور یہی اب بھی مسلمانوں میں رائج ہے۔ (2)
نمازیں ایک وقت میں جمع نہیں ہو سکتیں یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ ظہر اور عصر ایک ہی وقت میں ادا کر لی جائیں اگرچہ نمازی مسافر ہو
کیونکہ ہر نماز کا اپنا اپنا وقت مقرر ہے۔ جن احادیث میں دو نمازیں جمع کرنے کا ذکر ہے وہاں "جمع صوری" مراد ہے یعنی پہلی نماز
آخری وقت اور دوسری اول وقت میں ادا کی گئی۔

آیت 104 شانِ نزول: ابوسفیان اور اس کے ساتھی جنگِ احد سے واپس ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کا تعاقب کرنے
کا حکم فرمایا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے زخموں کی شکایت کی، جس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور فرمایا گیا: اگر تمہیں تکلیف پہنچی ہے تو
انہیں بھی پہنچی ہے، نیز تمہیں تکلیف اٹھانے پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید ہے جبکہ کافروں کو ایسی کوئی امید نہیں لہٰذا تم ان کا پیچھا
کرنے میں سستی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں پہنچنے والی تکلیف کو جاننے والا اور تمہارے کاموں کی تدبیر کرنے میں حکمت والا ہے۔

آیت 105، 106 شانِ نزول: انصار کے قبیلہ بنی ظفر کے ایک شخص طعمہ بن اُبیرق نے اپنے ہمسائے قتادہ بن نعمان کی زرہ چرا کر
آٹے کے تھیلے میں چھپائی اور اسے ایک یہودی کے ہاں رکھ دیا۔ جب زرہ کی تلاش شروع ہوئی اور طعمہ پر شبہ ظاہر کیا گیا تو اس نے
صاف انکار کر دیا۔ اتفاق یہ ہوا کہ آٹے کی بوری پھٹی ہوئی تھی جس سے آٹا گرتا رہا۔ اسے دیکھ کر چلتے چلتے لوگ یہودی کے گھر پہنچ
گئے، وہاں آٹے کی بوری مل گئی جس میں زرہ موجود تھی۔ پوچھنے پر یہودی نے بتادیا کہ یہ بوری طعمہ اس کے پاس رکھ کر گیا تھا، چند
یہودیوں نے اس بات کی گواہی بھی دے دی۔ رسوائی سے بچنے کے لیے طعمہ کی قوم نے یہ ارادہ کر لیا کہ یہودی کو چور قرار دے کر
اس پر قسم کھالیں گے۔ چنانچہ جب معاملہ بارگاہِ رسالت میں پیش ہوا تو بنی ظفر نے طعمہ کے حق میں اور یہودی کے خلاف جھوٹی
گواہی دی، جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ان دونوں آیات کا مفہوم ترجمے سے واضح ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں بظاہر خطاب
حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ہے لیکن در حقیقت قیامت تک کے تمام حکام کو سنانا مقصود ہے کہ فیصلہ کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور بغیر
رعایت مجرم کو پوری سزا دیں۔ درس: صحیح غلط ہر معاملے میں اپنی قوم کی تائید کرنے کی اسلام میں گنجائش نہیں بلکہ حق کی پیروی

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٦﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ اور ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑنا جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں۔ بیشک اللہ

لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿١٠٧﴾ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ

پسند نہیں کرتا اسے جو بہت خیانت کرنے والا، بڑا گنہگار ہو○ وہ لوگوں سے شرماتے ہیں اور اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ اللہ

مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿١٠٨﴾

(اس وقت) بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات کو ایسی بات کا مشورہ کرتے ہیں جو اللہ کو پسند نہیں اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے○

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

(اے لوگو!) سن لو، یہ تم ہی ہو جو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑے تو قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ سے کون جھگڑے گا

ضروری ہے۔ اس میں رنگ و نسل، قوم و علاقہ، ملک و صوبہ، زبان و ثقافت ہر قسم کے تعصب کا رد ہے۔

آیت 107 فرمایا کہ ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑنا جو گناہ کر کے اپنی جانیں خیانت میں ڈالتے ہیں کیونکہ ان کی خیانت کا وبال انہی پر پڑے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ اُسے پسند نہیں کرتا جو بہت خیانت کرنے والا، بڑا گنہگار ہو۔ درس: اس آیت مبارکہ کو سامنے رکھ کر وکالت کا پیشہ کرنے والے غور کریں، بارہا وکیل کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مؤکل مجرم و خائن ہے لیکن وہ مال بٹورنے کے چکر میں ظالم کی طرف داری کرتا، جھوٹ بولتا، دوسرے فریق کا حق مارتا اور طرح طرح کے حرام کاموں کا مرتکب ہو کر ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنا دیتا ہے۔ مسئلہ: جھوٹی وکالت کی اجرت حرام ہے۔

آیت 108 یعنی طعمہ اور اس کی قوم کے افراد لوگوں سے حیا کی بنا پر اور نقصان پہنچنے کے ڈر سے اُن سے تو چھپتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں کرتے حالانکہ وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے اور اس کے عذاب سے ڈرا جائے کیونکہ وہ ان کے سب احوال جانتا ہے اور اس سے ان کا کوئی عمل چھپا نہیں حتی کہ وہ ان کے اس عمل سے بھی واقف ہے جب وہ رات کے وقت ایسی بات کا مشورہ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں جیسے بے گناہ پر الزام لگانا، جھوٹی قسم کھانا اور جھوٹی گواہی دینا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہری و باطنی تمام اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے، ان کا کوئی عمل علمِ الٰہی سے باہر نہیں۔ درس: یہ آیت تقویٰ و طہارت کی بنیاد ہے۔ اگر انسان یہ خیال رکھے کہ میرا کوئی حال اللہ تعالیٰ سے چھپا نہیں تو گناہ کرنے کی ہمت نہ کرے۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ اسی چیز کے ذریعے لوگوں کو گناہوں سے رکنے کا حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ اس جملے کا اگر کوئی مراقبہ کر لے اور اسے اپنے دل و دماغ میں بٹھا لے تو اس کے لیے گناہوں کا علاج آسان ہو جائے گا۔

آیت 109 یہاں عام لوگوں سے اور بطور خاص طعمہ کی قوم سے خطاب فرمایا گیا کہ اے لوگو! تم جو آج دنیا کی زندگی میں ان خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑتے ہو تو جب قیامت کے دن خیانت کرنے والے مجرم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے اور وہ ان کے عذاب کا فیصلہ فرما دے گا تو اس وقت کون ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے جھگڑے گا یا کون ان کا وکیل و کارساز ہو گا۔ یعنی جیسے دنیا

اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ

یا کون ان کا کارساز ہوگا؟○ اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے

يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا○ اور جو گناہ کمائے تو وہ اپنی جان پر ہی گناہ کما رہا ہے اور اللہ

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا

علم و حکمت والا ہے○ اور جو کوئی غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرے پھر کسی بے گناہ پر اس کا الزام لگادے تو یقیناً اس نے بہتان

وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ ع وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ

اور کھلا گناہ اٹھایا○ اور اے حبیب! اگر تمہارے اوپر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں ایک گروہ نے آپ کو (صحیح فیصلہ کرنے

میں تم فیصلہ کرنے والے کو دھوکہ دیدیتے ہو اس طرح دھوکہ دینے کے لئے بارگاہِ الٰہی میں جھگڑنا ناممکن ہے۔ **اہم بات:** اس آیت میں شفاعت کا انکار نہیں کیونکہ بارگاہِ الٰہی کے محبوب بندوں کی شفاعت اور چھوٹے بچوں کا اپنے ماں باپ کی بخشش کے لئے بارگاہِ الٰہی میں ناز کے طور پر جھگڑنا آیات و احادیث سے ثابت ہے مگر یہ جھگڑا ناز کا ہوگا نہ کہ مقابلے کا۔

آیت 110 فرمایا کہ جو شخص کوئی برا عمل کرے یا گناہ کر کے اپنی جان پر ظلم کرلے، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلبگار ہو اور توبہ کے تقاضے پورے کرتے ہوئے سچے دل سے اس برے عمل و گناہ سے توبہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

آیت 111 فرمایا کہ گناہ کرنے والا ہی اپنے گناہ کا وبال اٹھائے گا، یہ نہ ہوگا کہ گناہ کوئی کرے اور وبال کسی دوسرے کی گردن پر رکھ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے لہٰذا وہ کسی کو دوسرے کے گناہ کی سزا نہیں دے گا۔ **اہم بات:** جو بندہ گناہِ جاریہ کا سبب بنا، اسے گناہ کرنے والوں کے گناہ سے بھی حصہ ملے گا جیسے کسی نے سینما، شراب خانہ یا بے حیائی کا اڈا کھولا، یا کسی کو غلط راہ پر لگا دیا تو گناہ کرنے والے اور اسے اس راہ پر لگانے والے دونوں کو گناہ ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے: جو گمراہی کی طرف بلائے تو اسے ویسا ہی گناہ ملے گا جیسا اس کی پیروی کرنے والے کو ملے گا اور ان پیروی کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ (مسلم، حدیث: 6804)

آیت 112 فرمایا کہ جو کوئی غلطی یا گناہ یعنی گناہ صغیرہ یا کبیرہ کا ارتکاب کرے، پھر کسی بے گناہ پر اس کا الزام لگا دے تو یقیناً اس نے بہتان اور بہت بڑے گناہ کا بوجھ اٹھایا۔ **اہم بات:** (1) بے گناہ خواہ مسلمان ہو یا کافر اس پر تہمت لگانا سخت جرم ہے کیونکہ طعمہ نے یہودی کو بہتان لگایا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی۔ (2) اسلام میں انسانی حقوق کا بہت زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے حتی کہ کافر تک کے حقوق اسلام میں بیان کئے گئے ہیں۔

آیت 113 یہاں سابقہ واقعہ کے اعتبار سے فرمایا گیا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے آپ پر بڑا فضل فرمایا اور رحمت کی کہ آپ کو نبی معصوم بنایا اور رازوں پر مطلع فرمایا۔ اگر پروردگار عالم نے آپ کو معصوم نہ بنایا ہوتا اور پوشیدہ باتیں وحی کے ذریعے آپ پر ظاہر نہ کی ہوتیں تو یہ لوگ آپ کو بہکا دیتے کیونکہ ان میں سے ایک گروہ نے آپ کو صحیح فیصلہ کرنے سے ہٹانے کا ارادہ کر لیا تھا

أَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ إِلَّآ أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَىْءٍ ؕ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ

بہکنے کا ارادہ کیا تھا حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو گمراہ کر رہے تھے اور آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ نے آپ پر

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿١١٣﴾ لَا خَيْرَ

کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضل بہت بڑا ہے○ اُن کے اکثر

فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوْفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ

مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی مگر ان لوگوں (کے مشوروں) میں جو صدقے کا یا نیکی کا یا لوگوں میں باہم صلح کرانے کا مشورہ کریں اور جو

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١١٤﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ

اللہ کی رضا مندی تلاش کرنے کے لئے یہ کام کرتا ہے تو اسے عنقریب ہم بڑا ثواب عطا فرمائیں گے○ اور جو اس کے بعد کہ اس کے لئے

حالانکہ جو لوگ آپ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں وہ اپنے آپ کو ہی گمراہ کر رہے ہیں کیونکہ اس کا وبال انہیں پر ہے۔ یہ لوگ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیشہ کے لیے معصوم بنایا ہے۔ اور اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب و حکمت نازل فرمائی اور آپ کو احکامِ شریعت اور وہ عُلومِ غیبیہ عطا فرما دیئے جو آپ نہ جانتے تھے اور ان کے علاوہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ کے دیئے سے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو کثیر غیبوں کا علم ہے جیسے دنیا و آخرت کے امور کی کئی باتیں قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کو جو علم دیا اسے "قلیل" بہت تھوڑا کہا، اسی طرح پوری دنیا کے ساز و سامان کو بھی قلیل کہا جبکہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو علم عطا فرمانے کا ذکر کر کے فرمایا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل "عظیم" بہت بڑا ہے، تو جس کے سامنے پوری دنیا کا علم اور خود ساری دنیا قلیل ہے وہ جس کے علم کو عظیم فرما دے اس کی عظمتوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

آیت 114 یہاں عام لوگوں کے حوالے سے فرمایا گیا کہ ان کے زیادہ تر کلام اور مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی کیونکہ یہ زیادہ تر فضولیات پر مشتمل اور بے فائدہ مغز ماری پر مبنی ہوتے ہیں جن کا نتیجہ کچھ نہیں ہوتا؛ جبکہ وہ لوگ جو آپس میں اچھے کاموں جیسے صدقہ دینے، نیکی کا کام کرنے یا لوگوں میں صلح کروانے کے متعلق مشورہ کرتے ہیں تو ان کے مشوروں میں خیر و بھلائی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا پانے کے لئے یہ کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا ورنہ اگر ریاکاری، اپنی واہ واہ کروانے، نیک نامی، خود کو بڑا لیڈر، مصلح، بڑا عالم، مبلغ یا متحرک کہلوانے کے لئے یہ عمل کئے تو سراسر تباہی اور خسارہ ہے۔ درس: اس آیت میں ان لوگوں کے لئے درسِ عبرت ہے جو فضول کاموں یا گناہ کو پروان چڑھانے جیسے سینما، بے حیائی کے سینٹر اور فلمی صنعت کی ترقی کیلئے مشورے کرتے ہیں جبکہ وہ لوگ جو نیکی کے کاموں جیسے مسلمانوں کی پریشانیاں دور کرنے، میاں بیوی اور دیگر رشتے داروں کے جھگڑے ختم کرانے اور نیکی کی دعوت عام کرنے کے لئے مشورے کرتے ہیں ان کے مشورے خیر و بھلائی سے بھرپور ہوتے ہیں۔

آیت 115 فرمایا کہ جس کے سامنے ہدایت کی راہ بالکل واضح ہو چکی، اس کے بعد بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مخالفت

مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى

ہدایت بالکل واضح ہو چکی رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ

ربع
وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿١١٥﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ

اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے ○ اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے

مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿١١٦﴾ اِنْ

اس سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا ○ یہ شرک

وقف لازم
يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿١١٧﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ

کرنے والے اللہ کے سوا عبادت نہیں کرتے مگر چند عورتوں کی اور یہ عبادت نہیں کرتے مگر سرکش شیطان کی ○ جس پر اللہ نے لعنت کی

کرے اور مسلمان جس طریقے پر چل رہے ہیں، یہ اس سے جدا طریقے پر چلنے لگے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرتا ہے اور آخرت میں اسے جہنم میں داخل کریں گے جس میں وہ جلتا رہے گا اور وہ کتنی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ اہم باتیں: (1) مسلمانوں کے راستے سے ہٹ کر چلنا جائز نہیں کیونکہ مسلمانوں کا راستہ اطاعتِ رسول کا راستہ ہے تو اس سے ہٹنا اطاعتِ رسول سے ہٹنا ہوگا۔ (2) مسلمانوں کا اجماع واتفاق حجت ہے، کتاب وسنت کی طرح اس کی بھی مخالفت جائز نہیں۔

آیت 116 کفر وشرک کی حالت میں مرنے والا کسی صورت بخشا نہیں جائے گا، ہاں کافر و مشرک زندگی میں سچی توبہ کرلے تو اس کی توبہ یقیناً مقبول ہے۔ آخرت میں کفر وشرک کے علاوہ تمام گناہ قابلِ مغفرت ہیں خواہ وہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ، حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے۔ لیکن یاد رکھیں کہ ہر ایک کے لیے ان گناہوں کی بخشش یقینی نہیں بلکہ بخشش کی امید ہے کیونکہ فرمایا ہے "جسے چاہے بخشے" اور یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کس کی مغفرت فرمانا چاہے گا، لہٰذا یہ آیت گناہوں پر دلیر نہیں کرتی بلکہ گناہ سے روکتی ہے۔

آیت 117 یہاں مشرکین کے متعلق فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بجائے چند عورتوں یعنی مؤنث بتوں کو پوجتے ہیں اور یہ درحقیقت انہیں نہیں بلکہ شیطان مردود کو پوجتے ہیں کیونکہ اسی کے بہکانے سے بت پرستی کرتے ہیں۔ مفسرین نے مشرکین کے بتوں کو عورتیں کہنے کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں۔ (1) مشرکین کے کئی بتوں کے نام مؤنث والے تھے جیسے لات، عُزّٰی اور منات۔ (2) مشرکینِ عرب بتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے اور ان بتوں کو زیور وغیرہ پہنا کر عورتوں کی طرح سجاتے تھے، اس لیے انہیں عورتیں فرمایا گیا۔

آیت 118 فرمایا کہ شیطان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی یعنی اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ تب اس مردود نے کہا: میں تیرے بندوں سے مقررہ حصہ ضرور لوں گا یعنی انہیں اپنا اطاعت گزار بناؤں گا۔ ہر وہ چیز جس میں شیطان مردود کی پیروی کی جائے وہ اس کا مقررہ حصہ ہے مثلاً شادی میں جو ناجائز رسومات کی جائیں وہ شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔

وَّ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِؕ-وَ مَنْ وَّ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًاۙ(۱۱۸) وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّیَنَّهُمْ

اور اس نے کہا: میں ضرور تیرے بندوں سے مقررہ حصہ لوں گا○ اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور انہیں امیدیں دلاؤں گا اور میں

وَّ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِؕ-وَ مَنْ

انہیں ضرور حکم دوں گا تو یہ ضرور جانوروں کے کان چیریں گے اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے اور جو

یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًاؕ(۱۱۹) یَعِدُهُمْ وَ یُمَنِّیْهِمْؕ

اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے تو وہ کھلے نقصان میں جا پڑا○ شیطان انہیں وعدے دیتا ہے اور آرزوئیں دلاتا ہے

وَ مَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا(۱۲۰) اُولٰٓىٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ٘-وَ لَا یَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِیْصًا(۱۲۱)

اور شیطان انہیں صرف فریب کے وعدے دیتا ہے○ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یہ اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے○

آیت 119 شیطان مردود نے مزید کہا: میں ضرور لوگوں کو راہِ حق سے گمراہ کروں گا، انہیں لمبی عمر، لذاتِ دنیا، باطل خواہشات وغیرہ کی امیدیں دلاؤں گا، وہ ان امیدوں کی دنیا میں کھو کر تجھ سے غافل رہیں گے اور میں انہیں حکم دوں گا تو وہ بتوں کے نام پر جانوروں کے کان چیریں اور اس طرح کی دوسری حرکتیں کریں گے اور انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔ ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے اور شیطان کی پیروی کرے تو وہ کھلے نقصان میں جا پڑا کیونکہ اس نے اپنی جنتی جگہ کے بدلے جہنم میں اپنے لیے جگہ بنالی۔ اہم باتیں: (1) مشرکین عرب مخصوص صورتوں میں اونٹنیوں کے کان چیر کر انہیں بتوں کے لئے وقف کر دیتے۔ یہ عمل شیطان کے اسی دعوے والی صورت میں داخل ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں خلافِ شرع تبدیلی حرام ہیں جیسے آج کل ٹیٹو بنانے کا رواج ہے، یہ حرام ہے۔ حدیث میں ایسوں پر لعنت فرمائی گئی ہے۔

(مسلم، حدیث: 5571)

آیت 120 یہاں شیطان مردود کا طریقہ واردات بتایا ہے کہ یہ انسان کے دل میں لمبے عرصے تک زندہ رہنے کی سوچ بٹھا کر نیک اعمال، توبہ اور موت سے غافل رکھتا اور گناہوں میں مشغول رکھتا ہے۔ لمبی امیدیں شیطان کا بہت بڑا وار ہیں۔ لوگوں کو طرح طرح کی امیدیں دلاتا اور وسوسے ڈالتا ہے تاکہ وہ گمراہی میں پڑے رہیں جیسے مشرکوں کو ان کا شرک، منافقوں کو ان کی منافقت، گناہ کے کام مثلاً فلمیں بنانے اور گانے بجانے والوں کو ان کے کام کلچر، تہذیب، روشن خیالی وغیرہ ناموں سے اچھے کرکے دکھاتا ہے لیکن حقیقت میں یہ اس کا دھوکہ ہے کیونکہ وہ جس چیز کے فائدے کی امید دلاتا ہے درحقیقت اس میں سخت نقصان ہوتا ہے۔

آیت 121 یعنی جو لوگ شیطان کو دوست بناتے اور اس کی باتوں پر عمل کرتے ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور یہ لوگ اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے بلکہ ضرور اس میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ وہیں رہیں گے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو عنقریب ہم انہیں ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان

فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝۱۲۲ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ

ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، (یہ) اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے؟ ○ نہ تمہاری جھوٹی امیدوں کی کوئی حیثیت

وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا

نہ ہی اہل کتاب کی جھوٹی امیدوں کی۔ جو کوئی برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائے

وَّلَا نَصِيْرًا ۝۱۲۳ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

اور نہ مددگار○ اور جو کوئی مرد ہو یا عورت اچھے عمل کرے اور وہ مسلمان بھی ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے

وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝۱۲۴ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ

اور ان پر تل کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا○ اور اس سے بہتر کس کا دین جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ نیکی کرنے والا

آیت 122 کفار کے بارے میں وعید بیان کرنے کے بعد یہاں باعمل اہل ایمان کے لیے جنت کا وعدہ ذکر کیا جا رہا ہے، آیت کا مفہوم ترجمہ سے واضح ہے کہ ایمان اور نیک اعمال دونوں ضروری ہیں اور اس پر رب کریم اپنے فضل و کرم کے سچے وعدے سے ابدی جنتوں میں داخلہ عطا فرمائے گا۔ یہ آیت بہت امید افزا ہے کیونکہ یہ خدا کا وعدہ ہے اور خدا سے زیادہ کسی کی بات سچی نہیں ہو سکتی۔

آیت 123، 124 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ اے مشرکو! نجات کا دارومدار نہ تمہاری جھوٹی امیدوں پر ہے کہ بت تمہیں نجات پہنچائیں گے اور نہ اہل کتاب کی جھوٹی امیدوں پر جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، ہمیں آگ چند دن سے زیادہ نہ جلائے گی، یہ سب باطل ہے کیونکہ قانون الٰہی یہ ہے کہ جو برائی کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا خواہ وہ مشرکین میں سے ہو یا یہود و نصاریٰ میں سے اور کافر اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی حمایتی پائے گا اور نہ مددگار، البتہ جو مرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان بھی ہو تو یہی باعمل مسلمان جنت میں داخل ہوں گے اور یہ اپنے عمل کی جس جزا کے مستحق ہیں اس میں سے تل کے برابر بھی کم کر کے ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ **درس:** روزِ قیامت کفار کا تو یقینی طور پر کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوگا جبکہ مسلمانوں کے لئے بھی شفاعت کرنے والی ہستیاں اذنِ الٰہی کے بغیر سفارش نہ کر سکیں گی تو وہ بھی حقیقت میں خدا ہی کی مدد ہے۔

آیت 125 مشرکین و اہل کتاب کی خام خیالیوں کے بعد اہل ایمان کے قائد و رہنما حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ اس سے بہتر کسی کا دین نہیں جو اطاعت و اخلاص اختیار کرے، نیک کام کرے اور ہر باطل سے جدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرے جو کہ دین اسلام کے موافق ہے۔ آپ علیہ السلام کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا خلیل یعنی گہرا دوست بنا لیا۔ اہم باتیں: (1) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت و ملت سید الانبیاء، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ملت میں داخل ہے اور دین محمدی

وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

اور ابراہیم کے دین کا پیروکار ہو جو ہر باطل سے جدا تھے اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنالیا۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ

اور جو کچھ زمین میں اور اللہ ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ مانگتے ہیں: تم فرماؤ کہ

ع ۱۹

اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ

اللہ اور جو کتاب تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی ہے وہ تمہیں ان (عورتوں) کے بارے میں فتویٰ دیتے ہیں (کہ ان کے حقوق ادا کرو) اور (وہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے)

لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ

ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں جنہیں تم ان کا مقرر کیا ہوا (میراث کا) حصہ نہیں دیتے اور ان سے نکاح کرنے سے بے رغبتی کرتے ہو (تو حکم یہ دیتا ہے کہ تم

مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

پورا حق دو) اور کمزور بچوں کے بارے میں (فتویٰ دیتا ہے کہ ان کے حقوق ادا کرو) اور یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور تم جو نیکی کرتے ہو تو اللہ

کی اپنی خصوصیات جدا ہیں، لہٰذا دینِ محمدی کی اتباع کرنے سے شریعتِ ابراہیمی کی پیروی بھی ہو جاتی ہے۔ (2) خُلّت اس گہری دوستی کو کہتے ہیں جس میں دوست کے غیر سے جدائی ہو جائے۔ ایک معنی یہ ہے کہ خلیل وہ محب ہے جس کی محبت کامل ہو اور اس میں کوئی خلل اور نقصان نہ ہو۔ (3) ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیل بھی ہیں اور حبیب بھی۔ آپ کا مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بڑا ہے۔

آیت 126 فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے اور وہ مالکِ حقیقی اپنے علم اور قدرت سے ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے کہ کسی شے کے جتنے پہلو ہو سکتے ہیں وہ تمام کے تمام اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، کوئی اس سے خارج نہیں۔

آیت 127 شانِ نزول: اہلِ عرب عورتوں اور چھوٹے بچوں کو وارث قرار نہ دیتے تھے، جب آیتِ میراث نازل ہوئی تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! کیا عورت اور چھوٹے بچے وارث ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرما کر انہیں جواب دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: زمانۂ جاہلیت میں دستور تھا کہ اگر یتیم لڑکی حسین و مالدار ہوتی تو سرپرست اس سے تھوڑے مہر پر نکاح کر لیتے، اگر حسین و مالدار نہ ہوتی تو چھوڑ دیتے اور اگر حسین تو نہ ہوتی مگر ہوتی مالدار تو نہ اس سے نکاح کرتے اور نہ دوسرے کے نکاح میں دیتے کہ کہیں وہ مال میں حصہ دار نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر انہیں ان عادتوں سے منع فرما دیا۔ آیت میں دیئے گئے احکام ترجمہ سے واضح ہیں اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ یتیموں، بیواؤں، عورتوں، کمزوروں اور محروم لوگوں کو ان کے حقوق دلانا سنتِ الٰہیہ ہے اور اس کے لئے کوشش کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ حدیث پاک

كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿١٢٧﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ

اسے جانتا ہے○ اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو ان پر کوئی حرج نہیں

اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا

کہ آپس میں صلح کر لیں اور صلح بہتر ہے اور دلوں کو لالچ کے قریب کر دیا گیا ہے۔ اور اگر تم نیکی

وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿١٢٨﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ

پرہیزگاری اختیار کرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے○ اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو

میں ہے بیواؤں اور مسکینوں پر خرچ کرنے والا راہِ خدا میں جہاد کرنے والے، رات کو قیام کرنے اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔ (ابن ماجہ، حدیث 2140) اہم بات: یہ آیت مبارکہ بچوں اور عورتوں سے متعلق اسلامی تعلیمات کا ایک شاندار نمونہ ہے۔ بچوں اور عورتوں کے حقوق کو بنیاد بنا کر دینِ اسلام پر طعن و تشنیع کرنے والے اس آیت کو بغور پڑھیں اور انصاف کی نظر سے دیکھ کر غور کریں کہ ان کے حقوق کا جیسا احساس اور خیال دینِ اسلام نے رکھا ہے ویسا دنیا کے کسی اور مذہب میں موجود ہے بھی یا نہیں؟

آیت 128 ◄ قرآنِ پاک نے گھریلو زندگی اور معاشرتی برائیوں کی اصلاح پر بہت زور دیا ہے، اسی لیے جو گناہ معاشرتی بگاڑ کا سبب بنتے اور جو چیزیں خاندانی نظام کی تباہی اور خرابیوں کو جنم دینے کا سبب بنتی ہیں، ان کی قرآن میں بار بار اصلاح فرمائی گئی ہے جیسا کہ یہاں فرمایا گیا: اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی کا اندیشہ ہو کہ شوہر اس سے علیحدہ رہے، کھانے اور پہننے کو نہ دے یا مارے، بدزبانی کرے۔ یا اسے شوہر کی جانب سے بے رغبتی کا اندیشہ ہو کہ وہ اس سے محبت نہ رکھے، بول چال ترک کر دے تو میاں بیوی پر کچھ حرج نہیں کہ آپس میں افہام و تفہیم سے صلح کر لیں جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ عورت شوہر سے اپنے مطالبات اور کچھ حقوق کا بوجھ کم کر دے اور شوہر رغبت کم ہونے کے باوجود بیوی سے اچھا برتاؤ کرے، یوں نہ ہو کہ صرف عورت کو ہی قربانی دینے پر مجبور کیا جائے۔ مرد و عورت کا یوں آپس میں صلح کر لینا زیادتی اور جدائی سے بہتر ہے کیونکہ طلاق اگرچہ بعض صورتوں میں جائز ہے مگر بارگاہِ الٰہی میں سخت ناپسندیدہ ہے۔ مزید فرمایا: دل لالچ کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں اور اے مردو! اگر تم نیکی اور خوفِ خدا اختیار کرو اور رغبت نہ ہونے کے باوجود اپنی موجودہ عورتوں پر صبر کرو، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، انہیں ایذا دینے اور جھگڑا پیدا کرنے والی باتوں سے بچتے رہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ درس: دل لالچ کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں، اکثر لوگ اپنی راحت و آسائش چاہتے ہیں اور کچھ مشقت برداشت کر کے دوسرے کی سہولت کو ترجیح نہیں دیتے، جو شخص دوسرے کی راحت مقدم رکھے اور خود تکلیف اٹھا کر اسے سکون پہنچائے وہ بہت باہمت ہے۔

آیت 129 ◄ یعنی اگر تمہاری ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو یہ تمہاری قدرت میں نہیں کہ طبعی میلان، محبت، رغبت اور نظر و توجہ وغیرہ ہر چیز میں انہیں برابر رکھو اگرچہ تم اس کی کتنی ہی کوشش کر لو، اس لیے ان تمام پابندیوں کا بوجھ تم پر نہیں رکھا گیا لیکن یوں نہ کرو کہ ایک ہی بیوی کی طرف پورے پورے جھک جاؤ اور دوسری بیوی کے لازمی حقوق بھی ادا نہ کرو بلکہ تم پر لازم ہے کہ اپنی

وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَ

اگرچہ تم کتنی ہی (اس کی) حرص کرو تو یہ نہ کرو کہ (ایک ہی بیوی کی طرف) پورے پورے جھک جاؤ اور دوسری کو لٹکتی ہوئی چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور

تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٢٩﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ

پرہیزگاری اختیار کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ○ اور اگر وہ (میاں بیوی) دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا

وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿١٣٠﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ

اور اللہ وسعت والا، حکمت والا ہے ○ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور بیشک ہم نے ان لوگوں کو جنہیں

اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تمہیں بھی تاکید فرما دی ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر نہ مانو تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿١٣١﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ

اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بے نیاز ہے، خوبیوں کا مالک ہے ○ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں

قدرت واختیار میں موجود چیزوں میں ان کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرو، محبت اختیاری شے نہیں تو بات چیت، حسنِ اخلاق، کھانے پینے اور دیگر اختیاری امور میں سب کے ساتھ یکساں سلوک کرو اور اگر تم نیکی و پرہیزگاری اختیار کرتے ہوئے ظلم و زیادتی سے بچے رہو تو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور تم پر مہربان ہے۔ بیوی کو بالکل لٹکتے چھوڑ دینا دو بیویوں ہی کی صورت میں نہیں بلکہ ایک بیوی کی صورت میں بھی حرام ہے کہ اس سے سلام، کلام، ادائے حقوق ترک کر کے اسے ذلیل کرتا رہے۔

آیت 130 فرمایا کہ اگر میاں بیوی میں صلح نہ ہو سکے اور طلاق واقع ہو جائے تو دونوں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عورت کو اچھا شوہر اور مرد کو اچھی بیوی عطا فرما کر دونوں کو ایک دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت و حکمت والا ہے۔ نکاح و طلاق کی اجازت دینے میں وسعت بھی ہے اور حکمت بھی۔ اہم باتیں: (1) مرد و عورت ایک دوسرے کے محتاج نہیں ہیں۔ دونوں کا ایک دوسرے کے بغیر کام چل سکتا ہے یعنی طلاق کے بعد بھی زندگی گزر جاتی ہے، ختم نہیں ہو جاتی۔ (2) عموماً طلاق کے بعد عورت اور اس کے گھر والے بہت غمزدہ ہوتے ہیں، ایسے موقع پر اگر یہ آیت بار بار پڑھی جائے تو ان شاء اللہ! دل کو تسکین ملے گی اور اللہ تعالیٰ کوئی مناسب حل بھی عطا کر دے گا۔ درس: اس آیت میں شوہر کو بھی ہدایت ہے کہ وہ یہ نہ سمجھے کہ اگر اس نے بیوی کو چھوڑ دیا تو کائنات میں کوئی اس کا سہارا نہ ہو گا۔ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اسے سہارا دے گا۔

آیت 131، 132 ان دو آیات میں فرمایا گیا: (1) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا میاں بیوی میں جدائی کے بعد انہیں ایک دوسرے سے بے نیاز کر دینا اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے یہودیوں، عیسائیوں، ان سے پہلی امتوں اور امتِ محمدیہ سب کو یہ تاکید فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ (3) فرمایا کہ اگر تم

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ

اور اللہ کافی کارساز ہے○ اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور دوسروں کو لے آئے اور اللہ اس

قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

پر قادر ہے○ جو دنیا کا انعام چاہتا ہے تو دنیا و آخرت کا انعام اللہ ہی کے پاس ہے اور اللہ

سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ

سنتا دیکھتا ہے○ اے ایمان والو! اللہ کے لئے گواہی دیتے ہوئے انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ چاہے تمہارے اپنے یا والدین

اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا

رشتے داروں کے خلاف ہی (گواہی) ہو۔ جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر بہر حال اللہ ان کے زیادہ قریب ہے تو (نفس کی) خواہش کے

الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

پیچھے نہ چلو کہ عدل نہ کرو اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے○

خدا، اس کے احکام یا نعمتوں کو نہ مانو تو آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہی ہے، اسے نہ تو تمہاری ناشکری اور گناہ کا کوئی نقصان ہے اور نہ ہی شکر و تقویٰ سے کوئی فائدہ، بلکہ اس کے احکام میں سراسر تمہارا ہی فائدہ ہے، اللہ تعالیٰ کی تو شان یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق اور ان کی عبادت سے بے نیاز اور ذاتی طور پر تمام خوبیوں کا مالک ہے۔

آیت 133 فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ غنی، بے پرواہ ہے، وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر کے دوسرے لوگ لے آئے، تمہیں موت دے کر دوسری قوم یہاں آباد کر دے جیسے فرعون کے ملک کا دوسروں کو مالک بنا دیا۔ اس کی شان بلند ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

آیت 134 اس آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ جو اپنے عمل سے دنیا کا انعام چاہتا ہے وہ اسے پا تو لے گا لیکن ثواب آخرت سے محروم ہو جائے گا اور جس نے رضائے الٰہی اور ثواب آخرت کے لیے عمل کیا ہو تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں میں ثواب دینے والا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کی باتیں سننے والا اور سب کے کام دیکھنے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ سے دونوں جہان کی بھلائی مانگی جائے، فقط دنیا کا طالب ہونا نادانی ہے۔ (2) نہ تو دنیا کو اصل مقصود بنایا جائے کہ آخرت کو فراموش کر دے اور نہ ہی بالکل ترکِ دنیا کرنی چاہیے۔

آیت 135 یہاں عدل و انصاف کا اہم ترین حکم دیتے ہوئے وہ چیزیں وضاحت سے بیان کی گئی ہیں جو ناانصافی کی طرف مائل کرنے کا سبب بن سکتی ہیں، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! گواہی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اگرچہ گواہی تمہارے اپنے یا والدین اور رشتے داروں کے خلاف ہی ہو۔ جس پر گواہی دو وہ غنی ہو یا فقیر بہر حال اللہ تعالیٰ ان کے زیادہ قریب ہے، تم گواہی دینے میں نفس کی خواہش کے پیچھے نہ چلو کہ کسی کی امیری کی وجہ سے اس کی حمایت کر دو یا کسی کی غریبی پر ترس کھا کر دوسرے فریق پر زیادتی کرو اور عدل سے ہٹ جاؤ۔ اگر تم گواہی میں ہیر پھیر کر دو یا گواہی دینے سے منہ پھیرو تو یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر

وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ

جو اس سے پہلے نازل کی (ان سب پر ہمیشہ) ایمان رکھو اور جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں

وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا

اور قیامت کو نہ مانے تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں جاپڑا۔ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوگئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوگئے

ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ

پھر کفر میں اور بڑھ گئے تو اللہ ہرگز نہ انہیں بخشے گا اور نہ انہیں راہ دکھائے گا۔ منافقوں کو خوشخبری دو

تمہارے کاموں کی خبر ہے، وہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔

آیت 136 ﴾ اس آیت میں خطاب حقیقی مسلمانوں سے بھی ہو سکتا ہے، یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی اور منافقوں سے بھی۔ پہلی صورت میں آیت کا معنی یہ ہے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر، اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو اس نے اس سے پہلے نازل کی، ان سب پر ہمیشہ ایمان رکھو اور اپنے ایمان میں ثابت قدم رہو۔ دوسری صورت میں معنی یہ ہے کہ اے بعض کتابوں اور بعض رسولوں پر ایمان لانے والو! سب کتابوں اور سب رسولوں پر ایمان لاؤ جن میں قرآن اور محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی داخل ہیں۔ تیسری صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اے ایمان کا ظاہری دعویٰ کرنے والو! اخلاص کے ساتھ ایمان لے آؤ۔ مزید فرمایا: جو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور قیامت کو نہ مانے تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں جاپڑا کیونکہ ان میں سے کسی ایک کا انکار سب کا انکار ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن پاک اور رسول سے مراد سید الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں۔ (2) اہلِ ایمان کا لفظ حقیقی معنی کے اعتبار سے صرف مسلمانوں پر بول سکتے ہیں کسی اور مذہب والے پر نہیں۔

آیت 137 ﴾ **شانِ نزول:** یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے پھر بچھڑے کی پوجا کرکے کافر ہوئے، پھر ایمان لائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کرکے کافر ہوئے، پھر محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن کا انکار کرکے کفر میں اور بڑھ گئے، ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک قول کے مطابق یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو مسلمانوں کے سامنے ایمان لاتے یعنی ایمان کا اظہار کرتے اور بعد میں کفر کرتے، پھر کفر میں اور بڑھے یعنی کفر پر مر گئے، ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا اور نہ انہیں نجات یا جنت کی راہ دکھائے گا۔

آیت 138، 139 ﴾ ان دو آیات میں ارشاد فرمایا گیا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، منافقوں کو خوشخبری دے دو کہ ان کے لئے جہنم کا دردناک عذاب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اسلام غالب نہ ہوگا، اس لئے وہ کفار کو صاحبِ قوت و شوکت سمجھ کر ان سے دوستی کرتے اور ان سے ملنے میں عزت جانتے تھے حالانکہ کفار سے

بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ

کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے○ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ

کیا یہ ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں؟ تو تمام عزتوں کا مالک اللہ ہے○ اور بیشک اللہ تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرما چکا ہے

اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا

کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ کسی دوسری

فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴿۱۴۰﴾

بات میں مشغول نہ ہو جائیں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو جاؤ گے۔ بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے○

دوستی ممنوع اور ان سے ملنے میں عزت سمجھنا باطل ہے۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ کیا یہ کافروں کے پاس جا کر عزت تلاش کرتے ہیں حالانکہ تمام عزتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور جنہیں اللہ تعالیٰ عزت عطا فرمائے وہی عزت والے ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام اور مومنین۔ درس: آج کل یہ مرض بکثرت پایا جاتا ہے، اپنوں کو چھوڑ کر بیگانوں سے دوستیاں، مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے پیار، باہمی اتحاد کے بجائے کفار کے قدموں میں بیٹھ کر عزت حاصل کرنے کی کوشش مسلمان قوم میں بری طرح سرایت کئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے۔

آیت 140 مشرکین مکہ آیات قرآنی پر طعن و تشنیع کرتے اور اپنی مجلسوں میں ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام کی آیت 68 میں ان کا طرز عمل ذکر فرما کر ان سے منہ پھیر لینے کا حکم دیا تھا۔ پھر مدینہ منورہ میں یہودیوں نے مشرکوں کے اس فعل کو اپنا لیا اور منافق لوگ ان کے ساتھ بیٹھتے اور باطل باتوں میں ان کی موافقت کرتے تھے، جس پر یہاں فرمایا گیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرما چکا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں، جب وہ اس خبیث عمل میں مصروف ہوں تو ان کے پاس نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں ورنہ تم بھی ان جیسے ہو جاؤ گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کفار و منافقین سب کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے جیسے وہ دنیا میں انکارِ قرآن اور مذاق اڑانے میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) جہاں آیاتِ قرآنی اور دین و شریعت کا مذاق اڑایا جا رہا ہو وہاں جانا ہی حرام ہے اور اگر جانا پڑ جائے تو حکم یہ ہے کہ وہاں ہاتھ سے روکنا ممکن ہو تو ہاتھ سے روکا جائے، ورنہ زبان سے روکا جائے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل میں اس حرکت سے نفرت کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ جائیں۔ (2) دین کا مذاق اڑانے والوں کے پاس بیٹھے رہنے کا نقصان یہ ہے کہ بندہ یا تو خود اس فعل میں مبتلا ہو جائے گا یا ان کی صحبت کی نحوست سے متاثر ہو گا، یا اتنا تو ثابت ہو ہی جائے گا کہ اس شخص کے دل میں بھی دین کی قدر و قیمت نہیں۔ درس: اس آیت سے وہ لوگ سبق لیں جو فلموں، ڈراموں، گانوں، تھیٹروں، دوستوں کی گپ شپ اور بدمذہبوں کی صحبت میں مذاق اڑتا دیکھتے اور پھر بھی وہاں بیٹھے رہتے بلکہ معاذ اللہ ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہوتے ہیں۔

الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ ۚ فَإِن كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ

وہ جو تمہارے اوپر (گردشِ زمانہ) کا انتظار کرتے رہتے ہیں پھر اگر اللہ کی طرف سے تمہیں فتح ملے تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟

وَإِن كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ

اور اگر کافروں کے لئے (فتح کا) حصہ ہو تو (ان سے) کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہ تھے؟ اور (کیا) ہم نے مسلمانوں کو تم سے روکے (نہ) رکھا؟

فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ﴿١٤١﴾

تو اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ

بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑے سست ہو کر

يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٤٢﴾ مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ

لوگوں کے سامنے ریاکاری کرتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں۔ درمیان میں ڈگمگا رہے ہیں، نہ ان کی طرف ہیں

آیت 141 یہاں منافقوں کی حالت کا بیان ہے کہ اے مسلمانو! یہ منافق تمہارے اوپر گردشِ زمانہ کا انتظار کرتے ہیں، پھر اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں فتح ملے تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ لہٰذا ہمیں بھی مالِ غنیمت دو اور اگر کافروں کو فتح مل جائے تو ان سے کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہ تھے کہ تمہیں پکڑ سکتے تھے مگر پھر بھی ہم نے تمہیں نہ پکڑ کر تمہاری مدد کی اور ہم نے مسلمانوں کو تم سے روکے رکھا لہٰذا ہمارا حصہ دو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا کہ منافقین کو جہنم اور مومنین کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں پر ایسی کوئی راہ نہ دے گا جس سے وہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کو ختم کر دیں۔ اہم بات: منافق کی زندگی صرف اپنے مفاد کے گرد گھومتی ہے، وہ کسی کے ساتھ بھی حقیقی طور پر مخلص نہیں ہوتا۔

آیت 142 یہاں منافقوں کی ایک اور بری خصلت کا بیان ہے کہ یہ منافق اپنے دل میں کفر چھپا کر اور ایمان ظاہر کر کے اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور وہی انہیں ان کے فریب کا جواب دے گا کہ انہیں غافل کر کے مارے گا، دنیا میں انہیں رسوا اور روزِ قیامت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ ان منافقوں کی ایک علامت یہ ہے کہ جب مومنوں کے ساتھ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو مرے دل اور سستی کے ساتھ اور محض لوگوں کو دکھانے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں ایمان تو ہے ہی نہیں جس سے انہیں عبادت کا ذوق اور بندگی کا لطف حاصل ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کو بہت تھوڑا یاد کرتے اور کبھی کبھار ہی نماز پڑھتے ہیں۔ اہم باتیں: (1) اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا ناممکن ہے، یہاں مراد مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرنا ہے۔ (2) نماز میں سستی منافق کی علامت ہے۔ (3) نماز نہ پڑھنا، یا لوگوں کے سامنے پڑھنا مگر تنہائی میں ترک کر دینا، یا لوگوں کے سامنے خشوع و خضوع سے اور تنہائی میں جلدی جلدی پڑھنا، یا نماز میں دل جمعی کی کوشش نہ کرنا وغیرہ سستی کی علامتیں ہیں۔

آیت 143 فرمایا کہ منافق لوگ ایمان و کفر کے درمیان ڈگمگا رہے ہیں کیونکہ نہ تو حقیقی طور پر ایمان والوں کے ساتھ ہیں اور نہ واضح

وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

نہ اُن کی طرف اور جسے اللہ گمراہ کرے تو تم اس کے لئے کوئی راستہ نہ پاؤ گے ○ اے ایمان والو!

لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ

مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کے لئے صریح حجت

سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾

قائم کرلو ○ بیشک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا ○

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ

مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کرلی اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنا دین خالص اللہ کے لئے کرلیا تو یہ

الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ

مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا ○ اور اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لاؤ

اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اور اللہ قدر کرنے والا، جاننے والا ہے ○

طور پر کفر و شرک کرنے والوں کے ساتھ اور اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان منافقین کے راہِ راست پر آنے کی امید نہ رکھیں کیونکہ جسے ہدایت و توفیق کی لیاقت نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے؛ آپ اس کے لئے ہدایت کا کوئی راستہ نہ پائیں گے۔

آیت 144 فرمایا کہ اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، یہ منافقوں کی خصلت ہے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ کافروں کو دوست بنا کر منافقت کی راہ اختیار کرو اور یوں اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کی صریح حجت قائم کرلو۔

آیت 146،145 ان دو آیات میں فرمایا کہ بیشک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا البتہ وہ لوگ جو توبہ کرکے اپنے فاسد احوال کی اصلاح کرلیں، اللہ تعالیٰ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور اپنا دین خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرلیں تو ایسے لوگ مسلمانوں کے ساتھ جنت میں ہوں گے اور عنقریب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا جس میں نفاق سے سچی توبہ کرنے والے بھی شریک ہوں گے۔

آیت 147 ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن جاؤ اور اس پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا، اس کی شان یہ ہے کہ وہ شکر گزار مسلمانوں کی قدر فرمانے والا اور انہیں جاننے والا ہے۔

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ
بری بات کا اعلان کرنا اللہ پسند نہیں کرتا مگر مظلوم سے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے○ اگر
تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ
تم کوئی بھلائی اعلانیہ کرو یا چھپ کر یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو بیشک اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے○ وہ لوگ جو
یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ
اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کریں اور کہتے ہیں
نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓىِٕكَ
ہم کسی پر تو ایمان لاتے ہیں اور کسی کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکال لیں○ تو یہی
هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ
لوگ پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے○ اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے

آیت 148 کسی کی برائی بیان کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں البتہ مظلوم کو اجازت ہے کہ ظالم کا ظلم بیان کرے مثلاً مظلوم حاکم کے سامنے ظالم کی برائی بیان کر سکتا ہے، یہ غیبت میں داخل نہیں، جیسے چور یا غاصب کی شکایت کرنا اور غداروں کی حکومت کو اطلاع دینا وغیرہ۔ کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی پوشیدہ برائی بیان کرنا غیبت ہے اور عموماً گناہ میں داخل ہے البتہ شرعی مقصدِ صحیح کے لئے بیان کی اجازت ہے۔

آیت 149 فرمایا کہ اگر تم کوئی نیک کام اعلانیہ کرو یا چھپ کر، یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو یہ افضل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سزا دینے پر ہر طرح قادر ہونے کے باوجود اپنے بندوں کے گناہوں سے درگزر کرتا اور انہیں معاف فرماتا ہے، لہٰذا تم بھی اپنے اوپر ظلم و ستم کرنے والوں کو معاف کر دو اور لوگوں کی غلطیوں سے درگزر کرو۔ درس: ظالم سے بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے لیکن بدلہ لینے پر قادر ہونے کے باوجود ظلم پر صبر کرنا اور ظالم کو معاف کر دینا بہتر اور اجر و ثواب کا باعث ہے اور مخلوقِ خدا پر شفقت و رحم کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، حدیث پاک میں ہے: رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے۔ (ترمذی، حدیث: 1931)

آیت 150، 151 شانِ نزول: یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے مگر عیسیٰ علیہ السلام اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ کفر کیا جبکہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ کفر کیا، یہاں اس پر فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور ان پر ایمان لانے میں فرق کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو مانیں لیکن اس کے رسولوں کو نہیں تو حقیقت میں یہ لوگ ایمان و کفر کے بیچ میں کوئی راہ نکالنا چاہتے ہیں اور یہ راہ باطل ہے اور یہ لوگ پکے کافر ہیں کیونکہ ایک نبی کا انکار تمام انبیا علیہم السلام کے انکار کے برابر ہے لہٰذا ایسے لوگ کافر ہیں اور کافروں کے لئے جہنم میں ذلت کا عذاب تیار ہے۔

آیت 152 یہاں ایمان والوں سے اجر و ثواب کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے اور

وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

اور ان میں سے کسی (پر ایمان لانے) میں فرق نہ کرے تو عنقریب اللہ انہیں ان کے اجر عطا فرمائے گا اور اللہ

رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى ع

مہربان ہے ○ (اے حبیب!) اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دیں تو یہ لوگ تو موسیٰ سے

اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا

بڑا سوال کر چکے ہیں جو انہوں نے کہا تھا: (اے موسیٰ!) اللہ ہمیں اعلانیہ دکھا دو تو ان کے ظلم کی وجہ سے انہیں کڑک نے پکڑ لیا پھر ان لوگوں نے

الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾

روشن نشانیاں آجانے کے باوجود وہ بچھڑے کو (معبود) بنا بیٹھے۔ پھر ہم نے یہ معاف کر دیا اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ عطا فرمایا ○

کافروں کی طرح نہ کرے کہ کسی نبی کو مانے اور کسی کا انکار کرے بلکہ سب کو مانے تو یہ مومن ہیں جنہیں بخشش و رحمت والا خدا اجر عطا فرمائے گا۔ **اہم بات:** معتزلہ فرقے والوں کا عقیدہ ہے کہ گناہِ کبیرہ کرنے والا ہمیشہ کے لیے داخلِ جہنم ہوگا، اس آیت سے ان کا عقیدہ غلط ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آیت میں صرف ایمان لانے پر ہی جنت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لیے ہے جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں۔ (ترمذی، حدیث 2444)

آیت 153 **شانِ نزول:** کچھ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: اگر آپ نبی ہیں تو ہمارے پاس آسمان سے ایک ہی بار میں کتاب لائیے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لائے تھے۔ یہ مطالبہ ہدایت حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ سرکشی و بغاوت کے طور پر تھا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے نبی! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان کے ایسے مطالبے پر تعجب نہ کریں۔ یہ ان کی پرانی عادت ہے جو ان کے باپ دادا سے چلی آرہی ہے جیسے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک ہی مرتبہ میں پوری تورات نازل ہوئی تب بھی یہودیوں نے ماننے کی بجائے الٹا یہ سوال کر دیا کہ ہمیں خدا کا اعلانیہ دیدار کراؤ تب مانیں گے۔ یہ مطالبہ کر کے انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، جس کی سزا میں انہیں ایک زوردار آواز سنائی دی اور یہ مر گئے۔ ان کی سرکشی اور جہالت کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کے بعد بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی روشن دلیلیں ان کے پاس آچکی تھیں، لیکن پھر بھی ہم نے اپنے فضل سے ان کا یہ گناہ معاف کر دیا اور عذابِ عام نازل کر کے انہیں مکمل طور پر تباہ و برباد نہ کیا۔ مزید فرمایا: ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روشن غلبہ عطا فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ توبہ کے لیے خود کو قتل کریں تو وہ انکار نہ کر سکے اور انہیں اس حکم پر عمل کرنا پڑا۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ

اور ہم نے ان سے عہد لینے کے لئے ان پر کوہِ طور کو بلند کر دیا اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور ان سے فرمایا کہ

لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿١٥٤﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ

ہفتہ کے دن میں حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا۔ تو (ہم نے ان پر لعنت کی) ان کے عہد کو توڑنے اور اللہ کی آیات کے ساتھ

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا

کفر کرنے اور انبیاء کو ناحق شہید کرنے اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے (کہ) ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب

بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٥٥﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿١٥٦﴾

ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو (ان میں سے) بہت تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔ اور (ان پر لعنت کی) ان کے کفر اور مریم پر بڑا بہتان لگانے کی وجہ سے۔

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ

اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا حالانکہ انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی

آیت 154 اس آیت میں یہودیوں سے متعلق مزید 3 باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (1) اللہ تعالیٰ نے ان سے تورات پر عمل کا عہد لینے کے لیے کوہِ طور ان کے سروں پر معلق کر دیا۔ (2) انہیں بیت المقدس یا اریحا نامی بستی کے دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے گزرنے کا حکم دیا۔ (3) ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے منع فرمایا؛ لیکن انہوں نے تینوں باتوں پر عمل نہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے مضبوط عہد کر کے توڑ دیا۔

آیت 155 یہاں سے اہلِ کتاب کے جرائم کی فہرست اور ان پر غضبِ الٰہی کا بیان شروع ہے۔ اس آیت میں یہودیوں کے 4 جرائم بیان کیے گئے ہیں جن کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی: (1) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا عہد توڑ دیا۔ (2) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کیا۔ (3) انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا حالانکہ وہ خود سمجھتے تھے کہ انہیں شہید کرنا ناحق ہے۔ (4) دورِ رسالت کے یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے یہ کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں اس لیے ہمیں آپ کی باتیں سمجھ نہیں آتیں۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا: اصل فطرت کے حساب سے ان کے دلوں پر غلاف نہیں چڑھے ہوئے بلکہ ان کے کفر کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے؛ اس لیے وعظ و نصیحت کا انہیں کچھ اثر نہیں ہو رہا اور ان میں سے بہت تھوڑے لوگ ایمان لاتے ہیں۔ **اہم بات:** کفر اور گناہوں کی کثرت سے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے۔

آیت 156-158 ان تین آیات میں یہودیوں کے مزید 3 جرائم بیان کیے گئے ہیں: (1) انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کیا۔ (2) حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر بدکاری کا بڑا بہتان لگایا۔ (3) یہ دعویٰ کیا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا ہے اور عیسائیوں نے اس کی تصدیق کی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا رد فرمایا کہ انہوں نے نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کیا اور نہ اسے سولی دی ہے بلکہ جو منافق، یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ دینے کے لئے آپ کے گھر میں داخل ہوا تھا، اسے آپ علیہ السلام کا ہم شکل بنا

وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ

بلکہ ان (یہودیوں) کے لیے (عیسیٰ سے) ملتا جلتا (ایک آدمی) بنادیا گیا اور بیشک یہ (یہودی) جو اس عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں

مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ

پڑے ہوئے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ) سوائے گمان کی پیروی کے ان کو اس کی کچھ بھی خبر نہیں اور بیشک انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا○ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف

اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ

اٹھالیا تھا اور اللہ غالب حکمت والا ہے○ کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لے آئے

دیا گیا جبکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا۔ یہودیوں نے اسی منافق کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر سولی پر چڑھادیا لیکن پھر حیران ہوگئے کہ ہمارا آدمی کہاں گیا، نیز اس کا چہرہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملتا جلتا ہے مگر ہاتھ پاؤں مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے وہ شک میں پڑ گئے اور یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ مقتول کون ہے؟ بعض نے کہا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور بعض کہنے لگے کہ چہرہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے لیکن جسم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نہیں، لہٰذا یہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہے۔ آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ یہودیوں نے یقینی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید نہیں کیا۔ **اہم باتیں:** (1) پاکدامن عورت پر تہمت لگانا سخت گناہ ہے اور بطورِ خاص کسی مقدس نسبت رکھنے والی پر تہمت لگانا زیادہ سنگین ہے، اسی لیے قرآنِ پاک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کی مذمت زیادہ بیان کی گئی ہے۔ (2) یہودیوں کی طرح قادیانی بھی اسی جہالت میں گرفتار اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ شہید کر دیا گیا تھا۔ (3) قرآنِ پاک کے علاوہ کثیر احادیث میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اور صحیح سلامت آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر موجود ہے۔

آیت 159 اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے چند اقوال ہیں: (1) یہودی اور عیسائی اپنی موت کے وقت عذاب کے فرشتے دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آتے ہیں، لیکن اس وقت لایا ہوا ایمان قابل قبول نہیں۔ یہ قول ضعیف ہے۔ (2) آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ ہر کتابی اپنی موت سے پہلے اللہ تعالیٰ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لے آئے گا لیکن موت کے وقت کا ایمان مقبول نہیں۔ (3) قربِ قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر اتریں گے تو آپ کی وفات سے پہلے ہر یہودی، عیسائی اور غیر خدا کی عبادت کرنے والا آپ پر ایمان لے آئے گا اور اس وقت صرف ایک ہی دین، دینِ اسلام ہوگا۔ یہ اس وقت ہوگا جب آخری زمانے میں آپ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے۔ مزید فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔ اس گواہی کی تفصیل یہ ہے کہ آپ علیہ السلام روزِ قیامت یہودیوں کے خلاف یہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور آپ پر اعتراضات کیے۔ عیسائیوں پر یہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے آپ کو اپنا رب ٹھہرالیا اور خدا کا شریک جانا جبکہ اہلِ کتاب میں سے ایمان لانے والوں کے ایمان کی بھی گواہی دیں گے۔ **اہم باتیں:** (1) قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعتِ محمدیہ کے امام کی حیثیت سے تشریف لائیں گے، اسی کی اشاعت کریں گے اور عیسائیوں نے آپ کے متعلق جو گمان باندھ رکھے ہیں انہیں

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿١٥٩﴾ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ

قیامت کے دن وہ (عیسیٰ) ان پر گواہ ہوں گے ۝ تو یہودیوں کے بڑے ظلم کی وجہ سے اور ان کے بہت سے لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے کی

اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا

وجہ سے ہم نے ان پر وہ بعض پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو ان کے لئے حلال تھیں ۝ اور اس لئے (حرام کیں) کہ وہ سود لیتے حالانکہ انہیں اس سے

عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦١﴾

منع کیا گیا تھا اور وہ باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھا جاتے تھے اور ان میں سے کافروں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ۝

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ

لیکن ان میں علم میں پختگی والے اور ایمان والے ایمان لاتے ہیں اس پر جو، اے حبیب! تمہاری طرف نازل کیا گیا اور جو تم سے

باطل فرمائیں گے۔ اس وقت یہود و نصاریٰ یا تو اسلام قبول کریں گے یا قتل کر ڈالے جائیں گے۔ (2) تیسرے قول سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات واقع نہیں ہوئی کیونکہ آپ کی وفات سے پہلے سب اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے جبکہ ابھی یہودی ایمان نہیں لائے۔

آیت 160 یہودیوں کے جرائم کا بیان ہوا اور اب ان پر سزا کی ایک صورت بیان کی جارہی ہے کہ یہودیوں سے صادر ہونے والے بڑے ظلم اور اپنے بہت سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا دین اسلام قبول کرنے سے روکنے کے سبب خدا نے ان پر بعض وہ پاکیزہ چیزیں جیسے اونٹ کا گوشت، اونٹنیوں کا دودھ اور گائے بکری کی چربی وغیرہ حرام کردیں جو پہلے ان کے لئے حلال تھیں۔

آیت 161 یہودیوں پر بعض حلال وطیب چیزیں حرام کی جانے کی وجہ ان کی عملی خرابیاں بھی تھیں کہ وہ سود لیتے حالانکہ تورات میں انہیں اس سے منع کیا گیا تھا اور فیصلہ کرنے میں رشوت لے کر لوگوں کا مال کھا جاتے حتی کہ رشوت لے کر شرعی احکام بھی بدل دیتے تھے اور ان میں سے کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ درس: سود اور رشوت وہ گناہ ہیں جو پچھلی امتوں میں بھی ممنوع و حرام تھے اور دین اسلام نے بھی ان کی حرمت بہت وضاحت و شدت سے بیان فرمائی ہے۔ افسوس ہمارے زمانے میں سود اور رشوت جیسے سنگین گناہ بہت عام ہو چکے ہیں۔

آیت 162 یہودیوں کی اکثریت گمراہ و بدکردار تھی لیکن ان میں کچھ لوگ اچھے بھی تھے، جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی جو گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان، راسخ و مضبوط علم، صاف عقل اور کامل بصیرت رکھتے تھے، انہوں نے اپنے علم سے دین اسلام کی حقانیت کو جانا اور سید الانبیا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پر ایمان لائے، یہ حضرات قرآن اور سابقہ آسمانی کتابوں پر ایمان لاتے، نماز قائم رکھتے، زکوٰۃ دیتے، اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ بروز قیامت جنت کی صورت میں بڑا ثواب عطا فرمائے گا۔ اہم باتیں: (1) راسخ فی العلم وہ عالم ہے جس کا علم اس کے دل میں اتر گیا ہو جیسے مضبوط درخت وہ ہے جس کی

مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

پہلے نازل کیا گیا اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے

ع ۲۲ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿162﴾ اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ

ایسوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے ○ بیشک اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے نوح اور اس کے بعد

مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَ

پیغمبروں کی طرف بھیجی اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون

يُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿163﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ

اور سلیمان کی طرف وحی فرمائی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا فرمائی ○ اور (ہم نے بھیجے) بہت سے ایسے رسول جن کا ذکر ہم تم سے پہلے فرما چکے

جڑیں زمین میں جگہ پکڑ چکی ہوں، اس سے مراد خوش عقیدہ اور باعمل علماء ہیں۔ (2) باعمل عالم کا ثواب دوسروں سے زیادہ ہے کیونکہ یہ خود نیک اور دوسروں کو نیک بنا دیتا ہے اور اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ بے دین یا بے عمل عالم کا عذاب دوسروں سے زیادہ ہے کیونکہ وہ گمراہ بھی ہے اور گمراہ کن بھی اور اس کی بدعملی دوسروں کو بدعمل بنا دے گی۔ درس: عالم کا عمل سنتِ نبوی کا نمونہ اور اس کی ہر ادا تبلیغ دین کا باعث ہونی چاہئے۔

آیت 163 شانِ نزول: یہود و نصاریٰ نے مطالبہ کیا کہ ان کے لئے آسمان سے یکبارگی کتاب نازل ہو تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان پر حجت قائم کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ویسے ہی وحی بھیجی جیسے اس نے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد پیغمبروں کی طرف بھیجی اور حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، ان کے بیٹوں، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان علیہم السلام کی طرف وحی بھیجی اور حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی۔ اے یہودیو! تم ان سب کی نبوت کا اعتراف کرتے ہو حالانکہ ان میں سے کسی پر بھی اس طرح یکبارگی کتاب نازل نہیں کی گئی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کی گئی ہے تو جب یکبارگی کتاب نازل نہ ہونے کے باعث ان کی نبوت تسلیم کرنے میں تمہیں کوئی اعتراض نہیں تو امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت تسلیم کرنے میں کیا عذر ہے۔ اہم بات: رسول بھیجنے کا مقصد مخلوق کی ہدایت، انہیں توحید و معرفت الٰہی کا درس دینا، ایمان کی تکمیل اور عبادت کے طریقوں کی تعلیم ہے۔ کتاب کے متفرق طور پر نازل ہونے سے یہ مقصد کامل طور پر حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ تھوڑا تھوڑا بہ آسانی دل نشین ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس حکمت کو نہ سمجھنا اور اعتراض کرنے لگ جانا کمال درجے کی حماقت ہے۔

آیت 164 ارشاد فرمایا کہ بہت سے رسول وہ ہیں جن کا قرآن میں نام لے کر ذکر ہو چکا اور بہت سے وہ ہیں جن کا اب تک ان کے ناموں کی تفصیل کے ساتھ قرآن میں ذکر نہیں ہوا لیکن سب انبیا علیہم السلام پر یکبارگی کتاب نہیں اتری تو پھر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ

وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿١٦٤﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ

اور بہت سے وہ رسول جن کا ذکر تم سے نہ فرمایا اور اللہ نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا ○ (ہم نے) رسول خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے (بھیجے)

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ

تاکہ رسولوں (کو بھیجنے) کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں کے لئے کوئی عذر (باقی) نہ رہے اور اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے ○ لیکن اے حبیب! اللہ

يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾

گواہی دیتا ہے اس کی جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا، اس نے اسے اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور فرشتے گواہی دیتے ہیں اور اللہ کافی گواہ ہے ○

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بیشک وہ دور کی گمراہی میں جا پڑے ○ بیشک وہ لوگ جنہوں نے

والہ وسلم پر یکبارگی کتاب نہ اترنا یہودیوں کے لئے باعثِ اعتراض کیوں ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حقیقتاً کلام فرمایا تو جیسے ان سے بے واسطہ کلام فرمانا ان انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے انکار کا ذریعہ نہیں ہو سکتا جن سے اس طرح کلام نہیں فرمایا، ایسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب کا یکبارگی نزول دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے انکار کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم السلام کو خاص عظمتیں بخشی ہیں، ایک نبی کی خصوصیت تمام نبیوں میں ڈھونڈنا غلطی ہے، جیسے ہر نبی کلیم اللہ نہیں۔

آیت 165 فرمایا کہ اللہ کے رسول ایمان اور نیکیوں پر ثواب کی بشارت جبکہ کفر اور گناہوں پر عذاب کی وعیدیں سناتے ہیں۔ ان کی تشریف آوری کی ایک حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں لوگوں کے لئے کوئی حیلہ بہانہ باقی نہ رہے اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ اگر ہمارے پاس رسول آتے تو ہم بھی ان کا حکم مانتے اور مطیع و فرمانبردار ہوتے، رسولوں کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ عذر ختم کر دیا اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

آیت 166 فرمایا کہ یہودی اگرچہ قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کو نہ مانیں لیکن قرآن کی حقانیت کی گواہی اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور فرشتے بھی اس کے گواہ ہیں اور خدا کی گواہی کافی ہے۔

آیت 167 یہاں یہودیوں کی حالت کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا انکار کر کے کفر کیا اور تورات میں مذکور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت و صفت چھپا کر اور لوگوں کے دلوں میں شبہ ڈال کر انہیں اللہ تعالیٰ کا دین اسلام قبول کرنے سے روکا، بیشک وہ ان حرکتوں کے باعث اس گمراہی میں جا پڑے جو حق سے بہت دور ہے کیونکہ ان میں گمراہ ہونا اور گمراہ کرنا دونوں چیزیں جمع ہو گئیں۔

آیت 168، 169 ان دو آیات میں بھی یہودیوں کے بارے میں فرمایا جا رہا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور تورات میں موجود نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف بدل کر، آپ کی نبوت و رسالت کا انکار کر کے اور لوگوں کو دین اسلام قبول کرنے

كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ

کفر کیا اور ظلم کیا، اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں کسی راستے کی ہدایت فرمائے گا ○ مگر جہنم کے

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ

راستے (کی) جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے ○ اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس

الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا

یہ رسول حق کے ساتھ تشریف لائے تو ایمان لاؤ، تمہارے لئے بہتر ہوگا اور اگر تم کفر کرو گے تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا

کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے ○ اے کتاب والو! اپنے دین میں

فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

حد سے نہ بڑھو اور اللہ پر سچ کے سوا کوئی بات نہ کہو۔ بیشک مسیح، مریم کا بیٹا عیسیٰ صرف

سے روک کر ظلم کیا، اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ ہی انہیں کسی صحیح راستے کی ہدایت دے گا، البتہ جہنم کا راستہ ان کے لئے ضرور کھلا ہو اور بالکل واضح ہو گا، یہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور انہیں ہمیشہ جہنم میں رکھنا اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔

آیت 170 اس آیت میں تمام بنی نوع انسان کو خوشخبری سنائی گئی کہ اے لوگو! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حق کے ساتھ تشریف لا چکے؛ وہ خود بھی حق ہیں اور ان کی تعلیم و شریعت بھی حق ہے، یہاں باطل کا گزر تک نہیں، لہٰذا ان پر ایمان لاؤ؛ اس میں تمہارے لئے خیر ہی خیر ہے اور اگر تم ان کی نبوت و رسالت کا انکار کرو گے تو اس میں ان کا کوئی نقصان نہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کا خالق و مالک ہے، لہٰذا وہ بھی تمہارے ایمان سے بے نیاز ہے، نہ اسے تمہارا کفر کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ ایمان نفع، ہاں کفر کا تمہیں نقصان ضرور ہو گا کہ اسی حالت میں مر گئے تو ہمیشہ کے لیے جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا کر دیے جاؤ گے۔

آیت 171 یہودیوں کے بعد یہاں عیسائیوں کی دین میں زیادتی اور حد سے بڑھنے کا بیان کیا جا رہا ہے کہ اے انجیل والو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں افراط و تفریط کا شکار ہو کر اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو، انہیں خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہو بلکہ یہ عقیدہ رکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں، ان کے لیے اس کے سوا اور کوئی نسب نہیں، صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کا ایک کلمہ ہیں جو خدا نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص روح ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ معبود تین یعنی اللہ، عیسیٰ اور مریم ہیں، اس سے باز رہو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی اکیلا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کا خالق و مالک

رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ

رسول اور اس کا ایک کلمہ ہے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کی طرف سے ایک خاص روح ہے تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ

وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ

اور یہ نہ کہو کہ (معبود) تین ہیں۔ (اس سے) باز رہو، (یہ) تمہارے لئے بہتر ہے۔ صرف اللہ ہی ایک معبود ہے، وہ پاک ہے اس سے کہ اس کی

وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿١٧١﴾ لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ

کوئی اولاد ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کافی کارساز ہے۔ نہ تو مسیح

اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰۗىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۭ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ

اللہ کا بندہ بننے سے کچھ عار کرتا ہے اور نہ مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے نفرت اور تکبر کرے

فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿١٧٢﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ

تو عنقریب وہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔ تو وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے تو (اللہ) انہیں ان کے پورے اجر عطا فرمائے گا

وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ

اور انہیں اپنے فضل سے اور زیادہ دے گا اور وہ جنہوں نے نفرت اور تکبر کیا تھا انہیں دردناک سزا دے گا

اللہ تعالیٰ ہی ہے تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا سمیت سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور مملوک ہیں تو ان کا بیٹا اور بیوی ہونا کیسے متصور ہو سکتا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب بیہودہ باتوں سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہے۔ اہم بات: عیسائیوں کے چار بڑے فرقے تھے، ان میں سے یعقوبیہ اور ملکانیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا، جبکہ نسطوریہ خدا کا بیٹا اور مرقوسیہ "تین میں تیسرا" کہتے تھے۔ اس کے معنی میں بھی ان میں اختلاف تھا، بعض تین وجود مانتے اور کہتے کہ باپ، بیٹا اور روح القدس تین ہیں، باپ سے ذات، بیٹے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس سے ان میں حلول کرنے والی حیات مراد لیتے گویا کہ ان کے نزدیک تین تھے اور اس تین کو ایک بتاتے تھے۔

آیت 172 **شانِ نزول:** نجران کے عیسائیوں کا وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور کہا: آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بندہ کہہ کر انہیں عیب لگاتے ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بننا باعث فخر ہے نہ کہ باعث شرم، نیز خدا کی عبادت سے نفرت کرنا مسلمان کا کام نہیں اور جو عبادت الٰہی سے نفرت و تکبر کرے تو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا اور انہیں ان کی نفرت و تکبر کی سزا دے گا۔

آیت 173 یہاں خدا کی بندگی کو اپنا اعزاز اور سر کا تاج سمجھنے والوں کے لئے بشارت اور بندگی سے نفرت و تکبر کرنے والوں کے لئے

وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝١٧٣ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ

اور وہ اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار○ اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝١٧٤ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ

دلیل آگئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا○ تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کی رسی مضبوطی سے تھام لی

فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝١٧٥ يَسْتَفْتُوْنَكَ

تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا○ اے حبیب! تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں

قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۚ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ

تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کسی مرد کا انتقال ہو جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا نصف

وعید کا بیان ہے، پہلا گروہ صالح مومنوں کا ہے، انہیں بارگاہِ الٰہی سے اپنے اعمال کا بھرپور اجر و ثواب ملے گا اور اس کے ساتھ ان پر فضلِ الٰہی کی مزید بارش برسے گی جس میں دیدارِ الٰہی بھی شامل ہے، اس کے برعکس جن لوگوں نے عبادتِ الٰہی سے نفرت اور تکبر کیا تو انہیں اللہ تعالیٰ جہنم کا دردناک عذاب دے گا اور وہ خدا کے سوا نہ اپنا کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار جو انہیں عذابِ الٰہی سے بچا سکے۔

آیت 174 یہاں تمام انسانوں سے خطاب ہے، خواہ وہ کہیں بھی اور کبھی بھی ہوں، کہ اے لوگو! تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ عظیم ہستی تشریف لائی جو خود سر تا پا معرفتِ الٰہی کی دلیل ہیں اور ان کی صداقت پر ان کے معجزے گواہ ہیں جو منکرین کی عقلوں کو حیران کر دیتے ہیں اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور نازل کیا۔ اس سے مراد قرآن پاک ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ہمیں ملا۔ اہم باتیں: (1) امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کسی زمانے، جگہ اور قوم سے خاص نہیں۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ذات و صفات کی دلیل ہیں چنانچہ آپ کے مبارک بال، آنکھیں، انگلیاں، پاؤں، پسینہ سب سے معجزات کا ظہور ہوا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا معجزہ ہیں۔ (3) جس قدر معجزے پہلے انبیا علیہم السلام کو عطا ہوئے ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے۔

آیت 175 اس آیت میں ایمان لا کر دینِ اسلام کی رسی مضبوطی سے تھامنے والوں کو رحمت، فضل اور سیدھے راستے کی بشارت دی گئی ہے۔ رحمت سے مراد جنت، فضل سے مراد جنت میں کرم بالائے کرم والے امور اور سیدھے راستے سے دینِ اسلام مراد ہے جو قربِ الٰہی تک لے جاتا ہے۔

آیت 176 شانِ نزول: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ یہ اس وقت بے ہوش تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرما کر اس کا پانی ان پر ڈالا تو انہیں افاقہ ہوا۔ آنکھ کھول کر دیکھا تو سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ فرما تھے۔ عرض کی: یا رسول اللہ! میں اپنے مال کا کیا انتظام کروں؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اس میں جو مسائل بیان ہوئے ان کا خلاصہ یہ ہے: (1) اگر کوئی شخص فوت ہو اور اس کے وارثوں میں باپ اور اولاد نہ ہو تو سگی بہن کو مال

وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَاِنْ

اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی (حصہ ہوگا) اور اگر بھائی

كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ

بہن ہوں (جن میں) مرد بھی (ہوں) اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا۔ اللہ تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے تاکہ تم بھٹک نہ جاؤ

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٧٦﴾

اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔○

آیاتہا ١٢٠ | ٥ سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ ١١٢ | رکوعاتہا ١٦

سورۂ مائدہ مدنی ہے، اس میں ایک سو بیس آیات اور سولہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ

اے ایمان والو! تمام عہد پورے کیا کرو۔ تمہارے لئے چوپائے جانور حلال کردیے گئے سوائے ان کے جو (آگے) تمہارے سامنے بیان کئے جائیں گے

وراثت کا آدھا حصہ ملے گا جبکہ اکیلی بہن ہو اور یہی حکم باپ شریک بہن کا ہے اور اگر دو یا اس سے زیادہ بہنیں ہوں تو انہیں دو تہائی حصے ملے گے۔ (2) اگر بہن فوت ہوئی اور وارثوں میں نہ باپ ہو نہ اولاد تو بھائی اس کے کل مال کا وارث ہوگا۔ (3) اگر فوت ہونے والے نے بہن بھائی دونوں چھوڑے تو بھائی کو بہن سے دگنا حصہ ملے گا۔ مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے لئے تمہارے دین کے احکام صاف بیان فرماتا ہے تاکہ تم بھٹک نہ جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز جانتا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) کلالہ اسے کہتے ہیں جو اپنے بعد نہ باپ چھوڑے نہ اولاد۔ (2) وراثت کے مسائل میں بہت وسعت اور قیود ہیں لہٰذا اگر وراثت کا مسئلہ درپیش ہو تو اس کا از خود حل نہ نکالیں بلکہ کسی میراث کے ماہر عالم سے رجوع کر کے مسئلہ حل کروائیں۔

سورۂ مائدہ کا تعارف یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی، البتہ یہ آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ میں اتری۔ اس میں 16 رکوع اور 120 آیتیں ہیں۔ اس سورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں پر آسمان سے مائدہ یعنی دسترخوان نازل ہونے کا بیان ہے، اس مناسبت سے اس کا نام "سورۂ مائدہ" رکھا گیا۔ **فضائل:** حدیث پاک میں ہے: تم اپنے مردوں کو سورۂ مائدہ اور عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ۔ (شعب الایمان، حدیث:2428) **خلاصہ مضامین:** اس سورت میں جائز معاہدے پورے کرنے اور ناانصافی سے بچنے کا حکم، وضو، غسل، تیمم اور حالت احرام میں شکار کے احکام، شراب، جوئے اور کفار سے دوستی کی حرمت، حلال وحرام جانوروں، قسم کے کفارے، بنی اسرائیل سے عہد لینے، چوری اور ڈاکہ کی سزا؛ نیز عبرت و نصیحت کے لئے حضرت موسیٰ و بنی اسرائیل اور ہابیل و قابیل کے واقعات، کھانے کا دسترخوان اترنے اور نبوتِ مصطفی ساری مخلوق کو عام ہونے کا بیان ہے۔

آیت 1 فرمایا کہ اے ایمان والو! تمام عہد پورے کیا کرو خواہ وہ عہد خدا سے کئے ہوں یا مخلوق سے۔ مزید حلال وحرام جانوروں سے

غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا

لیکن احرام کی حالت میں شکار حلال نہ سمجھو۔ بیشک اللہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے ۝ اے ایمان والو! اللہ کی نشانیاں

شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ

حلال نہ ٹھہرالو اور نہ ادب والے مہینے اور نہ حرم کو بھیجی گئی قربانیاں اور نہ (حرم میں لائے جانے والے وہ جانور) جن کے گلے میں علامتی پٹے ہوں اور نہ ادب والے

متعلق فرمایا گیا کہ جن کی حرمت شریعت میں بیان ہوئی ہے ان کے علاوہ تمام چوپائے جانور تمہارے لئے حلال کر دیئے گئے لیکن

حالتِ احرام میں خشکی کا شکار حلال نہ سمجھا جائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے، اس کے حکم پر اعتراض کرنے کا کسی کو

کوئی حق نہیں۔ مسئلہ: احرام کی حالت میں خشکی کا شکار حرام جبکہ دریائی شکار جائز ہے۔ پہلی صورت میں شکار کیا ہوا جانور نہ احرام والے

کو حلال ہے نہ کسی اور کو، احرام خواہ حج کا ہو یا عمرہ کا۔

آیت 2 اس آیت میں اہل ایمان کو 9 چیزوں کا حکم دیا گیا ہے: (1) اللہ تعالیٰ کی نشانیاں حلال نہ ٹھہرالو۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیں اور جن سے منع فرمایا، سب کی حرمت کا لحاظ رکھا جائے، نیز جو چیزیں خدا کی نشانیاں قرار پائیں ان کا احترام لازم ہے۔ (2) اور ادب والے مہینوں کی حرمت کے خلاف نہ کرو۔ ان مہینوں سے مراد رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے مہینے ہیں دورِ جاہلیت میں کفار ان کا ادب کرتے تھے، اسلام نے بھی ان کا احترام بدستور باقی رکھا ہے۔ (3) اور نہ حرم کی اور علامتی پٹے والی قربانیوں کو۔ اہل عرب قربانیوں کے گلے میں حرم شریف کے درختوں کی چھال وغیرہ کے ہار ڈالتے تھے تاکہ دیکھنے والے جان لیں کہ یہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیاں ہیں اور وہ ان سے لوٹ مار کی بجائے ان کا احترام کریں۔ (4) اور نہ ادب والے گھر کا قصد کر کے آنے والوں (کے مال، عزت) کو پامال کرو۔ ان سے مراد حج و عمرہ کے لیے آنے والے لوگ ہیں۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ قبیلہ ربیعہ کا ایک بدبخت شریح بن ہند بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور لوگوں کی دی جانے والی دعوتِ دین کے بارے میں گفتگو کی۔ اس نامراد کے آنے سے پہلے ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہ کو خبر دے دی اور جانے کے بعد بھی بتادیا کہ یہ اسلام نہیں لائے گا۔ جاتے ہوئے اس نے دھوکا دیا اور مدینہ منورہ کے مویشی و دیگر اموال ساتھ لے گیا۔ اگلے سال یہ یمامہ کے حاجیوں کے ساتھ کثیر سامانِ تجارت اور مخصوص ہار والی قربانیاں لے کر حج کے ارادے سے نکلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شریح کو دیکھ کر اس سے مویشی لینا چاہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے منع فرمایا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ جو حج کے ارادے سے نکلا ہو اسے کچھ نہ کہا جائے۔ (5) جب تم احرام سے باہر جاؤ تو شکار کر سکتے ہو۔ احرام سے فارغ ہو کر حرم سے باہر شکار کرنا مباح (یعنی جائز) ہے، لازم نہیں۔ (6) تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے زیادتی کرنے پر نہ ابھارے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام کو حدیبیہ کے دن کفارِ مکہ نے عمرہ کرنے سے روکا تھا لیکن تم ان سے اس حرکت کا انتقام نہ لو۔ (7) نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ آیت کے لفظ بِرّ سے مراد ہر وہ نیک کام ہے جسے کرنے کا شریعت نے حکم دیا اور تقویٰ یہ ہے کہ ہر اس کام سے بچا جائے جس سے شریعت نے روکا ہے۔ (8) گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ لفظ اِثم سے مراد گناہ اور عُدوان سے مراد اللہ

الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ

کا قصد کرکے آنے والوں (کے مال، عزت) کو جو اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے ہیں اور جب احرام سے باہر جاؤ تو شکار کرسکتے ہو

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا

اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس وجہ سے زیادتی کرنے پر ہرگز نہ ابھارے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا اور نیکی اور

عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ

شدید عذاب دینے والا ہے ۝ تم پر حرام کردیا گیا ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا

تعالیٰ کی حدود میں حد سے تجاوز کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اثم سے مراد کفر اور عُدوان سے مراد ظلم یا بدعت ہے۔ (9) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ شدید عذاب دینے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) شعائر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں خانہ کعبہ، قرآن پاک، مساجد، اذان، بزرگوں کے مزارات وغیرہ سب داخل ہیں۔ مقبول بندوں سے نسبت والی چیزوں کی بڑی شان ہے، جیسے صفا و مروہ پہاڑ، ان پر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے قدم پڑے تو وہ شعائر اللہ بن گئے۔ (2) اب کافر کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکا جائے گا کیونکہ بعد میں سورۂ توبہ کی آیت 28 میں ممانعت کا حکم نازل ہو گیا تھا۔ یاد رہے کہ مسجد حرام کی طرح حدودِ حرم میں بھی کفار کا داخلہ ممنوع ہے۔ (3) اشاعت علم دین کے لئے وقت اور مال دینا، درس و تدریس، تحریر، نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا اور ملک و ملت کے اجتماعی مفادات کے لئے کام کرنا وغیرہ سب نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرنے میں داخل اور باعث ثواب ہے جبکہ کسی کا حق مارنا، رشوت لے کر فیصلہ بدل دینا، جھوٹی گواہی دینا، بلاوجہ کسی مسلمان کو پھنسا دینا، حرام و ناجائز کاروبار کرنے والی کمپنیوں میں کسی بھی طرح شریک ہونا، بدی کے اڈوں میں نوکری کرنا، گناہ و زیادتی میں باہم مدد کرنے میں داخل اور ناجائز و حرام ہے۔ سبحان اللہ! قرآن پاک کی تعلیمات کتنی عمدہ اور اعلیٰ ہیں! ان سے صحیح فائدہ اسی وقت حاصل کیا جاسکتا ہے جب ان پر عمل کیا جائے، مگر افسوس! ہمارا زمانہ مسلمانوں کی ایک تعداد عملی طور پر قرآنی تعلیمات سے بہت دور ہو چکی ہے۔

آیت 3 اس سورت کی پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ تم پر چوپائے حلال ہیں، سوائے ان کے جو آگے تم سے بیان کیے جائیں گے، یہاں انہی کو بیان کرتے ہوئے 11 حرام چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے: (1) مردار۔ اس سے مراد وہ جانور ہے جسے شریعت میں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا اور وہ ذبح ہوئے بغیر مر جائے۔ (2) بہنے والا خون۔ (3) سور کا گوشت اور اس کے تمام اجزا۔ (4) وہ جانور جسے غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ (5) گلا گھونٹ کر مارا ہوا جانور۔ (6) بغیر دھار والی چیز جیسے لاٹھی، پتھر، ڈھیلے وغیرہ کی چوٹ سے مارا ہوا جانور۔ (7) وہ جانور جو بلندی سے گر کر مرا، خواہ پہاڑ سے گرا ہو یا کنویں میں۔ (8) وہ جانور جسے کسی دوسرے جانور نے سینگ مارا اور اس کی چوٹ سے مر گیا۔ (9) جسے کسی درندے نے تھوڑا سا کھایا اور وہ اس زخم سے مر گیا۔ البتہ اگر یہ جانور ایسے واقعات میں زندہ بچ گئے ہوں پھر

لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِ

گیا ہو اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور وہ جو بغیر دھاری دار چیز (کی چوٹ) سے مارا جائے اور جو بلندی سے گر کر مرا ہو اور جو کسی جانور کے سینگ

وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۟ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِ

اور وہ جسے کسی درندے نے کھالیا ہو مگر (درندوں کا شکار کیا ہوا وہ جانور) جنہیں تم نے (زندہ پاکر) ذبح کرلیا ہو اور جو کسی بت کے آستانے پر ذبح کیا گیا ہو

بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْ

ہے) کہ پانسے ڈال کر قسمت معلوم کرو یہ گناہ کا کام ہے۔ آج تمہارے دین کی طرف سے کافر ناامید ہوگئے تو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے

انہیں احکامِ شرع کے مطابق ذبح کرلیا گیا تو یہ حلال ہیں۔ (10) وہ جانور جو کسی بت کے تھان پر بطور عبادت ذبح کیا گیا۔ (11) کام وغیرہ کا حکم معلوم کرنے کے لیے پانسا ڈالنا۔ یہ سب گناہ کے کام ہیں۔ مزید فرمایا: آج تمہاری شان و شوکت اور قوت دیکھ کر تمہارا دین جڑ سے ختم کردینے اور اس پر غالب آنے سے مایوس ہوگئے لہٰذا تم اپنے دلوں سے اس بات کا ڈر نکال دو کہ وہ تم پر غالب جائیں گے اور صرف مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کردیا کہ حلال و حرام کے احکام اور قیا قانون سب مکمل کردیے اور مکہ مکرمہ کی فتح عطا فرما کر تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر اس کے سوا کوئی دین قبول نہیں۔ مزید فرمایا: تو جو بھوک پیاس کی شدت سے مجبور ہو۔ آیت کے اس حصے کا معنی یہ ہے کہ اوپر چیزوں کا بیان کردیا گیا لیکن جب کھانے پینے کو کوئی حلال چیز ملے ہی نہیں اور بھوک پیاس کی شدت سے جان پر بن جائے تو اس وقت جان بچانے کے لئے کھانے پینے کی اجازت ہے مگر اس طرح کے گناہ کی طرف مائل نہ ہو یعنی ضرورت سے زیادہ نہ کھا ضرورت اتنے سے ہی پوری ہوجاتی ہے جس سے خطرۂ جان جاتا رہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے، تم سے اس کے حق مؤاخذہ نہ فرمائے گا۔ اہم باتیں: (1) وہ جانور جسے ذبح کرتے وقت تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا مگر دوسرے اوقات میں وہ غیرِ خدا کی طرف منسوب رہا، وہ حرام نہیں۔ (2) تکمیلِ دین سے متعلق آیت حجۃ الوداع میں عرفہ کے روز، بعدِ عصر، جمعہ کے دن نازل ہوئی۔ اس آیت سے متعلق ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر یہ ہم پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن عید مناتے۔ آپ نے فرمایا: میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی اور اس کے نزول کی جگہ بھی پہچانتا ہوں، وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا۔ (بخاری، حدیث:45) آپ کی مراد یہ تھی کہ ہمارے لئے وہ دن عید ہے۔ ایمانی جذبے کا تقاضا یہ ہے کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو عید اور خوشی کا دن بنایا جائے جیسے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ (3) تکمیلِ دین کا ایک معنی اوپر بیان ہوا اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس کا معنی اسلام کو غالب کرنا، دشمن سے امن دینا ہے اور ایک قول کے مطابق دین مکمل کرنا یہ ہے کہ وہ پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہوگا بلکہ قیامت تک باقی رہے گا۔ (4) صرف اسلام اللہ تعالیٰ کو پسند ہے جو اب دینِ محمدی کی صورت میں ہے، باقی سب دین بارگاہِ الٰہی میں اب قابلِ قبول نہیں۔ (5) سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکتا کیونکہ دین کامل ہوچکا لہٰذا قادیانی جھوٹے، بے دین، خدا کے کلام اور دین کو ناقص سمجھنے والے ہیں۔ (6) اسلام چھوڑ کر کوئی لاکھوں نیکیاں کرے خدا کو پیارا

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًاؕ

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا

فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ③

تو جو بھوک پیاس کی شدت میں مجبور ہو اس حال میں کہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو (تو وہ کھا سکتا ہے۔) تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یَسْــٴَـلُوْنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُۙ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ

اے حبیب! تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال ہوا؟ تم فرمادو کہ حلال کی گئیں تمہارے لیے پاک چیزیں اور ان شکاری جانوروں (کا شکار) جنہیں تم نے

الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ٘ فَكُلُوْا مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَیْكُمْ

شکار پر دوڑاتے ہوئے شکار کرنا سکھا دیا ہے۔ تم انہیں وہ سکھاتے ہو جس کی اللہ نے تمہیں تعلیم دی ہے تو اس میں سے کھاؤ جو وہ شکار کر کے تمہارے لیے روک دیں

وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ④ اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُؕ

اور (شکاری جانور کو چھوڑتے وقت) اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں

نہیں کیونکہ اسلام جڑ ہے اور اعمال شاخیں اور پتے، جڑ کٹ جانے کے بعد شاخوں اور پتوں کو پانی دینا بے کار ہے۔

آیت 4 شانِ نزول: حضرت عدی بن حاتم اور حضرت زید بن مہلہل رضی اللہ عنہما نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ہم لوگ کتے اور باز کے ذریعے شکار کرتے ہیں، کیا یہ ہمارے لئے حلال ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں دو چیزوں کے حلال ہونے کا ذکر کیا گیا۔ (1) طیبات۔ اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کا حرام ہونا قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس کسی سے ثابت نہ ہو اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جنہیں سلیم الطبع لوگ پسند کرتے ہیں۔ (2) شکاری جانوروں کا کیا ہوا شکار۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شکاری جانور درندوں میں سے ہوں جیسے کتا اور چیتا، یا پرندوں میں سے جیسے شکرا، باز اور شاہین وغیرہ۔ جب اس طرح سدھا کر ان کی تربیت کر دی جائے کہ شکار میں سے کچھ نہ کھائیں اور جب شکاری انہیں چھوڑے تب جائیں اور جب بلائے تو واپس آ جائیں تو ان کا شکار کیا ہوا جانور حلال ہے اگرچہ وہ مر گیا ہو، ہاں اگر انہوں نے اس میں سے کچھ کھا لیا تو اب حلال نہیں کیونکہ یہ انہوں نے اپنے لیے شکار کیا ہے۔ مزید فرمایا کہ شکاری جانور کو چھوڑتے وقت اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور ان تمام امور میں اس کے حکم کی مخالفت سے بچتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ بہت جلد تمہارے اعمال کا حساب لینے والا ہے۔ **اہم بات:** آیت سے جو معلوم ہوتا ہے اس کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ شکاری جانور کے ذریعے کیا ہوا شکار چند شرطوں سے حلال ہے: (1) شکاری جانور مسلمان یا کتابی کا چھوڑا ہوا ہو اور سکھایا ہوا ہو۔ (2) اس نے شکار کو زخم لگا کر مارا ہو۔ (3) شکاری جانور بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر چھوڑا گیا ہو۔ (4) اگر شکاری کے پاس شکار زندہ پہنچا تو اسے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کیا ہو۔ اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو حلال نہ ہو گا۔

آیت 5 یہاں اس آیت سے متعلق چند باتیں ملاحظہ ہوں: (1) اہلِ کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے خواہ یہودی ذبح کرے یا

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ

اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پاکدامن مسلمان عورتیں

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ

اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان کی پاکدامن عورتیں (تمہارے لئے حلال کردی گئیں) جبکہ تم ان سے نکاح کرتے ہوئے انہیں ان کے مہر دو

غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ

نہ زنا کرتے ہوئے اور نہ انہیں پوشیدہ آشنا بناتے ہوئے اور جو ایمان سے پھر کر کافر ہو جائے تو اس کا ہر عمل برباد ہو گیا اور وہ

فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ ع ٥

آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا ○ اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں اور

عیسائی، ان کا مرد ذبح کرے یا عورت، لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ واقعی اہل کتاب ہوں، دہریے اور خدا کے منکر نہ ہوں۔(2) اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح حلال ہے مگر اس میں بھی دو چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے (۱) وہ عورتیں دہریہ اور خدا کی منکر نہ ہوں (۲) اہل کتاب کی عورت دار الاسلام میں رہنے والی ذمیہ ہو۔ موجودہ زمانے کے اہل کتاب حربی ہیں، ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح مکروہ تحریمی ہے۔(3) اچھے کردار والی کتابیہ سے نکاح کیا جائے۔ یہ حکم مستحب ہے۔(4) کتابیہ عورت سے ازدواجی تعلقات نکاح کے ذریعے ہی قائم کیے جائیں، پوشیدہ دوستیاں لگانا، پوشیدہ یا اعلانیہ زنا کرنا ان کے ساتھ بھی حرام ہے۔(5) کتابیہ عورت کو بھی مہر دیا جائے گا۔(6) آیت کے آخر میں دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جانے والے کے بارے میں فرمایا کہ اس کے تمام نیک اعمال برباد ہو گئے اور اگر یہ کفر پر ہی مرا تو آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ **اہم بات:** حقیقی اہل کتاب سے نکاح کی اجازت صرف مسلمان مردوں کو ہے مسلمان عورت کا کتابی مرد سے نکاح قطعی حرام ہے۔

آیت 6 یہاں وضو اور تیمم کا طریقہ اور ان کی حاجت کب ہوتی ہے، اسے بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو اور وضو نہ ہو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو، سروں کا مسح کرو اور پاؤں ٹخنوں تک دھولو اور اگر تم پر غسل فرض ہو تو غسل کر کے خوب پاک ہو جاؤ اور اگر تم کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس میں پانی کا استعمال نقصان دے یا سفر میں ہو اور وضو یا غسل کی حاجت پڑے لیکن پانی میسر نہ ہو تو پاک مٹی سے اس طرح تیمم کرو کہ اپنے چہروں اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کا مسح کر لو۔ پانی نہ ملنے کے باوجود تیمم کی اجازت نہ ہونے کی صورت میں تم پر تنگی ہوگی اور اللہ تعالیٰ تم پر تنگی نہیں چاہتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں بے وضو، بے غسل ہونے کی حالت سے اور گناہوں سے خوب پاک کردے اور دین کے احکام بیان کر کے اپنی نعمت تم پر پوری کردے تاکہ تم اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ مسائل:(1) اس آیت سے ثابت ہوا کہ وضو کے چار فرض ہیں:(۱) چہرہ دھونا (۲) کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھونا۔ اس حکم میں کہنیاں بھی داخل ہیں۔(۳) سر کا مسح کرنا۔ احناف کے نزدیک مسح سر کے چوتھائی حصے کا فرض ہے۔(۴) ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھونا۔ اس حکم میں ٹخنے بھی داخل ہیں۔ مزید تفصیل فقہی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔

وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا
اور اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھولو اور اگر تم بے غسل ہو

فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ
تو خوب پاک ہو جاؤ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ
اور ان صورتوں میں پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرلو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ

لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٦
تم پر کچھ تنگی رکھے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب پاک کردے اور اپنی نعمت تم پر پوری کردے تاکہ تم شکر ادا کرو۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؗ
اور اپنے اوپر اللہ کا احسان اور اس کا وہ عہد یاد کرو جو اس نے تم سے لیا تھا جب تم نے کہا: ہم نے سنا اور مانا

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٧ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ
اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دیتے ہوئے

(2) جہاں دھونے کا حکم ہے وہاں دھونا ہی ضروری ہے مسح نہیں کرسکتے، جیسے پاؤں کو دھونا ضروری ہے، ان کا مسح نہیں کرسکتے، ہاں! اگر موزے پہنے ہوں تو شرائط پائی جانے کی صورت میں موزوں پر مسح کرسکتے ہیں کہ یہ احادیثِ مشہورہ سے ثابت ہے۔ (3) جب عورت حیض و نفاس کی حالت سے نکل آئے تو اس پر غسل فرض ہے۔ (4) جنابت کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ شہوت کے ساتھ منی خارج ہو۔ اس کے اسباب کی تفصیل فقہی کتابوں میں ملاحظہ کریں۔

آیت 7 اس آیت میں بیعتِ عقبہ یا بیعتِ رضوان کی طرف اشارہ ہے، مجموعی طور پر آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے صحابہ! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا احسان یاد کرو کہ اس نے تمہیں مسلمان بنایا، تمہارے لیے آسان احکام بھیجے، ساری زمین کو مسجد اور پاک کرنے والا بنایا نیز اس معاہدے کو یاد کرو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بیعت کرتے وقت بیعتِ عقبہ کی رات اور بیعتِ رضوان میں کیا تھا اس میں تم نے کہا تھا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہر حکم ہر حال میں سنیں اور مانیں گے، اور اے صحابہ! خدا کی نعمتیں بھول جانے اور عہد توڑنے کے معاملے میں اس سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ دلوں میں چھپی ہر بات جانتا ہے۔

آیت 8 اس آیت میں اہلِ ایمان کو عدل و انصاف کے متعلق بار بار مختلف انداز میں تاکید فرمائی، جیسے فرمایا کہ گواہی دیتے ہوئے حکمِ خدا کے مطابق انصاف پر خوب قائم رہو اور حق و انصاف کا دامن کبھی نہ چھوڑو یہاں تک کہ دشمنوں سے بھی انصاف کا رویہ اختیار

شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ
اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ اور تمہیں کسی قوم کی عداوت اس پر نہ ابھارے کہ تم انصاف نہ کرو (بلکہ) انصاف کرو، یہ پرہیزگاری کے
لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (٨) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے ○ اللہ نے ایمان والوں اور اچھے ا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ (٩) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ
کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے ○ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھ
اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (١٠) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ
وہی دوزخ والے ہیں ○ اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب ایک قوم نے ارادہ کیا

کرو اور کسی قوم جیسے غیر مسلموں سے دشمنی بھی تمہیں اس بات پر ہرگز نہ ابھارے کہ تم انصاف کرنا چھوڑ دو اور حرام کاموں جیسے قتل وغارت گری میں مبتلا ہو جاؤ اور بہر صورت عدل سے کام لینا کیونکہ یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اپنے ہر عمل میں یہ ذہن میں رکھنا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے خبردار ہے۔ درس: امن وسکون کے حصول اور ظلم وجبر کے خاتمہ کے لئے عدل وانصاف سب سے بنیادی چیز ہے، اور اس کے لئے اسلامی نظامِ عدل سب سے زیادہ موثر ومفید ہے۔

آیت 9،10 آیات کا مفہوم ترجمہ سے واضح ہے۔ مزید دو باتیں ملاحظہ ہوں: (1) اچھے اعمال سے مراد ہر وہ عمل ہے جو رضائے الٰہی کا سبب بنے۔ اس میں فرائض وواجبات، سنتیں، مستحبات، جانی ومالی عبادتیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد وغیرہ سب داخل ہیں۔ (2) دائمی جہنمی صرف کافر ہیں، مسلمان ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہ رہیں گے۔

آیت 11 اس آیت میں یا تو اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ مشرکین نے مقامِ عسفان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک ساتھ ظہر کی نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا، جب انہوں نے نماز مکمل کر لی تو مشرکین کو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر حملہ نہ کرنے کا افسوس ہوا، پھر انہوں نے نمازِ عصر کے وقت حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے نمازِ خوف کا طریقہ ارشاد فرما کر ان کی سازش کو ناکام بنا دیا۔ یا یہاں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کسی منزل پر قیام فرمایا اور اپنی تلوار درخت پر لٹکا دی۔ ایک اعرابی موقع پا کر آیا اور تلوار لے کر کہنے لگا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ فرمایا: اللہ۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے ہاتھ سے تلوار گرا دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تلوار پکڑ کر فرمایا: اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے عرض کی: مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسے معاف فرما دیا۔ (بخاری، حدیث: 2910) اس صورت میں واقعہ اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ہوا لیکن آپ چونکہ مسلمانوں کے سردار ہیں اور سردار کا نفع نقصان پوری قوم کا نفع نقصان ہوتا ہے اس لئے آیت میں خطاب مسلمانوں سے ہوا۔ مزید فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے کیونکہ ہر طرح کی بھلائی پہنچانے اور ہر قسم کا شر دور کرنے کے لئے وہی کافی ہے۔

اَنْ یَّبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ
کہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ دراز کریں تو اللہ نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر
الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ ؑ وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا ؕ
بھروسہ کرنا چاہیے۔ اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار قائم کیے
ع ۲
وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ
اور اللہ نے فرمایا بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوۃ دیتے رہو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو
وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا
اور اللہ کو قرض حسن دو تو بیشک میں تم سے تمہارے گناہ مٹا دوں گا اور ضرور تمہیں ان باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں
الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ
جاری ہیں تو اس (عہد) کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا تو وہ ضرور سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔ تو ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے

آیت 12 اوپر آیت نمبر سات میں مسلمانوں سے عہد و میثاق کا بیان ہوا اور یہاں یہ بیان فرمایا کہ ایسا ہی عہد بنی اسرائیل سے بھی لیا گیا تھا۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں ہر قبیلے کا سردار مقرر کیا گیا اور ان سے اوپر والا عہد لیا تھا پھر فرعون کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم الٰہی ہوا کہ بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی طرف لے جائیں اور وہاں موجود دشمن سے جہاد کریں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم الٰہی کے مطابق بنی اسرائیل کے بارہ گروہوں میں سے ایک ایک کو اپنے اپنے گروہ کا سردار منتخب کیا اور بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے۔ اریحا کے قریب پہنچنے پر ان سرداروں کو دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ یہ ان لوگوں کی عظیم جسامت اور طاقت و قوت سے ہیبت زدہ ہو کر واپس آئے اور اپنی قوم سے سب حال بیان کر دیا حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا لیکن دو حضرات کالب بن یوقنا اور یوشع بن نون اپنے عہد پر قائم رہے۔ اس سیاق و سباق میں آیت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور تورات کے احکام کی پیروی کریں پھر قوم جبارین سے جہاد کے لیے ان میں 12 سردار بنائے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ میں اپنے علم و قدرت اور مدد و نصرت سے تمہارے ساتھ ہوں، میں تمہارا کلام سن رہا، تمہارے اعمال دیکھ رہا اور تمہارے دلوں کے خیالات جانتا ہوں۔ اے بنی اسرائیل! اگر تم نماز قائم رکھو، زکوۃ دیتے رہو، میرے رسولوں پر ایمان لاؤ، ان کی تعظیم کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دو یعنی اس کی راہ میں خرچ کرو تو میں تمہارے گناہ معاف کر دوں گا اور تمہیں ان باغوں میں داخل کروں گا جن کے درختوں اور رہائشگاہوں کے نیچے نہریں جاری ہیں تو اس عہد کے بعد تم میں سے جس نے کفر کیا تو وہ ضرور سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

آیت 13 بنی اسرائیل نے عہد الٰہی توڑا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی، انہیں شہید کیا اور تورات کے احکام کی مخالفت کی نیز تورات کی وہ آیات بدل دیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت و صفت کا بیان تھا اور اللہ

لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا

ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیئے۔ وہ اللہ کی باتوں کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور انہوں نے ان نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا

مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ

جو انہیں کی گئی تھیں اور تم ان میں سے چند ایک کے علاوہ سب کی کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوتے رہو گے تو انہیں معاف کرو

وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ⑬ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ

اور ان سے درگزر کرو بیشک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے ○ اور جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ان سے ہم نے عہد لیا

فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

تو وہ ان نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے جو انہیں کی گئی تھیں تو ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لیے دشمنی اور بغض ڈال دیا

تعالیٰ کی بہت سی ہدایات فراموش کر دیں جو انہیں تورات میں دی گئی تھیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیروی کریں اور ان پر ایمان لائیں۔ ان حرکتوں کے سبب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا اور ان کے دل سخت کر دیئے کہ اب اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب کا سن کر ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ ہمیشہ ان لوگوں کی خیانتوں پر مطلع ہوتے رہیں گے کیونکہ دغابازی، خیانت اور بدعہدی ان کی اور ان کے آباؤ اجداد کی قدیم عادت ہے۔ ہاں ان میں سے جو ایمان لانے والوں کی تھوڑی سی تعداد ہے وہ خائن نہیں، تو ان لوگوں سے جو کچھ پہلے سرزد ہوا اس پر انہیں معاف کر دیں اور ان سے درگزر کریں، بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے: ایک قوم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عہد کرنے کے بعد توڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس پر مطلع فرمایا اور یہ آیت نازل کی۔ اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ ان کی اس عہد شکنی سے درگزر کیجئے جب تک کہ وہ جنگ سے باز رہیں اور جزیہ ادا کرنے سے منع نہ کریں۔

اہم بات: بداعمالیوں کی وجہ سے دل سخت ہو جاتے ہیں۔

آیت 14 یہودیوں کے بعد عیسائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: وہ لوگ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ یعنی دینِ خدا کے مددگار ہیں، ان سے بھی ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کا عہد لیا لیکن وہ بھی انجیل میں دی گئی نصیحتوں کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے اور انہوں نے بھی عہد شکنی کی تو ہم نے ان کے درمیان روزِ قیامت تک کے لیے دشمنی اور بغض ڈال دیا اور عنقریب آخرت میں اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال بتا دے گا اور انہیں ان کا بدلہ دے گا۔ آیت میں یا تو یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان دشمنی اور بغض ڈالنا مراد ہے یا یہ مراد ہے کہ عیسائیوں کے درمیان آپس میں دشمنی اور بغض ڈال دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور ہر فرقہ دوسرے کو کافر قرار دے کر اسے تباہ کرنے میں لگ گیا۔ درس: کتابِ الٰہی پر عمل نہ کرنا، اللہ تعالیٰ کے رسول کی نافرمانی کرنا، اس کے فرائض کی بجا آوری سے منہ موڑنا اور حلال و حرام سے متعلق اس کی مقرر کردہ حدوں کو توڑنا آپس میں دشمنی اور بغض پیدا ہو جانے کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔

وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١٤﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ

اور عنقریب اللہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کرتے تھے ○ اے اہلِ کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے، وہ تم پر بہت سی

لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

وہ چیزیں ظاہر فرماتے ہیں جو تم نے (اللہ کی) کتاب سے چھپا ڈالی تھیں اور بہت سی معاف فرمادیتے ہیں، بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے

نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ

ایک نور آگیا اور ایک روشن کتاب ○ اللہ اس کے ذریعے اسے سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے جو اللہ کی مرضی کا تابع ہوجائے

وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٦﴾ لَقَدْ كَفَرَ

اور انہیں اپنے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے ○ بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے

الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ

جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح بن مریم ہے۔ تم فرما دو: اگر اللہ مسیح بن مریم کو اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو

آیت 15 ﴾ یہاں یہودیوں اور عیسائیوں سب سے خطاب ہے کہ اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارے رسول محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لے آئے، جن کی شان یہ ہے کہ وہ تمہارے سامنے بہت سی وہ باتیں ظاہر فرمادیتے ہیں جنہیں تم نے کتابِ الٰہی میں چھپا دیا تھا جیسے رجم کی آیات اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اوصاف، جو تم نے تو چھپادیئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں بیان فرمادیا۔ تمہاری چھپائی باتیں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ بہت سی باتیں یہ رحیم و کریم نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم معاف فرمادیتے ہیں نہ ان کا ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی ان پر مؤاخذہ فرماتے ہیں۔ مزید فرمایا: بیشک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور آگیا اور ایک روشن کتاب۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں نور سے مراد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور بعض نے اس سے اسلام بھی مراد لیا ہے اور روشن کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ نور سے متعلق مزید تفصیل اسی آیت کے تحت صراط الجنان میں دیکھی جاسکتی ہے۔

آیت 16 ﴾ یہاں قرآن کی شان کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعے اس بندے کو سلامتی کے راستے دکھاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے پیچھے چلے اور ہر کام اس کی رضا کے لیے کرے۔ ان طالبانِ رضائے مولیٰ کو رب کریم اپنے حکم سے کفر، شرک اور گناہ کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان اور نیک اعمال کے نور کی طرف لے جاتا اور انہیں سیدھے راستے یعنی دینِ اسلام کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک لفظ "بِہٖ" کی ضمیر سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی مراد ہیں، اس صورت میں معنی یہ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے ہدایت عطا فرماتا ہے۔ معنوی اعتبار سے یہ بات قطعاً درست ہے۔

آیت 17 ﴾ نجران کے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "اللہ" قرار دیا جس کے رد میں فرمایا گیا کہ بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا کہ "اللہ" مسیح بن مریم ہی ہے۔ اُن عیسائیوں سے کہا گیا کہ اگر تمہارا دعویٰ درست ہے تو ایک بات کا جواب دو: اگر اللہ

أَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

ہلاک کرنے کا ارادہ فرمالے تو کون ہے جو اللہ سے بچانے کی طاقت رکھتا ہے؟ اور آسمانوں اور زمین کی اور

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٧﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ

ان کے درمیان ہے سب کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے ۝ اور یہودیوں

وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ

اور عیسائیوں نے کہا: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اے حبیب! تم فرمادو: (اگر ایسا ہے تو) پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں پر عذاب کیوں دیتا

بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

بلکہ تم (بھی) اس کی مخلوق میں سے (عام) آدمی ہو۔ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور آسمانوں اور زمین اور

تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ان کی ماں حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور تمام زمین والوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمالے تو ایسا کون ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت و ارادے سے بچالینے کی تھوڑی سی بھی طاقت رکھتا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ یقیناً ایسا کوئی نہیں اور کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "اللہ" ماننا صریح باطل ہے۔ اللہ کی تو شان یہ ہے کہ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، سب کی بادشاہت اسی کے لیے ہے، وہ جو چاہتا اور جیسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اسی نے آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ مثال کے بغیر بنایا، حضرت آدم علیہ السلام کو ماں باپ کے بغیر مٹی سے، اور حوا رضی اللہ عنہا کو بھی ماں باپ کے بغیر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باپ کے بغیر پیدا فرمایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے بنے مٹی کے پرندے کو حقیقی پرندہ بنایا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ **اہم باتیں:** (1) عیسائیوں کے فرقے یعقوبیہ اور ملکانیہ کا یہی مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کیا ہوا ہے جیسے پھول میں خوشبو اور آگ میں گرمی نے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ (2) اس آیت میں کئی طرح سے ان کے اس باطل عقیدے کا رد ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موت آسکتی ہے، آپ ماں کے شکم سے پیدا ہوئے، آپ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، خالق نہیں ہیں اور جس کی یہ صفات ہوں وہ ہرگز "اللہ" نہیں ہو سکتا۔

آیت 18 شانِ نزول: ایک بار کچھ اہلِ کتاب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور دین کے معاملے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر اس کے عذاب سے ڈرایا تو وہ کہنے لگے: آپ ہمیں کیا ڈراتے ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اس بات سے ان کا مطلب یہ تھا کہ جیسے بیٹا خواہ کتنا ہی برا ہو مگر باپ کو پیارا ہوتا ہے ایسے ہی ہم خدا کو پیارے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان سے فرمادیں: اگر تم بیٹوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو تو وہ تمہارے گناہوں کی وجہ سے دنیا میں تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے اور آخرت میں نارِ جہنم کی سزا کیوں دے گا حالانکہ خود تمہارا عقیدہ ہے کہ تم بچھڑے کو پوجنے کی مدت کے برابر جہنم میں رہو گے ذرا سوچو کہ کوئی باپ اپنے بیٹے یا کوئی شخص اپنے پیارے کو آگ میں جلاتا ہے؟ لہٰذا تمہارا دعویٰ جھوٹا اور باطل ہے۔ تم بھی خدا کی مخلوق

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا

اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے اور اسی کی طرف پھرنا ہے ○ اے کتاب والو! بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے،

يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّ

رسولوں کی تشریف آوری بند ہوجانے کے عرصہ بعد تم پر ہمارے احکام ظاہر فرمارہے ہیں تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس تو کوئی خوشخبری دینے والا اور

لَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ ع

ڈر سنانے والا آیا ہی نہیں تو بیشک تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تشریف لاچکا اور اللہ ہر شے پر قادر ہے ○

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ

اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب اس نے تم میں سے انبیاء پیدا فرمائے

میں سے عام آدمی ہو اور تمہیں تمہارے برے اعمال کی سزا ملے گی۔ خدا کی شان یہ ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے بخش دیتا اور جسے چاہتا ہے اپنے عدل سے سزا دیتا ہے۔ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان موجود ہے سب کی سلطنت و بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور آخرت میں سبھی کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ **اہم بات:** خود کو اعمال سے بے پرواجاننا عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ آج کل بہت سے رنگ برنگے دعویداروں اور جاہل فقیروں کا یہی عقیدہ ہے۔ ایسا عقیدہ باطل ہے کیونکہ قرآن کریم نے ایمان کے ساتھ نیک اعمال کا بکثرت ذکر فرمایا ہے۔

آیت 19 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کو اپنے عظیم ترین احسان کی طرف توجہ دلائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے مسلسل انبیاء و مرسلین علیہم السلام تشریف لاتے رہے اور ان کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ تک کی مدت کسی بھی نبی کی آمد سے خالی رہی اور ایک طویل عرصہ وحی کے نزول کا سلسلہ بند رہا، سب لوگ کسی رسول کے ایسے حاجت مند تھے جیسے شدید پیاس کے وقت خوشگوار، ٹھنڈے پانی کی، یا شدید گرمی، تپش اور حبس میں خوشگوار بارش کی حاجت ہوتی ہے۔ اس انتہائی حاجت کے وقت اللہ تعالیٰ نے رحمت کا دروازہ کھولا اور تمہارے پاس اپنے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھیج دیا، وہ تمہارے سامنے شریعت کے قوانین، دین کے احکام، جنت کی خوشخبری اور جہنم کی وعید بیان فرمارہے ہیں تاکہ دین کے احکام پر عمل نہ کرنے کی صورت میں جب تمہاری گرفت کی جائے تو اس وقت تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی تنبیہ کرنے والا تشریف ہی نہیں لایا۔ بیشک تمہارے پاس جنت کی خوشخبری دینے اور ہمارے عذاب کا ڈر سنانے والا تشریف لاچکا ہے لہٰذا اب تمہارے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہا اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ ہر شے پر خوب قادر ہے، اگر تم نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اتباع نہ کی تو وہ تمہیں عذاب دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ **اہم بات:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے درمیانی زمانے کا نام "زمانۂ فترت" ہے۔ اس زمانہ کے لوگوں کو صرف عقیدۂ توحید کافی تھا جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے والدین کریمین۔

آیت 20 حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو شکرِ الٰہی ادا کرنے کی تلقین کی اور اس ضمن میں ان کے سامنے بطورِ خاص اللہ تعالیٰ کی

وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢٠ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ

اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ عطا فرمایا جو سارے جہان میں کسی کو نہ دیا (موسیٰ نے فرمایا:) اے میری قوم! اس پاک سرزمین

الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝

داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اور اپنے پیٹھ پیچھے نہ پھرو کہ تم نقصان اٹھاتے ہوئے پلٹو گے

قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا

(قوم نے) کہا: اے موسیٰ! اس (سرزمین) میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں

تین نعمتیں بیان فرمائیں: (1) اللہ تعالیٰ نے تم میں سے انبیاء علیہم السلام پیدا فرمائے۔ (2) تمہیں بادشاہ بنایا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو حکومت وسلطنت عطا کی، یا یہاں بادشاہ سے مراد خادموں اور سواریوں کا مالک ہونا ہے۔ (3) تمہیں وہ نعمتیں عطا کیں جو سارے جہان میں سے کسی کو نہ ملیں۔ ان نعمتوں سے مراد من وسلویٰ کا اترنا، دریا کا پھٹ جانا اور پتھر سے پانی کے چشمے جاری ہونا وغیرہ ہے۔ اہم بات: پیغمبروں کی تشریف آوری نعمت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس کا تذکرہ کرنے کا حکم دیا کیونکہ یہ برکات ثمرات کا سبب ہے۔ سبحان اللہ، جب انبیاء بنی اسرائیل کی آمد نعمت اور اسے یاد کرنے کا حکم ہے تو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آمد تو اس سے بڑھ کر نعمت ہے۔ درس: حکومت وسلطنت اور اقتدار بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اس کا شکر ادا کرنا چاہئے اور شکر کا ایک ضروری طریقہ یہ ہے کہ حکومت وسلطنت اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلائی جائے، غریبوں کی مدد، لوگوں کے حقوق کی ادائیگی، ظلم کا خاتمہ اور ملک کے باشندوں کو امن وسکون کی زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ حدیث پاک میں ہے: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کسی رعایا کا حکمران بنایا ہو اور وہ خیر خواہی کے ساتھ ان کی نگہبانی کا فریضہ ادا نہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو تک نہ پا سکے گا۔ (بخاری، حدیث: 7150)

آیت 21 نعمتیں یاد دلانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دشمن سے جہاد کا حکم دیا اور فرمایا: اے میری قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں تمہارے لیے لکھ دی ہے کہ اگر تم ایمان لائے اور اطاعت کی تو یہ تمہارا مسکن ہوگی اور دشمن سے ڈر کر بزدلی دکھاتے ہوئے الٹے پاؤں نہ پھر جانا، اگر تم نے ایسے کیا تو نقصان اٹھاتے ہوئے پلٹو گے کہ دنیا کی نعمت چھوٹنے کے ساتھ آخرت کے ثواب سے بھی محروم ہو جاؤ گے۔ اہم بات: اس زمین کو مقدس اس لئے کہا گیا کہ وہ انبیا علیہم السلام کی رہائش گاہ تھی۔ معلوم ہوا کہ انبیا علیہم السلام کی سکونت سے زمین کو بھی شرف حاصل ہوتا اور وہ دوسروں کے لئے باعث برکت ہوتی ہے۔

آیت 22 مقدس سرزمین میں داخلے کا حکم سن کر قوم نے بزدلی کا مظاہرہ شروع کر دیا اور کہنے لگے: اے موسیٰ! علیہ السلام، اس سرزمین میں تو بڑے جابر، لمبے قد والے اور طاقتور لوگ ہیں، ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ لوگ وہاں سے نکل نہ جائیں کیونکہ ہمارے اندر انہیں نکال باہر کرنے کی طاقت نہیں، اگر وہ وہاں سے خود ہی نکل جائیں تب ہم اس سرزمین میں داخل ہو جائیں گے۔

فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا

اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم (شہر میں) داخل ہوں گے ○ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے دو مرد جن پر اللہ نے احسان کیا تھا

ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۬ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ

انہوں نے کہا: (شہر کے) دروازے سے ان پر داخل ہو جاؤ تو جب تم دروازے میں داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب ہو گے اور اگر تم ایمان والے ہو تو

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ

اللہ ہی پر بھروسہ کرو ○ (پھر قوم نے) کہا: اے موسیٰ! بیشک ہم تو وہاں ہرگز کبھی نہیں جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ اور آپ کا رب دونوں جاؤ

فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا

اور لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں ○ موسیٰ نے عرض کی: اے میرے رب! مجھے صرف اپنی جان اور اپنے بھائی کا اختیار ہے تو تو ہمارے

آیت 23 بنی اسرائیل نے تو بزدلی دکھادی مگر اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والوں میں سے دو حضرات کالب بن یوقنا اور یوشع بن نون رضی اللہ عنہما نے ہمت وجرأت کا مظاہرہ کیا۔ یہ دونوں ان سرداروں میں سے تھے جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم جبارین کا حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا، دوسرے سرداروں کی طرح انہوں نے جبارین کا حال قوم کو نہ بتایا، انہوں نے قوم کو جوش دلاتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! شہر کے دروازے سے جبارین پر داخل ہو جاؤ، اگر تم ہمت کر کے داخل ہو جاؤ تو تم ہی غالب ہوگے اور اگر تم ایمان والے ہو تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مدد کا وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ ضرور پورا ہونا ہے۔ جبارین کے بڑے بڑے جسموں سے خوف نہ کھاؤ، ان کے جسم بڑے اور دل کمزور ہیں۔ ان دونوں کی بات سن کر بنی اسرائیل بہت برہم ہوئے اور بجائے جوش میں آنے کے الٹا انہی کے خلاف ہوگئے۔

آیت 24 بنی اسرائیل نے جہاد میں جانے سے صاف انکار کرتے ہوئے کہا: اے موسیٰ! جب تک قوم جبارین وہاں مقیم ہے ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے، لہٰذا آپ اور آپ کا رب دونوں جاؤ اور ان سے لڑو، ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ **اہم بات:** یہ بنی اسرائیل کی محرومی اور بزدلی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر، شجاع، باہمت، صاحبِ معجزات اور اولو العزم رسول کی موجودگی اور قیادت کے باوجود بے ہمتی اور بزدلی دکھائی اور اسی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام کی عظمت وشان بھی معلوم ہوئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سخت سے سخت موقع پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا اور ایسا روکھا جواب نہیں دیا بلکہ اپنا سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نثار کر دیا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جنگِ بدر کے موقع پر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں بلکہ ہم لوگ آپ کے دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے لڑیں گے۔ یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی سے چمک اٹھا۔ (بخاری، حدیث3952)

آیت 25 قوم کے جواب سے غمزدہ ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے میرے رب! مجھے صرف اپنی جان

وَ بَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ

اور نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے○ (اللہ نے) فرمایا: پس چالیس سال تک وہ زمین ان پر حرام ہے یہ زمین میں بھٹکتے

فِي الْاَرْضِ ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ ع وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ

پھریں گے تو (اے موسیٰ!) تم (اس) نافرمان قوم پر افسردہ نہ ہو○ اور (اے حبیب!) انہیں آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر پڑھ کر سناؤ

اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ

جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی طرف سے قبول کرلی گئی اور دوسرے کی طرف سے قبول نہ کی گئی تو وہ دوسرا کہنے لگا

لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٢٧﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ النصف

میں ضرور تجھے قتل کردوں گا (پہلے نے) کہا: اللہ صرف ڈرنے والوں سے قبول فرماتا ہے○ بیشک اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف اپنا ہاتھ

اور اپنے بھائی ہارون کا اختیار ہے، تو تو ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے، ہمیں ان کی صحبت اور قرب سے بچا، ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمادے۔ اہم بات: بروں سے علیحدگی اچھی چیز ہے جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی۔

آیت 26 اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کی اور ارشاد فرمایا: بیشک وہ زمین چالیس سال تک ان پر حرام کردی گئی ہے یعنی یہ اتنی مدت تک وہاں داخل نہ ہو سکیں گے اور ان کا حال یہ ہوگا کہ یہ زمین میں بھٹکتے پھریں گے تو اے موسیٰ! تم اس نافرمان قوم پر افسردہ نہ ہو کیونکہ یہ لوگ اپنی نافرمانی کے سبب اسی کے مستحق تھے۔ اہم باتیں: (1) کئی لاکھ افراد پر مشتمل یہ قوم تقریباً 27 میل کی زمین میں یوں بھٹکتی رہی کہ بار بار کوششوں کے باوجود چالیس سال تک انہیں باہر نکلنے کا راستہ نہ ملا۔ (2) بروں کی برائی سے بعض اوقات نیک لوگ بھی مشقت میں پڑ جاتے ہیں جیسا کہ ان نافرمانوں کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی مقام تیہ میں قیام فرمانا پڑا اگرچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آسانی فرما دی تھی۔ (3) اچھوں کی صحبت سے برے بھی فیض پاتے ہیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو مقام تیہ میں من و سلویٰ، پتھر سے پانی کے 12 چشمے اور وہ لباس عطا ہوا جو اتنے عرصے تک نہ گلا نہ میلا ہوا۔

آیت 27-29 ان آیات میں جو واقعہ بیان کیا گیا اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا کے ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور نکاح سے متعلق دستور یہ تھا کہ ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا کیونکہ انسان صرف حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں منحصر تھے، لہٰذا آپس میں نکاح کرنے کے علاوہ اور کوئی صورت نہ تھی۔ اسی دستور کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے قابیل کا نکاح لیودا سے جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور ہابیل کا اقلیما سے جو قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی، کرنا چاہا۔ قابیل اس پر راضی نہ ہوا اور چونکہ اقلیما زیادہ خوبصورت تھی اس لئے اس کا طلبگار ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: وہ تیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے لہٰذا تیری بہن ہے، اس کے ساتھ تیرا نکاح حلال نہیں۔ قابیل کہنے لگا: یہ تو آپ کی رائے ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا۔ فرمایا: اگر تم یہ سمجھتے ہو تو دونوں اپنی قربانیاں لاؤ، جس کی قربانی مقبول ہو جائے وہی اقلیما کا حق دار

لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۲۸

مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔

اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۝۲۹

میں تو چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے اوپر ہی پڑ جائیں تو تو دوزخی ہو جائے اور ظلم کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝۳۰ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا

تو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر راضی کر لیا تو اس نے اسے قتل کر دیا پھر وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا

یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ ؕ قَالَ یٰوَیْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ

جو زمین میں کرید رہا تھا تاکہ وہ اسے دکھا دے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔ (کوے کا واقعہ دیکھ کر قابیل نے) کہا: ہائے افسوس، میں اس کوے

...اس زمانہ میں جو قربانی مقبول ہوتی اسے آسمان سے ایک آگ اتر کر کھا لیا کرتی تھی۔ قربانی کے لیے ہابیل نے ایک بکری اور قابیل نے ایک انبار گندم پیش کی تو ہابیل کی قربانی قبول کر لی گئی جبکہ قابیل کی قبول نہ ہوئی۔ اس سے قابیل کے دل میں بغض و حسد پیدا ہوا اور جب حضرت آدم علیہ السلام حج کے لیے مکہ تشریف لے گئے تو اس نے ہابیل سے کہا: میں تجھے قتل کر دوں گا۔ پوچھا: کیوں؟ کہنے لگا: اس لیے کہ تیری قربانی قبول ہوئی اور میری نہ ہوئی جس سے تو اقلیما کا مستحق ٹھہرا، اس میں میری ذلت ہے۔ ہابیل نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ صرف ڈرنے والوں کی قربانی قبول فرماتا ہے یعنی قربانی قبول کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے وہ متقی لوگوں کی قربانی قبول فرماتا ہے، تو متقی ہوتا تو تیری قربانی قبول ہوتی، یہ خود تیرے افعال کا نتیجہ ہے اس میں میرا کیا قصور! اب اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری طرف سے ابتدا ہو حالانکہ میں تجھ سے زیادہ طاقتور ہوں، یہ صرف اس لیے کہ میں اس اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا مالک ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے قتل کرنے کا گناہ اور تیرا گناہ یعنی جو اس سے پہلے تو نے والد کی نافرمانی کی، حسد کیا اور خدائی فیصلہ نہ مانا، دونوں تیرے اوپر ہی پڑ جائیں تو تو دوزخی ہو جائے اور ظلم کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔ **اہم بات:** اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حسد کی برائی معلوم ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حسد کرنے والوں کو اس سے سبق حاصل کرنے کا موقع ملے۔

آیت 30 ﴿ اس گفتگو کے بعد بھی قابیل "ہابیل" کو قتل کرنے کے ارادے پر ڈٹا رہا اور اس کے نفس نے اُسے اس پر راضی کر لیا چنانچہ اس نے کسی طریقے سے ہابیل کو قتل کر دیا پھر وہ دنیا میں اپنے والد کی ناراضی مول لے کر اور آخرت میں سخت سزا کا مستحق بن کر نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔

آیت 31 ﴿ قتل کرنے کے بعد قابیل حیران ہوا کہ لاش کا کیا کرے کیونکہ اس وقت تک کوئی انسان مرا ہی نہ تھا۔ مدت تک لاش کو پشت پر لادے پھرتا رہا۔ جب کوئی بات سمجھ نہ آئی تو لاش چھپانے کا طریقہ دکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جس نے لڑائی

مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى

جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا لیتا تو وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا○ اس کے سبب ہم نے بنی اسرائیل پر

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ

لکھ دیا کہ جس نے کسی جان کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے بدلے کے بغیر کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل

جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ

کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو (قتل سے بچا کر) زندہ رکھا اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے

ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ

پھر بیشک ان میں سے بہت سے لوگ اس کے بعد (بھی) زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں○ بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے

کرکے ایک دوسرے کوے کو مار ڈالا پھر اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کرید کر گڑھا کھودا اور اس میں مرے ہوئے کوے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا۔ یہ دیکھ کر قابیل نے کہا: ہائے افسوس! میں اس کوے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا لیتا تو وہ اسے اٹھائے پھرنے پر پچھتانے والوں میں سے ہو گیا، پھر اس نے زمین کھود کر ہابیل کو دفن کر دیا۔ **اہم بات:** اس واقعہ سے تین چیزوں حسد، قتل اور حسن پرستی کی مذمت ظاہر ہوئی۔ حسد کے بارے حدیثِ پاک میں ہے: تم میں پچھلی امتوں کی بیماری سرایت کر گئی، حسد اور بغض۔ یہ مونڈ دینے والی ہے، میں نہیں کہتا کہ بال مونڈتی ہے لیکن یہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔ (ترمذی، حدیث: 2518) قتل کے بارے میں ہے: ناحق حرام خون بہانا ہلاک کرنے والے ان امور میں سے ہے جن سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں۔ (بخاری، حدیث: 6863) حسن پرستی کے بارے میں ہے: عورت کے محاسن کی طرف نظر کرنا ابلیس کے زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ (نوادر الاصول حدیث: 213) اللہ کریم ہمیں ان سب سے محفوظ رکھے، آمین۔

آیت 32 فرمایا کہ ناحق قتل کے مفاسد کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے شرعی اجازت کے بغیر جیسے کسی جان یا زمین میں فساد پھیلانے کے بدلے کے بغیر کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا کہ انسانی جان کی قدر و قیمت کو پامال کیا اور جس نے کسی ایک جان کو زندہ رکھا جیسے قتل ہونے، ڈوبنے، جلنے یا بھوک سے مرنے وغیرہ اسبابِ ہلاکت سے بچا کر اس کی زندگی بچالی تو اس نے گویا تمام انسانوں کو زندہ رکھا۔ مزید فرمایا: بیشک بنی اسرائیل کے پاس ہمارے رسول شرعی قوانین اور دینی احکام بیان کرنے کے لیے روشن دلیلوں کے ساتھ آئے، اس کے بعد بھی ان میں بہت سے لوگ کفر، قتل اور حدودِ شریعت کی پامالی کے ذریعے زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔ **درس:** سُبْحٰنَ اللہ! اسلام کس قدر امن و سلامتی کا مذہب ہے اور اسلام کی نظر میں انسانی جان کی کس قدر اہمیت ہے۔

آیت 33 یہاں سے قتل کی دوسری نوعیت کا ذکر ہے یعنی جن صورتوں میں جان لینے کی اجازت ہے۔ **شانِ نزول:** قبیلہ عُرَینہ کے کچھ

وَرَسُوۡلَهٗ وَيَسۡعَوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ فَسَادًا اَنۡ يُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ يُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ

رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں خوب قتل کیا جائے یا انہیں سولی دیدی جائے یا ان کے

اَيۡدِيۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ يُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ‌ ؕ ذٰ لِكَ لَهُمۡ خِزۡىٌ فِى الدُّنۡيَا

ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دیے جائیں یا ملک کی سرزمین سے (جلاوطن کرکے) دور کردیے جائیں۔ یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے

وَلَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ۙ‏ ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَيۡهِمۡ‌ ۚ فَاعۡلَمُوۡۤا

اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے○ مگر وہ کہ جنہوں نے توبہ کرلی اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ تو جان لو

اَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۳۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَيۡهِ الۡوَسِيۡلَةَ

کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے○ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو

مدینہ منورہ آکر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ انہیں وہاں کی آب وہوا موافق نہ آئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: صدقہ کے اونٹوں کی چراگاہ میں جاؤ، ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔ انہوں نے اسی طرح کیا تو تندرست ہوگئے۔ پھر مرتد ہوگئے، چرواہوں کو قتل کردیا اور اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ انہیں گرفتار کرکے بارگاہ رسالت میں لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے، آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں اور تپتے ہوئے میدان میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ مر گئے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ڈاکے ڈال کر زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں خوب قتل کیا جائے یا سولی دیدی جائے یا ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک کی سرزمین سے جلاوطن کرکے دور کردیئے جائیں۔ یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور اس کے علاوہ آخرت میں ان کے لئے نارِ جہنم کا بڑا عذاب ہے۔ اہم بات: آیت میں بیان کردہ صورتیں ڈکیتی اور زمین میں فساد برپا کرنے کی مختلف صورتوں کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ درس: امن عامہ کے قیام کے لئے اسلام نے ہر جرم کی سزا اس کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف رکھی ہے، چھوٹے جرم کی سزا ہلکی اور بڑے کی اس کی حیثیت کے مطابق سخت۔ ڈکیتیاں اور لوٹ مار نہ ہو تو تجارتی قافلے قیمتی سازوسامان کے ساتھ بے خوف وخطر سفر کرتے ہیں، جس سے تجارت کو فروغ ملتا اور نظام زندگی چلتا ہے لیکن جب سزاؤں پر عمل درآمد رک جائے تو ہر طرف تباہی وبربادی ڈیرے جما لیتی ہے۔ اگر ڈاکہ زنی کی بیان کردہ سزا پر صحیح طریقے سے عمل ہو تو ان سب کا دماغ چند دنوں میں ٹھکانے پر آجائے گا۔

آیت 34 سابقہ آیت میں ڈاکہ زنی کی شرعی سزا بیان ہوئی لیکن جنہوں نے گرفتاری سے پہلے توبہ کرکے اس کے تقاضے پورے کر لئے تو دنیا میں اس کی شرعی سزا اور آخرت کی رسوائی سے بچ جائیں گے لیکن لوٹے ہوئے مال کی واپسی اور قصاص کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہے اس لئے ان کا تقاضا باقی رہے گا۔ اس تقاضے کا حق رکھنے والے چاہیں تو معاف کردیں اور چاہیں تو تقاضا کرلیں۔

آیت 35 ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو، اس کی نافرمانی سے بچو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو جس کی

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝٣٥ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔ بیشک اگر کافر لوگ جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اور اس کے برابر

وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝٣٦

اور اس کے ساتھ (مالک) قیامت کے دن کے عذاب سے چھٹکارے کے لئے دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ۝٣٧ وَالسَّارِقُ

وہ دوزخ سے نکلنا چاہیں گے اور وہ اس سے نکل نہ سکیں گے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔ اور جو مرد

وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝٣٨

یا عورت چور ہو تو اللہ کی طرف سے سزا کے طور پر ان کے عمل کے بدلے میں ان کے ہاتھ کاٹ دو اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

بدولت تمہیں اس کا قرب نصیب ہو اور دینِ خدا کی سربلندی اور اس کی رضا پانے کے لیے اس کی راہ میں کفار سے جہاد کرو اس امید پر کہ ہمیشہ کے لیے داخلِ جنت ہو کر تمہیں کامل فلاح و کامیابی مل جائے۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں "تقویٰ" سے مراد ممنوعات کو چھوڑنا اور وسیلہ تلاش کرنے سے مراد فرائض و واجبات کی ادائیگی ہے اور اگر تقویٰ سے فرائض و واجبات کی ادائیگی اور حرام و ناجائز چیزوں کو چھوڑ دینا سبھی مراد لیں تو "وسیلہ" سے مطلقاً ہر وہ چیز مراد لی جائے جو قربِ الٰہی کا سبب بنے جیسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم سے محبت، صدقات کی ادائیگی، دعا کی کثرت، صلہ رحمی، ذکر اللہ میں مشغولیت وغیرہ۔ (2) بارگاہِ الٰہی میں نیک بندوں کو وسیلہ بنانا جائز اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ رہا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہو جاتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور عرض کرتے: اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چچا جان کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا۔ (بخاری، حدیث: 1010)

آیت 37،36 ان دو آیات میں فرمایا گیا کہ اگر کافروں میں سے ہر ایک، زمین میں موجود ہر طرح کے مال، پوری زمین کے وسائل و ذخائر اور نفع مند تمام چیزوں کا مالک ہو اور یہ سب کچھ اور ان کے برابر اتنا ہی مزید بطورِ فدیہ دیدے تاکہ روزِ قیامت کے عذاب سے اس کی جان چھوٹ جائے تو اس کا یہ فدیہ کسی صورت قبول نہیں کیا جائے گا۔ وہ جہنم سے نکلنا چاہیں گے لیکن یہ ان کے لئے ممکن نہ ہو گا اور ہمیشہ عذاب ہی میں رہیں گے۔ حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن جب کافر سے کہا جائے گا کہ اگر تیرے پاس اتنا سونا ہو جس سے زمین بھر جائے تو کیا تو اسے اپنی جان عذاب سے چھڑانے کے لئے دیدیتا؟ وہ کہے گا، "ہاں" تو اسے کہا جائے گا: تم سے اس کے مقابلے میں بہت آسان چیز (یعنی ایمان) کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ (بخاری، حدیث: 6538) **درس:** ایمان ہو گا تو ہی بروزِ قیامت اعمال کا اجر و نجات و جنت ملے گی۔

آیت 38 اس آیت میں چور کی سزا بیان کی گئی ہے کہ جس مرد یا عورت کا چور ہونا ثابت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کے

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۹﴾

تو جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے تو اللہ اپنی مہربانی سے اس پر رجوع فرمائے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے○

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ

کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے

وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ مِنَ

اور اللہ ہر شے پر قادر ہے○ اے رسول! جو کفر میں دوڑے جاتے ہیں تمہیں غمگین نہ کریں (یہ وہ ہیں)

اور اس کے عمل کے بدلے میں اس کا ہاتھ کاٹ دو اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ غالب ہے، کوئی اس کے حکم پر نکتہ چینی نہیں کرسکتا اور وہ ہاتھ کاٹنے کا حکم دینے میں حکمت والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) چوری کی شرعی تعریف یہ ہے کہ عاقل بالغ شخص چھپ کر بغیر کسی حق کے دوسرے کے مال کے 10 درہم یا اتنی مالیت کی کوئی چیز ایسی محفوظ جگہ سے اٹھالے جس کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہو اور وہ چیز جلدی خراب ہونے والی نہ ہو۔ (2) چوری کے ثبوت کے دو طریقے ہیں: (۱) چور خود اقرار کرلے اگرچہ ایک بار ہی ہو۔ (۲) دو مرد گواہی دیں۔ (3) یہ سزا دینا حاکم اسلام یا اس کے مقرر کردہ نمائندے کا کام ہے، عوام کو قانون ہاتھ میں لینے کی شرعاً اجازت نہیں۔ (4) چوری ثابت ہوجانے پر بطورِ سزا چور کا ہاتھ کاٹ دینا جرم سے روکنے، دوسروں کو ظلم سے بچانے اور مظالم سے پیدا ہونے والے معاشرتی بگاڑ کو روکنے کا موثر ترین ذریعہ ہے۔

آیت 39 فرمایا کہ جو شخص چوری کرکے اپنی جان پر ظلم کرنے کے بعد بارگاہِ الٰہی میں سچی توبہ کرلے اور چوری کردہ چیز اس کے مالک کو لوٹا کر اور آئندہ کے لیے چوری نہ کرنے کا پختہ عزم کرکے اپنی اصلاح کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا اور آخرت میں اسے عذاب نہ دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہ بخشنے والا اور ان پر مہربان ہے۔ **اہم بات:** گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اگر اس سے سچی توبہ کرلی جائے تو اللہ تعالیٰ اپنا حق معاف فرما دیتا اور عذابِ آخرت سے نجات دے دیتا ہے لیکن جس گناہ میں بندے کا حق بھی شامل ہو وہاں توبہ کے لئے ضروری ہے کہ اس بندے کے حق کی ادائیگی بھی ہوجائے۔

آیت 40 ارشاد فرمایا کہ اے انسان! کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے، وہ ان دونوں میں موجود ہر چیز کا خالق و مالک ہے، وہ جو چاہے کرے، کسی کو اس پر اعتراض کرنے کی مجال نہیں، وہ جسے چاہے سزا دیتا ہے اگرچہ اس کا گناہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اور یہ اس کا عدل ہے اور جسے چاہے بخش دیتا ہے اگرچہ اس کا گناہ بڑا ہی کیوں نہ ہو اور یہ اس کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر خوب قادر ہے تو وہ عذاب دینے اور مغفرت کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ نے مغفرت و عذاب کو اپنی مشیت یعنی چاہنے پر موقوف فرمایا، لہٰذا تقدیر کے منکروں یعنی قدریہ اور معتزلہ فرقے کا یہ عقیدہ کہ "نیک پر رحمت کرنا اور گناہگار کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے" باطل ہے، کیونکہ واجب ہونا مشیت کے منافی ہے۔

آیت 41 اس آیت سے منافقوں کی حرکتیں اور یہودیوں کا کردار بیان کیا گیا ہے، یہاں ان سے متعلق 4 باتیں ذکر کی گئی ہیں۔

الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ

جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی بہت جھوٹ سننے والے

سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ

ان دوسرے لوگوں کی (بھی) خوب سنتے ہیں جو آپ کی بارگاہ میں نہیں آئے۔ یہ اللہ کے کلام کو اس کے مقامات کے بعد بدل دیتے ہیں

يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ

یہ (آپس میں) کہتے ہیں: اگر تمہیں یہ (تحریف والا) حکم ملے تو اسے لے لینا اور اگر تمہیں یہ نہ ملے تو بچنا اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے

فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ

تو (اے مخاطب!) تو ہرگز اسے اللہ سے بچانے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاک کرنے کا اللہ نے ارادہ نہیں فرمایا

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝41 سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ

ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے ○ بہت جھوٹ سننے والے، بڑے حرام خور

(1) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ" کے خطاب سے عزت دے کر تسلی دی کہ آپ ان کی حرکتوں سے غمزدہ نہ ہوں، ان کے خلاف آپ کی مدد کرنے کے لئے اللہ کافی ہے۔ یہ لوگ منافق ہیں جنہوں نے اپنی زبان سے تو کہہ دیا کہ ہم ایمان لائے لیکن ان کے دل ایمان نہیں لائے۔ (2) کچھ یہودیوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے سرداروں کی جھوٹی باتیں خوب سنتے اور ان کے غلط الزامات قبول کرتے ہیں اور اس کے ساتھ دوسرے لوگوں یعنی خیبر کے یہودیوں کی باتیں بھی خوب مانتے ہیں جو آپ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوئے۔ (3) یہودی تورات میں موجود کلام الٰہی کو اس جگہ سے بدل دیتے ہیں جہاں اسے اللہ تعالیٰ نے رکھا تھا اور آپس میں کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ تحریف والا حکم ملے تو اس پر عمل کر لینا اور اگر یہ نہ ملے تو قبول کرنے سے بچنا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (4) جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہے تو اے مخاطب! تو ہرگز اسے اللہ تعالیٰ سے بچانے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ یہ منافق اور یہودی ہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو کفر سے پاک کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں فرمایا۔ ان کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی اور روزِ قیامت ہمیشہ کے لیے نارِ جہنم کی صورت میں بڑا عذاب ہے۔

آیت 42 پچھلی آیت میں عام یہودیوں کا کردار بیان ہوا اور یہاں یہودی حکمرانوں اور پادریوں کے متعلق بتایا جا رہا ہے کہ یہ بہت جھوٹ سننے والے اور بڑے حرام خور ہیں کہ رشوتیں لے کر حرام کو حلال کرتے اور شریعت کے احکام بدل دیتے ہیں، لہٰذا اے نبی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اگر اہل کتاب آپ کے پاس کوئی مقدمہ لائیں تو آپ کو اختیار ہے کہ فیصلہ کریں یا نہ کریں اور اگر آپ ان سے منہ پھیر لیں گے تو یہ آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر آپ کو فیصلہ کرنا ہو تو انصاف کے ساتھ کر دیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے

فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ

پھر اگر یہ تمہارے حضور حاضر ہوں تو ان میں فیصلہ فرماؤ یا ان سے منہ پھیر لو (دونوں کا آپ کو اختیار ہے) اور اگر آپ ان سے منہ پھیر لوگے تو وہ تمہارا

شَيْـًٔا ۚ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝٤٢

کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر آپ ان میں فیصلہ فرمائیں تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کردیں۔ بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ

اور یہ آپ کو کیسے حاکم بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے۔ اس کے باوجود یہ منہ پھیرتے ہیں

وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝٤٣ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ ع

اور یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور نور ہے، فرمانبردار نبی

الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا

اور ربانی علماء اور فقہاء یہودیوں کو اسی کے مطابق حکم دیتے تھے کیونکہ انہیں (اللہ کی اس) کتاب کا محافظ بنایا گیا تھا اور وہ اس کے

اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اہم باتیں: (1) رشوت لینا دینا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ (2) جس نے کوئی مال رشوت سے حاصل کیا اس پر لازم ہے کہ جس جس سے وہ مال لیا انہیں واپس کرے، اگر وہ لوگ زندہ نہ رہے ہوں تو ان کے وارثوں کو دے، اگر دینے والوں کا یا ان کے وارثوں کا پتہ نہ چلے تو فقیروں پر صدقہ کردے۔

آیت 43 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، یہ یہودی آپ سے کیوں فیصلہ چاہتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم لکھا ہوا ہے کہ شادی شدہ مرد اور شوہر والی عورت اگر زنا کریں تو ان کی سزا سنگسار (یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کرنا) ہے۔ اس کے باوجود یہ اسی حکم سے منہ پھیرتے ہیں اور تورات پر ایمان لانے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ تورات میں رجم کا حکم لکھا ہوا ہے، اسے نہ ماننا اور آپ کی نبوت کے منکر ہوتے ہوئے آپ سے فیصلہ چاہنا کتنے تعجب کی بات ہے۔ یہ لوگ اپنی کتاب پر ہرگز ایمان لانے والے نہیں۔

آیت 44 یہاں تورات کی عظمت وشان کا بیان کرتے اور یہودیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ بیشک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں گمراہی سے ہدایت اور احکام شرعیہ کا بیان ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء علیہم السلام نیز علماء وفقہاء اسی کے مطابق فیصلے کرتے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرتے تھے کیونکہ ان سے تورات کے تحفظ کا عہد لیا گیا تھا کہ وہ اسے اپنے سینوں میں محفوظ رکھیں اور اس کے درس میں مشغول رہیں تاکہ یہ کتاب فراموش نہ ہو اور اس کے احکام ضائع نہ ہوں۔ وہ انبیاء، علماء اور فقہاء خود گواہ تھے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حق ہے۔ تو اے یہودیو! تورات میں مذکور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نعت وصفت اور رجم کا حکم ظاہر کرنے میں لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ صرف مجھ ہی سے

عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ

لو گواہ تھے، تو لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی ذلیل قیمت نہ لو اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے

بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ

جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ کافر ہیں○ اور ہم نے تورات میں ان پر لازم کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے

بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ

آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت (کا قصاص لیا جائے گا) اور تمام زخموں کا قصاص ہے

فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ

پھر جو دل کی خوشی سے (خود کو) قصاص کے لئے پیش کر دے تو یہ اس کا کفارہ بن جائے گا اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا

هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ

وہی لوگ ظالم ہیں○ اور ہم نے ان نبیوں کے پیچھے ان کے نقش قدم پر عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اس تورات کی تصدیق کرتے ہوئے

ڈرو اور میری آیتوں کو چھپانے کے بدلے میں دنیا کا تھوڑا سا ذلیل مال نہ لو اور جو لوگ حقیر جان کر اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ کافر ہیں۔

آیت 45 شانِ نزول: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ مرد کو عورت کے بدلے قتل نہ کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: ہم نے تورات میں یہودیوں پر لازم کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان لی جائے گی، آنکھ کے بدلے آنکھ پھوڑی جائے گی، ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان کاٹا جائے گا، دانت کے بدلے دانت توڑا جائے گا اور تمام زخموں کا ان کے مطابق قصاص لیا جائے گا، پھر جو مجرم نادم ہو کر گناہ کے وبال سے بچنے کے لئے خوشی سے اپنے اوپر حکم شرعی جاری کرائے تو قصاص اس کے جرم کا کفارہ ہو جائے گا اور آخرت میں اس پر عذاب نہ ہو گا۔ بعض مفسرین کے نزدیک "فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ" کا یہ معنی ہے کہ جو صاحب حق قصاص معاف کر دے تو یہ معافی اس کے لئے کفارہ بن جائے گی۔ مزید فرمایا کہ جو قصاص وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں اگرچہ یہ بیان ہوا کہ تورات میں یہودیوں پر قصاص کے یہ احکام تھے مگر چونکہ ہمیں ان احکام کو ترک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اس لئے ہم پر بھی یہ احکام لازم رہیں گے۔ (2) اعضا اور زخموں کے قصاص میں تفصیل ہے جس کے لئے فقہی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے اور جان کے قصاص کا حکم یہ ہے کہ قاتل کو مقتول کے بدلے قتل کیا جائے گا خواہ وہ مقتول مرد ہو یا عورت۔

آیت 46 تورات کے بعد انجیل کے احکام کا ذکر شروع ہوا اور فرمایا کہ ہم نے ان نبیوں کے پیچھے ان کے نقش قدم پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا جو ان سے پہلے موجود کتاب تورات کی تصدیق کرنے والے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے، پھر فرمایا کہ ہم

رٰىةِ وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ فِیْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ

پہلے موجود... تھی اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ (انجیل) اس سے پہلے موجود تورات کی تصدیق فرمانے والی تھی

ى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْیَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِیْلِ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْهِ

گاروں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی ○ اور انجیل والوں کو بھی اسی کے مطابق حکم کرنا چاہیے جو اللہ نے اس میں نازل فرمایا ہے

لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ

کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں ○ اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ

کتابوں کی تصدیق فرمانے والی اور ان پر نگہبان ہے تو ان (اہل کتاب) میں اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور

تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ

سننے والے اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا فرمائی جس میں تورات کی طرح ہدایت اور نور تھا اور وہ انجیل، تورات کی تصدیق فرمانے والی اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت و نصیحت تھی۔ **اہم بات:** یہاں دو جگہ انجیل کے لیے "ہدایت" کا لفظ ذکر ہوا، پہلی جگہ ہدایت سے مراد گمراہی و جہالت سے بچانے کے لیے رہنمائی کرنا اور دوسری جگہ ہدایت سے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کی طرف لوگوں کی رہنمائی ہے۔

آیت 47 ﴾ اس آیت کا ایک معنی یہ ہے کہ انجیل والوں کو بھی اسی کے مطابق حکم کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے انجیل میں نازل فرمایا یعنی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانا چاہیے کیونکہ انجیل میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جب انجیل نازل ہوئی اس وقت عیسائیوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان احکام کے مطابق عمل کریں جو اللہ تعالیٰ نے انجیل میں نازل فرمائے ہیں اور مزید فرمادیا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔ **اہم بات:** نزولِ قرآن کے بعد انجیل پر عمل کے حوالے سے تحقیقی حکم یہی ہے کہ یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جب انجیل نازل ہوئی، نزولِ قرآن کے بعد قرآنِ مجید کے علاوہ کسی آسمانی کتاب پر عمل جائز نہیں، اور اسلام کے علاوہ کوئی اور دین مقبول نہیں۔

آیت 48 ﴾ تورات و انجیل کے بعد اب قرآن کا تذکرہ ہو رہا ہے، اور اس آیت میں 6 باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (1) اے نبی! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری جو گزشتہ کتابوں کی تصدیق کرتی اور ان پر محافظ و گواہ ہے، لہٰذا جب اہل کتاب اپنے معاملات میں آپ کی طرف رجوع کریں تو آپ قرآن پاک کے مطابق ان میں فیصلہ فرمادیں۔ (2) اے سننے والے اپنے پاس آیا ہوا حق یعنی قرآن میں بیان کردہ اللہ تعالیٰ کے احکام چھوڑ کر ان یہودیوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ (3) ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک شریعت اور راستہ بنایا ہے یعنی فروعی اعمال ہر ایک کے خاص اور جدا جدا ہیں جیسے نمازوں، روزوں کی تعداد وغیرہ، لیکن اصل دین

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ

اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر (اس نے ایسا نہیں کیا) تا کہ جو (شریعتیں) اس نے تمہیں دی ہیں ان میں تمہیں آزمائے

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ

تو نیکیوں کی طرف دوسروں سے آگے بڑھ جاؤ، تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا وہ بات جس میں تم

تَخْتَلِفُوْنَ ۝٤٨ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ

جھگڑتے تھے ○ اور (اے مسلمان!) یہ کہ ان (لوگوں) کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور ان کی خواہشات کے پیچھے

وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ

نہ چلو اور ان سے بچتے رہو کہ کہیں وہ تمہیں اس کے بعض احکام سے ہٹا نہ دیں جو اللہ نے تمہاری طرف نازل کیا ہے۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو

اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝

کہ اللہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا پہنچانا چاہتا ہے اور بیشک بہت سے لوگ نافرمان ہیں○

یعنی توحید و رسالت، عقیدۂ آخرت اور بنیادی اخلاقیات سب کے مشترک ہیں۔ (4) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا تا کہ جو شریعتیں اس نے تمہیں دی ہیں ان میں تمہیں تمہارے زمانے کے اعتبار سے آزمائے کہ تم خدا کی حکمت و مشیت پر ایمان رکھتے ہو یا نہیں اور احکام خداوندی پر عمل کرتے ہو یا تم نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہو۔ (5) جب معاملہ یہ ہے تو شریعتوں کے اختلاف کی وجوہات میں پڑنے کی بجائے طاعت و بندگی اور نیک اعمال میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ۔ (6) مومن و کافر، سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں دین و شریعت کی وہ بات بتادے گا جس کے بارے دنیا میں تم جھگڑتے تھے اور ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا۔ درس: یہ قرآن پاک کا حکیمانہ انداز ہے کہ جن معاملات سے دنیا و آخرت کا کوئی قابلِ قبول فائدہ متعلق نہیں ہوتا ان میں بحث و مقابلہ کے بجائے رضائے الٰہی کے کاموں میں مقابلہ کرنے کی دعوت دیتا ہے، چنانچہ یہاں بھی شریعتوں کے اختلاف کی وجوہات میں فلسفیانہ بحثیں کرنے کے بجائے نیکیوں کی طرف آنے کی دعوت دی۔ فی زمانہ خواہ مخواہ کی باریکیاں نکالنے کو مہارت و قابلیت شمار کیا جاتا ہے۔ یاد رکھیں! بحث صرف وہاں کی جائے جہاں اس کا فائدہ ہو۔ وقت گزاری، لوگوں کو متوجہ کرنے، طلبِ شہرت اور قابلیت دکھانے کے لئے اپنا اور لوگوں کا وقت ضائع کرنا جبکہ عملی دنیا میں تنکا تک نہ توڑنا عقل، دین اور اسلام سب کے منافی ہے۔ حدیث پاک میں ہے: آدمی کے اسلام کے حسن سے ہے کہ وہ فضول چیزیں چھوڑ دے۔ (ترمذی، حدیث 2324)

آیت 49 یہاں مسلمان فیصلہ کرنے والوں سے فرمایا کہ اہل کتاب کے درمیان ان کی خواہشات کے مطابق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرو اور ان سے بچتے رہو کہ کہیں یہ تمہیں کسی غلطی میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ بعض احکام سے ہٹا نہ دیں اور اگر اہل کتاب حکم الٰہی سے منہ پھیر کر کوئی دوسرا حکم چاہیں تو سمجھ جاؤ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دینا چاہتا ہے جو دنیا میں قتل، گرفتاری اور جلاوطنی کے ساتھ ہو گی جبکہ ویسے تمام گناہوں کی سزا آخرت میں دے گا اور بیشک بہت

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝۵۰

تو کیا یہ لوگ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور یقین والوں کے لیے اللہ سے بہتر کس کا حکم ہو سکتا ہے؟ ۝

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ

اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ (صرف) آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۱

اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا ۝

ع

یہ لوگ نافرمان ہیں اسی لیے وہ حکم الٰہی سے منہ پھیرتے ہیں۔

آیت 50 **شانِ نزول:** دو یہودی قبیلوں بنی قریظہ اور بنی نضیر کی آپس میں قتل و غارتگری رہتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد یہ اپنا مقدمہ بارگاہِ رسالت میں لائے۔ بنی قریظہ نے کہا: بنی نضیر ہمارے بھائی ہیں، ہم اور وہ ایک نسل سے ہیں، ایک دین رکھتے اور ایک کتاب (تورات کو) مانتے ہیں، لیکن بنی نضیر ہم میں سے کسی کو قتل کریں تو وہ اس کے خون بہا میں 70 وسق (ایک بڑا وزن) کھجوریں دیتے ہیں اور ہم میں سے کوئی ان کا آدمی قتل کر دے تو ہم سے 140 وسق لیتے ہیں، آپ اس کا فیصلہ فرما دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حکم دیا کہ دونوں قبیلوں کے افراد کا خون برابر ہے، کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں۔ اس پر بنی نضیر بہت برہم ہوئے اور کہنے لگے: ہم آپ کے فیصلہ سے راضی نہیں، آپ ہمارے دشمن اور ہمیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ کیا یہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں جو سراسر گمراہی، ظلم اور احکام الٰہی کے مخالف ہوتا تھا؟ جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دیا وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور یقین کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بڑھ کر کس کا حکم اچھا ہو سکتا ہے۔

آیت 51 **شانِ نزول:** حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے مشہور منافق عبد اللہ بن ابی سے فرمایا: یہودیوں میں میرے بہت دوست ہیں جو بڑی شوکت و قوت والے ہیں، اب میں ان کی دوستی سے بیزار ہوں اور میرے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سوا کسی کی محبت کی گنجائش نہیں۔ عبد اللہ بن اُبَی نے کہا: میں تو یہودیوں کی دوستی سے بیزار نہیں ہو سکتا، مجھے آیندہ پیش آنے والے واقعات کا اندیشہ ہے، لہٰذا ان کے ساتھ تعلقات ضروری ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ یہودیوں کی دوستی کا دم بھرنا تیرا ہی کام ہے، عبادہ کا یہ کام نہیں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، یہ مسلمانوں کے مقابلے میں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں تمہارے دوست ہرگز نہیں، کیونکہ کافر کوئی بھی ہو اور ان میں باہم کتنے ہی اختلاف ہوں مسلمانوں کے مقابلے میں سب ایک ہیں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے، بیشک اللہ تعالیٰ اُن ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا جنہوں نے کفار سے دوستی کر کے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ **اہم باتیں:** (1) یہودیوں، عیسائیوں سے دوستی اور محبت کے روابط رکھنا ناجائز ہے۔ (2) یہودیوں، عیسائیوں سے دوستی رکھنے پر سخت وعید ارشاد فرمائی جس میں تاکید ہے کہ ان سے اور دینِ اسلام کے ہر مخالف سے علیحدگی اور جدا رہنا واجب ہے۔ (3) کفار سے دوستی خود پر ظلم کرنا ہے۔ لہٰذا اسلامی حکومت میں کفار کو کلیدی آسامیاں نہ دی جائیں تاکہ وہ مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ **درس:** یہ آیت مسلمانوں کی

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآىِٕرَةٌ

تو جن کے دلوں میں مرض ہے تم انہیں دیکھو گے کہ یہود ونصاریٰ کی طرف دوڑے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے اوپر گردش آنے کا

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

ڈر ہے تو قریب ہے کہ اللہ فتح یا اپنی طرف سے کوئی خاص حکم لے آئے پھر یہ لوگ اس پر پچھتائیں گے جو اپنے دلوں میں

نٰدِمِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ

چھپاتے تھے ○ اور ایمان والے کہیں گے: کیا یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی بڑی پکی قسمیں کھائی تھیں کہ وہ تمہارے

لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ

ساتھ ہیں۔ تو ان کے تمام اعمال برباد ہوگئے پس یہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگئے ○ اے ایمان والو تم میں سے جو کوئی اپنے دین

ہزاروں معاملات میں رہنمائی کرتی اور اس کی حقانیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی ذلت، بربادی کا بڑا سبب یہ بنا کہ انہوں نے آپس میں نفرت ودشمنی کا شکار ہو کر کفار کو اپنا خیر خواہ سمجھا اور ان سے دوستیاں لگائیں۔

آیت 52 پچھلی آیت میں مسلمانوں کو یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی سے منع فرمایا گیا اور اس آیت میں منافقوں کا حال بیان فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، جن کے دلوں میں نفاق اور عقیدے کی کمزوری کا مرض ہے جیسے عبد اللہ بن اُبی منافق، تم انہیں دیکھو گے کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کے لئے دوڑے جا رہے ہیں اور اپنی زبان سے بھی یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے اوپر زمانے کی گردش آنے کا ڈر ہے، اگر کبھی حالات یوں بدل گئے کہ مسلمان مغلوب اور کافر غالب ہوئے، تب کفار سے دوستی ہمیں فائدہ دے گی۔ منافقوں کا یہ نظریہ اس وجہ سے تھا کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دی ہوئی اسلام غالب ہونے کی خبر پر یقین نہیں تھا اگر یقین ہوتا تو ڈٹ کر اسلام کی حمایت کرتے۔ اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے: قریب ہے کہ وہ مسلمانوں کو فتح عطا فرمائے، اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کامیاب وکامران فرمائے اور ان کا دین تمام دینوں پر غالب کر دے یا اپنی طرف سے کوئی خاص حکم لے آئے جیسے سرزمین حجاز کو یہودیوں سے پاک کرنا، وہاں ان کا نام ونشان تک باقی نہ رکھنا، یا منافقین کے راز کھول کر انہیں رسوا کرنا، تو جب اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا تب یہ اپنی منافقت کا پردہ چاک ہونے پر یا اس خیال پر کہ دوعالم کے سردار کفار کے مقابلے میں کامیاب نہ ہوں گے، پچھتاتے رہ جائیں گے۔ یہ خبر سچ ثابت ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے مکہ مکرمہ اور یہودیوں کے علاقے فتح ہوئے۔

آیت 53 فرمایا کہ جب منافقوں کا پردہ کھل جائے گا اور ان کی منافقت پوری طرح ظاہر ہو جائے گی تو مسلمان تعجب کرتے ہوئے کہیں گے: کیا یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے دل سے مسلمانوں کے ساتھ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی بڑی پکی قسمیں کھائی تھیں جبکہ حقیقت میں ایسا تھا نہیں۔ ان کے نفاق اور یہودیوں سے دوستی کی وجہ سے ان کے تمام نیک اعمال برباد ہو گئے اور انہوں نے دنیا میں اپنی ذلت ورسوائی کی وجہ سے نقصان اٹھایا جبکہ آخرت میں ثواب سے محرومی اور ہمیشہ کے لیے عذابِ جہنم کے حق دار ٹھہر کر نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔

آیت 54 کفار سے دوستی، محبت اور دلی تعلق بعض اوقات بے دین اور مرتد ہو جانے کا سبب بن جاتے ہیں، اس لئے کفار سے دوستی کی ممانعت کے بعد دین اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کرنے والوں کا ذکر فرمایا اور پہلے ہی سے کچھ لوگوں کے مرتد ہو جانے کی خبر دی۔

مَنۡ دِيۡنِهٖ فَسَوۡفَ يَاۡتِى اللّٰهُ بِقَوۡمٍ يُّحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّوۡنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَعِزَّةٍ عَلَى

پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت فرماتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر

الۡكٰفِرِيۡنَ يُجَاهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوۡنَ لَوۡمَةَ لَاۤئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ

سخت ہیں، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ یہ (اچھی سیرت) اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے

مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوا الَّذِيۡنَ

عطا فرما دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔ تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں

يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَهُمۡ رٰكِعُوۡنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنۡ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ

جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول

چنانچہ فرمایا: اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنا سچا دین اسلام چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرے گا تو اس میں اللہ تعالیٰ کا ہرگز کوئی نقصان نہیں بلکہ اس نے سراسر اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچایا۔ یہ لوگ یاد رکھیں کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے بدلے ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں، مسلمانوں کے ساتھ نرمی و شفقت کا سلوک کرنے والے اور کافروں کے ساتھ سختی سے پیش آنے والے ہوں گے، راہِ خدا میں جہاد کریں گے اور حق بیان کرنے میں کسی کی ملامت کی پروا نہ کریں گے بلکہ حق گوئی میں بیباک ہوں گے۔ یہ اچھی سیرت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہے عطا فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل میں وسعت والا اور اس فضل کے حق دار کو خوب جاننے والا ہے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت میں جن لوگوں کی صفات بیان کی گئیں، وہ یا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد مرتد ہونے والوں اور زکوٰۃ کے منکروں سے جہاد کیا، یا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قوم ہے، یا اہلِ یمن ہیں جن کی تعریف بخاری و مسلم کی حدیثوں میں آئی، یا انصار ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت کی۔ بیان کردہ سب حضرات کا ان صفات کے ساتھ متصف ہونا صحیح ہے۔ (2) اس آیت میں پہلے سے ہی لوگوں کے مرتد ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ یہ خبر سچ ثابت ہوئی اور بہت سے لوگ مرتد ہوئے۔ درحقیقت یہاں ایک کامل مسلمان کا نمونہ پیش کر دیا گیا ہے، ہمیں بھی بیان کردہ صفات کی روشنی میں اپنے اوپر غور کر لینا چاہیے۔

آیت 55 جن لوگوں سے دلی دوستی کرنا حرام ہے ان کا ذکر فرمانے کے بعد اب ان کا بیان ہو رہا ہے جن کے ساتھ موالات واجب ہے۔ شانِ نزول: حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! ہماری قوم نے ہمیں چھوڑ دیا اور قسمیں کھا لیں کہ وہ ہمارے پاس نہیں بیٹھیں گے اور دوری کی وجہ سے ہم آپ کے اصحاب کی صحبت میں بھی نہیں بیٹھ سکتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ تمہارے دوست صرف اللہ تعالیٰ، اس کا رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے، زکوٰۃ دیتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ یہ آیت نازل ہونے پر حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر، اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نبی ہونے پر اور مومنین کے دوست ہونے پر راضی ہیں۔ (قرطبی، 3/131)

آیت 56 فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے، ان کے ساتھ تعاون اور ان کی مدد

ع وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝٥٦ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا

اور مسلمانوں کو اپنا دوست بنائے تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے○ اے ایمان والو! جن لوگوں کو

الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ

تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنالیا ہے انہیں اور کافروں کو

اَوْلِیَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝٥٧ وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا

اپنا دوست نہ بناؤ اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو○ اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ اس کو ہنسی مذاق

وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ۝٥٨ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ

اور کھیل بنالیتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ بالکل بے عقل لوگ ہیں○ تم فرماؤ: اے اہلِ کتاب! تمہیں ہماری طرف سے یہی برا لگا

کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ ہی کا گروہ غالب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے مقابلے میں ان کا مددگار ہے۔

آیت 57 شانِ نزول: کچھ لوگ اظہارِ اسلام کے بعد منافق ہوگئے۔ بعض مسلمان ان سے محبت رکھتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی؛ ان کے وہ لوگ جنہوں نے زبان سے اسلام کا اظہار اور دل میں کفر رکھ کر تمہارے دین کو ہنسی مذاق اور کھیل بنالیا ہے اور باقی سب کفار؛ ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ اور اگر ایمان رکھتے ہو تو ان کے ساتھ دوستی کرنے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ خدا کے دشمنوں سے دوستی کرنا ایمان والے کا کام نہیں۔ اہم بات: افسوس! فی زمانہ یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر کفار کی طرف سے دینِ اسلام اور بطورِ خاص سید الانبیاء، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاذ اللہ خاکے بنا کر ان کی شخصیت کو مذاق بنانے کا سلسلہ بڑی ہٹ دھرمی سے جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے اور اگر ان کے نصیب میں ہدایت نہیں تو انہیں نیست و نابود کردے۔

آیت 58 شانِ نزول: جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مؤذن نماز کے لیے اذان دیتا اور مسلمان (اپنے کام کاج چھوڑ کر) نماز کے لیے اٹھتے تو کچھ یہودی ہنستے اور نماز و اذان کا مذاق اڑاتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے مسلمانو! جب تم نماز کے لیے اذان دیتے ہو تو یہ لوگ اسے (یعنی نماز یا اذان کو) ہنسی مذاق اور کھیل بنالیتے ہیں۔ ان کی یہ حرکت انتہائی بے عقلی کی وجہ سے ہے کیونکہ عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ اذان سنتے ہی سب کچھ چھوڑ کر نماز کے لئے چل پڑنا نعمتیں عطا کرنے والے خالق کے شکر اور تعظیم کا اعلیٰ اور خوبصورت عمل ہے۔ اہم بات: دین کی مقدس چیزوں کا مذاق اڑانا دنیا و آخرت دونوں کے لئے تباہ کن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اذان کا مذاق اڑانے والوں کو کافر قرار دیا؛ اس سے معلوم ہوا کہ دین کی کسی چیز کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ درس: اس آیت میں دینی چیزوں کا مذاق اڑانے والوں کا کتنا شدید رد ہے۔ افسوس! جو کام یہودی اور منافق کرتے تھے اب وہ مسلمان کہلانے والے سیکولر، لبرل بھی کرنے لگے ہیں۔ نماز، روزہ، فرشتے، جنت، حوریں، دوزخ، دینی لباس وغیرہا کا اس زمانے میں کھلے عام فلموں، مزاحیہ ڈراموں اور باہمی گپ شپ میں مذاق اڑایا جاتا ہے۔

آیت 59 شانِ نزول: یہودیوں کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: آپ نبیوں میں کس کس کو مانتے ہیں؟ اس

اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۵۹

کہ ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا اس پر اور جو پہلے نازل کیا گیا اس پر ایمان لائے ہیں اور بیشک تمہارے اکثر لوگ فاسق ہیں ○

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَیْهِ

اے حبیب! تم فرماؤ: کیا میں تمہیں وہ لوگ بتاؤں جو اللہ کے ہاں اس سے بدتر درجے کے ہیں، یہ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا

وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِیْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ

اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو بندر اور سور بنا دیا اور جنہوں نے شیطان کی عبادت کی، یہ لوگ بدترین مقام والے اور سیدھے راستے سے

عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ۶۰ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ

سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں ○ اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں حالانکہ وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور

یہ مقصد تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جواب دیا: میں اللہ تعالیٰ پر اور جو اس نے ہم پر نازل فرمایا اور جو پہلے نبیوں پر نازل فرمایا اور جو حضرت عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام کو دیا یعنی تورات و انجیل سب پر ایمان رکھتا ہوں۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ماننے کو ناپسند کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نبوت کا بھی انکار کر دیا اور کہنے لگے: جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانے ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے، اس پر فرمایا گیا کہ آپ ان سے فرما دیں کہ اے کتابیو! کیا تمہیں ہماری طرف سے یہی برا لگا کہ ہم اللہ تعالیٰ اور قرآن اور پچھلے نبیوں کی کتابوں کو بھی مانتے ہیں۔ اس وجہ سے تو تمہیں ہمارے ساتھ ہونا چاہئے کہ ہم تمہارے تمام پیغمبروں اور کتابوں کو حق مانتے ہیں نہ کہ ہمارے خلاف۔ بیشک تمہارے اکثر لوگ نافرمان ہیں کہ خدا نے تو سارے نبیوں کو ماننے کا حکم دیا ہے اور تم نافرمانی کر رہے ہو۔

آیت 60 یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا: تمہارے دین سے بدتر کوئی دین ہم نہیں جانتے۔ اس پر فرمایا گیا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ ان سے فرما دیں: مسلمانوں کو تو تم صرف اپنے بغض و کینہ اور دشمنی کی وجہ سے ہی برا کہتے ہو جبکہ حقیقت میں اصل بدتر تو تم لوگ ہو، اپنے حالات دیکھ کر خود فیصلہ کر لو کہ تم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہو یا مردود؟ پچھلے زمانہ میں صورتیں تمہاری مسخ ہوئیں، سور، بندر تم بنائے گئے، بچھڑے کو تم نے پوجا، اللہ تعالیٰ کی لعنت تم پر ہوئی، غضبِ الٰہی کے مستحق تم ہوئے تو حقیقی بدنصیب، بدتر اور سیدھے راستے سے سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے تو تم ہو اور تم ہی بدترین مقام یعنی جہنم میں جاؤ گے۔

آیت 61 شانِ نزول: یہودیوں کی ایک جماعت نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے ایمان و اخلاص کا اظہار کیا اور کفر و گمراہی کو چھپائے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ان کے حال کی خبر دی اور فرمایا: جب یہ یہودی آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم مسلمان ہیں حالانکہ وہ یہاں آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر ہی تھے، ایمان ان کے دلوں کو چھو کر بھی نہیں گزرا اور اللہ تعالیٰ ان کے اس کفر و نفاق کو خوب جانتا ہے جسے وہ چھپا رہے ہیں۔ اہم بات: منافق "بداعتقادی" کے ساتھ آتے تو خالی جاتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عقیدت و محبت کے ساتھ آتے تو فیض کے دریا سمیٹ کر جاتے۔ معلوم ہوا کہ بداعتقادی کے ساتھ کسی کے پاس جانے والا کبھی اس سے فیض نہیں اٹھا سکتا۔

قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ۝٦١ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَا...

جاتے وقت بھی کافر ہی تھے اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ چھپا رہے ہیں ۝ اور تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے...

فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٦٢ لَوْلَا يَنْهٰهُمُ

اور زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں دوڑے جاتے ہیں۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کرتے ہیں ۝ ان کے...

الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝٦٣ وَ

اور علماء انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کر رہے ہیں ۝ اور

قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ

یہودیوں نے کہا: اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ ان کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے کی وجہ سے لعنت ہے بلکہ اللہ کے ہاتھ کشادہ...

يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا

جیسے چاہتا ہے خرچ فرماتا ہے اور اے حبیب! یہ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے یہ ان میں سے بہت سے لوگوں کو سر...

آیت 62 ارشاد فرمایا کہ اور تم ان یہودیوں میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ گناہ، زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں دوڑے جاتے ہیں۔ بیشک یہ یہودی جو کام کر رہے ہیں وہ بہت ہی برے ہیں۔ اہم بات: لفظ "الْاِثْم" ہر گناہ و نافرمانی کو شامل ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں گناہ سے مراد تورات میں مذکور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت و شان والی آیات چھپانا ہے اور زیادتی سے مراد تورات میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا اور حرام خوری سے مراد وہ رشوتیں ہیں جنہیں لے کر یہ تورات کے احکام بدل دیتے تھے۔ ورنہ یہاں ظاہری لفظی معنی کے اعتبار سے گناہ، زیادتی اور حرام خوری کے کاموں میں بھاگ کر جانا یہودیوں کی صفت بیان کی گئی ہے مگر افسوس! ہمارے ہاں کتنے ہی لوگ ہیں کہ نیکی کے کام میں تاخیر بلکہ ترک کر دیں گے، لیکن گناہ کے کام میں جلدی کریں گے۔ نیکی کرنے اور ظلم سے بچانے میں کترائیں گے، لیکن ظلم و زیادتی میں اپنی قوم، علاقے یا تحریک کے جھنڈے تلے موجود ہوں گے، حلال کے کمانے میں اٹکے گا لیکن جہاں سود، رشوت وغیرہ حرام مال کی توقع ہوگی، وہاں بھاگ کر جائیں گے۔

آیت 63 فرمایا کہ ان کے درویش اور علماء انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے حالانکہ وہ ان چیزوں کی قباحت جانتے ہیں۔ بیشک یہ بہت ہی برا کام کر رہے ہیں کہ لوگوں کو گناہوں اور برے کاموں سے نہیں روکتے۔ اہم بات: اس آیت میں "الرَّبّٰنِيُّوْنَ" سے عیسائیوں کے اور "الْاَحْبَار" سے یہودیوں کے علماء مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے لفظ سے یہودیوں کے درویش اور دوسرے سے یہودیوں ہی کے علماء مراد ہیں۔ ورنہ گناہ ہوتے دیکھ کر قدرت کے باوجود منع نہ کرنے پر بھی آدمی کی پکڑ ہوگی خواہ وہ عالم دین کیوں نہ ہو کہ اس کی تو زیادہ ذمہ داری ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: قرآنِ پاک میں یہ آیت (علماء کے بارے میں) بہت سخت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برائی سے منع نہ کرنے والے کو برائی کرنے والے کی وعید میں داخل فرمایا ہے۔ (مدارک، ص۲۹۲)

آیت 64 شانِ نزول: یہودی بہت خوش حال اور دولت مند تھے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور آپ

كُفْرًا ؕ وَ اَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ

کفر میں اضافہ کرے گا اور ہم نے قیامت تک ان میں دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ جب کبھی یہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں

اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۶۴﴾ وَ لَوْ اَنَّ

اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور یہ زمین میں فساد پھیلانے کے لئے کوشش کرتے ہیں اور اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا ۞ اور اگر

سلم کی مخالفت کی تو ان کی روزی کم ہو گئی۔ اس وقت فنحاص یہودی نے کہا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ یعنی معاذ اللہ وہ بخل کرتا ہے۔ اس کی یہ بات سن کر کسی یہودی نے منع نہ کیا بلکہ سب اس پر راضی رہے، اس لئے یہاں آیت میں یہ بات قرار دی گئی اور اس کے جواب میں فرمایا گیا: اللہ تعالیٰ تو جواد و کریم ہے، وہ اپنی حکمت کے مطابق جیسے، جسے اور جتنا چاہے عطا فرماتا ہے، اس میں کسی کو اعتراض کی مجال نہیں۔ خدا کے خزانے کھلے ہیں، ہاں! ان یہودیوں کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر وہ کہنے کی وجہ سے لعنت ہے۔ یا اس فرمان کا معنی یہ ہے کہ اُن کی اِس گستاخی کی سزا میں اُن کے ہاتھ باندھ کر انہیں جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالا جائے گا۔ مزید فرمایا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم، قرآن پاک جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا جتنا نازل ہوتا جائے گا اتنا ہی یہودی اپنے حسد و عناد کی وجہ سے کفر و سرکشی میں بڑھتے رہیں گے اور ہم نے قیامت تک ان میں دشمنی اور بغض ڈال دیا، ان کے دل کبھی آپس میں نہ ملیں گے اگرچہ اوپر سے کبھی کبھار مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جائیں۔ مزید فرمایا: جب کبھی یہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں تو اللہ اسے بجھا دیتا ہے، چنانچہ جب بھی انہوں نے فساد، شر انگیزی اور حکمِ الٰہی کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے کسی ایسے شخص کو ان پر مسلط کر دیا جس نے انہیں ہلاکت اور بربادی سے دوچار کیا۔ یا یہ معنی ہے کہ جب بھی یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے جنگ کا ارادہ کرتے ہوئے اسباب تیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے منصوبے ناکام بنا دے گا۔ مزید فرمایا: یہ لوگ خدا کی نافرمانی، دینِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر کے زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا، اسی لیے وہ انہیں ان کے فساد کی سزا دے گا۔ **اہم باتیں:** (1) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کشادہ ہونے سے مراد بے حد کرم اور مہربانی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ جسمانی ہاتھ اور ہاتھ کے کھلنے سے پاک ہے۔ (2) قرآن پاک کے نزول سے یہودیوں کا کفر و سرکشی میں بڑھنے کی مثال ایسے ہے جیسے سورج کی روشنی چمگادڑ کو اندھا کر دیتی ہے تو اس میں سورج کا نہیں بلکہ چمگادڑ کی آنکھ کا قصور ہے۔ (3) جس دل میں عظمتِ مصطفیٰ نہ ہو اس کے لئے قرآن و حدیث کفر میں زیادتی کا سبب ہیں جیسے آج کل بہت سے بے دینوں کو دیکھا جا رہا ہے۔ (4) کفر میں کیفیت کے اعتبار سے کمی زیادتی ہوتی ہے جیسے ایمان میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔ یعنی کوئی زیادہ مضبوط ایمان والا اور کوئی کمزور ایمان والا ہوتا ہے۔ (5) جب یہودیوں نے فتنہ و فساد شروع کیا اور احکامِ تورات کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو ان پر مسلط کیا جس نے انہیں تباہ کر کے رکھ دیا پھر جب انہوں نے سر اٹھایا تو طیطوس رومی نے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی پھر کچھ عرصہ بعد جب انہوں نے شر انگیزی کی تو فارسی مجوسیوں نے ان کا حشر نشر کر دیا اور پھر جب فساد کا بازار گرم کیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان پر تسلط اور غلبہ عطا فرمایا۔

آیت 65 یہاں ایمان لانے کی اخروی جزا بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ یہودی اور عیسائی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پر

اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ

اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ مٹا دیتے اور ضرور انہیں نعمتوں کے باغوں میں داخل کرتے ۝ اور اگر

اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ

وہ تورات اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اسے قائم کر لیتے تو انہیں ان کے اوپر سے اور

تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ ع

ان کے قدموں کے نیچے سے رزق ملتا۔ ان میں ایک گروہ اعتدال کی راہ والا ہے اور ان میں اکثر بہت ہی برے کام کر رہے ہیں ۝ اے رسول

بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ

جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا اس کی تبلیغ فرما دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا کوئی پیغام بھی نہ پہنچایا اور اللہ

ایمان لاتے اور جھوٹ، رشوت خوری وغیرہ گناہوں سے بچ کر پرہیز گاری اختیار کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ بخش دیتے اور ضرور انہیں نعمتوں کے باغات میں داخل کرتے۔ **اہم بات:** اسلام قبول کرنا سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اگرچہ وہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہوں البتہ مالی حقوق جیسے قرض وغیرہ ادا کرنا پڑیں گے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اب یہودی اور عیسائی جب تک اسلام قبول نہ کریں تب تک کسی صورت جنت میں داخل نہ ہو سکیں گے۔

آیت 66 اس آیت میں ایمان لانے کی دنیوی جزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اہل کتاب تورات، انجیل اور جو کچھ ان کے رسولوں کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا؛ ان پر اس طرح عمل کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لاتے اور آپ کی پیروی کرتے کیونکہ ان سب کتابوں میں امام الانبیا صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم ہے، تو انہیں اوپر سے بارش اور نیچے زمین سے پیداوار وغیرہ کے ذریعے ہر طرف سے رزق ملتا۔ مزید فرمایا کہ سارے اہل کتاب ایک جیسے نہیں بلکہ بعض اہل کتاب اعتدال پسند ہیں اور حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام اور نجاشی رضی اللہ عنہما۔ جبکہ ان کے اکثر لوگ بہت ہی برے کام کر رہے ہیں جیسے کفر پر قائم رہنا، حق سے منہ موڑنا، سرکشی کرنا وغیرہ۔ **اہم بات:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کی پابندی کرنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے سے رزق میں وسعت ہوتی ہے۔

آیت 67 ارشاد فرمایا کہ اے رسول! بندوں کی مصلحت اور فائدے کے لیے جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا؛ وہ سب لوگوں تک پہنچا دیں اور اپنے دل میں کوئی ڈر خوف نہ لائیں۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے خدا کا کوئی پیغام بھی نہ پہنچایا، کیونکہ بعض کو چھپانا حکم پر عمل کرنے کے خلاف ہی ہے کہ حکم تو سب کچھ پہنچانے کا ہے۔ کافروں کی طرف سے قتل کا خوف دل سے نکال دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کفار سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ **اہم بات:** کفار سے خطرے کے باعث دوران سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا جاتا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تو پہرہ ہٹا دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پہرے داروں سے فرمایا کہ تم لوگ چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا فرما دیا ہے۔ (ترمذی، حدیث 3057)

مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۷﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ

لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ بیشک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا○ تم فرمادو اے کتابیو! جب تک تم

حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ لَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا

توریت اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اسے قائم نہیں کرلیتے تم کسی شے پر نہیں ہو اور اے حبیب! یہ جو

مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۸﴾

تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے یہ ان میں سے بہت سے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ کرے گا تو تم کافر قوم پر کچھ غم نہ کھاؤ○

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـُٔوْنَ وَ النَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ

بیشک (وہ جو اپنے آپ کو) مسلمان (کہتے ہیں) اور یہودی اور ستاروں کی پوجا کرنے والے اور عیسائی (ان میں سے) جو (سچے دل سے) اللہ اور قیامت پر

الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ

ایمان لائے اور اچھے عمل کرے توان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے○ بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا

آیت 68 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیہ والہ وسلم، آپ فرمادیں کہ اے کتابیو! تم اس وقت تک کسی سچے دین وملت پر نہیں ہو جب تک تم تورات، انجیل اور اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ دیگر کتابوں کے حکم پر صحیح طریقے سے عمل نہیں کرتے۔ ان تمام کتابوں میں چونکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے بغیر تورات وانجیل پر صحیح طریقے سے عمل نہیں ہو سکتا۔ مزید فرمایا: اے حبیب! قرآن کے نازل ہونے سے اہل کتاب کے علما اور سرداروں کی سرکشی اور کفر میں اضافہ ہی ہوگا کیونکہ جب کوئی آیت اترتی ہے، یہ اس کا انکار کردیتے ہیں جو کفر و سرکشی میں اضافہ ہی ہے۔ لہٰذا جو یہودی آپ کی نبوت نہیں مان رہے، ان کی وجہ سے آپ غمزدہ نہ ہوں کیونکہ ان کے کفر کا وبال انہی پر پڑے گا۔

آیت 69 ایمان لانے کا حکم سب کو ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ جو لوگ زبان سے اسلام کا دعوی کرتے لیکن دل میں کفر چھپائے ہوئے ہیں یعنی منافقین، نیز یہودیوں، ستاروں کی پوجا کرنے والوں اور عیسائیوں میں سے جو سچے دل سے اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لائے اور رضائے الٰہی کے لئے نیک عمل کرے تو ان لوگوں پر آخرت میں نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اہم بات: اللہ پر ایمان لانے میں ہر اس شے پر ایمان لانا داخل ہے جس پر ایمان لانے کا اللہ نے حکم دیا ہے جیسے تمام انبیاء پر ایمان لانا لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لانا اس معنی کے اعتبار سے اللہ پر ایمان لانے میں داخل ہے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے بغیر کوئی دعویٔ ایمان مقبول نہیں۔

آیت 70 ارشاد فرمایا کہ بیشک ہم نے تورات میں بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں اور حکم الٰہی کے مطابق عمل کریں۔ ہم نے ان کی طرف رسول بھیجے تو جب کبھی ان کے پاس کوئی رسول ایسی بات لے کر آیا جو ان کے نفس

وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رُسُلًا ۖ كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّ

اور ان کی طرف رسول بھیجے (تو) جب بھی ان کے پاس کوئی رسول وہ بات لے کر آیا جو ان کے نفس کو پسند نہ تھی تو انہوں نے (انبیاء کے) ایک گروہ

وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ فَعَمُوا وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

اور ایک گروہ کو شہید کرتے رہے○ اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ انہیں کوئی سزا نہ ہوگی تو یہ اندھے اور بہرے ہوگئے پھر اللہ نے ان کی

ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِنْهُمْ ۚ وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٧١﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَا

پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہوگئے اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے○ بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے

إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي

کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا تھا: اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے

کو پسند نہ تھی اور انہوں نے رسولوں کے احکام کو اپنی خواہشوں کے خلاف پایا تو ان میں سے ایک گروہ کو بنی اسرائیل نے جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو شہید کرتے رہے۔ اہم باتیں: (1) انبیا علیہم السلام کو جھٹلانے میں تو یہودی اور عیسائی سب شریک ہیں مگر قتل کرنا یہودیوں کا فعل ہے۔ انہوں نے بہت سے انبیا علیہم السلام کو شہید کیا جن میں سے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام بھی تھے۔ (2) نفس کی پیروی بہت خطرناک ہے کہ اسی وجہ سے یہودیوں نے انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا۔

آیت 71 ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل نے یہ گمان کیا کہ انہیں کوئی سزا نہ ہوگی اور اتنے سنگین جرموں کا ارتکاب کرنے پر بھی کوئی عذاب نہیں دیا جائے گا تو یہ حق دیکھنے سے اندھے اور حق سننے سے بہرے ہوگئے، پھر جب انہوں نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی لیکن دوبارہ ان میں بہت سے لوگ اندھے اور بہرے ہوگئے اور یہ کسی خوش فہمی میں نہ رہیں: اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے اور وہ انہیں ان کے اعمال کے مطابق سزا دے گا۔ اہم بات: دو مرتبہ اندھا اور بہرہ ہونے کے متعلق چند اقوال ہیں: (1) یہودی پہلے حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے زمانے میں عقل کے اندھے اور بہرے ہوئے پھر ان میں سے بعض کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی کہ انہیں انبیا علیہم السلام پر ایمان لانے کی توفیق دی اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں آپ کی نبوت و رسالت کا انکار کرکے بہت سے یہودی دل کے اندھے اور بہرے ہوگئے۔ (2) دو مرتبہ بصیرت کے اندھے اور بہرے ہونے کی تفسیر سورۂ بنی اسرائیل کی 4 سے 7 تک کی وہ آیات ہیں جن میں یہودیوں کے دو مرتبہ زمین میں فساد کرنے کی خبر دی گئی ہے۔

آیت 72 ارشاد فرمایا کہ بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی "اللہ" ہیں حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو انہیں مخاطب کرکے یہ فرمایا تھا: اے بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ بیشک جو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے تو اس پر جنت حرام ہے، اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور شرک کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کو جہنم سے بچانے کے لیے کوئی مددگار نہیں۔ اہم باتیں: (1) عیسائیوں کے بہت فرقے ہیں جن میں سے یعقوبیہ اور ملکانیہ کہتے تھے کہ مریم نے الٰہ یعنی معبود کو جنا۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ الٰہ یعنی معبود نے عیسیٰ کی ذات میں حلول کرلیا اور ان کے ساتھ متحد ہوگیا تو عیسیٰ الٰہ

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ

بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی

مِنْ اَنْصَارٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ

مددگار نہیں ۝ بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا: بیشک اللہ تین (معبودوں) میں سے تیسرا ہے حالانکہ عبادت کے لائق تو صرف ایک ہی معبود ہے

وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ

اور اگر یہ لوگ اس سے باز نہ آئے جو یہ کہہ رہے ہیں تو جو ان میں کافر رہیں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا ۝ تو یہ کیوں اللہ کی بارگاہ میں

اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ

توبہ نہیں کرتے اور کیوں اس سے مغفرت طلب نہیں کرتے؟ حالانکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۝ مسیح بن مریم تو صرف ایک رسول ہے۔

(2) عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی توہین کی کہ وہ خود کو رب کا بندہ کہتے تھے اور یہ انہیں ... کو رب کہنے لگے۔

آیت 73 ﴿ عیسائیوں میں فرقہ مرقوسیہ اور نسطوریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ الٰہ تین ہیں، باپ بیٹا روح القدس۔ اللہ تعالیٰ کو باپ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کا بیٹا اور حضرت جبریل علیہ السلام کو رُوحُ القُدُس کہتے ہیں۔ علم کلام کے ماہر علماء فرماتے ہیں کہ عیسائی کہتے ہیں کہ باپ بیٹا روح القدس یہ تینوں ایک الٰہ ہیں۔ معاذ اللہ۔ ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ اس کا کوئی ثانی ہے، وہ وحدانیت کے ساتھ موصوف ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، باپ بیٹے بیوی سب سے پاک ہے۔ اگر یہ کفار اس عقیدے سے باز نہ آئے اور تثلیث (یعنی تین خدا ماننے) کے معتقد رہے اور توحید اختیار نہ کی تو آخرت میں دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔

آیت 74 ﴿ ارشاد فرمایا کہ یہ اپنے اس گناہِ عظیم یعنی تین خدا ماننے کے عقیدے سے بارگاہِ الٰہی میں توبہ کیوں نہیں کرتے اور کیوں اس سے مغفرت طلب نہیں کرتے حالانکہ اللہ تعالیٰ مغفرت طلب کرنے اور توبہ کرنے والے کو بخشنے والا اور اس پر مہربان ہے۔

آیت 75 ﴿ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "خدا" نہ ہونے کی دلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام صرف ایک رسول ہیں، خدا نہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں، وہ رسول بھی معجزات رکھتے تھے، یہ معجزات ان کی نبوت کی دلیل تھے نہ کہ خدا ہونے کی، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی رسول ہیں اور ان کے معجزات بھی ان کی نبوت کی دلیل ہیں، انہیں رسول ہی ماننا چاہئے اور جیسے دیگر انبیاء علیہم السلام کو معجزات کی بنا پر خدا نہیں مانتے تو انہیں بھی خدا نہ مانو۔ مزید فرمایا کہ ان کی والدہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا بہت سچی ہیں جو اپنے رب کے کلمات اور کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہیں تم بھی ان کی پیروی کرو نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ اس میں عیسائیوں کا رد ہے کہ معبود غذا وغیرہ کسی بھی چیز کا محتاج نہیں ہوتا لہٰذا جو غذا کھائے، جسم رکھے، اس جسم میں تحلیل واقع ہو اور غذا اس کا بدل بنے وہ کیسے معبود ہو سکتا ہے؟ مزید فرمایا: دیکھو تو ... باطل ہونے پر کیسی صاف دلیلیں ہم بیان کرتے ہیں، پھر دیکھو وہ کیسے حق بات سننے سے پھرے جا رہے ہیں۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ

اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ (بہت سچی) ہے۔ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے دیکھو ہم ان کے لئے

نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ

صاف نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے پھرے جاتے ہیں؟ ○ تم فرماؤ، کیا تم اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے نقصان

لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ وَ اللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ

مالک ہے اور نہ نفع کا اور اللہ ہی سننے والا، جاننے والا ہے ○ تم فرماؤ، اے کتاب والو! اپنے دین میں ناحق غلو (زیادتی)

غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا

نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہشات پر نہ چلو جو پہلے خود بھی گمراہ ہو چکے ہیں اور بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کر چکے ہیں

عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ع ۱۳

اور سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں ○ بنی اسرائیل میں سے کفر کرنے والوں پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر سے

آیت 76 یہاں شرک کے باطل ہونے پر ایک اور دلیل بیان کی گئی، چنانچہ فرمایا: عیسائیوں سے کہہ دو کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے نقصان کا ذاتی طور پر مالک ہے اور نہ نفع کا حالانکہ عبادت کا مستحق تو وہی ہو سکتا ہے جو نفع و نقصان وغیرہ ہر چیز پر ذاتی قدرت و اختیار رکھتا ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے بارے میں الٰہ اور معبود ہونے کا عقیدہ باطل ہے اور اللہ تعالیٰ ہی تمہارے اقوال سننے والا اور تمہارے دلوں میں چھپی باتیں جاننے والا ہے۔ **اہم بات:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام نفع و نقصان پہنچانے کے ذاتی طور پر مالک نہیں تھے بلکہ خدا کے دیئے اختیار سے تھے۔ اس لئے جہاں آپ نے مردے زندہ کرنے، بیماروں کو شفا دینے، اندھوں کو بینائی دینے اور کوڑھ کے مریضوں کو تندرست کرنے کا ذکر کیا وہاں ہر جگہ یہ فرمایا کہ میں یہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے کرتا ہوں۔

آیت 77 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ فرمادیں: اے کتاب والو! اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کم نہ کرو یا ان کی شان بیان کرنے میں حد سے نہ بڑھو کہ انہیں معبود ہی قرار دے بیٹھو اور دین میں ناحق زیادتی کے معاملے میں ان لوگوں کی پیروی نہ کرو جو پہلے خود بھی گمراہ ہو چکے، بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کر چکے اور سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں۔ **اہم بات:** یہودیوں کی زیادتی یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی ہی نہیں مانتے اور عیسائیوں کی زیادتی یہ ہے کہ وہ انہیں معبود ٹھہراتے ہیں۔ **درس:** اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تعظیم اور ان کے مزارات پر حاضری جائز اور پسندیدہ عمل ہے لیکن اس میں زیادتی سے بچنا چاہیے کہ نہ تو مزارات پر حاضری کو شرک و بت پرستی قرار دیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے تو زیارتِ قبور کا حکم دیا ہے اور نہ ہی مزاروں کی تعظیم میں شرعی حد پار کی جائے کہ مزار کا طواف یا قبر کو سجدہ کیا جائے۔

آیت 78 بنی اسرائیل میں سے ایلہ کے رہنے والوں کو ہفتہ کے دن شکار کرنا منع تھا لیکن وہ اس سے باز نہ آئے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے خلاف دعا فرمائی اور وہ بندروں کی شکل میں مسخ ہو گئے اور اصحاب مائدہ نے نازل شدہ دستر خوان کی نعمتیں کھا کر ممانعت کے باوجود انہیں ذخیرہ کیا اور ایمان نہ لائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف دعا فرمائی اور وہ بندر و خنزیر بن گئے۔ بعض مفسرین کا

ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝۷۸ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ

لعنت کی گئی۔ یہ لعنت اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ سرکشی کرتے رہتے تھے○ وہ ایک دوسرے کو کسی برے کام سے منع نہ کرتے تھے

فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۷۹ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ

جو وہ کیا کرتے تھے۔ بیشک یہ بہت ہی برے کام کرتے تھے○ تم ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں تو ان کی

مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۸۰ وَ لَوْ كَانُوْا

جانوں نے ان کے لئے کتنی بری چیز آگے بھیجی کہ ان پر اللہ نے غضب کیا اور یہ لوگ ہمیشہ عذاب میں ہی رہیں گے○ اور اگر یہ

قول ہے کہ یہودی اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرتے اور کہتے: ہم انبیا علیہم السلام کی اولاد ہیں۔ انہیں بتایا گیا کہ ان انبیا علیہم السلام نے تو ان پر لعنت کی ہے۔ مزید فرمایا: یہ لعنت اس وجہ سے تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ سرکشی کرتے رہتے تھے۔ اس فرمان کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ ان یہودیوں کی سرکشی سے غمزدہ نہ ہوں، یہ عادی مجرم ہیں حتی کہ سرکشی و نافرمانی کی سزا میں بندر اور سور بھی بن چکے ہیں۔ اب ان کا امن میں رہنا صرف اس لئے ہے کہ آپ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْن ہیں، آپ کی موجودگی میں ان پر عذاب نہ آئے گا۔ **اہم بات:** مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے منہ سے نکلی ہوئی دعائے ضرر دنیا و آخرت میں رسوائی و بربادی کا سبب بن سکتی ہے لہٰذا ایسے کاموں سے بچتے رہنا چاہیے جو ان کی ناراضی کا سبب بنیں۔

آیت 79 یہودیوں کی ایک سرکشی یہ تھی کہ انہوں نے برائی ہوتی دیکھ کر ایک دوسرے کو اس سے منع کرنا چھوڑ دیا تھا بیشک یہ گناہ و سرکشی میں مبتلا ہو کر بہت ہی برے کام کرتے تھے۔ **اہم باتیں:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو برائی سے روکنا واجب اور روکنے سے باز رہنا سخت گناہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علما نے پہلے تو انہیں منع کیا جب وہ باز نہ آئے تو پھر وہ علما بھی ان سے مل گئے اور کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ان کی اسی نافرمانی و سرکشی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے ان پر لعنت اتاری۔ (ترمذی، حدیث: 3058) **درس:** اس سے علما اور پیروں کو غور و فکر کی حاجت ہے کہ ان کے مریدین و معتقدین کھلم کھلا گناہوں میں پڑے ہوں تو ضرور انہیں منع کریں۔

آیت 80 گزشتہ زمانے کے یہودیوں کے عیب و نقائص بیان کرنے کے بعد اب عہدِ رسالت کے یہودیوں کی برائیوں اور سازشوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ **شانِ نزول:** کعب بن اشرف یہودی اور اس کے ساتھی مشرکین مکہ کے پاس پہنچے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے جنگ کرنے پر ابھارا لیکن ناکام رہے، اس واقعے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ یہودیوں میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے بغض کی وجہ سے مشرکین مکہ سے دوستی کرتے ہیں تو ان لوگوں نے اپنے حشر کے لیے کتنی بری چیز آخرت میں بھیجی کہ مشرکوں سے دوستی کے سبب ان پر اللہ تعالیٰ نے غضب کیا اور آخرت میں یہ لوگ ہمیشہ عذاب میں ہی رہیں گے۔ **درس:** یہ آیت ان مسلمانوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے جو کفار کی مسلمانوں سے کھلی دشمنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود صرف اپنے مفادات کی خاطر ان سے دوستی کرتے ہیں۔

آیت 81 فرمایا کہ کفار و مشرکین سے دوستی کا رشتہ بنانے والے یہودی اگر اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور ان پر نازل کردہ کتاب قرآن پاک پر صدق و اخلاص کے ساتھ ایمان لائے ہوتے تو کسی صورت ان کے ساتھ دوستی کا رشتہ قائم نہ کرتے لیکن ان

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ

اللہ اور نبی پر اور اس پر جو نبی کی طرف نازل کیا گیا ہے ایمان لاتے تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں بہت زیادہ

فٰسِقُوْنَ ۝ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ

فاسق ہیں ○ ضرور تم مسلمانوں کا سب سے زیادہ شدید دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ضرور

اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ

مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے: ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ان میں علماء

وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝٨٢

اور عبادت گزار موجود ہیں اور یہ تکبر نہیں کرتے ○

میں بہت زیادہ لوگ فاسق اور دین و ایمان سے خارج ہیں۔ **درس:** آیات کے پس منظر پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ریاست و منصب کے حصول کے لئے ہی یہودی سب کچھ کرتے تھے اور اب کچھ ایسی صورت حال مسلمانوں میں عام ہو چکی ہے کہ اپنی کرسی بچانے کے چکر میں کفار کے سامنے گھٹنے ٹیکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقل سلیم عطا فرمائے۔

آیت 82 یہاں ان عیسائیوں کی تعریف کی گئی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس تک دین عیسوی پر قائم رہے اور آپ کی بعثت معلوم ہونے کے بعد آپ پر ایمان لائے۔ **شانِ نزول:** ابتدائے اسلام میں کفارِ قریش نے مسلمانوں کو بہت ایذائیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ جب قریش کو علم ہوا تو انہوں نے چند افراد تحائف دے کر شاہِ حبشہ کے پاس بھیجے۔ انہوں نے بادشاہ سے کہا: ہمارے ملک میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو نادان بنا دیا ہے۔ ان پر ایمان لانے والے جو حضرات آپ کے ملک میں آئے ہیں وہ یہاں فساد پھیلا کر آپ کی رعایا کو باغی بنا دیں گے۔ ہم آپ کو خبر دینے آئے ہیں اور ہماری قوم درخواست کرتی ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کیجئے۔ بادشاہ نے کہا: ہم پہلے ان لوگوں سے گفتگو کرلیں باقی بات بعد میں دیکھیں گے۔ چنانچہ اس نے مسلمانوں کو طلب کر کے کئی سوالات کئے جن کے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جوابات دیئے۔ جوابات سن کر بادشاہ نجاشی نے زمین سے ایک لکڑی کا ٹکڑا اٹھا کر کہا: خدا کی قسم! تمہارے آقا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام میں اتنا بھی نہیں بڑھایا جتنی یہ لکڑی ہے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد کلام عیسیٰ کے بالکل مطابق ہے)۔ پھر نجاشی نے قرآن سننے کی خواہش کی تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم تلاوت کی جس سے دربار میں موجود نصرانی عالم اور درویش بے اختیار رونے لگے۔ پھر نجاشی نے مسلمانوں سے کہا: تمہارے لئے میری سلطنت میں کوئی خطرہ نہیں۔ مشرکین مکہ اپنے مقصد میں ناکام ہو کر لوٹے اور مسلمان حبشہ میں بہت عزت و آسائش کے ساتھ رہے، نیز فضلِ الٰہی سے نجاشی کو ایمان نصیب ہو گیا۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے حبیب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ضرور آپ مسلمانوں کا سب سے زیادہ شدید دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے کہ یہ لوگ اپنے کفر و جہالت میں بہت آگے بڑھ چکے اور نفسانی خواہشات کی پیروی میں حد درجہ منہمک ہیں اور ضرور آپ مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤ گے جو کہتے تھے: ہم نصاریٰ ہیں۔ ان کی یہ قربت اس لئے ہے کہ ان میں علماء اور عبادت گزار موجود ہیں اور یہ یہودیوں اور مشرکین کی طرح حق کی پیروی کرنے میں تکبر نہیں کرتے۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا

اور جب یہ سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ابل پڑتی ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان

مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

گئے۔ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس تو ہمیں (حق کے) گواہوں کے ساتھ لکھ دے○ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر اور اس حق

وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٤﴾ فَاَثَابَهُمُ

پر ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آیا اور ہم طمع کرتے ہیں کہ ہمیں ہمارا رب نیک لوگوں کے ساتھ (جنت میں) داخل کر دے○ تو اللہ نے ان کے

اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ وَذٰلِكَ جَزَآءُ

اس کہنے کے بدلے انہیں وہ باغات عطا فرمائے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ نیک لوگوں کی

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰۤئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿٨٦﴾ ع

جزا ہے○ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہ دوزخ والے ہیں○

آیت 83 گزشتہ آیت میں جن لوگوں کا بیان ہوا یہاں ان کے دل کی نرمی، خوفِ خدا کی شدت اور حق قبول کرنے کی طرف جلدی کرنے کا بیان ہے؛ چنانچہ فرمایا کہ جب وہ قرآن کریم کے دل میں اثر کرنے والے مضامین سنتے ہیں تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ حق کو پہچان گئے اور اس موقع پر دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور قرآن پر ایمان لائے اور ہم نے ان کے برحق ہونے کی گواہی دی، تو ہمیں حق کے گواہوں کے ساتھ لکھ دے اور اس حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت میں داخل کر جو روزِ قیامت تمام امتوں کے گواہ ہوں گے۔ (اور یہ بات انہیں انجیل سے معلوم ہو چکی تھی۔) **اہم باتیں:** (1) جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں سورۂ مریم اور سورۂ طٰہٰ کی چند آیات تلاوت کیں تو نجاشی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اسی طرح جب حبشہ کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کے سامنے سورۂ یٰسین تلاوت فرمائی تو وہ لوگ بھی زار و قطار رونے لگے۔ اس آیت میں انہی واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ (2) ذکرِ الٰہی کے وقت عشق و محبت میں رونا اعلیٰ عبادت ہے۔ اسی طرح عذابِ الٰہی کے خوف اور رحمتِ الٰہی کی امید میں رونا بھی عبادت ہے۔ یونہی تلاوتِ قرآن کے وقت رونا مستحب اور مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔

آیت 84 جب حبشہ کا وفد اسلام سے مشرف ہو کر واپس گیا تو یہودیوں نے انہیں ایمان لانے پر ملامت کی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ حق واضح ہونے کے بعد ہم اللہ تعالیٰ اور قرآن پر کیوں ایمان نہ لاتے، ایسی حالت میں ایمان نہ لانا قابلِ ملامت ہے نہ کہ ایمان لانا۔ ہم تو اس بات کی طرف رغبت رکھتے ہیں کہ ہمیں ہمارا رب نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل کر دے۔

آیت 85، 86 ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچے ایمان کے بدلے مومنوں کو ہمیشہ کی زندگی کے لئے شاندار باغات عطا فرمائے جبکہ کافروں اور خدا کی آیات کو جھٹلانے والوں کا ٹھکانہ جہنم بنایا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ قرار دو جنہیں اللہ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ حد سے

لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ

والوں کو ناپسند فرماتا ہے ○ اور جو کچھ تمہیں اللہ نے حلال پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر

بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ

ایمان رکھنے والے ہو ○ اللہ تمہیں تمہاری فضول قسموں پر نہیں پکڑے گا البتہ ان قسموں پر گرفت فرمائے گا جنہیں تم مضبوط کر

الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ

تو ایسی قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو اس طرح کا درمیانے درجے کا کھانا دینا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا

آیت 88،87 شانِ نزول: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے آپس میں ترکِ دنیا کا عہد کیا اور ارادہ کیا کہ وہ ٹاٹ پہنیں گے، ہمیشہ دن میں روزے رکھیں گے اور رات عبادت میں گزاریں گے، بستر پر نہ لیٹیں گے، گوشت اور چکنائی نہ کھائیں گے، عورتوں سے جدا رہیں گے اور خوشبو نہ لگائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں اس ارادے سے روکتے ہوئے فرمایا: اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ قرار دو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے اور چیزوں کے حلال و حرام ہونے میں اللہ تعالیٰ نے جو حدیں مقرر فرمائی ہیں انہیں توڑ کر حد سے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا اور جو کچھ تمہیں اللہ تعالیٰ نے حلال پاکیزہ رزق عطا فرمایا ہے اس میں سے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ **اہم باتیں:** (1) احادیث میں بھی اعتدال کا حکم آیا اور عبادت میں خود کو بہت زیادہ تکلیف میں ڈالنے سے منع فرمایا گیا ہے (2) حلال چیز کو حرام کی طرح گناہ و نافرمانی سمجھ کر ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ (3) صوفیاءِ کرام کے کچھ چیزیں ترک کرنے کے جو واقعات ملتے ہیں وہ اپنے نفس کو بری خواہشات سے بچانے، عادی بنانے کے لئے بطورِ علاج ہیں جیسے بیمار آدمی بہت سی غذاؤں کو حلال سمجھنے کے باوجود اپنی صحت کی خاطر پرہیز کرتا ہے۔

آیت 89 شانِ نزول: اس سے پہلی آیت میں بیان ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے چند حلال چیزیں اور کچھ لباس اپنے اوپر حرام کر لیے اور مزید یہ کہ اس پر انہوں نے قسمیں بھی کھالی تھیں۔ جب انہیں اس سے منع فرمایا گیا تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اب ہم اپنی قسموں کا کیا کریں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں قسم کے احکام بیان ہوئے کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری فضول قسموں پر نہیں پکڑے گا؛ البتہ ان قسموں پر گرفت فرمائے گا جنہیں تم اپنے قصد و ارادے سے مضبوط کر لو؛ تو ایسی قسم توڑنے کا کفارہ 10 مسکینوں کو اس طرح کا درمیانے درجے کا کھانا دینا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا ان دس کو کپڑے دینا ہے، یا ایک غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا ہے اور جو ان تینوں میں سے کسی کام کی بھی طاقت نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا اس کا کفارہ ہے۔ جب تم قسم کھاؤ اور پوری نہ کرو تو یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے اور اپنی قسمیں پوری کر کے ان کی حفاظت کرو جب تک کہ انہیں پورا کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تم سے اپنی شریعت کے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم ان پر شکر گزار ہو جاؤ۔ **اہم باتیں:** (1) جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا حرام

كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ

یا انہیں کپڑے دینا ہے یا ایک مملوک (غلام یا لونڈی) آزاد کرنا ہے تو جو نہ پائے تو تین دن کے روزے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے

اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْۤا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

جب قسم کھاؤ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور قسمت معلوم کرنے کے تیر ناپاک شیطانی کام ہی ہیں

الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ

تو ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی

ہے اور اسے یمین غموس کہتے ہیں، اپنے خیال میں صحیح سمجھ کر حقیقت کے برخلاف قسم کھانا یمین لغو ہے اور یمین منعقدہ یہ ہے کہ کسی آئندہ کے معاملے پر اسے پورا کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے۔ صحیح معاملے پر کھائی گئی قسم کی حفاظت کا حکم ہے اور اسے توڑنا منع ہے اور اسی قسم کو توڑنے پر کفارہ لازم ہوتا ہے۔ (2) قسم کی حفاظت میں یہ بھی داخل ہے کہ بات بات پر قسم نہ کھائی جائے۔

آیت 90 ﴾ یہاں چار چیزوں کی نجاست و خباثت کا بیان کر کے ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور قسمت معلوم کرنے کے لئے تیر ڈالنا ناپاک اور شیطانی کام ہی ہیں کیونکہ شیطان ہی ان کاموں پر اکساتا ہے تو ان سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح و کامیابی پا جاؤ۔ اہم باتیں: (1) شراب پینا حرام ہے اور اس کے باعث بہت سے گناہ پیدا ہوتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے: شراب ہرگز نہ پیو کہ یہ ہر بدکاری کی اصل ہے۔ (مسند احمد، حدیث: 22136) (2) جوئے کا روپیہ قطعی حرام ہے۔ (3) اَنصاب سے مراد وہ پتھر ہیں جن کے پاس کفار اپنے جانور ذبح کرتے تھے یا اس سے مراد بت ہیں کیونکہ انہیں نصب کر کے (گاڑ کر) ان کی پوجا کی جاتی تھی۔ (4) زمانۂ جاہلیت میں کفار نے تین تیر بنائے ہوئے تھے، ان میں سے ایک پر "ہاں" اور دوسرے پر "نہیں" لکھا تھا جبکہ تیسرا خالی تھا۔ جب انہیں کوئی سفر یا اہم کام درپیش ہوتا تو وہ ان تیروں سے پانسے ڈالتے اور جو ان پر لکھا ہوتا اس کے مطابق عمل کرتے۔ پرندوں اور وحشی جانوروں سے برا شگون لینا اور کتابوں وغیرہ سے فال نکالنا بھی اسی میں داخل ہے۔ حدیث پاک میں ہے: خط کھینچنا، فال نکالنا اور پرندے اڑا کر شگون لینا جبت (یعنی شیطانی کاموں) میں سے ہے۔ (ابوداؤد، حدیث: 3907) (5) کامیابی کے لئے نیک اعمال کرنے کے ساتھ برے اعمال سے بچنا بھی ضروری ہے۔ درس: جوا اور شراب تباہی ہیں۔ شراب کی وجہ سے کروڑوں افراد مختلف نقصانات اٹھاتے ہیں، نشے میں ٹریفک حادثات اور مار دھاڑ عام ہے۔ لاکھوں عورتیں شرابی شوہروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتی ہیں جبکہ جوا بازی اپنی یا دوسرے کی معاشی بربادی کا دوسرا نام ہے۔

آیت 91 ﴾ یہاں شراب اور جوئے کی تباہی بیان کی ہے کہ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض و کینہ ڈال دے کیونکہ یہ دونوں چیزیں شر اور فتنے کا سبب بنتی ہیں، اور شیطان چاہتا ہے کہ تمہیں ان کاموں میں مشغول

وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ

اور بغض وکینہ ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے

اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ

تم باز آتے ہو؟ ○ اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ہوشیار رہو پھر اگر تم

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

تو جان لو کہ ہمارے رسول پر تو صرف واضح طور پر تبلیغ فرما دینا لازم ہے ○ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک

الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا

ان پر کھانے میں کوئی گناہ نہیں جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں اور اچھے عمل کریں پھر ڈریں

ع ۱۲ وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ

اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیکیاں کریں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے ○ اے ایمان والو ضرور اللہ ان شکاروں کے ذریعے

کر کے اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے محروم کر دے، تو کیا تم باز آتے ہو؟ (یعنی لوگو! باز آؤ۔) **اہم بات:** جو چیز ذکرِ الٰہی اور نماز سے روکے وہ بری اور چھوڑنے کے قابل ہے۔

آیت 92 ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مانو اور احکامات و ممنوعات میں ان کی مخالفت کرنے سے ڈرو۔ اگر تم نافرمانی کرو گے تو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی نقصان نہیں کہ ان کی ذمہ داری حکمِ خدا پہنچانا تھا اور وہ انہوں نے پہنچا دیا البتہ تمہارا نقصان ضرور ہے کہ تم منہ موڑنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب کے مستحق ٹھہرو گے۔

آیت 93 **شانِ نزول:** جب شراب حرام کی گئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ان وفات پا جانے والوں کی فکر ہوئی جو شراب حرام ہونے کی وجہ سے پی لیا کرتے تھے، نیز جو صحابہ دیگر شہروں میں موجود ہیں اور انہیں شراب حرام ہونے کا علم نہیں ہوا! اب اگر وہ لاعلمی کے کچھ عرصہ میں شراب پی لیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے وہ اس کھانے پینے پر گنہگار نہیں جو انہوں نے حرمت کا حکم آنے سے پہلے کھایا پیا، اسی طرح جنہیں حرمت کا علم نہیں ہوا وہ بھی حکم کی معلومات ہونے سے پہلے شراب پی لینے کی صورت میں گنہگار نہیں جبکہ وہ شرک سے بچیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اچھے عمل کریں پھر حرمت کے بعد ان چیزوں سے بچیں اور ان کے حرام ہونے پر ایمان رکھیں پھر حرام کاموں سے بچیں اور نیکیاں کریں اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ **اہم بات:** یہاں "اِتَّقَوْا" جس کے معنیٰ ڈرنا اور پرہیز کرنا ہیں، تین مرتبہ آیا ہے اور مراد ہے کہ شرک سے بچنا، تمام حرام کاموں اور گناہوں سے بچنا اور شبہات سے بچنا۔ یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ پہلے بھی گناہوں سے بچتے رہے ہوں، اب بھی بچیں اور آئندہ بھی بچتے رہیں۔

آیت 94 حدیبیہ کے سال جب مسلمان حالتِ احرام میں تھے تب ان کی یہ آزمائش ہوئی کہ شکار کئے جانے والے جانور اور پرندے

اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ ۚ

جن تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکیں گے تمہارا امتحان کرے گا تا کہ اللہ ان لوگوں کی پہچان کرادے جو اس سے بن دیکھے ڈرتے ہیں

فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۹۴﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا

پھر اس (ممانعت) کے بعد جو حد سے بڑھے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے ○ اے ایمان والو! حالت احرام میں

الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَ مَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ

شکار کو قتل نہ کرو اور تم میں جو اسے قصداً قتل کرے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ مویشیوں میں سے اسی طرح کا وہ جانور دیدے جس کے شکار کی مثل

یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْیًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ

ہونے کا تم میں سے دو معتبر آدمی فیصلہ کریں، یہ کعبہ کو پہنچتی ہوئی قربانی ہو یا چند مسکینوں کا کھانا کفارے میں دے یا اس کے برابر

بڑی کثرت سے آئے اور سواریوں پر چھاگئے حتی کہ انہیں ہاتھ سے پکڑ لینا اختیار میں تھا، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ ضرور ان شکاروں کے ذریعے تمہارا امتحان کرے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکیں گے تا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی پہچان کرادے جو اللہ تعالیٰ کو دیکھے بغیر اس سے ڈرتے اور حالتِ احرام میں شکار سے باز رہتے ہیں پھر اس ممانعت کے بعد جس نے حالتِ احرام میں شکار کیا تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ **اہم باتیں:** (1) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم حکمِ الٰہی کی پابندی میں ثابت قدم رہے اور حالتِ احرام میں شکار نہ کیا اور یہ ان کی عظمت ہے۔ (2) گناہ کے اسباب و مواقع جتنے زیادہ ہوں ان سے بچنے کا ثواب بھی اتنا ہی کثیر ہے، جیسے نوجوان کو پرہیز گاری و پارسائی کا ثواب بوڑھے کی نسبت زیادہ ہے، یونہی جو بروں کے درمیان نیک رہے وہ نیکوں کے درمیان نیک رہنے والے سے بہتر ہے، لیکن یاد رہے کہ حتی الامکان ایسی صحبت اور مقام سے بچنا ہی چاہئے تا کہ زیادہ تقویٰ کی امید میں کہیں اصل سے ہی نہ چلے جائیں۔

آیت 95 یہاں حالتِ احرام میں شکار کرنے کی ممانعت اور کرنے پر کفارے کا بیان ہو رہا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! حالتِ احرام میں شکار کو قتل نہ کرو اور تم میں سے جو اسے جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم میں سے دو عادل شخص وہاں کے حساب سے جو اس کی قیمت بتائیں اس قیمت کا کوئی مویشی یعنی بھیڑ بکری وغیرہ حرم میں ذبح کر کے فقراء میں تقسیم کردے یا اس قیمت کا غلہ خرید کر مساکین پر صدقہ کردے، اس صورت میں ہر مسکین کو صدقۂ فطر کی مقدار دے یا اس قیمت کے غلہ میں جتنے صدقے ہو سکتے ہوں ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھے۔ یہ اس لئے لازم ہے تا کہ وہ اپنے کام (یعنی احرام کی تعظیم و حرمت کا پاس نہ رکھنے) کا وبال چکھے۔ احرام والے پر شکار حرام ہونے سے پہلے جس نے شکار کیا اسے تو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا البتہ اب ممانعت کے بعد جو شکار کو قتل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کا انتقام لے گا اور اللہ تعالیٰ غالب ہے، نافرمانی پر قائم رہنے اور سرکشی کرنے والوں سے بدلہ لینے والا ہے۔ **مسائل:** (1) حالتِ احرام میں خشکی کے وحشی جانور کا شکار کرنا حرام ہے، یونہی شکاری کے لیے اس کی طرف اشارہ کرنا یا کسی بھی طرح شکاری کو بتانا بھی شکار میں داخل اور ممنوع ہے۔ (2) کاٹنے والا کتا، کوا، بچھو، چوہا، اور سانپ کو احادیث میں فواسق فرمایا گیا اور انہیں مارنے کی اجازت ہے؛ نیز مچھر، پسو، چیونٹی، مکھی وغیرہ کو مارنا جائز ہے۔

صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ

روزے تاکہ وہ اپنے کام کا وبال چکھے۔ اللہ نے پہلے جو کچھ گزرا اسے معاف فرمادیا اور جو دوبارہ کرے گا تو اللہ اس سے بدلہ

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٩٥﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ

اور اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا ہے○ تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لئے تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال

وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ

اور جب تک تم احرام کی حالت میں ہو تب تک تم پر خشکی کا شکار حرام کردیا گیا اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآىِٕدَ

اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو اور حرمت والے مہینے کو اور حرم کی طرف لیجائے جانے والی قربانی کو اور ان جانوروں کو جن کے گلے میں (حج کی قربانی ہونے کی نشانی

ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ

(ان سب کو) لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنادیا۔ یہ اس لیے ہیں تاکہ تم یقین کرلو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور یہ

شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٩٧﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٨﴾

اللہ سب کچھ جانتا ہے○ جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا بھی ہے اور اللہ بخشنے والا، مہربان بھی ہے○

آیت 96 یہاں احرام والے کے لئے سمندر (اور دریا) کا شکار حلال ہونے کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا کہ مقیم اور مسافر کے فائدے کے لئے تمہارے لئے سمندر (اور دریا) کے ہر شکار سے نفع اٹھانا اور مچھلی پکڑ کر کھانا حلال کردیا گیا، ہاں! جب تک تم حالتِ احرام میں ہو تب تک خشکی کا شکار حرام کردیا گیا ہے۔ شکار کے معاملے میں اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ اہم باتیں: (1) سمندر (اور دریا) کا شکار وہ ہے جس کی پیدائش سمندر (اور دریا) میں ہو اور خشکی کا وہ جس کی پیدائش خشکی میں ہو۔ (2) احرام کی وجہ سے حرام ہونے والے شکار کی حرمت احرام ختم ہونے پر ختم ہو جاتی ہے مگر حرم کا شکار ہمیشہ ہر شخص کے لئے حرام ہے۔

آیت 97 ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ادب والے گھر کعبہ، حرمت والے مہینے ذوالحج، حرم کی طرف لیجائے جانے والی قربانی اور جانور جن کے گلے میں حج کی قربانی ہونے کی نشانی لٹکائی ہوئی ہو؛ ان سب کو لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا کہ ان کے ساتھ ان کے دینی اور دنیوی امور قائم ہوتے ہیں کہ دنیوی کاروبار، رزق، روزگار اور دینی عبادات کی ادائیگی ہوتی ہے۔ یہ اس لئے ہیں تاکہ تم یقین کرلو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کی مصلحتیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور یقین کرلو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔

آیت 98 اس آیت میں وعدہ وعید دونوں ہیں اور آیت کے سیاق و سباق میں معنیٰ یہ بنتا ہے کہ اے لوگو! جان لو کہ اللہ تعالیٰ حرم و احرام کی حرمت کا لحاظ نہ رکھنے والوں کو سخت عذاب دینے والا ہے اور حرمت کا خیال رکھنے والوں کو بخشنے والا مہربان ہے لہٰذا حرم و احرام کی حرمت کا لحاظ رکھو۔ اہم بات: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت "شَدِيْدُ الْعِقَابِ" ذکر کی تاکہ خوف پیدا ہو، پھر صفت "غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" بیان فرمائی تاکہ امید پیدا ہو اور خوف و امید ایمان کامل کی نشانیاں ہیں۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّا يَسْتَوِي

رسول پر صرف تبلیغ لازم ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے اور جو تم چھپاتے ہو۔ تم فرمادو کہ گندا اور پاکیزہ

الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ

برابر نہیں ہیں اگرچہ گندے لوگوں کی کثرت تمہیں تعجب میں ڈالے تو اے عقل والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم

تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ ع ۳

فلاح پاؤ۔ اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر تم انہیں اس وقت

آیت 99 ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جزاو سزا کے معاملے میں تمہارے سامنے صرف رسالت کی تبلیغ کر دینا لازم ہے اور انہوں نے یہ کام سر انجام دے دیا ہے، لہٰذا حجت پوری اور تم پر ان کی اطاعت لازم ہو چکی ہے اور اب تمہارے پاس عذر کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی اور یاد رکھو کہ جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ چھپاتے ہو ان سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے لہٰذا جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسی بارگاہِ الٰہی سے تمہیں جزا ملے گی۔

آیت 100 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! آپ فرمادیں: گندا اور پاکیزہ برابر نہیں اگرچہ گندے کی کثرت تمہیں بھلائے اور تعجب میں ڈالے تو اے عقل والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور کثیر ہونے کے باوجود گندے کو چھوڑ دو اور کم ہونے کے باوجود پاکیزہ کو اختیار کرو تاکہ تم اخروی سعادت حاصل کر کے فلاح پا جاؤ۔ بعض مفسرین نے گندے کی کثرت تعجب میں ڈالنے کا معنی یہ بیان فرمایا ہے کہ دنیاداروں کو مال و دولت کی کثرت اور دنیا کی زیب و زینت بھاتی ہے حالانکہ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں وہ سب سے اچھی اور سب سے زیادہ باقی رہنے والی ہیں کیونکہ دنیا کی زینت و آرائش اور نعمتیں ختم ہو جائیں گی جبکہ وہ نعمتیں ہمیشہ باقی رہیں گی جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔

آیت 101 اس آیت کے شانِ نزول سے متعلق تین روایات ہیں: (1) ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: جسے جو پوچھنا ہو پوچھے۔ حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: حذافہ۔ پھر فرمایا: اور پوچھو! تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر ایمان و رسالت کا اقرار کیا اور معذرت پیش کی۔ (بخاری، حدیث: 540) (2) ایک روایت یہ ہے کہ کچھ لوگ بطور استہزا سوال کرتے تھے، کوئی کہتا: میرا باپ کون ہے؟ کوئی پوچھتا: میری اونٹنی گم ہو گئی ہے، وہ کہاں ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری، حدیث: 4622) (3) رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خطبہ میں حج فرض ہونے کا بیان فرمایا۔ اس پر ایک شخص نے کہا: کیا ہر سال فرض ہے؟ آپ نے سکوت فرمایا۔ سائل نے سوال کی تکرار کی تو ارشاد فرمایا: جو میں بیان نہ کروں اس کے درپے نہ ہو، اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔ (مسلم، حدیث: 3257) اس آیت میں فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو مشقت میں پڑنے کی وجہ سے تمہیں بری لگیں، اگر تم انہیں اس وقت پوچھو گے جبکہ قرآن نازل کیا جا رہا ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں، تو وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اور جب ظاہر کی جائیں گی تو تمہیں بری لگیں گی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گزشتہ سوالوں کو معاف کر چکا ہے، دوبارہ اس قسم کے سوال نہ کرو اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا اور حلم والا ہے اسی لیے فوراً سزا نہیں دیتا۔ **اہم باتیں:** (1) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم خدا کے بتانے سے غیب

تَسْـَٔلُوا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

پوچھو گے جبکہ قرآن نازل کیا جارہا ہے تو تم پر وہ چیزیں ظاہر کر دی جائیں گی اور اللہ ان کو معاف کر چکا ہے اور اللہ بخشنے والا، حلم والا ہے۔

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ

بیشک تم سے پہلے ایک قوم نے ان اشیاء کے بارے میں سوال کیا تھا پھر اس کا انکار کرنے والے ہوگئے۔ اللہ نے بحیرہ

وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ

اور سائبہ اور وصیلہ اور حام کو مقرر نہیں کیا لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان لگاتے ہیں

جانتے ہیں کیونکہ کسی کا حقیقی باپ کون ہے، اس کا تعلق غیب سے ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا بلاقید فرمانا کہ "جو پوچھنا ہو پوچھو" اور پوچھنے والوں کا بھی ہر طرح کی بات پوچھ لینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ سب کچھ جانتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی یہی سمجھتے تھے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اختیار دیا ہے کہ جس چیز کو فرض فرمائیں وہ فرض ہو جائے گی۔ (3) آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم امت پر نہایت شفیق ہیں۔ اگر ایک مرتبہ "ہاں" فرمادیتے تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا لیکن امت پر آسانی کے لئے "ہاں" نہیں فرمایا۔ (4) جس امر کی شریعت میں ممانعت نہ ہو وہ مباح و جائز ہے۔ حدیث پاک میں ہے: حلال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا، حرام وہ ہے جسے اس نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے سکوت کیا وہ معاف ہے۔ (ترمذی، حدیث: 1732)

آیت 102 یہاں سابقہ امتوں کے واقعات کی طرف اشارہ کر کے سمجھایا کہ پہلی قوموں نے بھی اپنے انبیاء علیہم السلام سے بے ضرورت سوالات کئے اور جب انبیاء علیہم السلام نے احکام بیان فرمائے تو وہ انہیں بجا نہ لاسکے؛ تو تم سوالات کرنے ہی سے بچو کیونکہ اگر تمہیں تمہارے ہر سوال کا جواب دے دیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ کسی سوال کا جواب تمہیں برا لگے۔ **درس:** بے ضرورت سوالات کرنے سے بچنا چاہئے۔

آیت 103 زمانۂ جاہلیت کا دستور تھا کہ جو اونٹنی 5 مرتبہ بچے جنتی اور آخری مرتبہ نر ہوتا تو اس کا کان چیر دیتے، پھر نہ اس پر سواری کرتے، نہ ذبح کرتے اور نہ چارے پانی سے ہنکاتے، اسے بَحِیرہ کہتے تھے۔ جب سفر در پیش ہوتا یا کوئی بیمار ہوتا تو نذر مانتے کہ اگر سفر سے بخیریت واپس آؤں یا تندرست ہو جاؤں تو میری اونٹنی سائبہ ہے، اس اونٹنی سے بھی نفع اٹھانا حرام جانتے۔ بکری جب سات مرتبہ بچے جنتی اور ساتواں بچہ نر ہوتا تو اسے مرد کھاتے، اگر مادہ ہوتا تو بکریوں میں چھوڑ دیتے اور اگر نر مادہ دونوں ہوتے تو کہتے کہ یہ اپنے بھائی سے مل گئی، اسے وَصِیلہ کہتے۔ جب نر اونٹ سے 10 مرتبہ اونٹنی کو گابھن کروالیا جاتا تو اسے چھوڑ دیتے، نہ اس پر سواری کرتے نہ کوئی کام لیتے اور نہ چارے پانی سے روکتے، اسے اَلحامِی کہتے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ بَحِیرہ وہ ہے جس کا دودھ بتوں کے لئے روکتے تھے کوئی اس کا دودھ نہ نکالتا اور سائبہ وہ جسے اپنے بتوں کے لئے چھوڑ دیتے تھے کوئی اس سے کام نہ لیتا۔ (بخاری، حدیث: 3521- مسلم، حدیث: 7193) یہ رسمیں زمانۂ جاہلیت سے ابتدائے عہد اسلام تک چلی آرہی تھیں اور کفار کا کہنا یہ تھا کہ ہمیں ایسا کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اس آیت میں ان رسموں کو باطل کیا گیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کر کے اس پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر بیوقوف ہیں جو اپنے سرداروں کے کہنے سے حرام سمجھتے اور اتنا شعور نہیں رکھتے کہ جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام نہ کیا اسے کوئی حرام نہیں کر سکتا۔ اہم باتیں:

وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ

ان میں اکثر بے عقل ہیں ○ اور جب ان سے کہا جائے کہ جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ

قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا

تو کہتے ہیں کہ ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانتے ہوں

وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا

اور نہ ہدایت پر ہوں ○ اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو۔ جب تم ہدایت پر ہو تو گمراہ ہونے والا

اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے ○ اے ایمان والو!

(1) جانور کی زندگی میں اس پر کسی کا نام پکارنا اسے حرام نہیں کر دیتا۔ ہاں اوقتِ ذبح غیر خدا کا نام پکارنا حرام کر دے گا۔ (2) حلال جانور کو خواہ مخواہ حرام کہنا مشرکین کا طریقہ اور سراسر جہالت ہے۔

آیت 104 ارشاد فرمایا: جب نصیحت کرتے ہوئے مشرکوں سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو حلال و حرام کے احکام بیان فرمائے ان پر عمل کرو اور رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضری دو تاکہ تمہیں حقیقت حال پتا چلے اور تم حلال و حرام میں تمیز کرسکو تو اپنے عناد و سرکشی پر قائم رہتے ہوئے کہتے ہیں: ہمیں وہی دین کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ اس پر فرمایا کہ کیا وہی دین انہیں کافی ہے اگرچہ ان کے باپ دادا دین کی کوئی بات نہ جانتے ہوں اور نہ وہ راہِ ہدایت پر ہوں۔ درس: شریعت کے مقابلے میں باپ دادا کی ناجائز و حرام رسم اختیار کرنا کفار کا طریقہ ہے۔ ہمارے ہاں بھی خوشی غمی پر ناجائز و حرام رسمیں یہ کہہ کر کی جاتی ہیں کہ یہ ہمارے خاندان کی روایت ہے۔ ایسے بہانے حرام کو حلال نہیں کر دیتے۔

آیت 105 مسلمان کو کفار کی اسلام سے محرومی پر رنج اور افسوس ہوتا تھا کہ یہ عناد میں مبتلا ہو کر دولت اسلام سے محروم رہے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں تسلی دی اور ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! تم اپنے آپ کی اصلاح کرنے کی فکر کرو اور اپنی جانوں کو ان کاموں سے بچاؤ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذابِ آخرت کا سبب بنتے ہیں۔ جب تم خود ہدایت پر ہو اور دوسروں کو نیکی کا حکم دے کر اور برائی سے منع کر کے اپنا فریضہ ادا کر چکے تو تم بری الذمہ ہو؛ گمراہ ہونے والوں کی گمراہی اور جاہلوں کی جہالت تمہارا کچھ نہ بگاڑے گی اور سن لو کوئی فرمانبردار ہو یا نافرمان، گمراہ ہو یا ہدایت یافتہ تم سب کو روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں تمہارے دنیوی اعمال کے بارے میں بتادے گا اور جیسے اعمال ہوں گے ویسی جزا دے گا۔ اہم بات: اس آیت مبارکہ میں جو فرمایا کہ "اپنی جانوں کی فکر کرو" اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ استطاعت کے باوجود دوسروں کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

آیت 106 شانِ نزول: حضرت بدیل رضی اللہ عنہ دو عیسائیوں تمیم بن اوس داری اور عدی بن بداء کے ساتھ تجارت کے ارادے سے ملک شام گئے۔ وہاں پہنچتے ہی بیمار ہو گئے پھر اپنے سامان کی فہرست لکھ کر سامان میں ڈال دی مگر ہمراہیوں کو اطلاع نہ دی۔ جب مرض

شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّ

جب تم میں کسی کو موت آنے لگے تو وصیت کرتے وقت تمہاری آپس کی گواہی (دینے والے) تم میں سے دو معتبر

أَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةُ الْمَوْ

یا اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو پھر تمہیں موت کا حادثہ آپہنچے تو تمہارے غیروں میں سے دو آدمی (گواہ

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ

تم ان دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک لو پھر اگر تمہیں کچھ شک ہو تو وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم قسم کے بدلے کوئی مال نہیں لیں گے

ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ إِنَّآ إِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾ فَإِنْ عُثِرَ عَلٰٓى أَنَّهُمَا اسْتَحَ

قریبی رشتے دار ہو اور ہم اللہ کی گواہی نہ چھپائیں گے۔ (اگر ہم ایسا کریں تو) اس وقت ہم ضرور گنہگاروں میں ہوں گے۔ پھر اگر اس بات پر اطلاع ملے

إِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوْلَيٰنِ فَيُقْسِ

دونوں گواہ (گواہی میں جھوٹ بول کر) کسی گناہ کے مستحق ہوئے ہیں تو ان کی جگہ ان لوگوں میں سے جن کا حق دبایا گیا میت کے زیادہ قریبی دو (آدمی

کی شدت ہوئی تو تمیم اور عدی کو وصیت کی کہ ان کا تمام سرمایہ مدینہ شریف پہنچ کر ان کے گھر والوں کے حوالے کر دیں۔ اس کے بعد وہ وفات پا گئے۔ ان دونوں نے سامان دیکھا تو اس میں ایک چاندی کا جام پایا جس پر سونے کا کام کیا ہوا تھا۔ اس میں 300 مثقال چاندی تھی۔ انہوں نے یہ جام غائب کر دیا اور اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد جب مدینہ طیبہ پہنچے تو حضرت بدیل رضی اللہ عنہ کا سامان ان کے گھر والوں کے سپرد کر دیا۔ گھر والوں نے سامان کو فہرست کے مطابق چیک کیا لیکن جام نہ ملا۔ اب وہ تمیم اور عدی کے پاس پہنچے اور ان سے جام کے متعلق پوچھا تو انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دربار میں پیش ہوا لیکن یہ دونوں انکار پر جمے رہے اور قسم کھائی۔ پھر وہ جام مکہ مکرمہ میں پکڑا گیا، جس شخص کے پاس تھا اس نے کہا کہ میں نے یہ جام تمیم وعدی سے خریدا ہے۔ جام کے مالک کے گھر والوں میں سے دو شخصوں نے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ قبول کی جانے کی مستحق ہے، یہ جام ہمارے فوت ہونے والے شخص کا ہے۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آئے اور زندگی کی امید نہ رہے تو اپنوں میں سے دو آدمیوں کو وصیت کا گواہ بنا لو، اگر سفر میں ہو اور اپنے آدمی یعنی مسلمان نہ ملیں تو غیر مسلموں کو گواہ بنا لو، پھر اگر میت کے ورثا کو وصیت کی گواہی میں شک گزرے تو وہ نماز عصر کے بعد گواہوں سے گواہی لیں اور دونوں گواہ یہ اقرار کرتے ہوئے اللہ تعالی کی قسم کھائیں کہ ہم گواہی کے بدلے کسی سے کوئی مال نہ لیں گے اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہم گواہی چھپائیں گے یعنی جھوٹی قسم نہ کھائیں گے اور نہ کسی کی خاطر ایسا کریں گے، اگر ہم ایسا کریں تو اس وقت ہم ضرور گنہگاروں میں سے ہوں گے۔ **اہم بات:** آیت میں نماز سے مراد نماز عصر ہے۔ سب لوگ چاہے ان کا تعلق کسی بھی دین ومذہب سے ہو اس وقت کی تعظیم کرتے اور اس میں جھوٹی قسم کھانے سے بچتے تھے۔

آیت 107 فرمایا گیا کہ قسم کھانے کے بعد اگر وصیت کے گواہوں کا جھوٹ ثابت ہو جائے جیسے یہاں تمیم وعدی کا ثابت ہوا کہ یہ مال

بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ

(میت کے) قریب ہو جائیں پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی (یعنی ہماری قسم) ان کی گواہی سے زیادہ درست ہے اور ہم حد سے نہیں بڑھے (اور

اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ

اگر ایسا کریں تو) اس وقت ہم ظالموں میں ہوں گے۞ یہ اس کے زیادہ قریب ہے کہ وہ گواہ صحیح طریقے سے گواہی ادا کریں یا وہ اس بات سے ڈریں کہ ان کی قسموں

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ

ع

کے بعد قسمیں (وارثوں) کو (دوبارہ ان کی طرف) لوٹا دیا جائے گا اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۞ جس دن اللہ رسولوں کو جمع فرمائے گا

فَيَقُوْلُ مَاذَاۤ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ

پھر فرمائے گا: تمہیں کیا جواب دیا گیا؟ وہ عرض کریں گے، ہمیں کچھ علم نہیں۔ بیشک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۞ جب اللہ فرمائے گا:

میں پکڑا گیا اور جس شخص کے پاس تھا اس نے بتایا کہ یہ اس نے تمیم و عدی سے خریدا ہے، تو اس صورت میں میت کے وارثوں میں سے دو نے قسم کھا کر کہیں کہ یہ دونوں امین جھوٹے ہیں، ہماری گواہی یعنی قسم ان کی گواہی سے زیادہ درست ہے اور ہم حد سے نہیں بڑھے، اگر ہم ایسا کریں گے تو اس وقت ہم ظالموں میں ہوں گے۔ چنانچہ پھر بُدَیل کے ورثا میں سے دو شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ یہ جام ہمارے مُورِث کا ہے اور ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ ٹھیک ہے۔ اس کے بعد پیالے کا فیصلہ ان کے حق میں کر دیا گیا۔

آیت 108 سابقہ آیت میں جو حکم بیان ہوا کہ گواہ جھوٹے ثابت ہونے کی صورت میں میت کے ورثا قسمیں کھائیں، اس کی حکمت بیان جا رہی ہے کہ گواہ اس طرح کے واقعے میں بغیر خیانت صحیح طور پر گواہی دیں گے یا انہیں اس بات کا خوف ہوگا کہ اگر ہم نے جھوٹی قسمیں کھائیں اور علامات سے ہمارا جھوٹا ہونا ظاہر ہو گیا تو قسمیں میت کے ورثا کی طرف منتقل کر دی جائیں گی اور انہوں نے ہمارے خلاف قسمیں کھالیں تو ہماری قسمیں مسترد ہو جائیں گی یوں ذلت و رسوائی کا سامنا ہوگا۔ اس خوف سے وہ جھوٹی قسمیں نہیں کھائیں گے۔ مزید فرمایا: جھوٹی قسمیں کھانے یا امانت میں خیانت کرنے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، حکم سنو اور قبول کرو اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ درس: فی زمانہ لوگوں کی حالت اتنی ابتر ہے کہ ان کے نزدیک جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹے مقدمات میں پھنسوا کر مسلمان بھائی پر ظلم کرنا عام بات ہے حالانکہ یہ حرام ہے۔ حدیث پاک میں ہے: جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جہنم واجب کر دے گا۔ (ابن ماجہ، حدیث: 2373)

آیت 109 یہاں روز قیامت کا ایک معاملہ بیان ہو رہا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام رسولوں علیہم السلام کو جمع کرے گا، پھر فرمائے گا: جب تم نے اپنی امتوں کو ایمان کی دعوت دی تھی تو انہوں نے تمہیں کیا جواب دیا تھا؟ رسول علیہم السلام کمال ادب کا مظاہرہ کرتے ہوئے علمِ الٰہی کے حضور اپنے علم کو بالکل نظر میں نہ لائیں گے اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے علم و عدل کے سپرد کر کے عرض کریں گے: بےشک تو جانتا ہے اس کے مقابلے میں ہمیں کچھ علم نہیں۔ بیشک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔

آیت 110 یہاں بھی روز قیامت کا ایک معاملہ بیان ہوا، چنانچہ فرمایا گیا: یاد کریں جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا اور جب

يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ

اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میرا وہ احسان یاد کر، جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ

تو گہوارے میں اور بڑی عمر میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائی

وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِيْ

اور جب تو میرے حکم سے مٹی سے پرندے جیسی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتی

وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ

اور تو میرے حکم سے پیدائشی نابینا اور سفید داغ کے مریض کو شفا دیتا تھا اور جب تو میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے نکالتا اور جب میں نے

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا

بنی اسرائیل کو تم سے روک دیا۔ جب تو ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آیا تو ان میں سے کافروں نے کہا: یہ تو

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا

کھلا جادو ہے ○ اور جب میں نے حواریوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا: ہم ایمان لائے

اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میرا وہ احسان یاد کر جب میں نے پاک روح یعنی حضرت جبریل علیہ السلام سے تیری مدد کی اور تو گہوارے میں اور بڑی عمر میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا اور جب میں نے تجھے کتاب، حکمت، تورات اور انجیل سکھائی اور جب تو میرے حکم سے مٹی سے پرندے جیسی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتی اور تو میرے حکم سے پیدائشی نابینا اور سفید داغ کے مریض کو شفا دیتا تھا اور جب تو میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے قبروں سے نکالتا اور جب میں نے بنی اسرائیل کے یہودیوں کو تمہیں تکلیف پہنچانے اور قتل کرنے سے روک دیا۔ جب تو ان کے پاس روشن معجزات لے کر آیا تو ان میں سے کافروں نے کہا: جو تم لے کر آئے ہو، یہ تو کھلا جادو ہے۔

آیت 111 مزید فرمایا: وہ وقت یاد کرو کہ جب میں نے حواریوں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ مجھ پر اور میرے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا: ہم ان دونوں پر ایمان لائے اور اے عیسیٰ! آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخصوص اور مخلص حضرات کو کہتے ہیں۔ (2) یہاں لفظ "وحی" کی نسبت غیر نبی کی طرف ہے اور جب اس کی نسبت غیر نبی کی طرف ہو تو مراد دل میں بات ڈالنا ہوتا ہے اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد کسی پر شرعی وحی نہیں آسکتی۔

وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۝١١١ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ
(اے عیسیٰ!) آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں ۝ یاد کرو جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کرے گا
رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۗ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝١١٢
کہ ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان اتار دے؟ فرمایا: اللہ سے ڈرو، اگر ایمان رکھتے ہو ۝
قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ
انہوں نے کہا: ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم آنکھوں سے دیکھ لیں کہ آپ نے ہم سے سچ فرمایا ہے اور ہم
عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝١١٣ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ
اس پر گواہ ہو جائیں ۝ عیسیٰ بن مریم نے عرض کی: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان

آیت 112 ارشاد فرمایا: وہ وقت یاد کریں جب حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کی: اے عیسیٰ! کیا آپ کا رب ہم پر آسمان سے نعمتوں سے بھرپور دستر خوان اتار دے گا؟ ان کی مراد یہ تھی کہ کیا اللہ تعالیٰ اس بارے میں آپ کی دعا قبول فرمائے گا؟ یہ مراد نہیں تھی کہ کیا آپ کا رب ایسا کر سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان رکھتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا: اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو تاکہ یہ مراد حاصل ہو جائے۔ ایک معنی یہ ہے کہ تمام امتوں سے نرالا سوال کرنے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو یا یہ معنی ہے کہ جب قدرتِ الٰہی پر ایمان رکھتے ہو تو ایسے سوال نہ کرو جن سے تردد کا شبہ گزر سکتا ہو۔

آیت 113، 114 ان دو آیات میں ذکر ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب حواریوں کو خدا خوفی کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کی: ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ حصولِ برکت کے لئے آسمانی دستر خوان سے کچھ کھائیں، ہمارا یقین قوی ہو جائے اور قدرتِ الٰہی کو دلیل سے جاننے کے بعد مشاہدے سے اپنے یقین کو مزید پختہ کر لیں۔ حواریوں کی اس درخواست پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں 30 روزے رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا: جب تم ان روزوں سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرو گے، قبول ہو گی۔ انہوں نے روزے رکھ کر دستر خوان اترنے کی دعا کی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے غسل کیا، موٹا لباس پہنا، دو رکعت نماز ادا کی اور سر مبارک کو جھکا کر روتے ہوئے عرض کی: اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان اتار دے جو ہمارے موجودہ اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے عید ہو جائے یعنی ہم اس کے اترنے کے دن کو عید بنائیں نیز وہ تیری طرف سے تیری قدرت اور تیرے رسول (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے سچے ہونے کی ایک دلیل ہو جائے اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ اہم بات: جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو اس دن کو عید بنانا، خوشیاں منانا، عبادتیں کرنا اور شکرِ الٰہی بجا لانا صالحین کا طریقہ ہے اور بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری عظیم ترین نعمتِ الٰہی ہے؛ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے دن عید منانا، میلاد شریف پڑھ کر شکرِ الٰہی بجا لانا اور فرحت و سرور کا اظہار بہت اچھا، قابلِ تعریف اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔

السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَ ارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ

اُتار دے جو ہمارے لئے اور ہمارے بعد میں آنے والوں کے لئے عید اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو جائے اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر

الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ

رزق دینے والا ہے ۝ اللہ نے فرمایا: بیشک میں وہ تم پر اُتارتا ہوں پھر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے گا تو بیشک میں اسے وہ عذاب

عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ

دوں گا کہ سارے جہان میں کسی کو نہ دوں گا ۝ اور جب اللہ فرمائے گا: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں

قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ

سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟ تو وہ عرض کریں گے: (اے اللہ!) تو پاک ہے۔ میرے لئے ہرگز جائز نہیں

اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَآ

کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے ضرور معلوم ہوتی۔ تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں

اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ

جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بیشک تو ہی سب غیبوں کا خوب جاننے والا ہے ۝ میں نے تو ان سے وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ

آیت 115 اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا: بیشک میں وہ دستر خوان تم پر اتارتا ہوں لیکن اس کے نازل ہونے کے بعد تم میں سے جو کفر کرے گا تو بیشک میں اسے وہ عذاب دوں گا کہ سارے جہان میں کسی کو نہ دوں گا۔ چنانچہ آسمان سے دستر خوان نازل ہوا پھر ان میں سے جنہوں نے کفر کیا تو ان کی صورتیں مسخ کر کے انہیں خنزیر بنا دیا گیا اور تین روز میں ہلاک ہو گئے۔

آیت 116 اس آیت میں بھی قیامت کے ایک واقعہ کا بیان ہے کہ بروزِ قیامت عیسائیوں کی سرزنش کے لئے جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے گا: اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لو؟ یہ خطاب سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کانپتے ہوئے عرض کریں گے: اے اللہ! تو ہر عیب اور شریک سے پاک ہے۔ میرے لئے ہرگز جائز نہیں کہ اپنی اور اپنی ماں کی عبادت کی دعوت دوں اور تیرے ساتھ شرک کرنے کا کہوں۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو تجھے ضرور معلوم ہوتی کیونکہ تو میرے دل میں چھپی بات تک کو جانتا ہے جبکہ تیرے علم و ارادہ میں موجود چیز کو میں نہیں جانتا۔ بیشک تو ہی سب غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔ **اہم بات:** خود سے علم کی نفی کر کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا اور سارا معاملہ اسی کے سپرد کر دینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عاجزی اور شانِ ادب ہے۔

آیت 117 بارگاہِ الٰہی میں عاجزی کے اظہار کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے: میں نے تو ان سے وہی کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے؛ نیز میں جب تک ان میں رہا تب تک ان کے احوال سے واقف رہا، نہیں

...عۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیۡ وَ رَبَّکُمۡ ۚ وَ کُنۡتُ عَلَیۡهِمۡ شَهِیۡدًا مَّا دُمۡتُ فِیۡهِمۡ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ

...عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا

...اَنۡتَ الرَّقِیۡبَ عَلَیۡهِمۡ ؕ وَ اَنۡتَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ

...تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور تو ہر شے پر گواہ ہے۔ اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ

...عِبَادُکَ ۚ وَ اِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوۡمُ یَنۡفَعُ

...بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی غلبے والا، حکمت والا ہے۔ اللہ نے فرمایا: یہ (قیامت) وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کا سچ

...عمل کرنے اور نافرمانی سے باز رہنے کا کہتا رہا، پھر جب تو نے مجھے آسمان کی طرف اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا اور ان کے اعمال ...تھا اور تو جانتا ہے، جو میں نے ان سے کہا اور جو کچھ انہوں نے میرے بعد کہا اور کیا۔ اہم بات: آیت میں لفظ "تَوَفَّیۡتَنِیۡ" سے ...حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرتے ہیں۔ ان کا یہ استدلال غلط ہے کیونکہ لفظ "تَوَفّی" موت کے لئے خاص نہیں بلکہ کسی ...طور پر لینے کو کہتے ہیں خواہ وہ موت کے بغیر ہو، نیز جب یہ سوال وجواب روزِ قیامت کا ہے تو اگر لفظ "تَوَفّی" موت کے معنی ...فرض کر لیا جائے پھر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے زمین پر تشریف لانے سے پہلے وفات پانا اس سے ثابت نہیں ہو سکتا۔

118 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہو گا کہ قوم میں بعض لوگ کفر پر قائم رہے، اس لئے آپ عرض کریں گے: اے اللہ! ان ...جو کافر رہے: انہیں اگر تو عذاب دے تو وہ تیرے بندے اور تو ان کا حقیقی مالک ہے، تیرا انہیں عذاب دینا بالکل حق اور عدل ...کیونکہ انہوں نے پوری طرح سمجھا دینے کے بعد کفر کیا اور ان میں سے جو ایمان لائے: اگر تو انہیں بخش دے تو یہ تیرا فضل و ...ہے۔ بیشک تو ہی غلبے والا ہے کہ جس کے عذاب کو کوئی روک نہیں سکتا اور تیرا ہر کام حکمت سے بھرپور ہے۔ اہم بات: اس ...میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی امت پر شفقت کا ذکر ہے، اسی مناسبت سے یہاں سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اپنی امت ...شفقت کا حال ملاحظہ ہو، چنانچہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ آیت پڑھی "اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ ...وَ اِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ"، پھر دستِ دعا بلند کیے اور روتے ہوئے عرض کی: اے اللہ! میری امت، میری ...اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو (حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) کہ ان پر اس قدر گریہ ...طاری ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور معلوم کر کے بارگاہِ الٰہی میں جواب عرض کر دیا (حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ...اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو: آپ کی امت کی بخشش کے معاملے میں ہم آپ کو راضی کر ...گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔ (مسلم، حدیث: 499)

119 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عرض کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: یہ قیامت کا دن: وہ دن ہے جس میں (دنیا کے اندر) سچ ...والوں کو ان کا سچ نفع دے گا (کیونکہ عمل کا مقام دنیا ہے اور آخرت جزا ملنے کا دن ہے۔) مزید فرمایا: ان کے لئے وہ باغ ہیں جن کے ...نہریں جاری ہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اطاعت وفرمانبرداری سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ثواب ...سے راضی ہوئے اور رب کی رضا پالینا ہی بڑی کامیابی ہے۔

الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

سچ نفع دے گا۔ ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ہمیشہ ہمیشہ

اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿119﴾

ان میں رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿120﴾ ع

آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ ٦ — مَكِّيَّةٌ ٥٥

اٰیاتھا ١٦٥ — رکوعاتھا ٢٠

سورۂ انعام مکیہ ہے، اس میں ایک سو پینسٹھ آیتیں اور بیس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

آیت 120 ارشاد فرمایا کہ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کا بادشاہ صرف اللہ تعالیٰ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی بادشاہت میں خدا کے محتاج اور بندے ہیں تو جو کسی کے تابع ہو اور بندہ ہو، وہ خدا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس لئے وہ سچوں کو ثواب اور جھوٹوں کو عذاب دینے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

سورۂ انعام کا تعارف یہ ایک مکی سورت ہے لیکن پوری کی پوری ایک ہی رات میں مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور ایک روایت کے مطابق اس کی 6 آیات مدینہ منورہ میں اور باقی سورت ایک ہی مرتبہ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس میں 165 آیتیں اور 20 رکوع ہیں۔ اس سورت میں ان مشرکین کا رد ہے جو اپنے مویشیوں میں بتوں کو حصہ دار ٹھہراتے اور خود سے کچھ جانوروں کو حلال اور کچھ کو حرام کہتے اور چونکہ عربی میں مویشیوں کو انعام کہتے ہیں اس مناسبت سے اس سورت کا نام "سُوْرَةُ الْاَنْعَام" رکھا گیا ہے۔ سورۂ انعام سے متعلق حدیث پاک میں ہے: سورۂ انعام نازل ہوئی اور اس کے ساتھ بلند آواز سے تسبیح کرتی ہوئی فرشتوں کی ایک جماعت آئی جس سے زمین و آسمان کے کنارے بھر گئے اور زمین ان فرشتوں کی وجہ سے ہلنے لگی۔ (شعب الایمان، حدیث: 243) **خلاصۂ مضمون:** اس سورت میں بنیادی عقائد جیسے اللہ تعالیٰ کے وجود، وحدانیت، صفات، قدرت، وحی، رسالت، مرنے کے بعد زندہ کئے جانے، قیامت، اعمال کا حساب ہونے اور جزاء ملنے کو دلائل سے ثابت کیا گیا نیز سابقہ امتوں کی اجڑی بستیاں اور ان پر نازل کئے گئے عذاب کے آثار دیکھ کر عبرت حاصل کرنے، ذبح کے احکام، والدین کے ساتھ بھلائی کرنے، ظاہری و باطنی بے حیائیوں اور قتل ناحق سے بچنے کا حکم، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ نیز قرآن اور دین اسلام کی فضیلت کا بیان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے اور اندھیروں اور نور کو پیدا کیا پھر (بھی) کافر لوگ
بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝۱ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى
اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں ۝ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک مدت کا فیصلہ فرمایا اور ایک مقررہ مدت
عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝۲ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ
اس کے ہاں ہے پھر تم لوگ شک کرتے ہو ۝ اور وہی اللہ آسمانوں میں اور زمین میں (لائقِ عبادت) ہے۔ وہ تمہاری ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو
وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝۳ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا
جانتا ہے اور وہ تمہارے سب کام جانتا ہے ۝ اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی بھی نشانی نہیں آتی مگر یہ اس

آیت 1 فرمایا: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین، اندھیروں اور نور کو پیدا کیا جو قدرتِ الٰہی کی عظیم نشانیاں ہیں لیکن یہ سب جاننے اور دیکھنے کے باوجود کفار کا حال یہ ہے کہ وہ صرف خدائے واحد کی عبادت کرنے کی بجائے پتھروں وغیرہا کو پوجتے اور انہیں رب تعالیٰ کے برابر ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ خود اقرار کرتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا اللہ خالق ہے۔ اہم باتیں: (1) ہر اندھیرا خواہ وہ رات کا ہو، کفر کا ہو یونہی ہر روشنی خواہ وہ دن کی ہو، ایمان وہدایت کی ہو، سب کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا فرمایا ہے اور اگرچہ اچھی بری ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے سمجھے اور جو برائی سرزد ہو اسے اپنے نفس کی کرتوت تصور کرے۔ (2) ظُلُمٰت یعنی اندھیرے جمع اور نور واحد ذکر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ باطل کی راہیں بہت زیادہ اور راہِ حق صرف ایک دینِ اسلام ہے۔

آیت 2 مشرک کہتے تھے کہ جب ہم گل کر مٹی ہو جائیں گے پھر کیسے زندہ کیے جائیں گے! انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا جن کی نسل سے تم پیدا ہوئے؛ پھر اسی نے پیدائش سے موت تک کی تمہاری مدت مقرر کر دی جس کے پورا ہونے پر تم مر جاؤ گے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کی ایک مقررہ مدت بھی اسی کے پاس ہے، زندگی موت کے ان چلتے ہوئے سلسلے کو دیکھنے کے باوجود اے کافرو! پھر بھی تم قیامت میں دوبارہ زندہ کیے جانے میں شک کرتے ہو حالانکہ جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے۔

آیت 3 اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے بعد یہاں اس کے تنہا حقیقی معبود ہونے اور خدا کے کامل علم کا ذکر ہے، چنانچہ فرمایا کہ وہی اللہ آسمانوں اور زمین میں عبادت کا حق دار ہے۔ آیت کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں میں رہتا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان میں رہنے، اس میں محدود ہونے سے پاک ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ زمین و آسمان، ہر جگہ اس کی عبادت ہو رہی ہے، ہر جگہ وہی معبودِ حقیقی ہے اور ہر جگہ اسی کی سلطنت و حکومت ہے اور اس کے علم کی شان یہ ہے کہ وہ تمہاری ہر پوشیدہ اور ظاہر بات اور تمہارے سب ہونے اچھے برے سب کام جانتا ہے۔

آیت 4 مشرکینِ مکہ خدا کے ساتھ بھی کفر کرتے تھے اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور نشانیوں کے ساتھ بھی۔ یہاں دوسری قسم

عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿٤﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۭ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا

سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ تو بیشک انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس آیا تو عنقریب ان کے پاس اس کی خبریں آنے والی ہیں جس کا یہ

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٥﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ

مذاق اڑاتے تھے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا، انہیں ہم نے زمین میں وہ قوت وطاقت عطا کی تھی

مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۠ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ

جو تمہیں نہیں دی اور ہم نے ان پر موسلادھار بارش بھیجی اور ان کے نیچے نہریں بہا دیں

کے متعلق فرمایا: کفارِ مکہ کا حال یہ ہے کہ جب بھی ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے قرآنِ مجید کی کوئی آیت آتی ہے یا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو یہ اسے جھٹلاتے اور اس کا مذاق اڑاتے ہوئے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

آیت 5 ارشاد فرمایا: تو بیشک انہوں نے حق کو جھٹلایا۔ یہاں حق سے مراد قرآنِ مجید کی آیات ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت یا آپ کے معجزات ہیں کہ جب بھی قرآن کی آیتیں کفارِ مکہ کے سامنے آتیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں معجزات دکھاتے یا سمجھاتے تو وہ آپ کو جھٹلا دیتے۔ اس پر فرمایا کہ عنقریب ان کافروں کے پاس قیامت یا دنیا کے عذاب کی خبریں حقیقت بن کر سامنے آجائیں گی جن کا یہ مذاق اڑاتے تھے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیسی سچی اور بڑی خبر ہے اور اس کی ہنسی بنانے، مذاق اڑانے کا انجام کیسا خوفناک ہے۔

آیت 6 یہاں سے کفارِ مکہ کو سابقہ قوموں کا عبرتناک انجام بتا کر نصیحت کی جا رہی ہے، چنانچہ فرمایا: کیا شام اور دیگر ممالک کی طرف سفر کے دوران کفارِ مکہ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا۔ اے اہلِ مکہ! ہم نے انہیں زمین میں وہ قوت وطاقت عطا فرمائی تھی جو تمہیں نہیں دی اور جب ضرورت کے وقت ہم نے ان پر موسلادھار بارش بھیجی جس سے ان کی کھیتیاں سرسبز وشاداب ہوگئیں، نیز ان کے درختوں، رہائش گاہوں اور محلات کے قریب نہریں جاری کر دیں جس سے باغوں نے پرورش پائی، پھلوں کی کثرت ہوئی اور دنیاوی زندگی کے لئے عیش وراحت کے اسباب مسلسل دستیاب ہوتے رہے لیکن جب انہوں نے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا اور ان کی نبوت کا انکار کیا تو ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا۔ ان کی یہ شان وشوکت اور ساز وسامان انہیں ہلاکت سے نہ بچا سکے اور ان کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کر دیں اور انہیں ان کا جانشین بنا دیا۔ ان کا عبرتناک انجام دیکھ کر تم بھی کچھ نصیحت حاصل کرو اور سابقہ کفار کی روش اختیار نہ کرو ورنہ تم پر بھی ان جیسا ہی عذاب آسکتا ہے۔ درس: اس آیت میں نصیحت ہے کہ سابقہ قوموں سے عبرت حاصل کر کے خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور ایمان، اطاعت، عبادت اور نیک کاموں میں مصروف ہو جائیں۔ نیز معلوم ہوا کہ مال ودولت اور سہولیات کی کثرت رضائے الٰہی کی علامت نہیں، اس سے ان لوگوں کو درس حاصل کرنا چاہیے جو مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کی دنیوی ترقی، سائنسی مہارت، سہولیات کی کثرت، مال ودولت کی فراوانی دیکھ کر انہیں بارگاہِ الٰہی میں مقبول اور مسلمانوں کو مردود سمجھتے اور اخلاق وکردار میں مسلمانوں کو ان کی تقلید کا مشورہ دیتے ہیں۔ کفار کی یہ دنیوی کامیابی مقبولیت کی نہیں بلکہ مہلت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ کافروں کی جلد پکڑ نہیں فرماتا بلکہ انہیں مہلت اور آسائشیں دیتا، پھر انہیں اپنے عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔

مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝٦ وَلَوْ نَزَّلْنَا

پھر ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد دوسری قومیں پیدا کر دیں ۝ اور اگر ہم کاغذ میں کچھ لکھا ہوا

عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧

آپ پر اتار دیتے پھر یہ اسے چھو لیتے تب بھی کافر کہہ دیتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے ۝

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ

اور (کافروں نے) کہا: ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ کیوں نہ اتار دیا گیا حالانکہ اگر ہم کوئی فرشتہ اتارتے تو فیصلہ کر دیا جاتا پھر انہیں

لَا يُنْظَرُوْنَ ۝٨ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝٩

مہلت نہ دی جاتی ۝ اور اگر ہم نبی کو فرشتہ بنا دیتے تو بھی اسے مرد ہی بناتے اور ان پر وہی شبہ ڈال دیتے جس میں اب پڑے ہیں ۝

آیت 7 ﴾ شانِ نزول: نضر بن حارث، عبد اللہ بن اُمیّہ اور نوفل بن خویلد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب نہ لائیں جس کے ساتھ چار فرشتے ہوں، وہ گواہی دیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور آپ اس کے رسول ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ یہ سب ان کے حیلے بہانے ہیں۔ اگر ہم کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب بھی آپ پر اتار دیتے اور وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ لیتے تب بھی یہی کہتے کہ ان کی نظر بندی کر دی گئی ہے، کتاب اترتی نظر تو آئی لیکن حقیقت میں کچھ نہیں تھا؛ جیسے انہوں نے چاند دو ٹکڑے ہونے کے معجزے کو جادو بتایا اور ایمان نہ لائے۔

آیت 8 ﴾ مشرکین نے مزید کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر آسمان سے کوئی فرشتہ کیوں نہ اتار دیا گیا جسے ہم دیکھتے؟ اس پر فرمایا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ فرشتہ اتار دیتا اور کافر پھر بھی ایمان نہ لاتے تو ان پر عذاب لازم ہو جاتا؛ پھر انہیں مہلت نہ ملتی کیونکہ سنتِ الٰہیہ ہے کہ جب کفار اجتماعی طور پر کوئی نشانی طلب کریں اور نشانی کے ظاہر ہونے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں تو انہیں ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اہم باتیں: (1) نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایک کیا بہت سے فرشتے نازل ہوتے تھے اور بسا اوقات انسانی شکل میں حاضر ہوتے جنہیں صحابہ بھی دیکھتے تھے۔ کفار کا مطالبہ خود دیکھنے اور اصلی حالت میں دیکھنے کا تھا۔ (2) اگر سب لوگ کسی عام نشانی کا مطالبہ کریں تو اس کے پورا ہونے کے بعد ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب نازل ہوتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے معجزات کو مختلف مواقع پر سب نے نہیں بلکہ مختلف لوگوں نے دیکھا، اس لئے ان کے انکار پر عذاب نہ اترا جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا مطالبہ مخصوص لوگوں نے کیا جو پورا ہوا لیکن یہ نشانی سب نے نہیں دیکھی کہ یہ رات کا واقعہ ہے۔ اس لئے مطالبہ کرنے والوں پر عذاب نازل نہ ہوا۔

آیت 9 ﴾ بہت سے کافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنی طرح کا بشر کہہ کر ایمان سے محروم رہے اور انہوں نے کہا کہ کوئی فرشتہ ہی رسول بن کر کیوں نہیں آ جاتا۔ اس پر انہیں انسانوں میں سے رسول بھیجنے کی حکمت بتائی گئی کہ خدا کے رسول سے فیض اٹھانے کی یہی صورت ہے کہ وہ انسانی صورت میں آئے کیونکہ فرشتے کو اس کی اصل صورت میں دیکھنے کی تو لوگوں میں طاقت نہیں، دیکھتے ہی ہیبت سے بے ہوش ہو جاتے یا مر جاتے؛ اس لئے اگر بالفرض رسول فرشتہ ہی بنایا جاتا تو بھی اسے مرد ہی بنایا جاتا اور صورتِ انسانی ہی میں بھیجا جاتا تاکہ یہ لوگ اسے دیکھ سکیں، اور اس سے سن سکیں اور جب فرشتہ صورتِ بشری میں آتا تو انہیں پھر وہی کہنے کا موقع باقی رہتا کہ یہ تو ہماری طرح بشر ہے۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

اور اے حبیب! بیشک تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی مذاق کیا گیا تو وہ جو ان میں سے (رسولوں کا) مذاق اڑاتے تھے ان

يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ

مذاق ہی نے آلیا ۝ تم فرمادو: زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ

تم فرماؤ: کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے؟ فرمادو: اللہ ہی کا ہے۔ اس نے اپنے ذمہ کرم پر رحمت لکھ لی ہے۔ بیشک وہ ضرور تمہیں قیامت کے

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

دن جمع کرے گا جس میں کچھ شک نہیں۔ وہ جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا ہوا ہے تو وہ ایمان نہیں لاتے۔

آیت 10 کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑاتے جس پر فرمایا گیا کہ آپ رنجیدہ نہ ہوں، کفار کا پہلے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی یہی دستور تھا، ان کا بھی مذاق اڑایا گیا تو جو مذاق اڑاتے تھے ان کا نہایت بھیانک انجام ہوا اور وہ مبتلائے عذاب ہوئے۔ کفار کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ جنہوں نے توبہ نہ کی وہ مختلف مواقع پر ہلاک ہوگئے۔

آیت 11 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ عذاب کا مذاق اڑانے والوں سے فرمادیں: عبرت حاصل کرنے کے لئے تم لوگ زمین کے ان خطوں کی طرف جاؤ جہاں پچھلی قومیں عذاب کا شکار ہوئیں، پھر وہ جگہیں دیکھو کہ ان لوگوں کا کیسا برا انجام ہوا جنہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا۔ **اہم بات:** خوفِ خدا حاصل کرنے کے لئے عذاب والی جگہ بہتر موثر ثابت ہوتی ہے کیونکہ مشاہدے کا اثر زیادہ ہوتا ہے نیز جیسے عذاب کی جگہ دیکھنے سے خوف پیدا ہوتا ہے اسی طرح رحمت کی جگہ دیکھنے سے عبادت کی رغبت اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے لہٰذا رحمتِ الٰہی دیکھنے کے لئے بزرگوں کے آستانوں اور مزارات پر جاکر دیکھنا بھی بہتر ہے تاکہ اطاعتِ الٰہی کا شوق پیدا ہو۔

آیت 12 فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان سے پوچھیں کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کا حقیقی مالک کون ہے؟ اولاً تو وہ خود ہی یہ کہیں گے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے کیونکہ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا اور اگر وہ یہ جواب نہ دیں تو آپ خود انہیں جواب دیں کہ سب کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ اس کے علاوہ دوسرا کوئی جواب ہو ہی نہیں سکتا اور نہ ہی وہ اس جواب کی مخالفت کر سکتے ہیں کیونکہ جن بتوں کی وہ پوجا کرتے ہیں وہ تو بے جان اور بے اختیار ہیں، جبکہ آسمان و زمین کا مالک وہی ہو سکتا ہے جو حی و قیوم، ازلی و ابدی، قادرِ مطلق، ہر شے پر متصرف اور حکمران ہو اور تمام چیزیں اس کے پیدا کرنے سے وجود میں آئی ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ مزید فرمایا: اس نے اپنے فضل و احسان سے بندوں پر رحمت کا وعدہ فرمالیا ہے اسی لیے وہ گناہگاروں کی سچی توبہ قبول فرماتا ہے اور توبہ کے لئے مہلت دیتا ہے۔ بیشک وہ ضرور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دینے کے لئے بروزِ قیامت جمع فرمائے گا جس میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کو اختیار کیا اور اسی پر اصرار کرکے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا ہوا ہے تو وہ ایمان نہیں لاتے۔

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑬ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا

اور سب کچھ اسی کا ہے جو رات اور دن میں بستا ہے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۞ تم فرماؤ: کیا کسی اور کو اس اللہ کے سوا والی بناؤں

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ

جو آسمانوں اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے؟ اور وہ کھلاتا ہے اور وہ خود کھانے سے پاک ہے۔ تم فرماؤ: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے

مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ⑭ قُلْ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ

فرمانبرداری کے لئے گردن جھکاؤں اور تو ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۞ تم فرماؤ: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے

يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑮ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ⑯

عذاب کا ڈر ہے۞ اس دن جس سے عذاب پھیر دیا گیا تو ضرور اس پر اللہ نے رحم فرمایا اور یہی کھلی کامیابی ہے۞

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ

اور اگر اللہ تجھے کوئی برائی پہنچائے تو اس کے سوا اس برائی کو کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر اللہ تجھے بھلائی پہنچائے تو وہ ہر

آیت 13 یہاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی ایک اور دلیل بیان کی گئی ہے کہ رات اور دن میں بسنے والی یا سکون حاصل کرنے والی کائنات کی ہر چیز یعنی تمام موجودات اسی کی ملک ہیں۔ وہ سب کا خالق، مالک اور رب ہے۔ وہی ان کی ہر بات اور آواز سننے والا اور ان کا ہر پوشیدہ کام اور تمام احوال جاننے والا ہے، اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

آیت 14 شانِ نزول: کفارِ عرب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنے ملک والوں یعنی اہلِ عرب کے دین کی طرف آجائیں اور توحید کا ذکر چھوڑ دیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان کفار کو جواب دیں: کیا میں اس اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا والی بنالوں جو آسمانوں اور زمین کو سابقہ کسی مثال کے بغیر ابتداء سے پیدا فرمانے والا ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ سب کو کھلاتا ہے جبکہ خود کھانے سے پاک ہے، ساری مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے؛ لہٰذا ایسے خالق ومالک، رحیم و کریم رب کو میں تو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ اس نے تو مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں سب سے پہلے فرمانبرداری کے لئے گردن جھکاؤں کیونکہ نبی اپنی امت سے دین میں آگے ہوتے ہیں اور اس نے یہ حکم دیا ہے کہ میں شرک سے پاک رہوں۔

آیت 15 مزید فرمایا: اے حبیب! آپ ان کفار سے کہہ دیں کہ اگر میں اپنے رب کے حکم پر عمل نہ کرکے اور اس کے منع کردہ کام انجام دے کر اس کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن یعنی قیامت کے عذاب کا ڈر ہے۔

آیت 16 فرمایا کہ اس دن جسے عذاب سے نجات دے دی گئی تو ضرور اس پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور یہ عذاب سے نجات ہی کھلی کامیابی ہے۔ اہم بات: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بروزِ قیامت عذاب سے نجات اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم سے ہی ملے گی، صرف اپنے اعمال اس کے لئے کافی نہیں کیونکہ اعمال سبب ہیں۔

آیت 17 فرمایا کہ اے انسان! اگر اللہ تعالیٰ تجھے کسی طرح کی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ

شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَیُّ شَیْءٍ

شے پر قادر ہے○ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہی حکمت والا خبردار ہے○ تم فرماؤ: سب سے بڑی

اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ۙ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ

کس کی ہے؟ فرمادو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور میری طرف اس قرآن کی وحی کی

لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ

تاکہ میں اس کے ذریعے تمہیں اور جن کو یہ پہنچے انہیں ڈر سناؤں۔ کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہیں؟

لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِیْنَ

کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا۔ تم فرماؤ کہ وہ تو ایک ہی معبود ہے اور میں ان سے بیزار ہوں جنہیں تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو○ وہ لوگ جنہیں

اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ

ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (لیکن) جو اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالنے والے ہیں

تجھے کوئی بھلائی مثلاً صحت اور دولت وغیرہ پہنچائے تو یہ بھی اسی خدا کی قدرت سے ہے کیونکہ وہ ہر شے پر خوب قادر ہے۔ اور کوئی اس کی مشیت کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا اور جب اس کی یہ شان ہے تو اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق بھی ہرگز نہیں ہے کیونکہ حقیقی معبود وہی ہے جو پوری قدرت رکھتا ہو اور ایسا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔ **اہم بات:** اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اس کا عذاب کوئی ٹال نہیں سکتا، باقی نیک اعمال، ماں، باپ، بزرگوں کی دعا سے مصیبت ٹلنا تو خود رب کریم ہی کے فضل و کرم کی صورت ہے۔

آیت 18 فرمایا کہ وہی اپنے بندوں پر غالب ہے، اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی اور وہی اپنے ہر کام میں حکمت والا اور بندوں کے ظاہری و باطنی تمام اعمال و احوال سے خبردار ہے، تو جس کی ایسی عظیم الشان صفات ہوں لازم ہے کہ اس کا کوئی شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

آیت 19 **شانِ نزول:** اہلِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: ہمیں کوئی ایسا دکھایئے جو آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں: سب سے بڑی گواہی اللہ تعالیٰ کی ہے اور وہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے کیونکہ اس نے میری طرف دلیل کے طور پر اس قرآن کی وحی فرمائی جو ایسا عظیم معجزہ ہے کہ تم فصیح و بلیغ اور صاحبِ زبان ہونے کے باوجود اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہو اور مجھ پر قرآن اتارنے کا مقصد یہ ہے کہ میں اس کے ذریعے تمہیں اور قیامت تک انسانوں، جنوں کو حکمِ الٰہی کی مخالفت سے ڈراؤں۔ اے مشرکو! کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہیں؟ اے حبیب! تم یہ جواب دو کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا بلکہ وہ تو ایک ہی معبود ہے اور میں ان جھوٹے خداؤں سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ **اہم بات:** جو شخص اسلام قبول کرے تو وہ توحید و رسالت کی شہادت کے ساتھ اسلام کے ہر مخالف عقیدہ و دین سے بیزاری کا اظہار کرے، یونہی مومن کو چاہیے کہ اپنی صورت، سیرت اور رفتار و گفتار سے اپنے ایمان کا اعلان کرے۔

آیت 20 فرمایا کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے وہ علماء جن کے پاس توریت و انجیل ہے یہ اپنی کتابوں میں مذکور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾

نہیں لائے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے۔ بیشک ظالم فلاح نہیں پائیں گے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور جس دن ہم سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے، تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جنہیں تم (خدا کا شریک) سمجھتے تھے؟

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾

پھر ان کی اس کے سوا کوئی معذرت نہ ہوگی کہ کہیں گے، ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم کہ ہم ہرگز مشرک نہ تھے۔

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ

اے حبیب! دیکھو انہوں نے اپنے اوپر کیسا جھوٹ باندھا؟ اور ان سے غائب ہوگئیں وہ باتیں جن کا یہ بہتان باندھتے تھے۔ اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو

کے اوصاف سے آپ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، یعنی بغیر کسی شک شبہ کے، لیکن جن لوگوں نے حسد کی وجہ سے نبوت مصطفیٰ کا انکار کر کے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا ہوا ہے تو وہ آپ پر ایمان نہیں لاتے۔ اہم باتیں: (1) حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا: میں نے جیسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا تو پہچان گیا بلکہ اپنے بیٹے کے مقابلے میں زیادہ جلدی پہچانا۔ (2) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جاننا پہچاننا ایمان نہیں بلکہ ماننا ایمان ہے۔

آیت 21 فرمایا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائے یا غلط بات خدا کی طرف منسوب کر کے اس پر جھوٹ باندھے یا قرآن کی آیتوں کو جھٹلائے: یقیناً اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہے، بیشک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔ اہم باتیں: (1) کسی چیز کو اس کی اصل جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا ظلم ہے تو جو بات اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہ ہو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا یقیناً سب سے بڑا ظلم ہوگا۔ (2) اس وعید میں مشرکین کے علاوہ فلموں ڈراموں وغیرہ سے کفریات بولنے، سکھانے والے، بیہودہ کالم نگار، دانشور اور مفکرین بھی شامل ہیں جو دیدہ دانستہ قرآن کی غلط تفسیریں یا نااہل ہوتے ہوئے قرآن کی تفسیر کرتے ہیں۔

آیت 22-24 ان تین آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جس دن ہم سب مخلوق کو اٹھائیں گے، پھر مشرکوں سے کہیں گے: تمہارے وہ باطل معبود کہاں ہیں جنہیں تم خدا سمجھتے تھے؟ اس سوال پر مشرکوں کے پاس اپنے کفر و شرک سے معذرت کی کوئی صورت نہ ہوگی سوائے اس کے کہ جھوٹ بولتے ہوئے کہہ دیں کہ ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم! ہم ہرگز مشرک نہ تھے۔ قیامت کی اس خبر کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم! دیکھو کہ ان مشرکوں نے خود پر کیسا جھوٹ باندھا کہ عمر بھر کے شرک ہی سے مکر گئے اور دیکھو کیسے ان سے وہ باتیں غائب ہوگئیں جن کا یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے تھے۔ اہم بات: مشرکین شروع میں تو اپنے جرموں کا انکار کریں گے لیکن دوسرے وقت اقرار کریں گے اور پھر ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے کہ ہمیں ہمارے بڑوں نے گمراہ کیا تھا۔

آیت 25 شانِ نزول: ایک مرتبہ ابوسفیان، ولید، نضر اور ابوجہل وغیرہ جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تلاوتِ قرآن سننے لگے، نضر سے اس کے ساتھیوں نے کہا کہ محمد کیا کہتے ہیں؟ کہنے لگا: میں نہیں جانتا، زبان کو حرکت دیتے ہیں اور پہلوں کے قصے کہہ

اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ

تمہاری طرف کان لگا کر سنتا ہے اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیئے ہیں کہ اس کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیا ہے اور اگر ساری نشانیاں

اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ

(بھی) دیکھ لیں تو ان پر ایمان نہ لائیں گے حتی کہ جب تمہارے پاس تم سے جھگڑتے ہوئے آتے ہیں تو کافر کہتے ہیں یہ تو پہلے لوگوں

اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٥﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ

کی داستانیں ہیں ○ اور وہ (دوسروں کو) اس سے روکتے اور خود اس سے دور بھاگتے ہیں اور وہ اپنے آپ ہی کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ

اور انہیں شعور نہیں ○ اور اگر آپ دیکھیں جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا پھر یہ کہیں گے اے کاش کہ ہمیں واپس بھیج دیا جائے اور ہم اپنے رب کی

رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ

آیتیں نہ جھٹلائیں اور مسلمان ہو جائیں ○ بلکہ پہلے جو یہ چھپا رہے تھے وہ ان پر کھل گیا ہے

رہے ہیں جیسے میں تمہیں سنایا کرتا ہوں۔ ابو سفیان نے کہا: مجھے ان کی باتیں حق معلوم ہوتی ہیں، تو ابو جہل کہنے لگا کہ اس کا اقرار کرنے سے مر جانا بہتر ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ اے حبیب! کچھ کافر وہ ہیں جو تمہاری تلاوت بغور سنتے ہیں لیکن قبول نہیں کرتے کیونکہ ان کی سرکشی اور ضد کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کر دیئے ہیں تاکہ وہ قرآن کو سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیا ہے تاکہ وہ ایسے نہ سن سکیں جیسے سننے کا حق ہے اور اگر یہ ساری نشانیاں بھی دیکھ لیں تو بھی سرکشی کی وجہ سے ان پر ایمان نہ لائیں گے حتی کہ اب ان کی حالت یہ ہے کہ جب یہ تمہارے پاس آکر جھگڑتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو پہلے لوگوں کی جھوٹی داستانوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ (معاذ اللہ)

آیت 26 شانِ نزول: یہ آیت کفارِ مکہ کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قریب آنے اور قرآن کریم سننے سے روکتے اور خود بھی دور رہتے تھے کہ کہیں کلام مبارک ان کے دل میں اثر نہ کر جائے؛ اس پر فرمایا کہ یہ لوگ دوسروں کو روکتے ہیں اور خود بھی دور رہتے ہیں اور یوں خود ہی کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں کیونکہ اس کا وبال انہیں پر پڑے گا اور حال یہ ہے کہ انہیں اس کا شعور ہی نہیں۔

آیت 27 فرمایا کہ اے حبیب! اگر آپ کافروں کی وہ حالت دیکھیں جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو آپ بڑی خوفناک حالت دیکھیں گے کہ اس وقت یہ کہیں گے کہ کاش! کسی طرح ہمیں واپس دنیا میں بھیج دیا جائے اور ہم اپنے رب کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور مسلمان ہو جائیں تاکہ اس ہولناک عذاب سے بچ سکیں۔

آیت 28 کافر جو آگ پر کھڑے ہونے کے بعد دنیا میں لوٹنے اور ایمان لانے کی تمنا کریں گے، اس پر فرمایا کہ ان کی تمنا سچی نہیں ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ پہلے جو یہ اپنا مشرک ہونا چھپا رہے تھے وہ ان کے سامنے کھل گیا ہے کیونکہ ان کے اعضا نے ان کے کفر

وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَ قَالُوْۤا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا

اور اگر انہیں لوٹا دیا جائے تو پھر وہی کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور بیشک یہ ضرور جھوٹے ہیں۔ اور انہوں نے کہا تھا کہ زندگی تو صرف

الدُّنْیَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا

دنیاوی زندگی ہی ہے اور ہمیں اٹھایا نہیں جائے گا۔ اور اگر تم دیکھو جب انہیں ان کے رب کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا تو وہ فرمائے گا کیا یہ حق نہیں؟

بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ ع

وہ کہیں گے: کیوں نہیں، ہمیں اپنے رب کی قسم۔ فرمائے گا تو اب اپنے کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو۔ بیشک ان لوگوں نے نقصان اٹھایا

كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا

جنہوں نے اپنے رب سے ملنے کو جھٹلایا یہاں تک کہ جب ان پر اچانک قیامت آئے گی تو کہیں گے ہائے افسوس اس پر جو ہم نے اس کے ماننے میں

شرک کی گواہیاں دیں اور جہاں تک دنیا میں دوبارہ لوٹانے کی آرزو ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اگر انہیں دنیا میں لوٹا بھی دیا جائے تو یہ پھر عذاب اور آخرت کو بھلا کر شرک میں پڑ جائیں گے۔ یہ لوگ اپنے وعدۂ ایمان میں یقیناً جھوٹے ہیں۔

آیت 29 جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لوگوں سے آخرت کی زندگی کا ذکر کیا تو کفار نے کہا کہ زندگی تو بس دنیا ہی کی ہے اور جب ہم مر جائیں گے تو ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ **درس:** کافر آخرت کے انکار کی وجہ ہی سے غفلت کا شکار تھے جبکہ مسلمانوں کا قطعی عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا اور اعمال کا حساب دینا پڑے گا، لیکن افسوس! پھر بھی غفلت میں پڑے ہیں۔

آیت 30 کفار کا نظریہ بیان کر کے یہاں فرمایا گیا کہ اے حبیب! اگر تم وہ منظر دیکھو جب ان کفار کو ان کے رب کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا تو بہت بڑا منظر دیکھو گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کافروں سے فرمائے گا: کیا یہ حق نہیں کہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا گیا ہے؟ وہ عرض کریں گے: ہمیں اپنے رب کی قسم! کیوں نہیں، بیشک یہ ضرور حق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو اب اپنے اس کفر کے بدلے میں عذاب کا مزہ چکھو جو تم دنیا میں کرتے تھے۔

آیت 31 فرمایا کہ جن کافروں نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور اعمال کے حساب کے لئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونے کو جھٹلایا! انہوں نے اپنی جانوں کا ہی نقصان کیا کہ وہ لازوال نعمتوں کے گھر جنت سے محروم ہو کر جہنم کے طبقات میں دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے یہاں تک کہ جب ان منکروں پر اچانک قیامت آئے گی اور یہ اپنی ذلت و رسوائی دیکھیں گے تو کہیں گے: ہائے افسوس! ہمیں اس پر بہت ندامت ہے جو ہم نے دنیا میں قیامت کو ماننے میں کوتاہی کی اور اس دن پر ایمان لا کر اس کے لئے تیاری نہ کی اور نیک اعمال سے دور رہے۔ وہ اپنی خطاؤں اور گناہوں کے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہوں گے۔ خبردار! وہ کتنا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ **اہم بات:** حدیثِ پاک میں ہے: (قیامت میں کافر کا عمل کافر سے کہے گا) میں تیرا خبیث عمل ہوں، دنیا میں تو مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سوار ہوں گا اور تجھے تمام مخلوق میں رسوا کروں گا پھر وہ اس پر سوار ہو جائے گا۔ (تفسیر طبری، 5/178)

فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ۭ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْ
کوتاہی کی اور وہ اپنے گناہوں کے بوجھ اپنی پیٹھوں پر لادے ہوئے ہوں گے۔ خبردار، وہ کتنا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں

الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ
زندگی صرف کھیل کود ہے اور بیشک آخرت والا گھر ڈرنے والوں کے لئے بہتر ہے تو کیا تم سمجھتے

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ
ہم جانتے ہیں کہ ان کی باتیں تمہیں رنجیدہ کرتی ہیں تو بیشک یہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا
اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ○ اور آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے جھٹلائے جانے اور تکلیف دیئے جانے پر

آیت 32 فرمایا کہ دنیا کی زندگی اور اس میں مشغولیت صرف کھیل کود ہے جسے بقا نہیں، بہت جلد گزر جاتی ہے اور بیشک آخرت کا گھر یعنی جنت ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو کفر و شرک اور دیگر گناہوں سے بچتے ہیں تو کیا تم سمجھتے نہیں کہ جب آخرت دنیا سے بہتر ہے تو اس کے لئے عمل کرو۔ **اہم بات:** مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دنیا کی زندگی وہ ہے جو نفس کی خواہشات میں گزر جائے اور جو زندگی آخرت کے لئے توشہ جمع کرنے میں صرف ہو وہ "دنیا میں زندگی" تو ہے مگر "دنیا کی زندگی" نہیں، لہٰذا انبیاء و صالحین کی زندگی دنیا کی نہیں بلکہ دین کی ہے، غرضیکہ غافل اور عاقل کی زندگیوں میں بڑا فرق ہے۔

آیت 33 **شانِ نزول:** (1) ایک بار اخنس بن شریق نے تنہائی میں ابو جہل سے کہا: یہاں میرے سوا کوئی تیری بات سننے والا نہیں، اب تو مجھے ٹھیک ٹھیک بتا کہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم سچے ہیں یا نہیں؟ ابو جہل نے کہا: اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم بیشک سچے ہیں، کبھی کوئی جھوٹا حرف ان کی زبان پر نہیں آیا مگر بات یہ ہے کہ یہ قُصَیْ کی اولاد ہیں، حج اور خانہ کعبہ کے متعلق سارے اعزاز تو انہیں حاصل ہی ہیں، اب نبوت بھی انہیں میں ہو جائے تو باقی قریشیوں کے لئے کیا اعزاز رہ گیا۔ (2) ابو جہل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا: ہم آپ کی نہیں بلکہ اس کتاب کی تکذیب کرتے ہیں جو آپ لائے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: اے حبیب! ہم جانتے ہیں کہ ان کافروں کی باتیں آپ کو رنجیدہ کرتی ہیں لیکن آپ غم نہ رکھیں، انہیں آپ کی صداقت معلوم ہے اس لئے یہ پوشیدہ طور پر آپ کو نہیں جھٹلاتے البتہ حسد و عناد کے باعث ظالم اعلانیہ طور پر آیاتِ الٰہیہ کا انکار کرتے ہیں۔ آیت کے آخری حصے کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ آپ کی تکذیب آیاتِ الٰہیہ کی تکذیب ہے اور تکذیب کرنے والے ظالم ہیں یعنی آپ کو جھٹلانا اللہ تعالیٰ کو جھٹلانا ہے۔

آیت 34 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قلبِ اطہر کی تسلی کے لئے مزید فرمایا گیا: اے حبیب! بیشک آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے جھٹلائے جانے اور تکلیف دیئے جانے پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی اور جھٹلانے والوں کو ہلاک کر دیا گیا، لہٰذا آپ بھی صبر کریں۔ کوئی اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بدلنے والا نہیں ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی نصرت اور

وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی

یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آگئی اور کوئی اللہ کی باتوں کو بدلنے والا نہیں اور بیشک تمہارے پاس رسولوں کی خبریں

الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا

آچکی ہیں ﴿۳۴﴾ اور اگر ان کا منہ پھیرنا آپ پر شاق گزرتا ہے تو اگر تم سے ہوسکے تو زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی

فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَی الْهُدٰی

تلاش کرکے ان کے پاس کوئی نشانی لے آؤ اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کردیتا

فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ

تو اے سننے والے! ہرگز بے خبر نہ بن ﴿۳۵﴾ صرف وہ لوگ مانتے ہیں جو سنتے ہیں اور اللہ ان مردہ دلوں کو اٹھائے گا

ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤی

پھر اس کی طرف انہیں لوٹایا جائے گا ﴿۳۶﴾ اور کہا: ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری؟ تم فرمادو کہ بیشک اللہ کسی نشانی کے اتارنے

...کی تکذیب کرنے والوں کی ہلاکت جس وقت طے فرمائی ہے ضرور ہوگی اور بیشک دلی اطمینان کے لئے آپ کے پاس رسولوں کی خبریں آچکی ہیں، ان سے اپنے دل کو تسلی دیں۔ اس آیت میں مبلغین کے لئے بھی تسلی ہے کہ اگر راہِ تبلیغ میں مشقتیں آئیں تو انبیاء علیہم السلام کی تکالیف یاد کرکے صبر اختیار کریں۔

آیت 35 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شدید خواہش تھی کہ سب لوگ اسلام لے آئیں اور کافروں کا ایمان قبول نہ کرنا آپ پر بہت شاق (گزرتا) رہتا تھا۔ اس پر آپ کو رنج و تکلیف سے بچانے کے لئے کچھ مختلف انداز میں کلام فرمایا گیا تاکہ آپ سب لوگوں کے ایمان لانے کی امید ختم کرکے رنج و غم سے نجات پائیں، چنانچہ فرمایا: اے حبیب! اگر ان کافروں کا منہ پھیرنا آپ کی بے پناہ رحمت و شفقت کی وجہ سے آپ پر شاق گزرتا ہے تو آپ ان کے ایمان لانے کی خاطر زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کرکے ان کافروں کے پاس ان کی کوئی مطلوبہ نشانی لاسکتے ہیں تو لا کر دیکھ لیں، یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے؛ لہٰذا آپ تسلیم و رضا کے مقام پر رہ کر معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کردیں، وہ جو چاہے، اپنی مشیت و حکمت سے کرے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کردیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا اور اس کی حکمت خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

آیت 36 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! دینِ حق کی دعوت صرف وہ لوگ قبول کرتے ہیں جو توجہ اور غور و فکر کے ساتھ سمجھنے کیلئے کلام سنتے ہیں جبکہ یہ کفار تو مردہ دل ہیں یہ کیا مانیں گے؟ آخرت میں اللہ تعالیٰ ان دل کے مردوں کو اٹھائے گا، پھر حساب اور بدلے کے لئے ان رب کی طرف انہیں لوٹایا جائے گا۔ **اہم بات:** وعظ و نصیحت کا اثر تبھی ہوتا ہے جب آدمی ماننے اور عمل کرنے کے جذبے سے توجہ کے ساتھ سنے؛ ورنہ بے توجہی سے سننے کا نتیجہ عام طور پر کچھ بھی برآمد نہیں ہوتا۔

آیت 37 کفارِ مکہ نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ان کے رب کی طرف سے ایسی نشانی کیوں نہیں اتری جس کا ہم مطالبہ کرتے

اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۷ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا

پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں○ اور زمین میں چلنے والا کوئی جاندار نہیں ہے اور نہ ہی اپنے پروں کے ساتھ

يَطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى

کوئی پرندہ ہے مگر وہ تمہاری جیسی امتیں ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں کسی شے کی کوئی کمی نہیں چھوڑی، پھر وہ اپنے رب کی

يُحْشَرُوْنَ ۝۳۸ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ

اٹھائے جائیں گے○ اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ بہرے اور گونگے ہیں، اندھیروں میں (ہیں۔) اللہ جسے چاہے

وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۳۹ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ

اور جسے چاہے، اسے سیدھے راستے پر ڈال دے○ تم فرماؤ، بھلا بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آئے

ہیں۔ اس پر فرمایا گیا کہ تم انہیں جواب دو کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہر قسم کی نشانی اتارنے پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ اس بات سے بے خبر ہیں کہ اگر مطلوبہ کوئی نشانی اتار دی گئی تو اس کے بعد نہ ماننے کی صورت میں فوراً ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ **اہم بات:** ان معجزات کو نہ اتارنا بھی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رحمت کی وجہ سے ہے کہ ہلاکت سے بچا کر انہیں مہلت ملتی رہی۔

آیت 38 فرمایا کہ زمین میں چلنے والے جاندار اور اپنے پروں کے ساتھ اڑنے والے پرندے، سب تمہاری طرح امتیں ہیں۔ ہم نے اس کتاب یعنی لوحِ محفوظ یا قرآن میں کسی شے کی کوئی کمی نہیں چھوڑی، جملہ علوم کا اس میں بیان ہے۔ پھر یہ سب انسان، جانور اور پرندے بروزِ قیامت اپنے رب کی طرف ہی اٹھائے جائیں گے تو وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ **اہم باتیں:** (1) یہاں انسانوں اور جانوروں میں جو مماثلت بیان ہوئی یہ بعض چیزوں میں ہے جیسے حیوانات انسان کی طرح اللہ تعالیٰ کو پہچانتے، اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ وہ مخلوق ہونے اور آپس میں الفت رکھنے میں نیز روزی طلب کرنے، ہلاکت سے بچنے، نر مادہ کا امتیاز رکھنے میں انسانوں کی مثل ہیں۔ (2) قرآن کے علوم کھول کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سکھائے گئے تو جب سارے علوم لوحِ محفوظ یا قرآن میں ہیں اور یہ کتابیں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علم میں ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا علم بھی اتنا ہی وسیع ہوا۔ (3) بروزِ قیامت انسانوں اور جنوں کے علاوہ جانوروں کا بھی حساب ہو گا۔ انسان حساب کے بعد جنت یا جہنم میں جائیں گے جبکہ جانور خاک کر دیئے جائیں گے۔

آیت 39 فرمایا کہ جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ بہرے اور گونگے ہیں کیونکہ حق ماننا اور بولنا انہیں میسر نہیں نیز وہ جہالت، حیرت اور کفر کے اندھیروں میں پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے سیدھے راستے پر ڈال دے اور اسلام کی توفیق عطا فرمائے اور یہ سب اس کی مشیت و حکمت سے ہے۔

آیت 41،40 ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ان مشرکوں سے پوچھو کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب یا قیامت آ جائے تو بھلا بتاؤ کیا اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر تم اپنے بتوں کو معبود ماننے کے دعویٰ میں سچے ہو تو اس وقت انہیں پکارو، مگر ایسا نہ کرو گے بلکہ تمام ہولناکیوں اور تکلیفوں میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو گے تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم سے دنیا کی مصیبت ہٹا دے جس کے

اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٤٠ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ

یا تم پر قیامت آجائے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکاروگے؟ اگر تم سچے ہو۔ بلکہ تم اسی (اللہ) کو پکاروگے تو اگر اللہ چاہے تو وہ مصیبت ہٹادے

مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝٤١ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ

جس کی طرف تم اسے پکاروگے اور تم شریکوں کو بھول جاؤگے۔ اور بیشک ہم نے تم سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے ع

فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝٤٢ فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا

تو انہیں سختی اور تکلیف میں گرفتار کردیا تاکہ وہ کسی طرح گڑگڑائیں۔ تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو گڑگڑاتے

وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٤٣ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ

لیکن ان کے تو دل سخت ہوگئے تھے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لئے آراستہ کردیئے تھے۔ پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں

ہٹانے کی طرف تم اسے پکاروگے اور اگر چاہے تو نہ ہٹائے۔ اس وقت تم ان بتوں کو بھول جاؤگے جنہیں خدا کا شریک ٹھہراتے تھے ان کی طرف التفات بھی نہ کروگے کیونکہ تم جانتے ہو کہ وہ تمہارے کسی کام نہیں آسکتے۔

آیت 42 فرمایا کہ بیشک ہم نے تم سے پہلے کثیر امتوں کی طرف رسول بھیجے لیکن لوگوں نے ان پر ایمان لانے کی بجائے انہیں جھٹلایا اور نبوت و رسالت کا انکار کیا تو ہم نے انہیں فقر و فاقہ اور بیماری وغیرہ کی سختی اور تکلیف میں گرفتار کر دیا تاکہ وہ ان مصیبتوں سے نجات پانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑائیں اور اس کی طرف رجوع اور توبہ کریں۔ **اہم بات:** دنیوی مصائب و تکالیف بعض اوقات رحمت بن جاتی ہیں کہ ان کی وجہ سے گنہگار بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور ان مصائب کی وجہ سے صالحین کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

آیت 44،43 ان دو آیات میں مجموعی طور پر یہ فرمایا گیا ہے کہ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو وہ گڑگڑاتے تاکہ ہم انہیں توبہ کا موقع دیتے لیکن ان کے تو دل سخت ہوگئے تھے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لئے آراستہ کر دیے تھے، پھر جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو انہیں کی گئی تھیں اور وہ پیش آنے والی مصیبتوں اور انبیا علیہم السلام کے نصیحتیں فرمانے کے باوجود کسی طرح نصیحت قبول کرنے کی طرف نہ آئے تو ہم نے ان پر صحت و سلامتی اور وسعتِ رزق وغیرہ ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ اس عیش و عشرت پر خوش ہوگئے، خود کو اس کا مستحق سمجھنے اور قارون کی طرح تکبر کرنے لگے تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا اور مبتلائے عذاب کیا، اب وہ ہر بھلائی سے مایوس ہیں۔ **اہم باتیں:** (1) نعمتِ الٰہی پر خوشی اگر فخر و تکبر اور شیخی کے طور پر ہو تو بری اور کفار کا طریقہ ہے اور اگر شکر کے طور پر ہو تو صالحین کا طریقہ بلکہ حکمِ الٰہی ہے۔ (2) کفر اور گناہوں کے باوجود دنیوی راحتیں ملنا در اصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور اس کا غضب ہے کیونکہ اس سے انسان اور زیادہ غافل ہو کر گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے۔ **درس:** اس سے ان نام نہاد دانشوروں کو بھی سبق لینا چاہیے جو کافروں کی ترقی دیکھ کر اسلام سے ہی ناراض ہو جاتے، مسلمانوں کی معیشت کا رونا روتے ہوئے انہیں کفار کی اندھی تقلید کا درس دیتے اور اسلامی شرم و حیا اور تجارت کے شرعی قوانین کو لات مارنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً

توہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے یہاں تک کہ جب وہ اس پر خوش ہوگئے جو انہیں دی گئی توہم نے اچانک انہیں پکڑ

هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وہ مایوس ہیں ○ پس ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی اور تمام خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰي قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ

تم فرماؤ (اے لوگو!) بھلا بتاؤ کہ اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگادے تو اللہ کے سوا کون معبود

اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ

تمہیں یہ چیزیں لادے گا؟ دیکھو ہم کیسے بار بار نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر (بھی) یہ لوگ منہ پھیرتے ہیں ○ تم فرماؤ

اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾

اگر تم پر اچانک یا کھلم کھلا اللہ کا عذاب آجائے تو ظالموں کے سوا کون تباہ کیا جائے گا

آیت 45 فرمایا کہ ایمان کے بجائے کفر اختیار کرنے اور اطاعت وفرمانبرداری کے بجائے گناہوں میں مصروف ہونے کی وجہ سے ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی، سب کے سب ہلاک کردیئے گئے اور ان میں کوئی باقی نہ چھوڑا گیا اور اس پر اُس اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ **اہم بات:** ظالموں کی ہلاکت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ظلم کا خاتمہ ہوا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دس محرم کا روزہ رکھا کیونکہ اس دن فرعون ہلاک ہوا تھا۔ (مسلم، حدیث: 2658) نیز آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ابوجہل کی ہلاکت پر سجدۂ شکر ادا کیا۔ (سیرت حلبیہ، 2/ 236)

آیت 46 یہاں توحید باری تعالیٰ کی ایک دلیل مذکور ہے کہ اے حبیب! لوگوں سے پوچھو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے کان اور آنکھیں لے کر تمہیں بہرا اور اندھا کردے اور تمہارے دلوں پر مہر لگادے، تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ چیزیں لادے گا؟ یقیناً کوئی نہیں، لہٰذا جو حقیقتاً قادرِ مطلق ہے وہی معبود ہونے کا مستحق ہے۔ مزید فرمایا کہ دیکھو ہم کیسے بار بار اپنی قدرت والوہیت کی نشانیاں بیان کرتے ہیں کہ کبھی اپنی نعمتیں یاد دلا کر، کبھی سابقہ امتوں کے عذاب بتا کر اور کبھی اس بات سے ڈرا کر کہ ہم چاہیں تو ان کے کان، آنکھیں اور دل بے کار کردیں؛ ان سب نشانیوں کے بیان کے باوجود یہ لوگ منہ پھیر لیتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

آیت 47 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرمادیں: اے مشرکو! بھلا بتاؤ؛ اگر تم پر اچانک یا کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے تو کفر کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کے سوا کون تباہ کیا جائے گا؟ یعنی صرف ایسے ظالم ہی تباہ کئے جائیں گے۔ اچانک عذاب وہ ہے جو پیشگی علامتوں کے بغیر آتا ہے اور کھلم کھلا عذاب وہ ہے جس کے آنے سے پہلے اس کی علامتیں نمودار ہوتی ہیں تاکہ اگر لوگ بچنا چاہیں تو کفر وسرکشی سے توبہ کرکے بچ جائیں ورنہ عذاب میں مبتلا کر کے تباہ کردیے جائیں۔

نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ
اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر خوشخبری دینے والے اور ڈر سنانے والے ہوتے ہیں تو جو ایمان لائیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان پر نہ کوئی خوف
عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا یَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا
ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو انہیں ان کی مسلسل نافرمانی کے سبب عذاب
یَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ
پہنچے گا۔ تم فرماؤ: میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں خود غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا
لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ؕ
ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس وحی کا پیروکار ہوں جو میری طرف آتی ہے۔ تم فرماؤ، کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوسکتے ہیں؟

{وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ: اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے۔} ان دو آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم اپنے رسولوں کو اس لئے نہیں بھیجتے کہ کفار ان سے اپنی مرضی کے معجزات طلب کرتے رہیں بلکہ اس لئے بھیجتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کو اطاعت پر ثواب کی بشارت اور نافرمانی پر عذاب کی وعید سنائیں تو جو ایمان و اطاعت اختیار کریں انہیں عذاب کا کوئی خوف نہیں اور نہ ثواب ضائع ہونے کا اندیشہ جبکہ منکروں، کافروں کو ان کی مسلسل نافرمانی کے سبب عذاب پہنچے گا۔ یہاں نجات کے لئے ایمان اور نیک اعمال دونوں کی ضرورت ہے، البتہ مسلمان خواہ بے عمل ہو کافر سے قطعی طور پر بہتر ہے۔

{قُلْ: تم فرماؤ۔} کافر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طرح طرح کے مطالبے کرتے تھے، کبھی کہتے: آپ رسول ہیں تو ہمیں بہت سا مال دیجئے، کبھی کہتے: ہمیں ہمارے مستقبل کی خبر دیں، یا ہمیں قیامت کا وقت بتائیں، یا کبھی کہتے: آپ کیسے رسول ہیں جو کھاتے پیتے اور نکاح کرتے ہیں۔ ان کی اس قسم کی باتوں کا جواب دیا گیا کہ جو شخص جس چیز کا دعویٰ کرتا ہو اس سے اسی کے متعلق مطالبہ کیا جاتا ہے جبکہ رسول نے تو اس قسم کے دعوے ہی نہیں کئے، ان کا تو دعویٰ نبوت و رسالت کا ہے تو اسی کے متعلق باتیں پوچھو۔ چنانچہ ارشاد ہوا: اے حبیب! آپ فرما دیں کہ میں یہ دعویٰ تو نہیں کرتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں جو تم مجھ سے مال و دولت کا سوال کرو اور میرے مال نہ دینے پر نبوت و رسالت کے منکر ہو جاؤ اور نہ یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ میں خود ہی غیب جان لیتا ہوں کہ اگر تمہیں گزشتہ یا آئندہ کی خبریں نہ بتاؤں تو میری نبوت ماننے میں عذر کر سکو اور نہ یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں کہ کھانا پینا اور نکاح قابلِ اعتراض ہو۔ میرا دعویٰ تو نبوت و رسالت کا ہے اور جب اس پر قرآن، خدائی تعلیمات اور معجزات کے ذریعے زبردست دلیلیں قائم ہو چکیں تو غیر متعلق باتیں پیش کرنا کیا ضرور ہے اور میں تو صرف اس وحی کا پیروکار ہوں جو میری طرف آتی ہے اور یہی نبی کا کام ہے، لہٰذا میں تمہیں وہی عطا کروں گا جس کی وحی کے ذریعے اجازت ہوگی اور وہی کروں گا جس کا مجھے حکم ملا ہو۔ مزید فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرما دیں: کیا اندھا اور دیکھنے والا یعنی مومن و کافر، عالم و جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز برابر نہیں ہیں، تو کیا تم اس کلام میں غور نہیں کرتے تاکہ ہدایت پا جاؤ۔ کمالات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں بہت سی باتیں جو احادیث میں موجود ہیں، لہٰذا جن آیتوں میں علمِ غیب کا انکار ہوتا ہے اس سے مراد ذاتی علم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر جاننا، اور اللہ تعالیٰ کے بتانے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علمِ غیب حاصل ہونا تو قرآن و حدیث میں بکثرت موجود ہے۔

ع

اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ

تو کیا تم غور نہیں کرتے؟ اور اس قرآن سے ان لوگوں کو ڈراؤ جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ انہیں ان کے رب کی طرف یوں اٹھایا جائے گا

لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّ لَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٥١﴾ وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ

نہ ان کا کوئی حمایتی ہو گا اور نہ کوئی سفارشی۔ (انہیں اس) امید پر (ڈراؤ) کہ یہ پرہیز گار ہو جائیں اور ان لوگوں کو دور نہ کرو

بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ مَا مِنْ حِسَابِكَ

اپنے رب کو اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے ہیں۔ آپ پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب سے

عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ

پھر آپ انہیں دور کریں تو یہ کام انصاف سے بعید ہے اور یونہی ہم نے ان میں بعض کی دوسروں کے ذریعے آزمائش کی

آیت 51 نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان، بشیر ونذیر ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ اس قرآن مجید کے گے عذابات سے ان لوگوں کو ڈرائیں جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ انہیں خدا کی بارگاہ کی طرف یوں اٹھایا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا میں ان کا کوئی حمایتی اور سفارشی نہ ہو گا۔ انہیں اس امید پر ڈرائیں کہ یہ کفر اور گناہوں کو چھوڑ کر پرہیز گار بن جائیں۔ اہم بات قیامت اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کسی کا حمایتی وسفارشی نہ ہو گا۔ ہاں! اللہ تعالیٰ کی اجازت سے حمایتی وسفارشی ہوں گے جیسے انبیا، شہدا، صلحا اور علما وغیرہ۔ حدیث پاک میں ہے: بروزِ قیامت تین جماعتیں شفاعت کریں گی: انبیا پھر علما پھر شہید۔ (ابن ماجہ، حدیث)

آیت 52 شانِ نزول: کفار کی ایک جماعت بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اردگرد غریب صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر کہا: ہمیں ان لوگوں کے پاس بیٹھتے شرم آتی ہے، اگر آپ انہیں اپنی مجلس سے نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں اور آپ کی خدمت میں حاضر رہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ مطالبہ منظور نہ فرمایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ ان مخلص وغریب صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنی بارگاہ سے دور نہ کریں جو صبح وشام اپنے رب کو اس کی رضا چاہتے ہوئے پکارتے ہیں۔ ان کا رزق آپ پر نہیں کہ غربت کی وجہ سے انہیں دور کر دیا جائے اور نہ آپ کی ذمہ داری ان پر ہے بلکہ سب کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے، وہی ساری مخلوق کو روزی دینے والا ہے۔ اس آیت کا دوسرا معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفار نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتراض کیا کہ یہ غریب صحابہ مخلص نہیں بلکہ غربت کی وجہ سے آپ کے پاس بیٹھتے ہیں کہ یہاں کچھ روزی روٹی کا انتظام ہو جاتا ہے۔ اس پر صحابہ کرام کا اِخلاص بیان فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے دن رات اس کی عبادت کرتے ہیں پھر فرمایا: اے حبیب! آپ پر ان کے احوال کی تفتیش لازم نہیں کہ یہ مخلص ہیں یا نہیں بلکہ آپ انہیں اپنے فیضِ صحبت سے نوازتے رہیں اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ غریب صحابہ کرام جن کا اوپر ذکر ہوا؛ یہ آپ کے دربار میں قرب پانے کے مستحق ہیں، انہیں دور نہ کرنا ہی بجا ہے۔

آیت 53 یہاں سابقہ آیت کے حوالے سے فرمایا گیا کہ غریبوں کے ذریعے امیروں کی آزمائش ہوتی رہتی ہے، گزشتہ امتوں میں بھی کافر، غریب مسلمانوں کو حقارت سے دیکھتے تھے، یونہی اس امت میں بھی امیروں کی غریبوں کے ذریعے آزمائش کی گئی کہ غریب

اَهٰۤؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِیْنَ (53)

لوگ ہیں جن پر ہمارے درمیان میں سے اللہ نے احسان کیا؟ کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب نہیں جانتا؟

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ

اور جب تمہارے حضور وہ لوگ حاضر ہوں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے فرماؤ: "تم پر سلام" تمہارے رب نے اپنے ذمہ کرم پر رحمت لازم

الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ

کرلی ہے کہ تم میں سے جو کوئی نادانی سے کوئی برائی کرلے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرلے تو بیشک اللہ بخشنے والا،

رَّحِیْمٌ (54) وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَ لِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ (55) قُلْ اِنِّیْ

مہربان ہے۔ اور اسی طرح ہم آیتوں کو مفصل بیان فرماتے ہیں اور اس لیے کہ مجرموں کا راستہ واضح ہوجائے۔ تم فرماؤ: مجھے

نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ

منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ تم فرماؤ: میں تمہاری خواہشوں پر نہیں چلتا۔ (اگر یوں ہوتا) تو جبھی

پہلے ایمان لانے کی سعادت ملی تاکہ مالدار کافر غریب مسلمانوں کو دیکھ کر کہیں: کیا اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ان فقراء پر احسان کیا؟ حالانکہ یہ فقیر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو خوب نہیں جانتا، اسی لیے وہ انہیں ہدایت دیتا ہے۔ درس: ہمارے زمانے میں بھی یہ رجحان موجود ہے کہ امیر آدمی کی تعظیم جبکہ غریب کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اسلامی اخلاقیات میں کسی کو غربت کی وجہ سے حقارت کی نظر سے نہیں دیکھا جاسکتا۔

فرمایا کہ اے حبیب! جب آپ کی بارگاہ میں مسلمان حاضر ہوں تو آپ ان کی عزت افزائی کرتے ہوئے ان کے ساتھ سلام کی ابتدا کریں اور انہیں یہ بشارت دیں کہ تمہارے رب نے فضل و احسان کرتے ہوئے اپنے ذمہ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے کہ تم میں سے جو نادانی سے کوئی برائی کرلے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرلے تو بیشک اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخشنے والا اور اس پر مہربانی فرمانے والا ہے۔ درس: نیک مسلمانوں کا احترام اور تعظیم کرنی چاہیے اور سلام میں پہل کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! جیسے ہم نے اس سورت میں اپنی وحدانیت کے دلائل بیان کیے ہیں، اسی طرح باقی ہر اہم معاملے میں ہم دلائل تفصیل سے بیان کرتے ہیں نیز قرآن مجید میں نیکوں کے اوصاف اور مجرموں کی حرکتیں بیان کرتے ہیں تاکہ مجرموں کا راستہ واضح ہوجائے اور اس سے بچا جائے۔

فرمایا: اے حبیب! کافروں سے کہہ دو کہ مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو اور تمہارا بتوں کو پوجنا کسی دلیل و دانش سے نہیں بلکہ باپ دادا کی اندھی پیروی اور نفس امارہ کی خواہش کی وجہ سے ہے۔ جو میں نہیں کرسکتا کیونکہ اگر میں نے تمہاری خواہشوں کی پیروی کی ہوتی تو راہِ حق سے بھٹک جاتا اور ہدایت یافتہ لوگوں سے نہ ہوتا۔

ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ

میں بھٹک جاتا اور ہدایت یافتہ لوگوں سے نہ ہوتا ○ تم فرماؤ: میں تو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور تم نے اسے

مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ

جس (عذاب کے آنے) کی تم جلدی مچا رہے ہو وہ میرے پاس نہیں، حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔ وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہ سب سے

الْفٰصِلِيْنَ ﴿٥٧﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ

فیصلہ کرنے والا ہے ○ تم فرماؤ: اگر وہ (عذاب) میرے پاس ہوتا جس کی تم جلدی مچا رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان معاملہ

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٨﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي

اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے ○ اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ ان کو صرف وہی جانتا ہے اور جو کچھ خشکی اور تری میں ہے وہ سب جانتا

آیت 57 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرمائیں کہ میں تو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں، مجھے اس کی معرفت حاصل ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق ہے ہی نہیں جبکہ تم اس کے ساتھ اوروں کو شریک کرکے اسے جھٹلاتے ہو۔ یہاں روشن دلیل قرآن شریف، معجزات اور توحید کے واضح دلائل سب کو شامل ہے۔ مزید بتایا گیا کہ کفار مذاق اڑانے کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے تھے: جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہو وہ جلدی لے آؤ۔ اس پر فرمایا گیا کہ تم ان سے کہہ دو کہ جس عذاب کے آنے کی تم جلدی مچا رہے ہو اسے نازل کرنا میرا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور حکم کا حقیقی اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، تو وہ جب چاہے گا عذاب کا حکم فرما دے گا۔ وہ اپنے تمام احکام میں حق ہی بیان فرماتا ہے اور حق و باطل کے درمیان وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اہم بات: عذاب نازل کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے، ہاں! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا کر دیتے تو آپ کی دعا سے کفارِ مکہ برباد ہو جاتے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سے قومِ نوح، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے فرعون اور اس کی قوم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں سے ان کی قومیں تباہ ہوئیں۔

آیت 58 مزید فرمایا کہ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں: اگر وہ عذاب میرے پاس ہوتا جس کی تم جلدی مچا رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان معاملہ ختم ہو چکا ہوتا کیونکہ تمہیں ایک لمحے کی مہلت نہ دیتا اور رب کا مخالف دیکھ کر بے دریغ ہلاک کر دیتا، لیکن اللہ تعالیٰ حلیم و کریم ہے، وہ اپنے بندوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں فرماتا تو تم اس کی بارگاہ میں رجوع کرو، نہ کہ اس کے حلم و کرم کی وجہ سے اس کی نافرمانی اور اس کے شریک ٹھہرانے پر بے باک ہو جاؤ اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ ظالموں کا حال اور ان کا عبرتناک انجام خوب جانتا ہے۔

آیت 59 ارشاد فرمایا کہ غیب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔ اس کا ایک معنیٰ یہ ہے کہ غائب اور مخفی اشیاء کے سب خزانے اور ان کی چابیاں اللہ ہی کے پاس ہیں خواہ وہ رزق، نعمت، اشیاء، علم ہو یا کچھ اور، تو ان خزانوں کو کھول کر عطا کرنا رب ہی کے اختیار میں ہے۔ یہاں غیب سے مراد مطلق غیبی اشیاء، جو عدم سے وجود میں آتی ہیں اور جنہیں خدا مخلوق کو فراہم کرتا ہے۔ دوسرا معنیٰ غیبی امور کا علم ہے۔ اس کی چابیاں بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں، اس معنیٰ میں نہیں کہ جب چاہے وہ معلوم کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو پہلے ہی سے ہر ظاہر و غیب

وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ

کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور نہ زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ہے اور نہ کوئی تر

وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٩﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ

اور نہ ہی کوئی خشک چیز مگر (یہ سب) ایک روشن کتاب میں ہے ○ اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرلیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کماتے ہو اسے جانتا

بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

ہے پھر تمہیں دن کے وقت اٹھاتا ہے تاکہ مقررہ مدت پوری ہوجائے پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے پھر وہ بتادے گا جو کچھ

تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ ع

تم کرتے تھے ○ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آتی ہے

کا کامل لامتناہی علم ہے، لہٰذا مراد یہ ہے کہ غیب کے خزانوں کی چابیاں اسی کے پاس ہیں تو وہ جسے جتنا چاہے غیب کا علم عطا فرمادے جیسے انبیاء علیہم السلام، فرشتوں اور ولیوں کو عطا فرماتا ہے۔ اور اس کے اپنے علم کی یہ شان ہے کہ خشکی وتری میں جو کچھ ہے وہ سب جانتا ہے اور کسی بھی درخت سے کوئی پتہ گرتا ہے تو وہ اسے جانتا ہے کہ کب گرا اور کہاں گرا اور کتنی دیر ہوا میں رہا اور نہ زمین کے تاریک حصوں میں کوئی دانہ ہے اور نہ کوئی تر اور نہ ہی کوئی خشک چیز ہے مگر یہ سب ایک روشن کتاب لوحِ محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں۔

آیت 60 گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ کے کمالِ علم کا بیان ہوا اور یہاں کمالِ قدرت کا بیان ہو رہا ہے، چنانچہ فرمایا: اے لوگو! اللہ وہی ہے جو رات کے وقت تمہاری روحیں قبض کرلیتا اور تمہاری قوتِ احساس زائل کرکے تمہیں نیند میں ڈال کر مردے کی طرح کردیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کماتے ہو وہ اسے جانتا ہے۔ پھر وہ تمہیں دن کے وقت اٹھاتا ہے تاکہ تمہاری زندگی کی مقررہ مدت پوری ہو جائے، پھر مرنے کے بعد آخرت میں اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں ان اعمال کی جزا دے گا جو کچھ تم دن رات کیا کرتے تھے۔ اہم بات: نیند کے بعد بیداری بھی گویا موت کے بعد زندگی کی ایک صورت ہے اور یہ قیامت میں دوبارہ زندہ کیے جانے پر خدا کی قدرت کی ایک دلیل ہے۔

آیت 61 فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں پر غالب ہے۔ یعنی ان کے تمام امور میں تصرف کرتا ہے۔ مخلوق کو دینا، نہ دینا، نفع نقصان پہنچانا، عزت و ذلت اور زندگی موت دینا سب اسی کے اختیار میں ہے، اس کے فیصلے کو رد کرنے والا کوئی نہیں اور اس کے علاوہ اور کوئی جائے پناہ نہیں۔ مزید فرمایا کہ وہ تم پر نگہبان فرشتے یعنی کراماً کاتبین بھیجتا ہے جو تمہارے اعمال شمار کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب تم میں کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ہمارے فرشتے یعنی حضرت ملک الموت علیہ السلام اپنے مددگار فرشتوں کے ساتھ اس کی روح قبض کرلیتے ہیں اور وہ فرشتے خدا کے حکم پر عمل کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ درس: تمام اعمال لکھے جارہے ہیں اور روزِ قیامت نامۂ اعمال تمام مخلوق کے سامنے پڑھا جائے گا تو اس وقت گناہ کتنی رسوائی کا سبب ہوں گے، اس پر غور کرنا چاہیے۔

الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ

تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ کوئی کوتاہی نہیں کرتے ○ پھر انہیں اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا جو ان کا مالک حقیقی

لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

اسی کا حکم ہے اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والا ہے ○ تم فرماؤ: وہ کون ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر کی ہولناکیوں سے نجات دیتا ہے

تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ

تم اسے گڑگڑا کر اور پوشیدہ طور پر پکارتے ہو (اور تم کہتے ہو کہ) اگر وہ ہمیں اس سے نجات دیدے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہوجائیں گے

اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى

اللہ تمہیں ان ہولناکیوں سے اور ہر بے چینی سے نجات دیتا ہے پھر بھی تم شرک کرتے ہو ○ تم فرماؤ: وہی اس پر قادر

آیت 62 فرمایا کہ جب لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے تو فرشتے انہیں حساب کی جگہ میں اس اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائیں گے جو ان کے تمام امور کا حقیقی مالک ہے۔ اے لوگو! سن لو، قیامت کے دن بندوں کے درمیان اسی کا فیصلہ نافذ ہے، وہ سب سے جلد حساب نمٹا دینے والا ہے کیونکہ اسے سوچنے، جانچنے اور شمار کرنے کی حاجت ہی نہیں کہ اس وجہ سے دیر ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور قیامت کے حساب میں ہم پر نرمی فرمائے۔ آمین۔

آیت 63 اس آیت میں شرک کی تردید ہے، کہ اے حبیب! ان کافروں سے پوچھیں: وہ کون ہے جو تمہیں زمین اور سمندر کی ہولناکیوں سے نجات دیتا ہے؟ جب ہولناکیوں سے دل کانپتے ہوئے بے چین ہو جاتے ہیں تب تم لوگ بھی بتوں کو بھول کر اللہ تعالیٰ کو گڑگڑا کر اور پوشیدہ طور پر پکارتے ہو اور اس وقت کہتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ان ہولناکیوں اور سختیوں سے نجات دیدے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے اور اس کا حقِ نعمت بجالائیں گے لیکن ہوتا کیا ہے؟ اسے اگلی آیت میں بیان فرمایا۔

آیت 64 فرمایا کہ اے حبیب! آپ انہیں بتادیں کہ اللہ تعالیٰ کے تمہیں ہولناکیوں اور زندگی کی ہر بے چینی سے نجات دینے کے بعد بھی تم لوگ شرک کرتے ہو، یہ کتنی بڑی گمراہی ہے۔ **اہم بات:** دنیا میں کفار کی بعض دعائیں قبول ہو جاتی ہیں جیسے مصیبت میں پھنسے کفار نجات کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ انہیں نجات دے دیتا تھا، یونہی شیطان نے اپنی درازیٔ عمر کی دعا کی: جو قبول ہوئی۔

آیت 65 فرمایا: اے حبیب! آپ ان کافروں سے فرمادیں: اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ تمہارے شرک کی وجہ سے تم پر تمہارے اوپر سے عذاب نازل فرمادے جیسے حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی قوموں اور ابرہہ کے لشکر پر نازل کیا؛ یا تمہارے قدموں کے نیچے سے عذاب بھیجے جیسے فرعون کو غرق کیا اور قارون کو زمین میں دھنسا دیا؛ یا مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کرکے آپس میں لڑا دے اور تمہیں ایک دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو، ہم کس طرح قرآن مجید میں بار بار مختلف انداز سے وعدہ اور وعید کی آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ سمجھ جائیں اور سرکشی وعناد سے باز آجائیں۔ صحیح بخاری میں ہے: جب آیت کا یہ حصہ

عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ

اوپر سے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں مختلف گروہ بنا کر آپس میں لڑا دے اور تمہیں ایک کو دوسرے کی لڑائی

بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ

چکھا دے۔ دیکھو ہم کس طرح بار بار آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوگ سمجھ جائیں○ اور تمہاری قوم نے اس کو

قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٧﴾

جھٹلایا حالانکہ یہی حق ہے۔ تم فرماؤ: میں تم پر نگہبان نہیں ہوں○ ہر خبر کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب تم جان جاؤ گے○

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ

اور اے سننے والے! جب تو انہیں دیکھے جو ہماری آیتوں میں بیہودہ گفتگو کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے جب تک وہ کسی اور بات میں

غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٨﴾

مشغول نہ ہو جائیں اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھ○

نازل ہوا: "وہ قادر ہے تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے" تو رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تیری ہی پناہ مانگتا ہوں، جب یہ حصہ نازل ہوا: "یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے" تو فرمایا: میں تیری ہی پناہ مانگتا ہوں اور جب یہ حصہ نازل ہوا: "یا تمہیں لڑوا دے مختلف گروہ کرکے اور ایک کو دوسرے کی سختی چکھائے" تو فرمایا: یہ آسان ہے۔ (بخاری، حدیث: 4628)

آیت 66 ارشاد فرمایا کہ آپ کی قوم کے سرکش لوگوں نے اسے یعنی قرآن یا نزولِ عذاب کو جھٹلایا حالانکہ یہی حق ہے تو اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں: میں تم پر نگہبان نہیں ہوں بلکہ میرا کام رہنمائی کرنا ہے جو میں نے احسن طریقے سے پورا کر دیا ہے، تمہاری ذمہ داری مجھ پر نہیں کہ اگر تم ہدایت نہ پاؤ تو مجھ سے باز پرس ہو۔

آیت 67 فرمایا کہ ہر خبر کے لیے ایک وقت مقرر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو خبریں دیں ان کے اوقات معین ہیں، ہر خبر ایک وقت پر واقع ہو گی اور عنقریب تم دنیا و آخرت میں ان کا درست ہونا جان لوگے۔

آیت 68 یہاں کافروں اور بے دینوں کی صحبت میں بیٹھنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے مخاطب! جب تم لوگوں کو دیکھو کہ ہماری آیتوں میں بیہودہ گفتگو کرتے یعنی قرآن پاک کا مذاق اڑاتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لو اور ان کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں اور اگر شیطان تمہیں یہ حکم بھلا دے اور تم ان کے پاس بیٹھ جاؤ تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس بیٹھے نہ رہو بلکہ اٹھ جاؤ۔ **اہم باتیں:** (1) بے دینوں کی جس مجلس میں دین کا احترام نہ کیا جاتا ہو مسلمان کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں۔ (2) بُرے مذہب والوں کی محفل میں جانا اور ان کی تقریر سننا حرام اور خود کو بد مذہبی و گمراہی پر پیش کرنے والا کام ہے۔ اچھی باتیں چننے کا زعم کرکے بھی سننا جائز نہیں۔ لوگوں کی بڑی تعداد اسی چکر میں گمراہ ہو جاتی ہے۔

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾

اور پرہیزگاروں پر گمراہوں کے حساب سے کچھ نہیں لیکن نصیحت کرنا ہے تاکہ وہ بچیں

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ

اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنا دین ہنسی مذاق اور کھیل بنالیا اور جنہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا اور قرآن کے ذریعے نصیحت کرو تاکہ کوئی

نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ

جان اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاکت کے سپرد نہ کردی جائے اللہ کے سوا نہ اس کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ ہی سفارشی اور اگر وہ اپنے بدلے میں سارے معاوضے

لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ

دیدے تو اس سے نہ لیے جائیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے اعمال کی وجہ سے ہلاکت کے سپرد کردیا گیا ان کے لئے ان کے کفر کے سبب کھولتے

ع اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ

ہوئے پانی کا مشروب اور دردناک عذاب ہے۔ تم فرماؤ: کیا ہم اللہ کے سوا اس کی عبادت کریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتا ہے اور نہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور ہم

آیت 69 شانِ نزول: مسلمانوں نے کہا تھا: ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر ہم ان گمراہوں کو چھوڑ دیں گے اور منع نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا گیا کہ پرہیزگاروں پر ان مذاق اڑانے والوں کے حساب سے کوئی پکڑ نہیں بلکہ طعن واستہزا کرنے والوں کے گناہ انہی پر ہیں اور انہی سے ان کا حساب ہوگا۔ ہاں! پرہیزگار انہیں نصیحت کرتے رہیں تاکہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آئیں۔

اہم بات: وعظ و نصیحت اور اظہارِ حق کے لئے بدمذہب کے پاس علماء کو بیٹھنا جائز ہے لیکن نہایت احتیاط لازم ہے۔

آیت 70 ارشاد فرمایا کہ تم ان لوگوں سے معاشرتی تعلقات اور میل جول چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو ہنسی مذاق اور کھیل بنالیا اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈالا ہوا ہے اور تم قرآن کے ذریعے انہیں نصیحت کرو تاکہ کوئی جان اپنے دنیوی برے اعمال کی وجہ سے آخرت میں ثواب سے محروم اور ہلاکت کے سپرد نہ کردی جائے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ سفارشی، اور اگر وہ پکڑے جانے والا شخص عذاب سے چھٹکارے کے بدلے میں ہر قسم کا معاوضہ دیدے تو بھی اس سے نہ لیا جائے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاکت کے سپرد کردیا گیا اور ان کے لئے ان کے کفر کے سبب کھولتے ہوئے پانی کا مشروب اور دردناک عذاب ہے۔ درس: دنیوی زندگی کا دھوکا یہ ہے کہ دل پر دنیا کی محبت غالب آجائے اور بندہ اپنی آخرت سے غافل ہوجائے۔ کفار اس دھوکے میں بری طرح مبتلا ہیں اور فی زمانہ مسلمان بھی اسی کا شکار نظر آرہے ہیں۔

آیت 72،71 ان دو آیات میں ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! شرک کی طرف بلانے والوں سے کہہ دیں کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ایسے بت کی عبادت کریں جو عاجز و مجبور ہے کہ نہ ہمیں نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان، اور خدا نے ہمیں ہدایت اور اسلام و توحید کی نعمت دی ہے تو کیا اس کے بعد ہم الٹے پاؤں پھر جائیں؟ اس شخص کی طرح جسے جنگل میں شیطانوں نے راستے سے بہکا دیا اور کہاں منزل

عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ حَیْرَانَ

اس کے بعد ہم الٹے پاؤں پھر جائیں جب کہ ہمیں اللہ نے ہدایت دی ہے اس شخص کی طرح (الٹے پاؤں پھر جائیں) جسے شیطانوں نے زمین میں راستہ بھلا دیا ہو

لَهٗۤ اَصْحٰبٌ یَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ اُمِرْنَا

وہ حیران ہے، اس کے ساتھی اسے راستے کی طرف بلا رہے ہیں کہ ادھر آؤ۔ تم فرماؤ کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اور ہمیں حکم ہے کہ

لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۱﴾ وَ اَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ وَ هُوَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

ہم اس کے لیے گردن رکھ دیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے ○ اور یہ کہ نماز قائم رکھو اور اس سے ڈرو اور وہی ہے جس کی طرف تمہیں اٹھایا جائے گا ○

وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَ یَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ؕ۬ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ

اور وہی ہے جس نے حق کے ساتھ آسمان و زمین بنائے اور جس دن وہ فرمائے گا: ”ہو جا“ تو وہ فوراً ہو جائے گی۔ اس کی بات سچی ہے

وَ لَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۷۳﴾

جس دن صور میں پھونکا جائے گا اس دن اسی کی سلطنت ہے (وہ) ہر چھپے اور ظاہر کو جاننے والا ہے اور وہی حکمت والا، خبردار ہے ○

مقصود کی یہی راہ ہے جبکہ اس کے رفیق اسے راہِ راست کی طرف بلا رہے ہیں کہ ادھر آؤ، اور اب وہ شخص حیران ہے کہ کدھر جائے۔ اس کا انجام یہی ہو گا کہ اگر بھوتوں کی راہ پر چل پڑا تو ہلاک ہو جائے گا اور رفیقوں کا کہا مانا تو سلامت رہے گا اور منزل پر پہنچ جائے گا۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو طریقۂ اسلام سے بہکا اور شیطان کی راہ چلا، مسلمان اس کو راہِ راست کی طرف بلاتے ہیں تو اگر ان کی بات مانے گا راہ پائے گا ورنہ ہلاک ہو جائے گا۔ مزید فرمایا کہ اے حبیب! آپ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اور دینِ اسلام کا جو طریقہ اس نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کیا ہے، وہی ہدایت و نور ہے اور جو اس کے سوا ہے وہ دین باطل ہے اور ہمیں حکم ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لئے گردن رکھ دیں، اسی کی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور خاص اسی کی عبادت کریں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے اور ہمیں نماز قائم رکھنے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہی ہے جس کی طرف تمہیں بروزِ قیامت اٹھایا جائے گا تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔ **اہم بات:** نماز قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کے ظاہری و باطنی حقوق ادا کرتے ہوئے نماز پڑھی جائے۔ نماز کے ظاہری حقوق یہ ہیں کہ ہمیشہ، ٹھیک وقت پر پابندی کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور فرائض، سنن و مستحبات کا خیال رکھا جائے نیز تمام مفسدات و مکروہات سے بچا جائے جبکہ باطنی حقوق یہ ہیں کہ دل کو غیرُ اللہ کے خیال سے فارغ کر کے ظاہر و باطن کے ساتھ بارگاہِ حق میں متوجہ ہو اور بارگاہِ الٰہی میں عرض و نیاز اور مناجات میں محو ہو جائے۔

آیت 73 ﴾ اس آیت میں 6 باتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں (1) وہی ہے جس نے حق کے ساتھ آسمان و زمین بنائے جن سے اس کی کامل قدرت، اس کا کامل علم، حکمت اور صنعت ظاہر ہے۔ (2) قیامت کا وہ دن یاد کرو جس دن اللہ تعالیٰ فنا کی ہوئی ہر چیز کو فرمائے گا: ”ہو جا“ تو وہ فوراً ہو جائے گی۔ (3) اللہ تعالیٰ کی بات ہی سچی ہے اور اس کا دیا ہوا ہر وعدہ حق ہے۔ (4) جس دن صور میں پھونکا جائے گا: اس دن اسی کی سلطنت ہے کہ کسی کو بھی سلطنت کا دعویٰ کرنے والا کوئی نہ ہو گا۔ (5) اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جاننے والا ہے جو چھپی ہوئی اور جو ظاہر ہے۔ (6) اللہ تعالیٰ ہی اپنی ہر تخلیق میں حکمت والا اور اشیاء کے ظاہر کی طرح ان کے باطن سے بھی خبردار ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ

اور یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے فرمایا: کیا تم بتوں کو (اپنا) معبود بناتے ہو۔ بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی

مُّبِيْنٍ ۝٧٤ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ

دیکھ رہا ہوں ۝ اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے ہیں اور اس لیے کہ وہ عین الیقین

مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝٧٥ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ

میں سے ہوجائے ۝ پھر جب ان پر رات کا اندھیرا چھایا تو ایک تارا دیکھا، فرمایا: کیا اسے میرا رب ٹھہراتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا

لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝٧٦ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ

میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۝ پھر جب چاند چمکتا دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: اگر مجھے

آیت 74 یہ آیت ان مشرکین عرب پر حجت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قابلِ تعظیم جانتے اور آپ کی فضیلت مانتے تھے۔ چنانچہ فرمایا کہ اے حبیب! کفارِ مکہ کے سامنے وہ وقت بیان کریں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عرفی باپ (یعنی چچا) سے فرمایا: کیا تم بتوں کو اپنا معبود بناتے ہو! بیشک میں تمہیں اور تمہاری مشرک قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بتوں سے اس قدر نفرت کرتے ہیں تو اے اہلِ مکہ! اگر تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے ہو تو تم بھی بت پرستی چھوڑ دو۔ **اہم بات:** اس آیت میں آزر کے لئے اَب کا لفظ ذکر ہوا۔ اس کا ایک معنی ہے: باپ، اور دوسرا معنی ہے: چچا۔ یہاں اس سے مراد چچا ہے جیسا کہ قاموس اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مَسَالِکُ الْحُنَفَاء میں ہے، نیز چچا کو باپ کہنا تمام ممالک بالخصوص عرب میں معمول ہے اور قرآن وحدیث میں چچا کو باپ کہنے کی مثالیں موجود ہیں۔

آیت 75 ارشاد فرمایا کہ جیسے ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دین میں بصیرت عطا فرمائی ایسے ہی ہم انہیں آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے ہیں تاکہ وہ اس کے ذریعے ہماری وحدانیت پر استدلال کرے اور اس لیے کہ وہ دیکھ کر یقین کرنے والوں میں سے ہوجائے کیونکہ ہر ظاہر اور پوشیدہ چیز ان کے سامنے کر دی گئی اور مخلوق کے اعمال میں سے کچھ بھی ان کے سامنے چھپا نہ رہا۔ **اہم باتیں:** (1) آسمانوں اور زمین کی سلطنت سے مراد آسمانوں اور زمین کی مخلوق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صخرۂ بیت المقدس پر کھڑا کیا گیا اور آپ کو آسمانوں کا مشاہدہ عطا کیا گیا حتی کہ آپ نے عرش وکرسی، آسمانوں کے عجائبات اور جنت میں اپنا مقام دیکھ لیا۔ آپ کے لئے زمین کھول دی گئی حتی کہ آپ نے سب سے نیچے کی زمین تک نظر کی اور زمینوں کے تمام عجائبات دیکھے۔ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ دیکھنا باطنی نگاہ سے تھا یا سر کی آنکھوں سے۔ (2) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عظیم معراج ہوئی مگر ہمارے آقا حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس سے بہت بڑھ کر معراج ہوئی۔

آیت 76-78 انبیاء علیہم السلام یقینی طور پر معصوم، معرفتِ الٰہی سے شناسا اور پہلے دن ہی سے توحید پر ہوتے ہیں۔ یہ عقیدہ ذہن میں رکھتے ہوئے ان تین آیات کا خلاصہ پڑھئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابتدا ہی سے عمدہ دلائل کے ذریعے توحید کی حمایت اور شرک کا رد شروع

لَمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا

میرے رب نے ہدایت نہ دی ہوتی تو میں بھی گمراہ لوگوں میں سے ہوتا ۝ پھر جب سورج کو چمکتا دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا

رَبِّیْ هٰذَاۤ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ

رب کہتے ہو؟ یہ تو ان سب سے بڑا ہے پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: اے میری قوم! میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو ۝ میں نے

لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ وَ حَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ

ہر باطل سے جدا ہو کر اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں ۝ اور ان کی قوم ان سے جھگڑنے لگی (ابراہیم

اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنِ ؕ وَ لَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْــٴًـا ؕ

نے) فرمایا: کیا تم اللہ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہ تو مجھے ہدایت عطا فرما چکا اور مجھے ان کا (کوئی) ڈر نہیں جنہیں تم شریک بتاتے ہو البتہ یہ کہ میرا

فرما دیا تھا اور چونکہ اس زمانے میں لوگ بتوں اور ستاروں کی پوجا کرتے تھے اس لیے آپ نے دل نشین پیرائے میں غور و فکر کی طرف رہنمائی کی تاکہ وہ سمجھ جائیں کہ جب سارا جہان عدم سے وجود میں آنے والا، پھر ختم ہونے والا ہے، تو یہ کسی صورت معبود نہیں ہو سکتا، چنانچہ جب رات کے وقت آپ نے زہرہ یا مشتری ستارہ دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: میں ڈوبنے والوں کی عبادت کرنا پسند نہیں کرتا کیونکہ جو چیز تبدیلی کا شکار ہوتی ہو وہ خدا نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد آپ نے چاند کو چمکتے دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا: اگر مجھے میرے رب نے ہدایت دے کر ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو میں بھی گمراہوں میں سے ہو جاتا۔ اس میں قوم کو یہ تنبیہ فرمائی کہ جو چاند کو معبود ٹھہرائے وہ گمراہ ہے کیونکہ چاند کی حالتیں بدلنا بھی اس کے حادث ہونے یعنی عدم سے وجود میں آنے کی دلیل ہے اور جو حادث ہو وہ ہرگز خدا نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد جب آپ نے سورج کو جگمگاتے دیکھا تو فرمایا: کیا اسے میرا رب کہتے ہو؟ یہ تو ان ستاروں اور چاند سے بڑا ہے، پھر جب وہ بھی ڈوب گیا اور ستارے، چاند اور سورج کے معبود نہ ہونے پر مضبوط ترین دلیل قائم ہو گئی تو آپ نے فرمایا: اے میری قوم! میں سب جھوٹے خداؤں سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو۔

آیت 79 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹے معبودوں سے بیزاری کے بعد اپنے متعلق فرمایا کہ میں نے ہر باطل سے جدا ہو کر اپنا منہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے اور میں ہرگز مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ یعنی اسلام کے سوا باقی تمام دینوں سے جدا رہ کر صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے والا ہوں۔ **اہم بات:** حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود کو حنیف فرمایا۔ حنیف کے معنی ہیں: تمام جھوٹے دینوں سے پاک صاف اور ہر باطل سے جدا۔

آیت 80 جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹے معبودوں کا رد شروع کیا تو قوم جھگڑتے ہوئے کہنے لگی: اے ابراہیم! بتوں سے ڈرو، انہیں برا کہنے سے خوف کھاؤ، کہیں تمہیں نقصان نہ پہنچ جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہ تو مجھے اپنی توحید و معرفت کی ہدایت عطا فرما چکا اور مجھے ان بتوں کا کوئی ڈر نہیں اور مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا البتہ میرا رب کوئی بات چاہے تو وہ ہو سکتی ہے کیونکہ وہ قادرِ مطلق ہے نہ یہ کہ تمہارے بتوں کے چاہنے سے کچھ ہو گا۔ میرے

وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَكَيْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ

رب کوئی بات چاہے۔ میرے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے؟ اور میں تمہارے شریکوں سے کیوں ڈروں؟ اور تم

اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ

نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کا شریک اس کو ٹھہرایا جس کی کوئی دلیل اللہ نے تم پر نہیں اتاری تو دونوں گروہوں میں امان کا زیادہ حقدار کون ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٨١﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ

اگر تم جانتے ہو○ وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں شرک کو نہ ملایا تو انہی کے لیے امان

وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع وَتِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَيْنٰهَاۤ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ

اور یہی ہدایت یافتہ ہیں○ اور یہ ہماری مضبوط دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں عطا فرمائی۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے

رب کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے جس کو جو نفع یا نقصان پہنچتا ہے سب اس کے علم میں ہے، تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے؟ اہم بات:
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسے خطرناک موقع پر بھی ایمان نہ چھپایا بلکہ ایمان ظاہر فرمایا: اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبروں
کے دل میں مخلوق کی ایسی ہیبت نہیں آسکتی جو انہیں فرائض کی ادائیگی سے روک دے۔

آیت 81 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مزید فرمایا: میں تمہارے شریکوں سے کیوں ڈروں جو بے جان، عاجز اور بے بس ہیں مجھے
ڈرانے کے بجائے تمہیں ڈرنا چاہیے کیونکہ تم نے ان بتوں کو بغیر کسی دلیل کے خدا کا شریک ٹھہرایا۔ یہ بات سامنے رکھ کر غور کرو
امان کا مستحق کون ہے؟ وہ مومن جس کے پاس اپنے عقیدے کی حقانیت کے دلائل ہیں یا وہ مشرک جس کے پاس اپنے عقیدے
کوئی معقول اور قابل قبول دلیل نہیں؟ اگر تم امان کے حقدار کو جانتے ہو اور وہ یقینی طور پر مومن ہی ہے تو تم بھی ایمان لے آؤ۔

آیت 82 ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں شرک کو نہ ملایا تو انہی کے لئے عذاب سے
امان ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں اور ان کے علاوہ سب کھلی گمراہی میں ہیں۔ **اہم بات:** اس آیت میں ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ کو ماننا اور
ظلم سے مراد شرک ہے۔ معتزلہ فرقہ والے اس آیت میں ظلم سے گناہ مراد لیتے ہیں، جو صحیح احادیث کے خلاف ہے۔ بخاری شریف
میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت پریشان ہوئے اور بارگاہِ رسالت میں عرض کی: ہم میں سے کون ہے
جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سے یہ مراد نہیں بلکہ اس سے مراد شرک ہے۔ کیا تم
نے وہ بات نہیں سنی جو حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہی تھی کہ اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کا کسی کو
شریک نہ کرنا، بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔ (بخاری، حدیث: 3429)

آیت 83 فرمایا کہ ستارے، چاند اور سورج کی آفاقی نشانیوں سے استدلال کر کے توحید الٰہی ثابت کرنے کے مضبوط دلائل ہم نے
ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے جن کے ذریعے وہ اپنی قوم پر غالب آئے۔ ہم جس کے چاہتے ہیں علم، عقل، فہم اور فضیلت کے ساتھ
درجات بلند کر دیتے ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دنیا میں علم و حکمت اور نبوت کے ساتھ اور آخرت میں قرب و ثواب کے
ساتھ درجے بلند فرمائے۔ بیشک تمہارا رب اپنے تمام افعال میں حکمت والا اور مخلوق کے تمام احوال جاننے والا ہے۔ **اہم باتیں:** (1) اس

إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿٨٣﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا

بیشک تمہارا رب حکمت والا، علم والا ہے۔ اور ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب عطا کیے۔ ان سب کو ہم نے ہدایت دی اور ان سے پہلے نوح کو ہدایت

مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ

دی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (ہدایت عطا فرمائی) اور ایسا ہی

نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٨٥﴾

ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو (ہدایت یافتہ بنایا) یہ سب ہمارے خاص بندوں میں سے ہیں۔

وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٨٦﴾ وَمِنْ

اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو (ہدایت دی) اور ہم نے سب کو تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ اور ان کے

آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٨٧﴾

باپ دادا اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے (بھی) بعض کو (ہدایت دی) اور ہم نے انہیں چن لیا اور ہم نے انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔

آیت سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستارے، چاند اور سورج کو رب کہنا بطورِ عقیدہ نہیں بلکہ قوم کے سامنے ان کے عقیدے اور تردید کی دلیل کے طور پر تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ باتیں ہم نے انہیں بطورِ دلیل عطا فرمائیں۔ (2) انبیاء علیہم السلام کا کثرت سے ذکر اور محفلوں کو ان کے ذکرِ پاک سے آراستہ کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے، نیز یہ ایمانی طاقت بڑھانے اور عقیدۂ توحید کو مضبوط کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

آیت 84-87 ان چار آیات میں فرمایا گیا کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا حضرت اسحاق اور پوتا حضرت یعقوب علیہما السلام عطا فرمائے۔ ان سب کو ہم نے ہدایت دی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو ہدایت دی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں حضرت داود، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام کو ہدایت عطا فرمائی، جیسا ہم نے انہیں بدلہ دیا ایسا ہی ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں اور ہم نے حضرت زکریا، حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہم السلام کو ہدایت یافتہ بنایا یہ سب ہمارے خاص بندوں میں سے ہیں اور ہم نے حضرت اسمٰعیل، حضرت یسع، حضرت یونس اور حضرت لوط علیہم السلام کو ہدایت دی اور ان سب کو ان کے وقت میں نبوت و رسالت کے ساتھ تمام جہان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ ان کے باپ دادا، اولاد اور بھائیوں میں سے بھی بعض کو ہدایت دی، ہم نے انہیں چن لیا اور انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔ **اہم باتیں:** (1) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام آپ ہی کی اولاد سے ہوئے۔ لہٰذا مرزا قادیانی ہرگز نبی نہیں کیونکہ اگر یہ نبی ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہوتا۔ (2) یہاں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا اور ان کے ذکر کی ترتیب زمانہ اور فضیلت کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس ترتیب میں ان کی عظمت وشان اور خصوصیات کی ترتیب و جامعیت ہے۔ (3) یہاں انبیاء علیہم السلام کو تمام جہان والوں سے افضل فرمایا گیا اور جہان میں اللہ تعالیٰ کے سوا سب داخل ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام فرشتوں اور اماموں سے بھی افضل ہیں۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ

یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اگر وہ (بھی بالفرض) شرک کرتے

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۸۸ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ

ضائع ہو جاتے ۝ یہی وہ ہستیاں ہیں جنہیں ہم نے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی تو اگر کفار ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں

هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝۸۹ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ

قوم مقرر کر رکھی ہے جو ان چیزوں کا انکار کرنے والی نہیں ۝ یہی وہ (مقدس) ہستیاں ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی

اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۰ وَمَا قَدَرُوا

ع ۱۰

پیروی کرو۔ تم فرماؤ: میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ یہ صرف سارے جہان والوں کے لئے نصیحت ہے ۝ اور یہودیوں نے

آیت 88 فرمایا کہ یہ اللہ کی ہدایت ہے یعنی ان عقائد کی پہچان خدا کی ہدایت ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد و یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں

اس معرفت کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے دین، اپنی طاعت و بندگی کی اور باطل معبودوں سے

اظہار کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔ آیت کے اگلے حصے میں عوام و خواص سب لوگوں کو ڈرایا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف

نہ ہوں کیونکہ جب فضیلت اور بلند مقام رکھنے والے انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ ”اگر وہ بھی

شرک کرتے تو ضرور ان کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے۔“ تو ان کے مقابلے میں اور لوگوں کا حال کیا ہو گا۔

آیت 89 ارشاد فرمایا کہ جن انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا، یہی وہ ہستیاں ہیں جنہیں ہم نے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کی ہے تو اگر

مکہ کتاب، حکمت اور نبوت کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے ان چیزوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے ایسی قوم مقرر کر رکھی ہے جو ان چیزوں

کا انکار کرنے والی نہیں۔ حقوق ادا کرنے والی قوم سے انصار، مہاجرین، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا وہ سب مسلمان مراد ہیں جنہیں

اللہ تعالیٰ خدمت دین کی توفیق بخشے، جیسے مبلغین، علما، اولیا، سلاطین وغیرہ۔

آیت 90 جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے تذکرے کے بعد فرمایا: یہی وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حق اور صراطِ مستقیم کی

ہدایت کی تو اے حبیب! آپ تمام اچھے اخلاق، پسندیدہ افعال اور کامل صفات میں ان کی پیروی کریں۔ آپ کفارِ مکہ سے فرما دیں کہ

میں اس یعنی قرآن یا تبلیغ رسالت اور دعوت توحید پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ یہ قرآن تو سارے جہان والوں کے لئے نصیحت

ہے۔ اہم باتیں: (1) اس آیت سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں کیونکہ کمال و

شرف کی جو صفات انبیاء علیہم السلام کو جدا جدا عطا فرمائی گئیں تھیں اللہ تعالیٰ نے ان تمام صفات کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع

فرما دیا ہے تو جب آپ تمام انبیا کی صفات کمال کے جامع ہیں تو یقیناً سب سے افضل ہوئے۔ (2) قرآن سارے جہان والوں کے لئے

نصیحت ہے تو صاحب قرآن یعنی ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یقیناً تمام مخلوق کے رسول ہیں اور کل جہان آپ کی امت ہے۔

آیت 91 شانِ نزول: یہودیوں کے ایک بڑے عالم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بحث میں غضبناک ہو کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی

حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ

جیسا اس کی قدر کرنے کا حق تھا جب انہوں نے کہا: اللہ نے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں نازل کی۔ تم فرماؤ: وہ کتاب کس نے اتاری تھی جسے

جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ

موسیٰ لے کر آئے تھے؟ نور اور لوگوں کے لیے ہدایت تھی، جس کے تم نے الگ الگ کاغذ بنا لیے تھے، کچھ ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپا لیتے ہو

وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾

اور تمہیں وہ سکھایا جاتا ہے جو نہ تم کو معلوم تھا اور نہ تمہارے باپ دادا کو۔ تم کہو: "اللہ" پھر انہیں ان کی بیہودگی میں کھیلتے ہوئے چھوڑ دو۔

وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى

اور یہ برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس لئے (اتری) تاکہ تم اس کے ذریعے مرکزی شہر اور اس کے

وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

اردگرد والوں کو ڈر سناؤ اور جو آخرت پر ایمان لاتے ہیں وہی اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

پر کچھ نہیں اتارا۔ اس پر یہ فرمایا گیا کہ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی ویسے قدر نہ کی جیسے اس کی قدر کرنے کا حق تھا کہ خدا نے مخلوق تو پیدا فرمائی لیکن ان کی رہنمائی کے لئے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں نازل کی۔ معاذ اللہ۔ نیز اے حبیب! آپ ان سے پوچھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کوئی کتاب نہیں اتاری تو وہ کتاب کس نے اتاری تھی جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے؟ جو سراپا نور اور لوگوں کے لیے ہدایت تھی، وہ بھی تو ایک انسان یعنی موسیٰ علیہ السلام ہی پر اتری تھی جس کتاب کے تم نے الگ الگ کاغذ بنا لئے تھے، ان میں سے کچھ وہ ظاہر کر دیتے ہو جس کا اظہار اپنی خواہش کے مطابق سمجھتے ہو جبکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے دین کے متعلق بہت کچھ چھپا لیتے ہو اور اے یہودیو! تمہیں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم اور قرآن کریم کے ذریعے وہ کچھ سکھایا جاتا ہے جو نہ تم کو معلوم تھا اور نہ تمہارے باپ دادا کو۔ اے حبیب! پھر اگر یہودی آپ کے سوال کا جواب نہ دے سکیں تو آپ خود فرما دیں کہ تورات اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اور جیسے اس نے تورات نازل فرمائی ایسے ہی قرآن بھی اسی نے نازل فرمایا۔ اس جواب کے بعد آپ انہیں ان کی باطل باتوں اور بحثوں میں مشغول چھوڑ دیں کیونکہ آپ نے وعظ و نصیحت کا حق ادا کر دیا، اب اس پر بھی وہ باز نہ آئیں تو انہیں ان کے حال پر ہی چھوڑ دینا چاہیے۔

آیت 92 فرمایا کہ یہ قرآن برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے۔ یہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور قرآن اس لئے نازل فرمایا ہے کہ اے حبیب! آپ اس کے ذریعے مرکزی شہر مکہ مکرمہ اور اس کے اردگرد والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف دلائیں۔ مزید فرمایا کہ جو لوگ آخرت کو مانتے ہیں وہی اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ وہ برے انجام سے ڈرتے ہیں اور قیامت کا ڈر انسان کو ایمان و اعمال صالحہ پر ابھارتا ہے نیز فرمایا کہ قرآن و آخرت پر ایمان رکھنے والے اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہاں بطور خاص نماز کا ذکر ہوا کیونکہ یہ ایمان کے بعد سب سے اعلیٰ اور خدا کی بارگاہ میں سب سے بڑی عبادت ہے اور نماز کی پابندی کرنا قرآن و آخرت پر ایمان رکھنے کا اہم تقاضا بھی ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے: میری طرف وحی کی گئی حالانکہ اس کی طرف کسی شے کی وحی نہیں بھیجی گئی

قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

کہے: میں بھی ابھی ایسا اُتار دوں گا جیسا اللہ نے اتارا ہے۔ اور اگر تم دیکھو جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے

بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ

پھیلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو۔ آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس کے بدلے میں جو تم اللہ پر ناحق باتیں کہتے

آیت 93 شانِ نزول: آیت کے ابتدائی حصے کا شانِ نزول یہ ہے کہ یمن کے علاقے یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے اور کہے کہ میری طرف وحی کی گئی حالانکہ اس کی طرف کسی شے کی وحی نہیں بھیجی گئی۔ **آیت کے اگلے حصے کا شانِ نزول:** عبد اللہ بن ابی سرح کاتبِ وحی تھا۔ جب آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ نازل ہوئی، وہ اسے لکھنے لگا، آخر تک پہنچتے پہنچتے انسانی پیدائش کی تفصیل جان کر حیرت زدہ ہوا اور آخری حصہ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ بے اختیار اس کی زبان پر جاری ہو گیا اور یہی آیت کا اختتامی حصہ بھی تھا، اس پر اس کا دماغ خراب ہو گیا کہ مجھ پر بھی وحی آنے لگی ہے اور یوں وہ مرتد ہو گیا۔ وہ یہ نہ سمجھا کہ نورِ وحی اور زورِ کلام کی وجہ سے آیت کا آخری کلمہ خود بخود اس کی زبان پر آ گیا ہے جس میں اس کی قابلیت کا کوئی دخل نہیں۔ زورِ کلام بعض اوقات خود اپنا آخر بتا دیا کرتا ہے جیسے کوئی شاعر جب مضمون پڑھے تو مضمون خود قافیہ بتا دیتا ہے اور سننے والے لوگ، شاعر سے پہلے قافیہ پڑھ دیتے ہیں، ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو ہرگز ویسا شعر کہنے پر قادر نہیں ہوتے تو قافیہ بتانا ان کی قابلیت نہیں بلکہ کلام کی قوت ہے اور یہاں تو نورِ وحی اور نورِ نبی سے سینہ میں روشنی آتی تھی چنانچہ مجلس شریف سے جدا ہونے اور مرتد ہو جانے کے بعد پھر ایک جملہ بھی ایسا نہ بنا سکا جو نظمِ قرآنی سے ملتا جلتا ہو لیکن بالآخر فتحِ مکہ سے پہلے اس نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کے بارے میں آیت کا اگلا حصہ نازل ہوا جس میں فرمایا گیا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو کہے: عنقریب میں بھی ایسی ہی کتاب اُتار دوں گا جیسی اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے۔ اس کے بعد کافروں کے مرتے وقت کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا: اگر تم کافروں کی حالت دیکھو تو بڑی خوفناک حالت دیکھو گے جب ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے روح قبض کرنے کے لئے جھڑکتے اور کہتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو۔ آج تم کافروں کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس وجہ سے جو تم نبوت اور وحی کے جھوٹے دعوے کر کے یا اللہ تعالیٰ کے لئے شریک اور بیوی بچے بتا کر اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے اور اس کی آیتوں کے مقابلے میں تکبر کرتے تھے، اسی لیے نہ تو آیتوں میں غور کرتے اور نہ ہی ان پر ایمان لاتے تھے۔ **اہم بات:** اس آیت میں مرزا قادیانی کا بھی رد ہے کیونکہ وہ بھی اپنی طرف وحی آنے کا دعوے دار تھا۔ آج کل قادیانی مختلف طریقوں سے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے نبوت کا نہیں بلکہ مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ کچھ کہتے ہیں کہ مرزا نے مطلق نبوت کا نہیں بلکہ ظلی و بروزی نبوت کا دعویٰ کیا تھا حالانکہ مرزا قادیانی کی کتابوں میں کئی جگہ مطلق دعویٔ نبوت موجود ہے بہر حال ظلی و بروزی نبوت کا دعویٰ بھی باطل و مردود ہے۔

عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا

اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے○ اور بیشک تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ

خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ

پیدا کیا تھا اور تم اپنی پیٹھ پیچھے وہ سب مال ومتاع چھوڑ آئے جو ہم نے تمہیں دیا تھا اور (آج) ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے

الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ ع

جنہیں تم گمان کرتے تھے کہ وہ تم میں (ہمارے) شریک ہیں۔ بیشک تمہارے درمیان جدائی ہو گئی اور تم سے وہ غائب ہو گئے جن (کے معبود ہونے) کا تم دعویٰ کرتے تھے○

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۭ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۭ

بیشک اللہ دانے اور گٹھلی کو چیرنے والا ہے، زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے،

آیت 94 ﴿ کافروں کی موت کے احوال کے بعد اب قیامت کے احوال کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا کہ قیامت کے دن کافروں سے کہا جائے گا: بیشک تم ہمارے پاس حساب وجزا کے لئے ایسے اکیلے آئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار اکیلا پیدا کیا تھا، نہ تمہارے ساتھ مال ہے، نہ جاہ ومرتبہ، نہ وہ اولاد ہے جن کی محبت میں تم عمر بھر گرفتار رہے اور نہ ہی وہ بت جنہیں تم پوجتے رہے۔ آج ان میں سے کوئی تمہارے کام نہ آیا بلکہ تم وہ سب مال ومتاع اپنے پیچھے چھوڑ آئے جو ہم نے تمہیں دیا تھا اور آج ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جنہیں تم گمان کرتے تھے کہ وہ عبادت کے حق دار ہونے میں اللہ کے شریک ہیں۔ بیشک تمہارے درمیان جدائی ہو گئی اور تمہاری جماعت منتشر ہو گئی اور تم سے وہ بت غائب ہو گئے جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے اور تمہارے وہ تمام جھوٹے دعوے باطل ہو گئے جو تم دنیا میں کرتے تھے۔ درس: مرنے کے بعد انسان قبر وحشر نیز بارگاہِ الٰہی میں اعمال کا حساب دینے کے وقت تنہا ہو گا۔ مال ومتاع، اہل وعیال، عزیز رشتہ دار اور دوست احباب میں سے کوئی اس کے ساتھ نہ ہو گا، لہٰذا دنیا کی زندگی میں وہ ساتھی بنالیں جو قبر کی وحشت انگیز تنہائی اور قیامت کے دن تسکین کا باعث ہوں اور وہ ساتھی نیک اعمال ہیں۔

آیت 95 ﴿ یہاں اللہ تعالیٰ کی کمالِ قدرت وعلم کا بیان ہے کیونکہ مقصودِ اعظم اللہ تعالیٰ کی صفات وافعال کی معرفت ہے اور یہ کہ وہی تمام چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے اور جو ایسی شان کا مالک ہے وہی عبادت کا حق دار ہو سکتا ہے۔ خشک دانہ اور گٹھلی کو چیر کر ان سے سبزہ اور درخت پیدا کرنا اور ایسی سنگلاخ زمینوں میں ان کے نرم ریشوں کو جاری کر دینا جہاں آہنی میخ بھی کام نہ کر سکے اس کی قدرت کے عجائبات ہیں۔ وہی اللہ کریم دانے اور گٹھلی کو چیر کر سبزہ اور درخت بنا دیتا ہے اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے جیسے جاندار سبزہ کو بے جان دانے اور گٹھلی سے اور انسان وحیوان کو نطفہ سے اور پرندے کو انڈے سے، یونہی وہی ربِ عظیم مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے جیسے جاندار درخت سے بے جان گٹھلی اور دانہ کو اور انسان وحیوان سے نطفہ کو اور پرندے سے انڈے کو۔ یہ سب اس کی قدرت وحکمت کے عجائبات ہیں تو اے کافرو! یہ ہے اللہ، تو تم کہاں اوندھے جاتے ہو؟ اور ایسے دلائل کے بعد کیوں خدا پر اور موت کے بعد اٹھنے پر ایمان نہیں لاتے؟ جو بے جان نطفہ سے جاندار حیوان کو پیدا کرتا ہے اس کی قدرت سے مردہ کو زندہ کرنا کیا بعید ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

یہ اللہ ہے تو تم کہاں پھرے جاتے ہو؟ (وہ) تاریکی کو چاک کر کے صبح نکالنے والا (ہے) اور اس نے رات کو آرام (کا ذریعہ) بنایا اور اس نے سورج اور چاند

حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا

کو حساب (کا ذریعہ) بنایا، یہ زبردست، علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔ اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تاکہ تم ان سے

فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ

خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ پاؤ۔ بیشک ہم نے علم والوں کے لیے تفصیل سے نشانیاں بیان کر دیں۔ اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ

پیدا کیا پھر کہیں ٹھکانہ ہے اور کہیں امانت رکھے جانے کی جگہ ہے۔ بیشک ہم نے سمجھنے والوں کے لیے نشانیاں تفصیل سے بیان کر دیں۔ اور وہی ہے

الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ

جس نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعے ہر اگنے والی چیز نکالی تو ہم نے اس سے سرسبز کھیتی نکالی جس میں سے ہم ایک دوسرے پر چڑھے

آیت 96 اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تین شانیں بیان فرمائی ہیں: (1) وہ تاریکی کو چاک کر کے صبح نکالنے والا ہے چنانچہ صبح کے وقت مشرق کی طرف روشنی دھاگے کی طرح یوں نمودار ہوتی ہے جیسے اس خط نے تاریکی چاک کر دی۔ (2) اس نے رات کو آرام کا ذریعہ بنایا کہ مخلوق اس میں چین پاتی اور دن کی تھکاوٹ کو آرام کر کے دور کرتی اور شب بیدار عابد و زاہد لوگ تنہائی میں اپنے رب کی عبادت سے چین پاتے ہیں۔ (3) اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو اوقات کے حساب کا ذریعہ بنایا کہ ان کی گردش سے عبادات و معاملات کے اوقات معلوم ہوتے ہیں۔ یہ سب زبردست، علم والے کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔ **اہم بات:** علم ریاضی، نباتات، فلکیات اور حیوانات بہت اعلیٰ علوم ہیں کہ ان سے رب تعالیٰ کی قدرت کاملہ ظاہر ہوتی ہے۔

آیت 97 ارشاد فرمایا کہ وہی اللہ ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے تمہارے لیے ستارے بنائے تاکہ تم خشکی اور سمندر میں سفر کے دوران رات کی تاریکیوں میں راستہ پاؤ۔ بیشک ہم نے علم والوں کے لیے تفصیل سے اپنی قدرت کی نشانیاں بیان کر دی ہیں۔ **اہم بات:** یہاں علم والوں کا بطور خاص اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ ان نشانیوں سے وہی فائدہ اٹھاتے ہیں ورنہ یہ نشانیاں سب کے لیے عام ہیں۔

آیت 98 اس آیت میں ایک جان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، ٹھکانہ سے مراد ماں کے رحم میں یا زمین کے اوپر ٹھکانہ ہے اور امانت رکھے جانے کی جگہ سے مراد باپ کی پشت یا زمین کے اندر بطور امانت رکھا جانا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ بیشک ہم نے ان لوگوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانیاں تفصیل سے بیان کر دی ہیں جو اپنی ذہانت اور باریک بینی سے تحقیق کرنے کی صلاحیت کے سبب سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔

آیت 99 اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہی اللہ ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا، پھر اسی نے اس پانی کے ذریعے ہر اگنے والی چیز نکالی تو تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس پانی سے سرسبز کھیتی نکالی جس میں سے وہ ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے دانے نکالتا ہے جیسے گندم کی

مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ
وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۗ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ
بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ ۢبِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ اَنّٰى
يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۗ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾

سے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے ابتدائی کچے شگوفوں سے (کھجور کے) خوشے (نکلتے ہیں جو پھلوں کی کثرت سے) لٹکے ہوئے ہوتے ہیں اور انگور کے باغ اور زیتون اور انار (نکالتے ہیں جو) کسی وصف میں ایک دوسرے سے ملتے ہوتے ہیں اور کسی وصف میں جدا ہوتے ہیں۔ تم درخت کے پھل اور اس کے پکنے کی طرف دیکھو جب وہ پھل دے۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اور لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک بنایا حالانکہ اللہ نے ہی ان جنوں کو پیدا کیا ہے اور لوگوں نے اللہ کے لیے جہالت سے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں حالانکہ اللہ ان کی بیان کی ہوئی چیزوں سے پاک اور بلند ہے۔ وہ بغیر کسی نمونے کے آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔ اس کے لیے اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟ حالانکہ اس کی بیوی (ہی) نہیں ہے اور اس نے ہر شے کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر شے کو جاننے والا ہے۔

ع

بالیاں وغیرہ اور کھجور کے ابتدائی کچے شگوفوں سے کھجور کے خوشے نکلتے ہیں جو پھلوں کی کثرت سے لٹکے ہوئے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انگور کے باغ، زیتون اور انار نکالتا ہے جو کسی وصف میں ایک دوسرے سے ملتے ہوتے ہیں اور کسی وصف میں جدا ہوتے ہیں اور اے لوگو! جب درخت پھل دے تو تم اس کے پھل اور ان پھلوں کے پکنے کی طرف دیکھو اور غور کرو۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لیے قدرتِ الٰہی کی نشانیاں ہیں کہ پانی ایک ہے اور جس زمین سے یہ سب کچھ اُگ رہا ہے وہ بھی ایک ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے جو چیزیں اگائی ہیں وہ قسم قسم اور رنگا رنگ کی ہیں تو جو رب ایک پانی سے اتنی قسم کی سبزیاں پیدا فرمانے پر قادر ہے تو وہ ایک صور کی پھونک سے سارے عالم کو مارنے اور زندہ کرنے پر بھی قادر ہے؛ لہٰذا قیامت برحق ہے۔

آیت 100 ارشاد فرمایا کہ سابقہ آیات میں بیان کردہ دلائلِ قدرت، نعمتوں کے پیدا کرنے اور عطا فرمانے کا تقاضا یہ تھا کہ لوگ اس کریم کارساز پر ایمان لاتے لیکن اس کی بجائے بُت پرستوں نے اپنے اوپر یہ ستم کیا کہ جنوں کو خدا کا شریک قرار دیا اور جنوں کے نام پر دیوی دیوتا بنالیے اور اللہ تعالیٰ کے لیے معاذ اللہ اپنی طرف سے ہی بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی بیان کی ہوئی چیزوں سے پاک اور بلند ہے اور یہ چیزیں اس کی شان کے لائق ہی نہیں۔

آیت 101 اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان اور پاکی کا بیان ہے، چنانچہ فرمایا: اس کی شان یہ ہے کہ وہ بغیر کسی نمونے اور سابقہ مثال کے آسمانوں اور زمین کو بنانے والا ہے۔ اس کی دوسری شان یہ ہے کہ وہ اولاد سے پاک ہے کیونکہ اولاد عورت کے بغیر نہیں ہوتی اور بیوی سے پاک ہے تو اس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟ کوئی عورت اس کی بیوی ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ کوئی شے اس کی مثل ہی نہیں اور اولاد نہ ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس نے ہر شے کو پیدا کیا ہے تو جو کچھ ہے سب اس کی مخلوق ہے اور مخلوق اولاد نہیں ہو سکتی، لہٰذا کسی مخلوق کو اس کی اولاد بتانا باطل ہے اور وہ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے لہٰذا اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

یہ اللہ تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، ہر شے کو پیدا فرمانے والا ہے تو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر

وَّكِیْلٌ ۝ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۝

نگہبان ہے ۝ آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ تمام آنکھوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہی ہر باریک چیز کو جاننے والا، بڑا خبردار ہے ۝

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآىٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا

بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھولنے والی دلیلیں آگئیں تو جس نے (انہیں) دیکھ لیا تو اپنے فائدے کے لئے ہی اور جو اندھا رہا

آیت 102 فرمایا کہ اے مشرکو! جس کی ایسی عظیم الشان صفات بیان ہوئیں وہی اللہ تمہارا رب اور صرف وہی عبادت کا مستحق ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق ہے ہی نہیں، وہ ہر شے کو پیدا فرمانے والا ہے لہٰذا تم صرف اسی کی عبادت کرو اور ان صفات کے ساتھ ساتھ وہ ہر چیز پر نگہبان بھی ہے، لہٰذا اسی پر بھروسہ کرو اور دنیوی و اخروی معاملات کے حل کے لیے اسی کی عبادت کو وسیلہ بناؤ۔

آیت 103 فرمایا کہ اس کی شان یہ ہے کہ آنکھیں اس کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ تمام آنکھوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہی ہر باریک چیز کو جاننے والا، اپنی مخلوق اور اس کے اعمال پر بڑا خبردار ہے۔ اہم باتیں: (1) ادراک کے معنیٰ ہیں: دیکھی جانے والی چیز کی تمام طرفوں اور حدوں پر واقف ہونا کہ یہ چیز فلاں جگہ سے شروع ہو کر فلاں جگہ ختم ہو گئی، جیسے انسان کو ہم کہیں کہ سر سے شروع ہو کر پاؤں پر ختم ہو گیا۔ اسی کو احاطہ (گھیراؤ) کہتے ہیں اور احاطہ اسی چیز کا ہو سکتا ہے جس کی حدیں اور جہتیں ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ کے لئے حد اور جہت محال ہے تو اس کا ادراک و احاطہ بھی ناممکن ہے اور یہی اہلِ سنت کا مذہب ہے۔ (2) آخرت میں مومنین کو دیدارِ الٰہی ہو گا اور یہ عقیدہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝﴾ (القیامۃ: 22، 23) ترجمہ: ”کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے، اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔“ اسی طرح حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ رات کے وقت آپ نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: عنقریب تم اپنے رب کو دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھتے ہو اور اسے دیکھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کرو گے۔ (بخاری، حدیث: 554) (3) آخرت میں مومنین کے لیے دیدارِ الٰہی کا انکار گمراہی ہے۔

آیت 104 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ لوگوں سے فرما دیں کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے توحید، نبوت، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور حساب و جزا سے متعلق دل کی آنکھیں کھول دینے والی دلیلیں آگئیں، تو جس نے دل کی آنکھ سے حق دیکھا اور اس پر ایمان لے آیا تو اس میں اس کا اپنا ہی فائدہ ہے اور جو حق ظاہر ہونے کے باوجود اسے دیکھنے سے اندھا رہا اور اس پر ایمان نہ لایا تو اس میں نقصان بھی اس کا اپنا ہے اور میں تم پر نگہبان نہیں کہ تمہارے اعمال و افعال کی نگہبانی کرتا پھروں بلکہ میں تمہاری طرف تمہارے رب کا رسول ہوں تاکہ اس کا پیغام تم تک پہنچا دوں۔

عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿١٠٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ
سے اندھا رہا تو یہ بھی اسی پر ہے اور میں تم پر نگہبان نہیں○ اور ہم اسی طرح بار بار آیتیں بیان کرتے ہیں اور اس لیے تاکہ کافر بول اٹھیں کہ تم نے پڑھ لیا ہے
يَّعْلَمُوْنَ ﴿١٠٥﴾ اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ
اور اس لیے تاکہ ہم اسے علم والوں کے لیے واضح کردیں○ تم اس وحی کی پیروی کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے، اس کے سوا
الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشْرَكُوْا ۗ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ
کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے منہ پھیر لو○ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے تمہیں ان پر نگہبان نہیں بنایا اور نہ آپ
عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٧﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ
ان پر نگران ہیں○ اور انہیں برا بھلا نہ کہو جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ زیادتی کرتے ہوئے جہالت کی وجہ سے اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے

آیت 105 فرمایا کہ جیسے ہم نے پہلے آیتیں بیان کیں اسی طرح ہم بار بار اپنی آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں، نیز ان پر اللہ کی حجت قائم ہو جائے لیکن کافر عبرت نہیں لیتے بلکہ ان آیات کے نازل ہونے کے نتیجے میں کافر بول اٹھتے ہیں: اے محمد! تم نے گزشتہ کتابوں کو پڑھ لیا ہے اور وہی پڑھ کر ہمیں بتا رہے ہو اور اس لیے بار بار آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ قرآن کو علم والوں کے لیے واضح کردیں کیونکہ وہی اس سے حقیقی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

آیت 106 ارشاد فرمایا کہ اے حبیب! آپ اس وحی کی پیروی کرتے رہیں جو رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ وہی خدا سچا معبود ہے؛ لہٰذا کفار کی باطل باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں، یہ ان کی بدنصیبی ہے کہ آپ کی رسالت پر واضح دلیلوں کے باوجود یہ ایمان نہیں لارہے۔

آیت 107 مزید فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے لیکن خدا کی اپنی مشیت و حکمت ہے اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان نہیں بنایا کہ آپ انہیں ان کے اعمال کی جزا دیں اور نہ ہی آپ ہماری طرف سے ان پر نگران ہیں کہ انہیں ایمان لانے پر مجبور کر دیں۔ اہم بات: کوئی کام اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے کے بغیر نہیں ہو سکتا، کافر کا کفر اور گنہگاروں کے گناہ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت سے ہیں، ہاں! اللہ تعالیٰ کفر و شرک اور گناہ سے راضی نہیں اور نہ اس نے ان چیزوں کا حکم دیا ہے۔

آیت 108 **شانِ نزول:** مسلمان بتوں کی برائیاں بیان کرتے تھے تاکہ کفار کو سمجھ آئے مگر ان جاہلوں نے بجائے نصیحت حاصل کرنے کے اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی کے جملے بولنا شروع کر دیئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ بتوں کی حقیقی برائیاں بیان کرنے کے ثواب ہونے کے باوجود بتوں کو برا نہ کہو تاکہ جاہل کفار، جھوٹے معبودوں کی باطل محبت میں اپنی جہالت سے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان میں بے ادبی کرنا شروع نہ کر دیں۔ مزید فرمایا کہ جیسے ہم نے ان کفار کی نگاہ میں ان کے عمل آراستہ کیے ہیں، یونہی ہر امت کی نگاہ میں اس کے اچھے برے عمل کو آراستہ کر دیا تھا۔ وہ یہ عمل کریں گے پھر انہیں آخرت میں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے تو وہ انہیں ان کے اعمال بتا دے گا اور انہیں بدلہ بھی دے گا۔ اہم باتیں: (1) ابن انباری کا قول ہے کہ "یہ حکم اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تھا، جب مسلمانوں میں طاقت آگئی کہ کفار کو رب کی شان میں گستاخی سے روک سکیں تو انہیں

عِلْمٍ ۚ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا

یونہی ہم نے ہر امت کی نگاہ میں اس کے عمل کو آراستہ کر دیا پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے تو وہ انہیں

يَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٨﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا

وہ کرتے تھے ○ اور انہوں نے بڑی تاکید سے اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ تم فرماؤ

الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٩﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ

اللہ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا خبر کہ جب وہ (نشانیاں) آئیں گی تو (بھی) یہ ایمان نہیں لائیں گے ○ اور ہم ان کے دلوں

وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١١٠﴾ ع ١٤

آنکھوں کو پھیر دیں گے جیسا کہ یہ پہلی بار اس پر ایمان نہ لائے تھے اور انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیں گے

اس کی اجازت مل گئی ورنہ تو خود قرآن میں شیطان، بتوں اور سردارانِ قریش کی برائیاں بکثرت بیان کی گئی ہیں۔ (2) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر غیر ضروری عبادت ایسے فساد کا ذریعہ بنے جو ہم سے مٹ نہ سکے تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ واعظ و عالم اس طرح وعظ نہ کرے جس سے لوگوں میں ضد پیدا ہو، فساد اور مار پیٹ تک نوبت پہنچ جائے۔

آیت 109 شانِ نزول: کفارِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کی: آپ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے معجزے بیان فرماتے ہیں۔ اگر ہمیں ہماری منہ مانگی نشانیاں دکھادیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ ارشاد فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: صفا پہاڑ سونے کا ہو جائے، یا ہمارے بعض مردے زندہ ہو کر آپ کی گواہی دے دیں، یا فرشتے ہمارے سامنے آ جائیں۔ ارشاد فرمایا: اگر میں ان میں سے کچھ دکھادوں تو تم ایمان لے آؤ گے؟ وہ قسمیں کھا کر بولے کہ ضرور ایمان لے آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دعا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی: آپ جو دعا کریں گے وہ قبول ہو گی لیکن اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو ابھی ہلاک کر دیئے جائیں گے اور اگر زندہ رہے تو شاید ان میں سے کوئی ایمان لے آئے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دعا کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا: کفارِ مکہ نے بڑی تاکید سے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس ان کی مانگی ہوئی کوئی نشانی آئی تو وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔ اے حبیب! آپ ان سے فرما دیں کہ نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، وہ جب چاہتا ہے اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق نازل فرماتا ہے اور اے مسلمانو! تمہیں کیا خبر کہ جب وہ نشانیاں آئیں گی تو بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

آیت 110 ارشاد فرمایا کہ ہم ان کافروں کے دلوں کو حق ماننے اور ان کی آنکھوں کو حق دیکھنے سے پھیر دیں گے تو جس طرح یہ ان لوگوں کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دستِ اقدس پر اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر ہوئی تھیں جیسے چاند دو ٹکڑے ہوا لیکن یہ ان پر ایمان نہ لائے یونہی اب بھی ایمان نہ لائیں گے، ان کے ایمان لانے کے سب وعدے جھوٹے ہیں اور ہم انہیں ان کی گمراہی و سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیں گے اور انہیں ویسے ہدایت نہ دیں گے جیسے ایمان والوں کو ہدایت دی۔